وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿10﴾

اور ان سب صحابہ سے اللہ نے سب سے اچھی چیز (جنت) کا وعدہ فرمالیا ہے۔ (الحدید: ١٠)

طلقاء صحابہ کرام

تحقیق و تجزیہ

ظہور احمد فیضی اور حسن فرحان مالکی کا طلقاء و مؤلفۃ القلوب صحابہ کرام پر اعتراضات کا علمی جائزہ

تالیف

علامہ پروفیسر محمد اعجاز جنجوعہ صاحب

مقدمہ

فیصل خان رضوی



دار التحقیق پبلشرز

طلقاء اور مولفۃ القلوب صحابہ کرام کے بارے میں تمام شکوک وشبہات
کو رفع کرنے والی ایک تاریخی کتاب

طلقاء صحابہ

تالیف

علامہ پروفیسر محمد اعجاز جنجوعہ صاحب مدظلہ العالی

مقدمہ

فیصل خان رضوی

ناشر

دار التحقیق پبلشرز، فاونڈیشن

نام کتاب : خلفاء صحابہ

تالیف : علامہ پروفیسر محمد اعجاز جنجوعہ صاحب

ترتیب و مقدمہ : فیصل خان رضوی صاحب

تصحیح و نظر ثانی :

اہتمام : حضرت جناب جی مدظلہ العالی، جناب عبدالغفار دوانہ صاحب

سالِ اشاعت : ۲۰۲۳ء/۱۴۴۵ھ

صفحات : ۰۰۰

ناشر : دارالتحقیق پبلشرز فاؤنڈیشن، اقبال مارکیٹ، مری روڈ، راولپنڈی

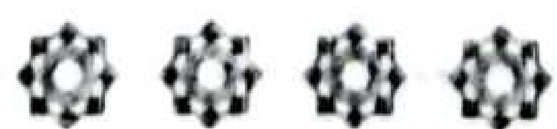
قانونی مشیر : خواجہ حسن ریاض، ایڈوکیٹ سپریم کورٹ

ملنے کے پتے

☆ : احمد بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5551167
☆ : مکتبہ غوثیہ، اقبال روڈ، کمیٹی چوک، راولپنڈی	0321-5122632
☆ : ورلڈ ویو پبلشرز، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، لاہور	0333-3585426
☆ : اہل سنہ پبلی کیشنز، دینہ، ضلع جہلم	0321-7641096
☆ : مکتبہ نعیمیہ، دارالعلوم نعیمیہ، کراچی	0300-2080345
☆ : مکتبہ غوثیہ، پرانی سبزی منڈی، کراچی	021-34926110

تمام مسائل غور و فکر کے بعد نیک نیتی سے لکھے گئے ہیں، اگر کوئی غلطی نظر آئے تو براہِ کرم ادارہ کو مطلع فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

تفصیلی فہرست مشمولات



عرضِ ناشر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَلَف صالحین نے دین کی خاطر اپنی اپنی طاقتیں صرف کیں، اور مختلف علوم وفنون میں لوگوں کو علم سے سیراب کیا۔ مگر ہر زمانہ میں جہاں اہلِ حق نے حق سچ بات اپنے علم واخبار کی روشنی میں کہنے کی کوشش کی، وہیں لوگوں کو اکابرین سے متنفر کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اس لیے ضروری تھا کہ ایک ایسی تالیف منظرِ عام پر لائی جائے، جس میں موضوع سے متعلق تمام حقائق واضح ہو سکیں۔ کتاب ہذا کسی مسلک یا شخصیت کے خلاف ہر گز نہیں اور نہ کسی کی دل آزاری مقصود ہے، اگر کوئی علمی غلطی ہو تو اصلاح کی خاطر ضرور آگاہ کریں۔

علامہ پروفیسر اعجاز جنجوعہ صاحب نے اپنی مصروفیات کے باوجود انتہائی محنت و حوصلہ سے کتاب کی تالیف اور پھر اس پر نظرِ ثانی کی، اس کے لیے ان کے مشکور ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ایک نیک بندے اور مخلصِ اہلِ سنت حفظہ اللہ تعالیٰ نے کُتُب کی نشر واشاعت کے لیے خطیر رقم مختص کی، راقم اُن کا تہ دل سے شکر گذار ہے۔ راقم کی دلی خواہش تھی کہ اُس عظیم شخصیت کا اسمِ گرامی کے ساتھ ذکرِ خیر کروں مگر انہوں نے اِس سے منع کرتے ہوئے سختی سے روک دیا، اللہ تعالیٰ اس کتاب اور دیگر کُتُب کی اشاعت پر حضرت مخلصِ اہلِ سنت اور اُن کے آباء واجداد کو جزائے خیر اور ڈھیروں ڈھیر ثواب عطا فرمائے آمین۔ اس کے ساتھ ساتھ محترم جناب عبدالغفار دوانہ صاحب (کراچی) کا بھی تہ دل سے شکر گزار ہے جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت میں ہمارا ساتھ دیا اور مالی تعاون بھی کیا، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو لوگوں کے لیے راہِ ہدایت بنائے اور ہماری اس چھوٹی سی کاوش کو اپنی بارگاہِ عالیہ میں قبول فرمائے۔ (آمین)

نوٹ: اِس ادارے کا اولین مقصد اہلِ سنت و جماعت کے عقائدِ صحیحہ کی ترجمانی ہے، اگر کسی بھی کتاب یا تحریر میں کسی بدمذہب یا گمراہ شخص کے ساتھ تعظیمی و تعریفی کلمات غلطی سے موجود ہوں تو ادارہ اس سے بری الذمہ ہوگا، مزید یہ کہ ہمارا یقینِ کامل اور اعتماد ہے کہ عقیدہ کی نمائندگی، تشریح و توضیح جو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ علیہ نے کی وہی حرفِ آخر ہے، اس کے برخلاف کسی طرح کی تحریر یا توضیح سے ادارہ کا کوئی تعلق نہیں اور نہ ہوگا۔

دارالتحقیق پبلشرز - فاؤنڈیشن

مقدمہ

اہل علم ومحققین متقدمین ومتاخرین کا یہ منہج رہا ہے کہ وہ احادیث اور آثار کو اصول کے تحت پرکھتے ہوئے تاریخی روایات کے قبول اور عدم قبول کے اصول وضوابط بھی واضح کرتے ہیں کیونکہ ہر باطل اور گمراہ شخص عوام الناس کو دھوکا دینے کے لیے باطل ومردود قسم کی تاریخی روایات پیش کرتا ہے۔ان گمراہ لوگوں کا یہ وطیرہ ہے کہ اپنی کتب میں مرویات کے متن کو تو پیش کرتے ہیں مگر سند کو قصداً چھوڑ دیتے ہیں تاکہ کسی کے سامنے روایت کے متروک، ضعیف یا موضوع ہونا واضح نہ ہوسکے۔اس کے بعد ان گمراہ لوگوں کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ وہ اہل سنت کے تاریخی مصادر میں سے اپنی پسند کا کوئی بھی حوالہ پیش کرکے یہ چیختے چلاتے ہوئے سنائی دیتے ہیں کہ اگر یہ روایت ضعیف یا قابل استدلال نہ ہوتی تو سنی علماء اس کو اپنی کتب میں نقل ہی کیوں کرتے؟ یا اپنی کتب میں عوام الناس کو دھوکا دیتے ہوئے یہ ڈھول بجاتے ہیں کہ اہل سنت علماء نے اپنی کتب میں فلاں فلاں بات یا واقعہ کو بغیر کسی ردو قدح کے لکھا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو اس فلاں بات سے کوئی اختلاف نہیں۔کیونکہ اگر اختلاف ہوتا تو وہ اپنی تحریر میں اس پر اعتراض ضرور قائم کرتے۔

اب ان تمام خرافات کا مقصد صرف اپنی بدعت وگمراہی کو عوام الناس کے ساتھ خواص پر تھوپنا ہے۔اس لیے ادھر ادھر، مارے مارے، پھرتے پھراتے، لوگوں کے ذہن خراب کرنے میں لگے رہتے ہیں۔مگر ان تمام خرافات کے مقابلہ میں چند نکات بیان کرنا اہم ہے۔

اول: جب احادیث ومرویات وآثار کو بغیر سند یا سند کے ساتھ ضعیف، واہی اور متروک روایات قبول نہیں تو پھر تاریخی روایات اور وہ بھی مثالب صحابہ کو کیسے سند کے بغیر یا ضعیف، واہی اور متروک سند کے ساتھ قبول کیا جاسکتا ہے؟

دوم: تاریخی روایات کے قبول کرنے کے علماء نے جو اصول بنائے ہیں، اس کے تحت ہی ان کو قبول یا رد کیا جائے گا۔

سوم: کسی مورخ یا محدث یا محقق کا کسی بھی روایت یا تاریخی واقعہ کو نقل کرکے اس پر ردو قدح یا اعتراض نہ کرنا، اس سے متفق یا مقبول ہونے کا کوئی قاعدہ واصول نہیں جب تک مصنف اس کی وضاحت نہ کرے۔یہ بھی یاد رہے کہ مصنف کی وضاحت کے بعد بھی فوقیت وترجیح وانحصار سند کے قابل قبول ہونے پر ہوتی ہے۔گمراہ لوگ فضائل میں ضعیف روایات کی قبولیت کا بہانہ کرکے ایسی مرویات پیش کرتے ہیں جو کہ صحابہ کرام کے مثالب یا اعتراضات پر مبنی ہوتی ہے یا صحابہ کرام کی شان کو گھٹانے پر مبنی ہوتی ہیں۔ان کی خدمت میں عرض ہے کہ اہل سنت کا یہ متفقہ اصول ہے کہ شان صحابہ میں ضعیف تو کجا صحیح روایات کی تاویل کا اصول قران ونصوص کے روشنی میں کیا جاتا ہے۔اس لیے ان گمراہ لوگوں کے اس دھوکہ بازی سے بھی ہوشیار ہونا چاہیے۔اس لیے قبول واستدلال احادیث وتاریخی آثار کے چند اصول پیش نظر رہنا ضروری ہیں۔

سند کی اصطلاحی تعریف

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

والإسنادُ حكايةُ «عن» طريقِ المتنِ.

ترجمہ: اسناد کا اصطلاحی معنی ہے متن کے طریق (راویوں کا سلسلہ) کو بیان کرنا۔

(نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر ت عتر، صفحة ٤١)

متن کی لغوی تعریف

محدث طیبی فرماتے ہیں۔

المَتْنُ هو ما اكتنَفَ الصُّلب من الحيوان، وبه شُبِّه المتن من الأرض ومَتُنَ الشيء قَوِيَ مَتْنُهُ، ومنه حَبْلٌ مَتِين، فَمَتْنُ كلِّ شيءٍ ما يَتَقَوَّمُ به ذلك الشيء ويَتَقَوَّى به، كما أن الإنسان يَتَقَوَّم بالظَّهر ويَتَقَوَّى به، فَمَتْنُ الحديث ألفاظه التي يَتقوَّم بها المعاني

ترجمہ: متن سے مراد حیوان کی پشت کا احاطہ ہے اور اسی سے زمین کے سخت حصے کو تشبیہ دی جاتی ہے۔۔۔۔۔۔۔ پس متن حدیث سے مراد وہ الفاظ ہیں جن کے ذریعے معنی قائم ہوتے ہیں۔

(الطيبي، الخلاصة في معرفة الحديث، صفحة ٢٧)

اصطلاحی تعریف

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

«والمتن هو غاية ما ينتهي إليه الإسناد من الكلام»

ترجمہ: اور متن وہ ہے جس پہ سند کلام کی غایت کا اختتام ہو۔

(نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر ت عتر، صفحة ٤١)

سند کی اہمیت پر اہل سنت کا موقف

قارئین کے علمی ذوق کے لیے چند اقوال پیش کیے جاتے ہیں جس میں سلف وصالحین نے سند کے بغیر یا متروک، واہی اسانید سے علم حاصل کرنے سے عوام الناس کو باز رکھا ہے۔

۱۔ امام ابن سیرین رحمہ اللہ (ت ۱۱۰ھ) کا فرمان:

امام مسلم رحمہ اللہ صحیح مسلم میں اپنی سند سے امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ کا قول بیان کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، وَهِشَامٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، وَحَدَّثَنَا فُضَيْلٌ، عَنْ هِشَامٍ قَالَ: وَحَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، قَالَ «إِنَّ هَذَا الْعِلْمَ دِينٌ، فَانْظُرُوا عَمَّنْ تَأْخُذُونَ دِينَكُمْ»

ترجمہ: ہشام بن حسان سے مروی ہے کہ امام ابن سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا بلاشبہ (حدیث کا) یہ علم، دین ہے، پس تم ضرور دیکھو کہ تم اسے کس سے حاصل کر رہے ہو۔ (صحیح مسلم ۱/ ۱٤)

۲۔امام مطر الوراق رحمہ اللہ (ت ۱۲۹ھ) کا فرمان:

محدث حاکم روایت بیان کرتے ہیں۔

أَخبرنِي أَبُو الْحَسَنِ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدُوسٍ الْعَنَزِيُّ قَالَ حدثنا عثمان بن سعيد الدرامی حدثنا يَزِيدُ بْنُ مَوْهِبٍ الرَّمْلِيُّ حدثنا ضَمْرَةُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ أَبِي شَوْذَبٍ عَنْ مَطَرٍ الْوَرَّاقِ قَوْلِهِ تَعَالَى أَوْ أَثَارَةٍ مِنْ علم قَالَ إِسْنَادُ الْحَدِيثِ۔

ترجمہ: ابن شوذب سے مروی ہے کہ امام مطر الوراق رحمہ اللہ نے اللہ تعالی کے اس فرمان (أَوْ أَثَارَةٍ مِّنْ عِلْمٍ) (الاحقاف:۴) کے بارے میں کہا کہ اس سے مراد اسنادِ حدیث ہے۔

(المدخل إلى كتاب الاكليل ٢٧)

۳۔امام اوزاعی رحمہ اللہ (ت ۱۵۷ھ) کا فرمان:

محدث ابن عبد البر لکھتے ہیں۔

وَقَرَأْتُ عَلَى خَلَفِ بْنِ الْقَاسِمِ أَنَّ أَبَا الْمَيْمُونِ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عُمَرَ الدِّمَشْقِيَّ حَدَّثَهُمْ بِدِمَشْق قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ صَاحِبُ الْأَوْزَاعِيِّ قَالَ سَمِعْتُ الْأَوْزَاعِيَّ يَقُولُ مَا ذَهَابُ الْعِلْمِ إِلَّا ذَهَابُ الْإِسْنَادِ۔

ترجمہ: عقبہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا امام اوزاعی فرما رہے تھے کہ علم نہیں اٹھے گا مگر جب اسناد کا سلسلہ باقی نہ رہے گا۔

(التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد ١/ ٥٧)

۴۔امیر المومنین امام شعبہ رحمہ الہ (۱۶۰ھ) کا فرمان:

محدث حاکم روایت بیان کرتے ہیں۔

سَمِعْتُ أَبَا الْعَبَّاسِ مُحَمَّدَ بْنَ يَعْقُوبَ يَقُولُ سَمِعْتُ الْعَبَّاسَ بْنَ مُحَمَّدٍ الدُّورِيَّ سَمِعْتُ قُرَادًا أَبَا نُوحٍ يَقُولُ سَمِعْتُ شُعْبَةَ يَقُولُ كُلُّ عِلْمٍ ليس فيه حدثنا أو خبرنا فَهُوَ خَلٌّ وَبَقْلٌ،

ترجمہ: میں نے شعبہ کو کہتے سنا کہ جس علم میں حدثنا اور یا اخبرنا نہیں وہ سرکہ سبزی کی طرح ہے (یعنی ردی اور معمولی علم ہے)۔ (المدخل إلی کتاب الاکلیل ص ۲۹)

۵-امام سفیان ثوری رحمہ اللہ (ت ۱۶۱ھ) کا فرمان:

امام حاکم رحمہ اللہ (ت ۴۰۵ھ) اپنی سند سے امام سفیان ثوری رحمہ اللہ (ت ۱۶۱ھ) کا قول کا بیان کرتے ہیں۔

أخبرنِي محمد بن يعقوب المقرىء حدثني أَبو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْفَقِيهُ حدثني الْحُسَيْنُ بْنُ الْفَرَجِ حدثني عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ حَسَّانٍ قَالَ سَمِعْتُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيَّ يَقُولُ الإِسْنَادُ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ فَإِذَا لَمْ يَكُنْ مَعَهُ سِلَاحٌ فَبِأَيِّ شَيْءٍ يُقَاتِلُ-

ترجمہ: اسناد مومن کا ہتھیار ہے اگر اس کے پاس ہتھیار ہی نہیں ہو گا تو وہ کس چیز کی مدد سے لڑے گا۔

(المدخل إلی کتاب الإکلیل، صفحة ۲۹)

۶-امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ (ت ۱۸۱ھ) کا فرمان:

امام مسلم رحمہ اللہ صحیح مسلم اپنی سند سے امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا قول بیان فرماتے ہیں:

وقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنِي الْعَبَّاسُ بْنُ أَبِي رِزْمَةَ، قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ، يَقُولُ: «بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْقَوَائِمُ» يَعْنِي الْإِسْنَادَ --

ترجمہ: عباس بن ابی رزمہ کہتے ہیں کہ میں نے امام عبداللہ بن مبارک کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارے اور (اہل بدعت) لوگوں کے درمیان فیصلہ سند سے ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم ۱/ ۱۵)

❁ ایک دوسرا قول لکھتے ہیں۔

وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ قُهْزَاذَ مِنْ أَهْلِ مَرْوَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَانَ بْنَ عُثْمَانَ يَقُولُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ الْمُبَارَكِ، يَقُولُ «الْإِسْنَادُ مِنَ الدِّينِ، وَلَوْلَا الْإِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَا شَاءَ»

ترجمہ: عبدان بن عثمان کہتے ہیں کہ میں نے امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ سند دین کا حصہ ہے اگر سند نہ ہوتی تو جس کے دل میں جو آتا کہتا۔ (صحیح مسلم ۱/ ۱۵)

۷-امام یزید بن زریع رحمہ اللہ (ت ۱۸۲ھ) کا فرمان:

سَمِعْتُ أَبَا الْوَلِيدِ حَسَّانَ بْنَ مُحَمَّدٍ الْفَقِيهَ يَقُولُ سَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ سُفْيَانَ يَقُولُ سَمِعْتُ صَالِحَ بْنَ حاتم بن وردانيقُولُ سَمِعْتُ يَزِيدَ بْنَ زُرَيْعٍ يَقُولُ لِكُلِّ دِينٍ فُرْسَانٌ وَفُرْسَانُ هَذَا الدِّينِ أَصْحَابُ الْأَسَانِيدِ

ترجمہ: ہر دین کے شہسوار ہوتے ہیں اور اس دین کے شہسوار اصحاب الاسانید ہیں۔

(المدخل إلى كتاب الإكليل ٣٠)

۸۔امام یحیی بن سعید القطان رحمہ اللہ (ت ۱۹۸ھ) کا فرمان:

خطیب بغدادی لکھتے ہیں۔

أنا أَبُو بَكْرٍ الْبَرْقَانِيُّ، أنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ خُمَيْرَوَيْهِ، أنا الْحُسَيْنُ بْنُ إِدْرِيسَ، نا ابْنُ عَمَّارٍ، قَالَ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ «لَا تَنْظُرُوا إِلَى الْحَدِيثِ وَلَكِنِ انْظُرُوا إِلَى الْإِسْنَادِ فَإِنْ صَحَّ الْإِسْنَادُ وَإِلَّا فَلَا تَغْتَرَّ بِالْحَدِيثِ إِذَا لَمْ يَصِحَّ الْإِسْنَادُ»

ترجمہ: حدیث کی طرف نہ دیکھو بلکہ اسناد پر نظر کرو اگر اسناد صحیح ہے تو ٹھیک ورنہ حدیث سے دھوکا نہ کھاو۔ جب کہ صحیح الاسناد نہ ہو۔ علم نہیں جاتا مگر اسناد کے جانے سے۔۔ (یعنی اسناد نہ ہونے سے علم باقی نہیں رہتا)

(الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع للخطيب ٢/ ١٠٢ رقم ١٣٠١)

۹۔امام شافعی رحمہ اللہ (ت ۲۰۴ھ) کا فرمان:

محدث امام حاکم رحمہ اللہ اپنی سند سے امام شافعی رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں:

سَمِعْتُ أَبَا الْعَبَّاسِ مُحَمَّدَ بْنَ يَعْقُوبَ يَقُولُ سَمِعْتُ الرَّبِيعَ بْنَ سُلَيْمَانَ يَقُولُ سَمِعْتُ الشَّافِعِيَّ يَقُولُ مَثَلُ الَّذِي يَطْلُبُ الْعِلْمَ بِلا حُجَّةٍ مَثَلُ حَاطِبِ لَيل يحمل حطب فِيهَا أَفْعَى تَلْدَغُهُ وَهُوَ لا يَدْرِي-

ترجمہ: ربیع بن فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اس شخص کی مثال جو بلا سند (حدیث) کو طلب کرتا ہے اس کی مانند ہے جو اندھیری رات میں لکڑیاں تلاش کرتا ہے (مطلب یہ ہے کہ جو شخص اندھیری رات میں لکڑیاں تلاش کرتا ہے تو پھر ان لکڑیوں کے علاوہ دیگر چیزیں بھی اٹھالیتا ہے یعنی اندھیرے کی وجہ سے وہ امتیاز نہیں کرپاتا کہ میں لکڑیاں اٹھا رہا ہوں یا کوئی اور چیز۔ یہی مثال اس شخص کی ہے جو حدیث میں کلام کو خلط ملط کرکے پیش کرتا ہے)۔

❁ پھر ربیع بن سلیمان رحمہ اللہ "بلا حجة" کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قَالَ نُمَيْرٌ أَبِي الْعَبَّاسِ عَنِ الرَّبِيعِ مَثَلُ الَّذِي يَطْلُبُ الْحَدِيثَ بِلا إِسْنَادٍ

ترجمہ: یعنی اس شخص کی مثال جو حدیث کو بغیر سند کے طلب کرتا ہے۔

(المدخل إلى كتاب الإكليل ٢٨)

۱۰- امام علی بن مدینی رحمہ اللہ (ت ۲۳۴ھ) کا فرمان:

أَخْبَرَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ الْفَضْلِ الْقَطَّانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عِيسَى أَحْمَدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ شَاذَانَ الْجَوْهَرِي قَالَ: حَدَّثَنِي جَدِّي، قَالَ سَأَلْتُ عَلِيَّ بْنَ الْمَدِينِيِّ عَنْ إِسْنَادِ، حديث سَقَطَ عَلَيَّ، فَقَالَ: تَدْرِي مَا قَالَ: أَبُو سَعِيدِ الْحَدَّادُ؟ قَالَ «الْإِسْنَادُ مِثْلُ الدَّرَجِ وَمِثْلُ الْمَرَاقِي. فَإِذَا زَلَّتْ رِجْلُكَ عَنِ الْمِرْقَاةِ سَقَطْتَ، وَالرَّأْيُ مِثْلُ الْمَرْج»

ترجمہ: اسناد زینوں اور سیڑھیوں کی مانند ہوتی ہیں جب تیرا پاؤں سیڑھی سے پھسلے گا، تو تو گر جائے گا اور رائے چراگاہ و سبزہ زار کی طرح ہے (کہ ہر جانور منہ مار لیتا ہے)

(شرف أصحاب الحديث للخطيب البغدادي، صفحة ٤٢)

۱۱- امام حاکم (ت ۴۰۵ھ) کا فرمان:

امام ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری فرماتے ہیں:

فَلَوْلَا الْإِسْنَادُ وَطَلَبُ هَذِهِ الطَّائِفَةِ لَهُ وَكَثْرَةُ مُوَاظَبَتِهِمْ عَلَى حِفْظِهِ لَدَرَسَ مَنَارُ الْإِسْلَامِ، وَلَتَمَكَّنَ أَهْلُ الْإِلْحَادِ وَالْبِدَعِ فِيهِ بِوَضْعِ الْأَحَادِيثِ، وَقَلْبِ الْأَسَانِيدِ، فَإِنَّ الْأَخْبَارَ إِذَا تَعَرَّتْ عَنْ وُجُودِ الْأَسَانِيدِ فِيهَا كَانَتْ بُتْرًا"

ترجمہ: "اگر سند نہ ہوتی، اور سند کے سلسلے میں محدثین کا مذکورہ سخت طرزِ عمل نہ ہوتا تو اسلام کی علامت مٹ چکی ہوتی، جس کے نتیجے میں ملحدین اور اہلِ بدعت جھوٹی حدیثیں گھڑ کر اور الٹی سندیں پیش کر کے دین میں گھس جاتے، کیونکہ احادیث کو اسناد سے بے نیاز کر دیا جائے تو ان کی بنیاد ختم ہو کر ناقص رہ جائے گی۔"

(معرفة علوم الحديث للحاكم ٦)

۱۲- امام قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ (ت ۵۴۴ھ) کا فرمان:

امام قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَاعْلَمْ أَوَّلًا أَنَّ مَدَارَ الْحَدِيثِ عَلَى الْإِسْنَادِ فِيهِ فِيهِ تَتَبَيَّنُ صِحَّتُهُ وَيَظْهَرُ اتِّصَالُهُ

ترجمہ: پس اولاً تو جان لے کہ حدیث کا دارومدار اس کی سند پہ ہوتا ہے اور سند کے ذریعے ہی حدیث کی صحت اور اتصال کا پتہ چلتا ہے۔ (الإلماع إلى معرفة أصول الرواية وتقييد السماع، ص ١٩٤)

۱۳- امام ابن اثیر رحمہ اللہ (ت ۶۰۶ھ) کا فرمان:

امام ابن اثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

واعلم أن الإسناد في الحديث هو الأصل، وعليه الاعتماد، وبه تعرف صحة الحديث وسَقمه.

ترجمہ: اور تو جان لے کہ حدیث میں اصل سند ہے اور اسی پہ اعتماد کیا جاتا ہے اور سند کے ذریعے ہی حدیث کے صحت و سقم کی پہچان ہوتی ہے۔ (جامع الأصول ۱۰۹/۱)

حاصل کلام

پیش کردہ اقوال علماء محدثین سے یہ ثابت ہوا کہ سند ہی حدیث کے اثبات کا اولین زینہ ہے اور اگر اسانید نہ ہوتیں تو بدعتی ،ملحدین اپنی طرف سے احادیث کو گھڑ کر دین میں داخل کر دیتے۔ اصول یہ ہے کہ اسانید کے بغیر کسی روایات پر دین کے معاملہ میں اعتماد نہیں کیا جاتا۔ بدعتی اور گمراہ لوگوں کی اولین کوشش ہوتی ہے کہ وہ متروک، شدید ضعیف اور موضوع روایات کے ساتھ بغیر سند کے مرویات پیش کر دیں تاکہ ان کا مطلب نکل سکے۔ مگر تحقیق کرنے والے پر یہ بات مخفی نہیں کہ اسانید کے بغیر روایات کو قبول کیا ہی نہیں جاتا اور اپنے دین میں اعتماد صحیح اسانید پر ہی رکھا جاتا ہے۔ حدیث کے قبول ورد کے معیار پر محدثین نے بہت تفصیل سے اپنی اپنی کتب میں لکھا ہے۔

تاریخی روایات کے قبول کرنے کے اصول

احادیث جن پر احکام اور عقائد کے ساتھ فقہی معاملات کا دارومدار ہوتا ہے، اس کے قبول کرنے کے شرائط وضوابط ایک طالبعلم پر بھی مخفی نہیں۔ مگر چند لوگ تاریخی روایات کو ان احکام اور عقائد کے مسلمہ قوانین کو سبوتاژ کرنے کے لیے ایسی ایسی واہیات اور متروک وگھڑی ہوئی اسانید تاریخی کتب سے پیش کرتے ہیں جس سے فقہی معاملات تو ایک طرف مسلمہ عقائد پر بھی حرف آتا ہے۔ انہی تاریخی روایات میں انبیاء کرام، نبی کریم ﷺ، اہل بیت اطہار، صحابہ عظام کے بارے میں ایسی ایسی مردود و گھٹیا روایات نقل کی گئیں ہیں کہ جس کو شاید پڑھنا بھی ایک مسلمان مناسب نہ سمجھے۔ اس لیے علماء نے تاریخی روایات کو قبول اور رد کرنے کے لیے بھی کچھ اصول متعین کیے ہیں۔

علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ "قاعدة في المؤرخين نافعة جدا" کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں کہ:

فان اهل التاريخ ربما وضعوا من اناس ورفعوا اناسا اما لتعصب او لجهل او لمجرد اعتماد على نقل من لا يوثق به او لغير ذلك من الاسباب والجهل في المؤرخين اكثر منه في اهل الجرح والتعديل وكذلك التعصب قل ان رايت تاريخا خاليا من ذلك واما تاريخ شيخنا الذهبي غفر الله له فانه على حسنه وجمعه مشحون بالتعصب المفرط لا واخذه الله فلقد اكثر الوقيعة في اهل الدين اعني الفقراء الذين هم صفوة الخلق واستطال بلسانه — فالرأي عندنا ان لا يقبل مدح ولا ذم من المؤرخين الا بما اشترطه اما الائمة وحبر الامة وهو الشيخ الامام الوالد رحمه الله حيث قال ونقلته من خطة في مجامعه يشترط في المؤرخ-

1 –الصدق

2 –و اذا نقل يعتمد اللفظ دون المعنى

3 – وان لا يكون ذلك الذي نقله اخذه في المذكرة وكتبه بعد ذلك

4 –وان يسمى المنقول عنه

فهذه شروط أربعة فيما ينقله

ويشترط فيه ايضا لما يترجمه من عند نفسه ولما عساه يطول في الترجم من النقول ويقصر

1 -ان يكون عارفا بحال صاحب الترجمة علما ودينا وغيرهما من الصفات وهذا عزيز جدا

2 – وان يكون حسن العبارة عارفا بمدلولات الالفاظ

3 – وان يكون حسن التصوير حتى يتصور حال ترجمته جميع حال ذلك الشخص ويعبر عنه بعبارة لا تزيد عليه ولا تنقص عنه

4 – وان لا يغلبه الهوى فيخيل اليه هواه الاطناب في مدح من يحبه والتقصير في غيره بل اما ان يكون مجردا عن الهوى وهو عزيز واما ان يكون عنده من العدل ما يقهر به هواه ويسلك طريق الانصاف فهذه اربع شروط اخرى ولك ان تجعلها خمسة لان حسن تصويره وعلمه قد لا يحصل معهما الاستحضار حين التصنيف فيجعل

5 – حضور التصور زائدا على حسن التصور والعلم فهي تسعة شروط في المؤرخ واصعبها الاطلاع على حال الشخص في العلم فانه يحتاج الى المشاركة في علمه والقرب منه حتى يعرف مرتبته انتهى وذكر ان كتابته لهذه الشروط كانت بعد ان وقف على كلام ابن معين في الشافعي وقول احمد بن حنبل انه لا يعر الشافعي ولا يعرف ما يقول

مفہوم: اہل تاریخ بعض دفعہ کچھ لوگوں کو ان کے مقام ومرتبہ سے گرا کر اور کچھ کو اونچا کر کے پیش کرتے ہیں، یہ یا تو تعصب، یا جہل، یا غیر موثوق راوی کے نقل پر اعتمادِ محض وغیرہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔ شاید ہی کسی تاریخ کو آپ اس سے خالی پائیں گے۔۔۔۔۔۔اس بارے میں صحیح وصائب رائے ہمارے نزدیک یہ ہے کہ چند شرائط کے بغیر مؤرخین کی نہ تو کسی مدح کو قبول کیا جائے اور نہ ہی جرح کو، وہ شرائط یہ ہیں:

۱) مؤرخ صادق ہو۔

۲) روایت باللفظ پر اعتماد کیا ہو، نہ کہ روایت بالمعنیٰ پر۔

۳) اس کی نقل کردہ روایت مجلس مذاکرہ میں سن کر بعد میں نہ لکھی گئی ہو۔

۴) جس سے نقل کر رہا ہو، اس کے نام کی صراحت کرے۔

۵) اپنی طرف سے کسی کے حالات بیان نہ کرے۔

۶) تراجم میں کثرت نقل کو اختیار نہ کرے۔

۷) مترجم لہ' کے علمی اور دینی حالات سے پوری طرح واقف ہو۔

۸) حسن عبارت کا مالک ہو اور الفاظ کے مدلولات سے واقف ہو۔

۹) حسن تصور والا ہو، یہاں تک کہ مترجم لہ' کے تمام حالات اس کے سامنے ہوں، اس کے بارے میں ایسی عبارت لائے جو نہ اُسے اس کے حقیقی مقام سے اونچا کرے اور نہ گرادے۔

۱۰) ہویٰ پرستی کا شکار نہ ہو کہ وہ اس کو اپنی محبوب شخصیت کی مدح میں اطناب اور دیگر کے بارے میں تقصیر پر مجبور کرے، یا تو ہویٰ سے بالکل پاک ہو یا اس میں ایسا عدل ہو جو اس کے ہویٰ کو مغلوب کر کے انصاف پر مجبور کرے۔

(قاعدة في المؤرخين ص٦٦)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اور تاریخی مرویات کی استنادی حیثیت

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ لکھتے ہیں ہیں:

فائدہ ۲: مہمہ عظیمہ) مشاجرات صحابہ میں تواریخ وسیر کی موحش حکایتیں قطعاً مردود ہیں) افادہ ۲۳ پر نظر تازہ کیجئے وہاں واضح ہو چکا ہے کہ کتب سیر میں کیسے کیسے مجروحوں میں مطعونوں شدید الضعفوں کی روایات بھری ہیں وہیں کلبی رافضی متہم بالکذب کی نسبت سیرت عیون الاثر کا قول گزرا کہ اُس کی غالب روایات سیر و تواریخ ہیں جنہیں علما ایسوں سے روایت کر لیتے ہیں وہیں سیرت انسان العیون کا ارشاد گزرا کہ سیر موضوع کے سوا ہر قسم ضعیف وسقیم وبے سند حکایات کو جمع کرتی ہے پھر انصافاً یہ بھی انہوں نے سیر کا منصب بتایا جو اُسے لائق ہے کہ موضوعات تو اصلاً کسی کام کے نہیں انہیں وہ بھی نہیں لے سکتے ورنہ بنظر واقع سیر میں بہت اکاذیب واباطیل بھرے ہیں کمالایخفی بہر حال فرق مراتب نہ کرنا اگر جنوں نہیں تو بدمذہبی ہے بدمذہبی نہیں تو جنون ہے، سیر جن بالائی باتوں کے لئے ہے اس میں حد سے تجاوز نہیں کر سکتے اس کی روایات مذکورہ کسی حیض ونفاس کے مسئلہ میں بھی سننے کی نہیں نہ کہ معاذاللہ اُن واہیات ومعضلات وبے سروپا حکایات سے صحابہ کرام حضور سید الانام علیہ وعلی آلہٖ وعلیہم افضل الصلاۃ والسلام پر طعن پیدا کرنا اعتراض نکالنا اُن کی شان رفیع میں رخنے ڈالنا کہ اس کا ارتکاب نہ کرے گا مگر گمراہ بددین مخالف ومضاد حق تبیین آج کل کے بدمذہب مریض القلب منافق شعار ان جزافات سیر وخرافات تواریخ وامثالہا سے حضرات عالیہ خلفائے راشدین وام المومنین وطلحہ وزبیر ومعاویہ وعمرو بن العاص ومغیرہ بن شعبہ وغیرہم اہلبیت وصحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے مطاعن مردودہ اور ان کے باہمی مشاجرات میں موحش

ومہمل حکایات بیہودہ جن میں اکثر تو سرے سے کذب وواحض اور بہت الحاقات ملعونہ روافض چھانٹ لاتے اور اُن سے قرآن عظیم وارشادات مصطفی صَلَّی اللّٰہ تعالی عَلَیْہِ وَالِہٖ وَسَلَّم واجماعِ اُمّت واساطین ملّت کا مقابلہ چاہتے ہیں بے علم لوگ انہیں سُن کر پریشان ہوتے یا فکر جواب میں پڑتے ہیں اُن کا پہلا جواب یہی ہے کہ ایسے مہملات کسی ادنیٰ مسلمان کو گنہگار ٹھہرانے کیلئے مسموع نہیں ہوسکتے نہ کہ اُن محبوبانِ خدا پر طعن جن کے مدائح تفصیلی خواہ اجمالی سے کلام اللہ وکلام رسول اللہ مالامال ہیں جل جلالہ، وصَلَّی اللّٰہ تعالی عَلَیْہِ وَالِہٖ وَسَلَّم۔۔۔

(فتاوی رضویہ ٥/ ٥٦٥)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ مزید لکھتے ہیں۔

حاش للہ اگر مورخین وامثالہم کی ایسے حکایات ادنیٰ قابلِ التفات ہوں تو اہل بیت وصحابہ درکنار خود حضرات عالیہ انبیاء ومرسلین وملئکہ مقربین صلوات اللہ تعالی وسلامہ علیہم اجمعین سے ہاتھ دھوبیٹھا ہے کہ ان مہملات مخذولہ نے حضرات سعادتنا ومولنا آدم صفی اللہ وداؤد خلیفۃ اللہ وسلیمان نبی اللہ ویوسف رسول اللہ سے سید المرسلین محمد حبیب اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وعلیہم وسلم تک سب کے بارہ میں وہ وہ ناپاک بیہودہ حکایات موحشہ نقل کی ہیں کہ اگر اپنے ظاہر پر تسلیم کی جائیں تو معاذاللہ اصل ایمان کو ردبیٹھنا ہے ان ہولناک اباطیل کے بعض تفصیل مع رد جلیل کتاب مستطاب شفا شریف امام قاضی عیاض اور اس کی شروح وغیرہا سے ظاہر لاجرم ائمہ ملّت وناصحانِ اُمت نے تصریحیں فرمادیں کہ ان جہال وضلال کے مہملات اور سیر وتواریخ کی حکایت پر ہرگز کان نہ رکھا جائے شفا وشروح شفاو مواہب وشرح مواہب ومدارج شیخ محقق وغیرہا میں بالاتفاق فرمایا، جسے میں صرف مدارج النبوۃ سے نقل کروں کہ عبارت فارسی ترجمہ سے غنی اور کلمات ائمہ مذکورین کا خود ترجمہ ہے فرماتے ہیں رَحمہُ اللّٰہ تعالی عَلَیْہِ:

از جملہ توقیر وبر آنحضرت صَلَّی اللّٰہ تعالی عَلَیْہِ وَالِہٖ وَسَلَّم توقیر اصحاب وبر ایشاں است وحسن ثنا ورعایت ادب بایشاں ودُعا واستغفار مرایشاں را وحق است مرکسے راکہ ثنا کردہ حق تعالی بروے وراضی ست ازوے کہ ثنا کردہ شوبروے وسب وطعن ایشاں اگر مخالف اولہ قطعیہ است، کفر والا بدعت وفسق، وہمچنیں امساک وکف نفس از ذکر اختلاف ومنازعات ووقائع کہ میان ایشاں شدہ وگزشتہ است واعراض واضراب از اخبار مورخین وجہلہ رواۃ وضلال شیعہ وغلاۃ ایشاں ومبتدعین کہ ذکر قوادح وزلالت ایشاں کنند کہ اکثر آں کذب وافترا است وطلب کردن درآنچہ نقل کردہ شدہ است از ایشاں از مشاجرات ومحاربات باحسن تاویلات واصوب خارج وعدم ذکر ہیچ یکے از ایشاں بہ بدی وعیب بلکہ ذکر حسنات وفضائل وعمائد صفات ایشاں از جہت آنکہ صحبت ایشاں باآنحضرت صَلَّی اللّٰہ تعالی عَلَیْہِ وَالِہٖ وَسَلَّم یقینی ست وماورائے آں ظنی است وکافیست دریں باب کہ حق تعالی برگزید ایشاں رابرائے صحبت حبیبہ خود صَلَّی اللّٰہ تعالی عَلَیْہِ وَالِہٖ وَسَلَّم طریقہ اہل سنّت وجماعت دریں باب این است درعقائد نوشتہ اند لاتذکر احدا منھم الا بخیر وآیات واحادیث کہ در فضائل صحابہ عموماً وخصوصاً واقع شدہ است دریں باب کافی است اھ مختصراً۔

نبی اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی تعظیم واحترام در حقیقت آپ کے صحابہ کا احترام اور ان کے ساتھ نیکی ہے ان کی اچھی تعریف اور رعایت کرنی چاہیے اور ان کے لئے دعا و طلبِ مغفرت کرنی چاہئے بالخصوص جس جس کی اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی ہے اور اس سے راضی ہوا ہے اس سے وہ اس بات کی مستحق ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے پس اگر ان پر طعن وسب کرنے والا دلائل قطعیہ کا منکر ہے تو کافر ورنہ مبتدع وفاسق، اسی طرح ان کے درمیان جو اختلافات یا جھگڑے یا واقعات ہوئے ہیں ان پر خاموشی اختیار کرنا ضروری ہے اور ان اخبار واقعات سے اعراض کیا جائے جو مورخین، جاہل راویوں اور گمراہ وغلو کرنے والے شیعوں نے بیان کیے ہیں اور بدعتی لوگوں کے ان عیوب اور برائیوں سے جو خود ایجاد کر کے ان کی طرف منسوب کردئے اور ان کے ڈگمگا جانے سے کیونکہ وہ کذب بیانی اور افترا ہے اور ان کے درمیان جو محاربات ومشاجرات منقول ہیں ان کی بہتر توجیہ و تاویل کی جائے، اور ان میں سے کسی پر عیب یا برائی کا طعن نہ کیا جائے بلکہ ان کے فضائل، کمالات اور عمدہ صفات کا ذکر کیا جائے کیونکہ حضور علیہ السلام کے ساتھ ان کی محبت یقینی ہے اور اس کے علاوہ باقی معاملات ظنی ہیں اور ہمارے لئے یہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے حبیب علیہ السلام کی محبت کے لئے منتخب کرلیا ہے اہل سنت وجماعت کا صحابہ کے بارے میں یہی عقیدہ ہے اس لئے عقائد میں تحریر ہے کہ صحابہ میں سے ہر کسی کا ذکر خیر کے ساتھ ہی کیا جائے اور صحابہ کے فضائل میں جو آیات واحادیث عموماً یا خصوصاً وارد ہیں وہ اس سلسلہ میں کافی ہیں اھ مختصرا (ت)

امام محقق سنوسی وعلّامہ تلمسانی پھر علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں: مانقله المؤرخون قلة حياء وادب (مؤرخین کی نقلیں قلت حیاوادب سے ہیں) امام اجل ثقہ مثبت حافظ متقن قدوہ یحیٰی بن سعید قطان نے کہ اجلّہ ائمہ تابعین سے ہیں عبداللہ قواریری سے پوچھا کہاں جاتے ہو؟ کہا وہب بن جریر کے پاس سیر لکھنے کو، فرمایا: تکتب كذبا كثيرا (بہت سا جھوٹ لکھو گے) ذكره في الميزان عــــہ (اس کا ذکر میزان میں ہے۔ ت) تفصیل اس مبحث کی اُن رسائل فقیر سے لی جائے کہ مسئلہ حضرت امیر معٰویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تصنیف کیے یہاں شاہ عبدالعزیز صاحب کی ایک عبارت تحفہ اثنا عشریہ سے یاد رکھنے کی ہے مطاعن افضل الصدیقین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طعن سوم تخلف جیش اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رد میں فرماتے ہیں:

عــــہ: فی ترجمۃ محمد بن اسحٰق حیث قال: اس کا ذکر محمد بن اسحاق کے ترجمہ میں ہے جہاں)

ماله عندی ذنب الاماقد حشانی فی السيرة من الاشياء المنكرة المنقطعة والاشعار المكذوبة، قال الفلاس سمعت يحيى القطان يقول لعبيدالله القواريری الی اين تذهب، قال الی وهب بن جرير اكتب السيرة قال تكتب كذبا كثيرا. ١٢ منه (م)

انہوں نے کہا میرے نزدیک اس کا کوئی گناہ نہیں ماسوائے اس کے کہ انہوں نے سیرت میں منکر و منقطع روایات

4/4

اور جھوٹے اشعار شامل کر دئے ہیں، فلاس نے کہا میں نے یحییٰ قطان کو عبید اللہ قواریری سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ کہاں جارہے ہو، انہوں نے کہا وہب بن جریر کی طرف سیرت لکھنے کیلئے، اس نے کہا تو وہاں بہت زیادہ جھوٹ لکھے گا ۱۲ منہ (ت)

ف ۱: مدارج النبوہ مطبوعہ سکھر میں "و آیات کالفظ نہیں ہے

جملہ لعن اللہ من تخلف عنها ہر گز در کتب اہل سنت موجود نیست قال الشہرستانی فی الملل والنحل ان ہذہ الجملۃ موضوعۃ ومفتراۃ وبعضے فارسی نویسان کہ خود رامحدثین اہل سنت شمردہ اند ودر سیر خود ایں جملہ را اوردہ برائے الزام اہل سنت کفایت نمی کند زیرا کہ اعتبار حدیث نزد اہل سنت بیافتن حدیث در کتب مسندہ محدثین نزد اہل سنت بیافتن حدیث در کتب مسندہ محدثین است مع الحکم بالصحۃ وحدیث بے سند نزد ایشاں شتربے مہار است کہ اصلا عــــہ گوش بآں نمی نہند۔

جملہ "لعن اللہ من تخلف عنها" کتب اہلِ سنت میں ہرگز موجود نہیں، شہرستانی نے الملل والنحل میں کہا کہ یہ جملہ موضوع اور جھوٹا ہے، اور بعض فارسی لکھنے والوں نے خود کو محدثین اہلسنت ظاہر کیا ہے اور اہل اسنت کو الزام دینے کے لئے اپنی کتب میں اس جملہ کو شامل کر دیا لیکن یہ قابلِ اعتبار نہیں، اہلسنت کے ہاں حدیث وہی معتبر ہے جو محدثین کی کتب احادیث میں صحت کے ساتھ ثابت ہو، ان کے ہاں بے سند حدیث ایسے ہی ہے جیسے بے مہار اونٹ، جو کہ ہرگز نا قابلِ سماعت نہیں۔ (ت)۔الخ

(فتاوی رضویہ ۵/ ۵٦۸)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی تحریر سے یہ واضح ہوا کہ صحابہ کرام واہل بیت اطہار کی شان وعظمت قطعی اور یقینی ہے، اس لیے اس کے برخلاف کسی بھی تاریخی روایت کی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ نصوص وقطعیات کے مقابلہ میں ظن قابل حجت نہیں ہوتا۔ مزید یہ کہ اگر تاریخی روایات جو ثقہ راوی سے بھی منقول کیوں نہ ہو وہ واجب التاویل اور مؤول ہوتی ہے۔ واقدی کی توثیق اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے پیش کر کے عوام الناس کو دھوکا دینے کی کوشش کرنا باطل و مردود ہے کیونکہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ تو کسی ثقہ راوی کی روایت کو شان صحابہ کے خلاف کو قبول نہیں کرتے۔

تاریخ طبری کے آثار کا منہج

مورخ طبری اپنی کتاب تاریخ طبری میں روایات کو نقل کرنے کے بارے میں اپنا منہج واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

فما يكن في كتابي هذا من خبر ذكرناه عن بعض الماضين مما يستنكره قارئه، أو يستشنعه سامعه، من أجل أنه لم يعرف له وجها في الصحة، ولا معنى في الحقيقة، فليعلم انه لم يؤت في ذلك من قبلنا، وإنما أتي من قبل بعض ناقليه إلينا، وإنا إنما أدينا ذلك على نحو ما أدي إلينا.

ترجمہ: اس کتاب میں جو بعض ایسی روایات ہیں جنہیں ہم نے پہلے لوگوں سے نقل کیا ہے، جن میں ہماری کتاب پڑھنے والے یا سننے والے اس بنا پر نکارت و عجب سا محسوس کریں گے، کہ اس میں انہیں صحت کی کوئی وجہ اور مطلب و مفہوم میں کوئی حقیقت نظر نہ آئے، تو انہیں جاننا چاہیے کہ ان کو بیان کرنا ہم نے خود اپنی طرف سے نہیں کیا۔ بلکہ اس کا منبع وہ ناقل ہیں جنہوں نے وہ روایات ہمیں بیان کیں، اور ہم نے وہ روایات اسی نقل کردی جس طرق سے وہ ہمیں پہنچیں۔ (تاریخ الطبري ۱/ ۸)

اس تحقیق سے واضح ہوا کہ نقل عبارت ہی کافی نہیں بلکہ اس کے مندرجات کا اصول کے تحت ثابت ہونا اور خلاف نصوص اور عقائد اہل سنت سے متصادم نہ ہونا ہے۔

یہ نکتہ ذہن نشین رہے کہ عقائد اور شرع کے ثبوت میں صحیح احادیث ہی قابل حجت ہوتی ہیں۔ اسی طرح تاریخ روایات میں اگر کوئی شرعی حکم یا عقیدہ ہو تو اس کا شمار بھی سنت ہوتا مگر تاریخی کتب میں اس عنوان کے تحت مروایات کو قبول اور رد کرنے کے معیار وہی ہوگا جو کہ محدثین یا علماء نے بیان کیے ہیں۔ عقیدہ اور احکام میں صحیح سند ہی قابل قبول ہوگی۔ یہ بھی ذہن نشین رہے کہ عظمت صحابہ باب عقائد میں سے ہے۔ سیر اور تاریخ کا دوسرا حصہ جس میں غزوہ، سرایا کی تاریخ، ان غزوات میں شامل ہونے والوں کی تعداد، ان غزوہ اور مہمات کے وقت اور مقام جیسے امور کو بطور استشہاد نقل کیا جاسکتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ کسی صحیح روایت یا دیگر ثقہ مغازی و سیر کے امام کے مخالفت نہ ہو۔ جیسا کہ واقدی کے ترجمہ میں علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے۔ سیر و مغازی میں کسی سے بطور استشہاد لکھنے کا مقصد یہ ہرگز نہیں کہ ان کی روایات باب عقائد جیسے اہل بیت اطہار و صحابہ کرام کی شان کے خلاف کو بھی قبول کیا جائے۔ یہ ہی نکتہ ہے جس سے بدمذہب اور گمراہ و بدعتی اپنے باطل موقف کو ثابت کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

تاریخ طبری میں کذاب راویوں کی روایات

تاریخ طبری پر تحقیق اور دراسہ کرنے والے عرب محققین کے مطابق اپنی تحقیق کرتے ہوئے تاریخ طبری میں کذاب راویوں سے روایات کے اعداد و شمار کے بارے میں لکھتے ہیں۔

۱) محمد بن سائب کلبی کی بارہ (۱۲) روایات،

۲) ہشام بن محمد کلبی کی پچپن (۵۵) روایات،

۳) محمد بن عمر الواقدی کی چار سو چالیس (۴۴۰) روایات،

۴) سیف بن عمر تمیمی کی سات سو (۷۰۰) روایات،

۵) ابو مخنف لوط بن یحیٰ کی چھ سو بارہ (۶۱۲) روایات،

۶) ہیثم بن عدی کی سولہ (۱۶) روایات،

۷) محمد بن اسحاق بن یسار کی ایک سو چونسٹھ (۱۶۴) روایات

ان سب کی کل روایات وہ انیس سو ننانوے (۱۹۹۹) ہے۔ بدعتی و گمراہ کی طرف سے پیش کرنے والی اکثر روایات اور خصوصا صحابہ کرام کے خلاف اور ان کی شان و مقام کو گھٹانے والی روایات کی اکثریت انہی متروک راویوں سے مروی ہوتی ہیں۔ ان کذاب اور جھوٹے راویوں کے متعلق محدثین کے تحقیق ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ محمد بن السائب بن بشر ابو النصر الکلبی الکوفی پر جرح

محمد بن السائب الکلبی پر متروک، رافضی اور کذاب جیسے سخت ترین جرح محدثین کرام نے کی ہیں۔

۱) امام بخاری فرماتے ہیں۔

تَرَكَه يحيى بن سعيد وابن مَهْدي. وقال لنا عليّ: حدثنا يحيى بن سعيد، عن سُفيان. قال: قال لي الكلبيّ: قال لي أبو صالح: كل شيء حدثتك فهو كذب.

(التاريخ الكبير ١/ ٢٨٣ ،التاريخ الصغير" ٢/ ٥١ ،الضعفاء الصغير ٣٢٢)

۲) امام مسلم فرماتے ہیں: متروكُ الحديثِ. (الكنى ص ١١١)

۳) امام ابوزرعہ الرازی نے أسامي الضعفاء ٢٨٩ میں ذکر کیا۔

۴) امام ابوداود کہتے ہیں۔ والكلبي مُتَّهَمٌ ("سؤالاته" ٣/ ٢٠٤)

۵) امام ترمذی فرماتے ہیں۔ قد تركه أهل الحديث، وهو صاحب التفسير.

(جامع الترمذي ٣٠٥٩)

۶) امام نسائی فرماتے ہیں۔ متروكُ الحديث، كوفيٌّ. (الضعفاء والمتروكون ٥٣٩)

۷) محدث دارقطنی نے "الضعفاء والمتروكين": ٤٦٨ ضعیف راویوں میں لکھا ہے۔

- اسی طرح اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

أبو النضر، هو محمد بن السائب الكلبي، المتروك، هو القائل: كل ما حدثت عن أبي صالح كذبٌ. (السنن دارقطني ٤/ ١٣٠)

- محدث دارقطنی نے دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

متروكُ. (السنن ٤/ ٢٢٠ و ٢٦٢. العلل ٢/ ٥٧)

۸) امام بیہقی لکھتے ہیں۔ متروک (السنن الکبری: ۸/ ۱۲۳، ۳۰۴).

۹) علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔ ترکوہ کذبہ۔ (المغنی فی الضعفاء ۲/ ۵۸۴ رقم ۵۵٤۲)

۱۰) حافظ ابن قیسرانی لکھتے ہیں۔ متروک الحدیث۔ (ذخیرۃ الحفاظ ۲/ ۶۱۱)

۱۱) امام ابن عراق لکھتے ہیں۔ کذبہ زائدہ و ابن معین. (تنزیۃ الشریعہ ۱/ ۱۰۵)

۱۲) محدث ابونعیم فرماتے ہیں: احادیث الموضوعہ. (الضعفاء: ۲۱۰)

۱۳) محدث ابوحاتم فرماتے ہیں۔

الناس مجتمعون علی ترك حدیثه لا یشتغل به هو ذاهب الحدیث.

(الجرح و التعدیل ۷/ ۲۷۱ رقم ۱٤۷۸)

۱۴) حافظ ابن حجر عسقلانی محمد بن سائب کلبی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

متهم بالكذب، ورمي بالرفض۔ (تقریب التهذیب: ۵۹۰۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی متعدد تصانیف میں محمد بن سائب کلبی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

- "ضعيف". (الإصابة ۱/ ٤۰۸)، (الفتح ۱۱/ ٤۳۹)
- "ضعيف إذا انفرد فكيف لو خالف؟!". (العجاب ۱/ ٤٤٦)
- "مشهور بالضعف". (الخصال ٦۸)
- "ضعيف جدًا". "(الفتح ۱۱/ ۳۰۹)
- "واهي الحديث". (الفتح ۱۰/ ٥٤۹)
- "واه". (الإصابة ۸/ ۲٥۱).
- "متروك". (الفتح ۱۳/ ۲۲۰، ٥۲۳)، (الإصابة ٤/ ٥٦۳)، (الكشاف ۱/ ۷۸)، (المطالب ۲/ ۳٥٥)، (اللسان ۳/ ٦٦۹ ترجمة: عباد الهنائي)
- "متروك بمرة". (المطالب ۲/ ۸۸).
- "متروك لا يعتمد عليه". (الفتح "۸/ ٤۳۹).
- "أحد المتروكين المتهمين بالكذب". (النتائج "۲/ ٤۳۹)
- "كذبوه وتركوه وكان أبو أسامة يدلسه". (المهرة ۷/ ۱۰)
- "اتهموه بالكذب، وقد مرض فقال لأصحابه: كل شيء حدثتكم عن أبي صالح كذب". (العجاب ۱/ ۲۰۹)
- "اعترف بالكذب". (الإصابة ۸/ ۳۰)

- "متروك الحديث بل كذاب". (التلخيص ١/ ٢٢٤)

اس تحقیق سے واضح ہوا کہ محمد بن السائب الکلبی متروک اور متہم بالکذب اور رافضی راوی ہے۔

۲۔ہشام بن محمد الکلبی پر جرح

ہشام بن الکلبی ہے جوکہ متروک اور رافضی ہے۔

۱۔امام دارقطنی فرماتے ہیں: متروك۔ (ميزان الاعتدال رقم ٩٢٣٧)

۲۔حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

رافضي، ليس بثقة، یعنی رافضی ہے اور ثقہ نہیں ہے۔ (ميزان الاعتدال رقم 9237)

۳۔علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

تركوه كأبيه، وكانا رافضيين-
یعنی ہشام بن الکلبی اپنے باپ کی طرح متروک تھا اور دونوں رافضی تھے۔

(ديوان الضعفاء والمتروكين رقم ٤٤٧٣)

۴۔حافظ ابن عراق لکھتے ہیں۔

الأخباري النسابة اتهمَ بِالْكَذِبِ.
یعنی انساب کا اخباری ہے اور کذب سے متہم ہے۔ (تنزية الشريعه١/١٢٣)

۵۔محدث ابن حبان لکھتے ہیں۔

كان غالبًا في التشيع، أخباره في الأغلوطات أشهر من أن يحتاج إلى الإغراق في وصفها.

(المجروحين١٨/ ٤٣٩)

- اعلی حضرت لکھتے ہیں۔

"کلبی سے اکثر طور پر لوگوں کے انساب واحوال، عربوں کے شب وروز اور ان کی سیرت یا اسی طرح کے دیگر معاملات مروی ہیں جو کثرت کے ساتھ ایسے لوگوں سے لے لیے جاتے ہیں جن سے احکام نہیں لیے جاتے۔"

(فتاوی رضويه٥/ ٥٣٨)

اعلی حضرت فاضل بریلوی نے واضح کیا ہے کہ کلبی سے انساب واحوال، عربوں کے حالات وسیرت سے لے لیے جاتے ہیں مگر ایسے راویوں سے احکام نہیں لیے جاتے۔ صحابہ کرام اور اہل بیت کی شان کے خلاف ہشام بن محمد بن الکلبی کے روایات ہرگز مسموع نہیں۔ صحابہ کرام کے بارے میں حسن ظن دیگر نصوص کی روشنی میں رکھا جائے گا اور مخالفت میں روایات و تاریخ کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ کلبی اس حیثیت کا راوی نہیں جن سے احکام لیے جائیں۔ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ

انساب واحوال اور عربوں کے حالات ہرگز صحابہ کرام کے آپس کے معاملات اور مثالب کے قبیل سے نہیں۔ کیونکہ قرآن و حدیث کی نصوص شان صحابہ کو واضح کرتی ہیں جبکہ اس کے برعکس متروک و رافضی اور علم انساب کے ماہر کی روایت سے احتجاج نہیں کیا جاسکتا ہے۔

۳۔واقدی کی روایات کی حیثیت جرح وتعدیل کی روشنی میں

محدث علی بن المدینی فرماتے ہیں۔

حدثنا عمرو بن موسى السيرافي حدثنا المغيرة بن محمد المهلبي قال سمعت علي بن المديني يقول الهيثم بن عدي أوثق عندي من الواقدي ولا أرضاه في الحديث ولا في الانساب ولا في شيء

یعنی: ھیثم بن عدی میرے نزدیک واقدی سے بہتر ہے۔[واقدی] اور نہ ہی اس کی حدیث، اور نہ ہی انساب اور نہ ہی کسی دوسری چیز پسند ہے۔ (الضعفاء للعقیلی ٤/ ١٠٩)

تاریخی واقعات کی اکثر اسانید میں واقدی کا نام ہوتا ہے۔ کوئی شاطر بدعتی وگمراہ واقدی کی توثیق اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے پیش کر کے عوام الناس کو دھوکا دینے کی کوشش نہ کرے کیونکہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ تو کسی ثقہ راوی کی روایت کو شان صحابہ کی روایت کو مرجوع اور موول قرار دیتے ہیں اور مثالب صحابہ میں کسی ثقہ راوی کی روایت کو بھی علی الاطلاق تسلیم نہیں کرتے۔

❁ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

ثالثاً: امام واقدی کو جمہور اہلِ اثر نے چنین وچناں کہا جس کی تفصیل میزان وغیرہ کتبِ فن میں مسطور، لاجرم تقریب میں کہا: متروك مع سعة علمه (علمی وسعت کے باوجود متروک ہے۔ت) اگرچہ ہمارے علماء کے نزدیک اُن کی توثیق ہی راجح ہے۔ کما افادہ الامام المحقق فی فتح القدیر ؏ (جیسا کہ امام محقق نے فتح القدیر میں اس کو بیان کیا ہے۔ت) بااینہمہ یہ جرح شدید ماننے والے۔ (فتاوی رضویہ ۵/ ۵۳۸)

اس مقام پر یہ وضاحت ضروری ہے کہ ایسے راوی جس سے سیر یا مغازی یا تاریخ میں استفادہ کیا گیا ہے تو اس سے قصص انبیاء، اہل بیت اطہار کی شان، مشاجرات، اور عظمت صحابہ کی استثناء محدثین نے برقرار رکھی ہے۔ خود اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے صحابہ کرام کی شان کے خلاف روایت کو قبول نہیں کیا۔

علامہ ذہبی کے نزدیک واقدی کا مقام

❁ علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَقَدْ تَقَرَّرَ أَنَّ الوَاقِدِيَّ ضَعِيفٌ يُحْتَاجُ إِلَيْهِ فِي الغَزَوَاتِ، وَالتَّارِيخِ، وَنُورِدُ آثَارَهُ مِنْ غَيْرِ احْتِجَاجٍ أَمَّا فِي الفَرَائِضِ فَلاَ يَنْبَغِي أَنْ يُذْكَرَ.

ترجمہ: یہ بات ثابت ہے کہ واقدی ضعیف ہے مگر تاریخ اور غزوات کے باب میں ان کی ضرورت پڑتی ہے، ہم ان کے آثار کو بیان کرتے ہیں لیکن اس سے استدلال نہیں کرتے، البتہ فرائض واحکام کے باب میں ان کا نام لینا بھی مناسب نہیں۔ (سیر أعلام النبلاء: ۸/ ۱۶۵)

علامہ ذہبی رحمہ اللہ کے قول سے واضح ہوگیا کہ واقدی سے تاریخ اور غزوات میں بھی روایات صرف بیان کی جاسکتی ہیں بطور استشہاد نہ کہ بطور احتجاج۔ جبکہ اس کے برعکس بدعتی اور گمراہ قسم کے لوگ واقدی کی بیان کردہ ہر مردود روایت کو فخر سے پیش کرکے اکابرین صحابہ پر طعن کا بہانہ بناتے ہیں۔ جب علامہ ذہبی واقدی کو تاریخ وغزوات [جس کا تعلق صحابہ کرام کے باب سے ہرگز نہیں]میں بھی بطور استشہاد کے قائل ہیں۔ اس کے بدعتی وگمراہ لوگ صحابہ کرام پر طعن کو تاریخ، مغازی یا غزوات کے قبیل سے شمار کرکے دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کے نزدیک واقدی کا مقام

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی مختلف تصانیف میں واقدی پر اپنی جرح کو واضح بیان کیا ہے۔

۱-محمد بن عمر بن واقد الأسلمي الواقدي-متروك مع سعة علمه- (تقريب التهذيب رقم ٦١٧٥)

۲-"ليس بمعتمد". (الهدي ٤١٧).

۳-"لا يحتج به". (فتح الباری ٤/ ٧٣)

٤-"لا يحتج به إذا انفرد فكيف إذا خالف؟!". (فتح الباری ٨/ ٤٨)

٥-"ضعيف". (المطالب ٢/ ٦١)

٦-" ضعيف " (النكت ٢/ ٦٦٦)

۷-"ضعيف " (فتح الباری ٥/ ١٦٦)

۸-"ضعيف " (التلخيص ٤/ ١٩١)

۹-"غير حجة". "" (التهذيب ٣/ ٦١٧)

۱۰-"معروف بالضعف". (التلخيص ٣/ ٢٧٨)

۱۱-"حسبك به في الضعف". (المهرة ٦/ ١٣٤)

۱۲-"ضعيف جدًا". (المطالب ١/ ١٢٢)

۱۳-"شديد الضعف إذا انفرد فكيف إذا خالف". (فتح الباری ٨/ ١٥٧)

۱٤-"على طريقة أهل المدينة في الإنحراف على أهل العراق". (الهدي ٤٤٣)

۱۵ -"واه". (الدراية ۲/ ۱۲۱)

۱٦ -"واه". (الإصابة ۵/ ۵٦۵)

۱۷ -"ليس بحجة وقد تعصب مغلطاي للواقدي فنقل كلام من قواه ووثقه، وسكت عن ذكر من وهاه واتهمه وهم أكثر عددا وأشد إتقانا وأقوى معرفة به من الأولين، ومن جملة ما قواه به أن الشافعي روى عنه، وقد أسند البيهقي عن الشافعي: "أنه كذبه"، ولا يقال فكيف روى عنه؟! لأنا نقول: رواية العدل ليست بمجردها توثيقا، فقد روى أبو حنيفة عن جابر الجعفي، وثبت عنه أنه قال: ما رأيت أكذب منه".

(فتح الباری ۹/ ۱۱۳)

۱۸ -"لو قبلنا قوله في المغازي مع ضعفه فلا يرد به الأحاديث الصحيحة والله الموفق".

(تهذيب التهذيب ۳/ ۱۲٦)

۱۹ -"متروك". (فتح الباری ۸/ ۱۳۹)

۲۰ -"متروك". (التلخيص ۱/ ۳۳۹)

۲۱ - "متروك". (المهرة ۱۷/ ۲٦۰)

۲۲ -"متروك". (التغليق ۲/ ۲۸٦)

۲۳ -"متروك الحديث". (النكت ۲/ ۷۲۲)

۲٤ -"من الكذابين". (اللسان ۵/ ۷۰۷). ترجمة: ابن النديم

۲۵ -"كذاب". (لإصابة ۲/ ۲٦٦)

۲٦ -"ما كان يستحي من الكذب فسبحان من خذله حتى روى هذه الأشياء المتناقضة".

(المهرة ٤/ ۱۸٦)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی مختلف کتب میں تقریبا۲٦ مقامات پر اس کے متروک وضعیف ہونے کی تصریح ہے، اور ہمارے مہربان اس سے فضائل سے درکنار مثالب صحابہ پر استدلال کررہے ہیں۔

واقدی کا اخبار صیحہ کی مخالفت

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَالْوَاقِدِيُّ إِذَا لَمْ يُخَالِفُ الْأَخْبَارَ الصَّحِيحَةَ وَلَا غَيْرَهُ مِنْ أَهْلِ الْمُغَازِي، مَقْبُولٌ فِي الْمُغَازِي عِنْدَ أَصْحَابِنَا، وَاللهُ أَعْلَمُ.

ترجمہ: اگر واقدی اخبار صیحہ کی مخالفت نہ کرے اور اہل مغازی میں سے بھی کسی کی مخالفت نہ کرے تو ہمارے اصحاب کے نزدیک مقبول ہیں۔ (التلخيص الحبير: ۲/ ۵۵٤)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے قول سے واضح ہوا کہ واقدی پر تاریخ میں بھی اس وقت تک اعتماد نہیں ہو سکتا جب وہ اخبار صحیحہ کی مخالفت نہیں کرتا یا پھر کسی خاص بیان کردہ روایت دیگر ثقہ راویوں اور دوسری صحیح سندوں سے ثابت نہ ہو۔
محدثین کے اقوال سے یہ واضح ہوا کہ واقدی کو جنہوں نے قابل احتجاج سمجھا ہے وہ محدثین بھی اخبار صحیحہ کی مخالفت کرنے پر یا اہل مغازی کے مخالفت پر اس کی روایات کو قابل حجت نہیں سمجھتا۔ یہ نکتہ بھی ذہن نشین رہے کہ محدثین کرام نے ایسے متعدّد راویوں کی ذکر کیا ہے جو کہ فی نفسہ صدوق وثقہ ہونے کے باوجود حجت نہیں یا پھر احکام میں حجت نہیں۔ اس لیے ایسے بعض رایوں کے ثقہ یا صدوق ہونے کے باوجود ان پر مختلف باب میں احتجاج کے فرق کو جاننا بہت اہم ہے۔ بعض راوی ثقہ ہوتے ہیں مگر ان کا حافظہ وضبط یا دیگر شرائط نہ ہونے کی وجہ سے ان سے عقائد یا احکام میں بھی احادیث نہیں لی جاتیں۔ مقام صحابہ قران کی نصوص اور احادیث وآثار سے ثابت ہے، تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ قران وحدیث کے خلاف واقدی کی کسی بھی صحابہ کے خلاف مروی روایت کو قبول کر لیا جائے؟

۴۔ سیف بن عمر الکوفی الاسیدی پر جرح

محدثین کرام نے سیف بن عمر الضبی پر سخت جروہات کی ہیں۔

۱) محدث ابن معین فرماتے ہیں۔ وهو ضعيف. (تاریخ ابن معین للدوری 3/ 459)

۲) امام ابوزرعہ الرازی فرماتے ہیں۔ ضعيفُ الحديث. (الضعفاء 2/ 320)

۳) امام نسائی فرماتے ہیں: ضعيفٌ. (الضعفاء والمتروكون 256)

۴) امام دارقطنی فرماتے ہیں۔ كوفيٌّ متروكٌ. (برقاني 200)

۵) محدث ابونعیم الاصبہانی لکھتے ہیں۔

سيف بن عمر الضبي الكوفي متهم في دينه مرمي بالزندقة ساقط الحديث لا شيء۔
یعنی سیف بن عمر الضبی الکوفی، دین میں متہم تھا زنادقہ سے متّصف تھا، ساقط الحدیث اور کچھ نہیں تھا۔

(الضعفاء للاصبهانی ۱/ ۹۱ رقم ۹۵)

۶) علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔ تركوه واتهم بالزندقة. (ديوان الضعفاء ۱/ ۱۸۳ رقم ۱۸٤۵)

❁ علامہ ذہبی اپنے دوسرے تالیف میں لکھتے ہیں۔

له تواليف متروك بالاتفاق (المغنی فی الضعفاء ۱/ ۲۹۲ رقم ۱۷۱٦)

۷) محدث ابوحاتم فرماتے ہیں۔ متروك الحديث. (الجرح و التعديل ٤/ ۲۷۸ رقم ۱۱۹۸)

۸) محدث حاکم لکھتے ہیں۔ اتهم بالزندقة وهو ساقط فی رواية الحديث

یعنی یہ زندیق ہونے سے متہم ہے اور یہ روایت حدیث میں ساقط ہے۔ (المدخل الی الصحيح ۱/ ۱٤۵ رقم ۷٦)

۹) محدث ابو العرب نے اسے ضعیف راویوں میں ذکر کیا ہے۔ (اکمال تھذیب الکمال ۶/۱۹۴ رقم ۲۳۲۹)

۱۰) محدث ساجی نے اسے ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے۔ (اکمال تھذیب الکمال ۶/ ۱۹۴ رقم ۲۳۲۹)

۱۱) محدث عقیلی نے اسے ضعیف راویوں میں لکھا ہے۔ (اکمال تھذیب الکمال ۶/ ۱۹۴ رقم ۲۳۲۹)

۱۲) محدث البلخی نے اس ضعیف راویوں میں لکھا ہے۔ (اکمال تھذیب الکمال ۶/ ۱۹۴ رقم ۲۳۲۹)

۱۳) محدث ابن حبان اپنی کتاب المجروحین میں نقل کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن عبد الله مكحول، قال: سمعت جعفر بن أبان، يقول: سمعت ابن نمير، يقول: سيف الضبي تميمي، وكان جميع يقول: حدثني رجل من بني تميم، وكان سيف يضع الحديث، وكان قد اتهم بالزندقة.

محدث ابن نمیر کہتے ہیں کہ سیف بن نمیر حدیث گھڑتا تھا اور وہ متہم بالزندقہ تھا۔ (المجروحین ۹/ ۴۳۹ رقم ۴۳۷)

۱۴) محدث ابن حبان فرماتے ہیں۔ اتهم بالزندقة، ... يروي الموضوعات عن الأثبات.

یعنی مہتم بالزندیق تھا اور ثقہ راویوں سے موضوع روایات کرتا تھا۔ (المجروحین ۹/ ۴۳۹ رقم ۴۳۷)

۱۵) حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

ضعيف الحديث عمدة في التاريخ افحش بن حبان القول فيه-

یعنی یہ حدیث میں ضعیف اور تاریخ میں عمدہ ہے، ابن حبان نے اس کے بارے میں جو کہا وہ فحش ہے۔

(تقريب التهذيب: ۲۷۲٤)

۱۶) عرب محقق دکتور بشار العواد، حافظ ابن حجر کے کلام پر تعلیقاً لکھتے ہیں۔

بل: متروكٌ، فحديثه ضعيفٌ جدًّا، وإذا كان ابن حبان قد أفحش القول فيه، فابن حجر لم يصِفه بما يستحق، فهو متروك كما قلنا، وحتى أخبارُه في التاريخ ليست بشيء، فقد قال أبو حاتم الرازي: متروك يُشبه حديثه حديثَ الواقدي، وقال البرقاني عن الدارقطني: متروك، وقال أبو داود ويعقوب بن سفيان: ليس بشيء.

بلکہ یہ متروک ہے اور اس کی حدیث سخت ضعیف ہے۔ اور جو ابن حبان نے کہا وہ فحش غلطی ہے تو ابن حجر اس راوی سیف بن عمر پر وہ اطلاق نہیں کر رہے جس کا وہ مستحق ہے، اور وہ متروک ہے جیسا کہ ہم نے کہا اور یہ یہاں تک کہ تاریخ اخبار میں بھی اس کوئی حیثیت نہیں ہے، امام ابو حاتم الرازی نے کہا کہ وہ متروک ہے اور اس کی حدیث واقدی کے مشابہ ہے، امام دارقطنی نے کہا متروک ہے، امام ابوداود اور یعقوب بن سفیان فسوی نے کہا کہ یہ کوئی چیز نہیں یعنی ضعیف ہے۔ (تحرير تقريب التهذيب ۲/۱۰۰)

واضح ہوا کہ تمام محدثین کے نزدیک یہ ضعیف ہے اور جمہور کے نزدیک بھی تاریخ میں بھی قابل احتجاج نہیں ہے۔

۵۔ابو مخنف لوط بن یحییٰ متروک رافضی

کتب تاریخ کی اکثر روایات ابو مخنف لوط بن یحییٰ کی گھڑی ہوئی ہیں، لوط بن یحییٰ ابو مخنف کے بارے میں ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال پیش خدمت ہیں۔

(۱)علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اخباری، تالف، لا یوثق به. (میزان الاعتدال: ۳/ ۴۱۹)

علامہ ذہبی اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں۔ سَاقِط تَركه أَبُو حَاتِم. (المغنی فی الضعفاء2/ 535)

اسی کتاب میں دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔ هالك. (المغنی فی الضعفاء۲/ ۸۰۷رقم۷۷۱)

علامہ ذہبی اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں۔ متروك. (دیوان الضعفاء۱/ ۳۳۳رقم ۳۵۰۰)

(۲) ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اخباری، تالف، لا یوثق به. (لسان المیزان: ۵ / ۵۶۷)

(۳)ابوحاتم وغیرہ نے اسے متروك الحديث کہا ہے۔ (الجرح والتعدیل:۷/ ۱۸۲)

(۴)یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے فرمایا۔ "لیس بثقة' لیس بشیء: یہ ثقہ نہیں اور نہ کوئی چیز ہے۔

(تاریخ الدوری۳/ ۳۶۶والضعفاء الکبیر : ۴/ ۵۶۸)

(۵)ابوعبید آجری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ

میں نے امام ابوداؤد سے ابو مخنف کے بارے میں پوچھا، توانہوں نے اپنے ہاتھ جھاڑے اور فرمایا کہ کیا کوئی اس کے بارے میں بھی پوچھتا ہے؟یعنی یہ اس قابل ہی نہیں کہ اس کے بارے میں پوچھا جائے۔

(لسان المیزان: ۵/ ۵۶۸)

(۶)ابن عراق کنانی فرماتے ہیں : "كذاب تالف" ' (تنزیه الشریعه: ۱/ ۹۸)

(۷) امام دارقطنی نے فرمایا: اخباری ضعیف. (الضعفاء والمتروکین:۴۴۹)

(۸)ابن عدی رحمہ اللہ نے فرمایا: "شيعي محترق'صاحب اخبارهم"

(الکامل فی لضعفاء الرجال:۶/ ۹۳ ،لسان المیزان: ۵ / ۵۶۸)

(۹) ابن جوزی رحمہ اللہ نے بھی كذاب کہا ہے۔ (الموضوعات ص۴۰۶)

ابو مخنف وہ شیعی مؤرخ ہے جس نے خیر القرون میں رونما ہونے والے تمام اہم واقعات پر جھوٹ سے بھری مستقل کتابیں لکھی ہیں: سقیفہ بنوساعدہ میں بیعت ابوبکر، شوریٰ، خلافت سے متعلق حضرت عمر کی قائم کردہ شوریٰ، مقتل عثمان، مقتل علی، جنگ جمل وصفین، مقتلِ حسین، وفاتِ معاویہ اور ولایتِ یزید، مقتل عبداللہ بن الزبیر، سلیمان بن صرد اور عین وردہ وغیرہ۔ تفصیل کے لیے مطالعہ کیجئے۔

(الاعلام للزرکلی ۲۴۵/ ۵، الفهرست لابن الندیم، ص ۱۰۵، ۱۰۶، معجم الادباء ۶۷۰/ ۶)

ظہور فیضی کی ابو مخنف سے اظہار ہمدردی

موصوف ظہور احمد اپنی کتاب صلح امام حسن ص ۱۳۶ پر لکھتا ہے۔

وَهٰذِهِ صِفَةُ مَقْتَلِهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَأْخُوذَةً مِنْ كَلَامِ أَئِمَّةِ هٰذَا الشَّأْنِ لَا كَمَا يَزْعُمُهُ أَهْلُ التَّشَيُّعِ مِنَ الْكَذِبِ الصَّرِيحِ وَالْبُهْتَانِ۔[قَالَ أَبُو مِخْنَفٍ عَنْ أَبِي جَنَابٍ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَرْمَلَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَرْمَلَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سُلَيْمٍ وَالْمُنْذِرِيِّ بْنِ الْمُشْمَعِلِّ الْأَسَدِيَّيْنِ قَالَا: أَقْبَلَ الْحُسَيْنُ فلما نزل شرف قَالَ لِغِلْمَانِهِ وَقْتَ السَّحَرِ:] (البدایہ والنہایہ: ۸/ ۱۷۲ ط دار الفکر)

اور یہ ان کے واقعہ شہادت کا بیان ہے جو اس شان کے ائمہ کے کلام سے ماخوذ ہے نہ کہ صریح بہتان بازوں اور جھوٹے اہل تشیع سے۔۔اور اس کے معًا بعد لکھا ہے۔قَالَ أَبُو مِخْنَفٍ ابو مخنف بیان کرتے ہیں۔ غور فرمائیے کہ پہلے کہا کہ صریح جھوٹے اور بہتان باز شیعوں سے روایت نہیں کریں گے پھر فوری کہا:قَالَ أَبُو مِخْنَفٍ تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حافظ ابن کثیر کے نزدیک ابو مخنف شیعہ اور جھوٹا نہیں ہے لیکن دوسرے مقامات پر حافظ ابن کثیر انہیں شیعی لکھا بھی ہے،اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک وہ شیعہ اولیٰ میں سے ہوں گے۔

(صلح امام حسن ص۱۳۶)

جواب

فیضی کے موقف کارد اس نکتہ سے بھی ہوتا ہے کہ حافظ ابن کثیر نے خود لکھا ہے کہ

" اور یہ ان کے واقعہ شہادت کا بیان ہے جو اس شان کے ائمہ کے کلام سے ماخوذ ہے نہ کہ صریح بہتان بازوں اور جھوٹے اہل تشیع سے"۔۔۔ لیکن دوسرے مقامات پر حافظ ابن کثیر انہیں شیعی لکھا بھی ہے۔

قاری ظہور کا کبھی ابو مخنف کے شیعہ ہونے کا انکار اور کبھی ابن کثیر سے ہی شیعہ ہونے کا بیان ان کی اضطراب کو واضح کرتا ہے۔

ابن کثیر کا ابو مخنف کو شیعہ کہنا

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ، طبری وغیرہ سے ابو مخنف کی روایات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وَلِلشِّيعَةِ وَالرَّافِضَةِ فِي صِفَةِ مَصْرَعِ الْحُسَيْنِ كذبٌ كثير وأخبار باطلة، وفيما ذكرنا كِفَايَةٌ، وَفِي بَعْضِ مَا أَوْرَدْنَاهُ نظرٌ، وَلَوْلَا أن ابن جرير وغيره من الحفاظ والأئمة ذكروه مَا سُقْتُهُ، وَأَكْثَرُهُ مِنْ رِوَايَةِ أَبِي مِخْنَفٍ لُوطِ بْنِ يَحْيَى، وَقَدْ كَانَ شِيعِيًّا، وَهُوَ ضَعِيفُ الْحَدِيثِ عِنْدَ الْأَئِمَّةِ، وَلَكِنَّهُ

أَخْبَارِيٌّ حَافِظٌ، عِنْدَهُ مِنْ هٰذِهِ الْأَشْيَاءِ مَا لَيْسَ عِنْدَ غَيْرِهِ، وَلِهٰذَا يَتَرَامَى عَلَيْهِ كَثِيرٌ مِنَ الْمُصَنِّفِينَ فِي هٰذَا الشَّأْنِ مِمَّنْ بَعْدَهُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

ترجمہ: شیعوں اور رافضیوں کی شہادت حسین سے متعلق بہت ساری دروغ گوئیاں اور بے بنیاد خبریں ہیں، ہم نے جو ذکر کیا اس میں کفایت ہے اور ہماری ذکر کردہ بعض چیزیں قابلِ اشکال ہیں، اگر ابن جریر طبری وغیرہ جیسے ائمہ اور حفاظ اسے ذکر نہ کرتے تو ہم بھی ان روایات کو نہ لاتے اور یہ اکثر ابو مخنف کی روایتیں ہیں، جو یقیناً شیعہ ہے اور ائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف ہے، لیکن اخباری (صحافی) اور حافظ ہے اور اس کے پاس اس حوالے سے ایسی چیزیں ہیں جو دوسروں کے پاس نہیں ہیں، لہٰذا بعد کے اکثر مصنفین نے ان روایات کے بارے میں ابو مخنف سے نقل پر اکتفا کیا ہے۔ (البداية والنهاية: ۸/ ۲۰۲)

ابن کثیر کے قول سے یہ واضح ثابت ہوا کہ ابن کثیر نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے شہادت کے باب میں ابو مخنف کی روایات سے استشہاد کیا ہے نہ کہ استدلال اور پھر ابن کثیر نے یہ بھی لکھا کہ ان نقل کردہ خبروں میں بھی متعدّد قابل اعتراض باتیں ہیں اور تاریخ طبری میں یہ روایات نقل نہ ہوتیں تو ابن کثیر بھی اس کا تذکرہ نہ کرتے۔ پھر ابن کثیر نے بالجزم ابو مخنف کو شیعہ اور ضعیف کہا ہے۔ پھر شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے باب میں ابو مخنف کے پاس ایسی روایات ہیں جو کہ دوسرے کسی کے پاس نہیں اور بعد کے مصنفین نے اس کی سند سے اس کو نقل کیا ہے اس لیے اس کو بطور نقل لکھا ہے۔

حافظ ابن کثیر نے یہ واضح طور پر لکھا ہے کہ ابو مخنف کی روایات کو خاص حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے باب میں بطور استشہاد لکھی ہیں تو پھر ابو مخنف کو علی الاطلاق ثقہ اور قابل حجت کہنا باطل و مردود ہے۔ فیضی صاحب نے خاص شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کے باب میں ابو مخنف کے مرویات کو صرف لکھنے کے حوالہ سے ابو مخنف کو علی الاطلاق قابل اعتبار و صدوق ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ اور پھر موصوف ابو مخنف کی متروک روایات کو صحابہ کرام کے خلاف قابل حجت بنانے کے لیے دوڑ پڑے ہیں۔ مگر ان کو یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ دجل وفریب کے سواء کچھ نہیں۔

مزید یہ کہ آج کل ہر بدعتی و گمراہ شخص کا یہ وطیرہ بن گیا ہے جس راوی پر شیعہ ہونے کی جرح موجود ہو تو اسے فوراً شیعہ اولیٰ یا محب اہل بیت ثابت کرنے بیٹھ جاتا ہے۔ جبکہ یہ بات غلط ہے کہ ہر ثقہ یا صدوق شیعہ سے مراد شیعہ اولیٰ ہوتا ہے۔ کیونکہ بہت سارے ایسے شیعہ راوی ہیں جنہوں نے صحابہ کرام پر طعن کیا اور عقائد اہل سنت کے خلاف مرویات بھی نقل کیں تو انہیں شیعہ اولیٰ کہنا باطل و مردود ہے۔

ابو مخنف کے بارے میں ابن عدی کی رائے

ابن عدی رحمہ اللہ نے صراحت کی ہے کہ اس کی کوئی روایت قابل اعتبار نہیں، سب بے ہودہ روایتیں ہیں اور کوئی بعید نہیں کہ یہ بدبخت سلف صالحین کی ہتک عزت کرتا ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

حدث بأخبار من تقدم من السلف الصالحين، ولاَ يبعد مِنْهُ أن يتناولهم، وَهو شيعي محترق صاحب أخبارهم وإنما وصفته لا يستغنى عن ذكر حديثه فإني لا أعلم له من الأحاديث المسندة ما أذكره وإنما له من الأخبار المكروه الذي لا أستحب ذكره-

ترجمہ :ابومخنف متقدمین سلف صالحین کے بارے میں خبریں نقل کرتا ہے اور اس سے بعید نہیں کہ وہ ان کی ہتک عزت کرے، یہ شیعہ اور ان کا مورخ ہے، میں نے اس لیے اس کا ذکر کیا ہے کہ اس کی احادیث کے ذکر سے استغناء نہیں، میرے علم میں اس کی کوئی ایسی صحیح روایت نہیں جسے میں ذکر کروں، البتہ اس کی صرف وہ ناپسندیدہ، بدبودار روایتیں ہیں جنہیں میں ذکر کرنا پسند نہیں کرتا ہوں۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال: ٧/ ٢٤١)

٦۔ ھیثم بن عدی پر محدثین کرام کی جرح

الھیثم بن عدی الطائی پر محدثین کرام کی سخت جروحات کتب جرح وتعدیل میں موجود ہیں۔

١) امام بخاری فرماتے ہیں۔ سكتوا عنه.

(الضعفاء صغیر ١/ ١٣٨ رقم ٤١٠ ،تاریخ الکبیر ٨/ ٢١٨ رقم ٢٧٧٥)

٢) امام عجلی لکھتے ہیں۔ كذاب. (معرفة الثقات ٣/ ٣٣٧ رقم ١٩٢٤)

٣) ابن عبدالبر لکھتے ہیں۔ حديثه متروك. (الاستغناء ٣/ ١٣٨٧)

٤) محدث ابن معین لکھتے ہیں۔ ليس بثقه كان يكذب. (تاریخ ابن معین للدوری ٣/ ٣٦٣)

٥) محدث ابوحاتم فرماتے ہیں۔ متروك الحديث محله محل الواقدى.

(الجرح و التعديل ٩/ ٨٥ رقم ٣٥٠)

٦) محدث ابونعیم الاصبہانی لکھتے ہیں۔

في حديثه المناكير عن الثقات وقال البخاري سكتوا عنه- (الضعفاء: ٢٦٧)

٧) امام نسائی فرماتے ہیں۔ متروك الحديث. (الکامل فی ضعفاء الرجال ٨/ ٤٠١ رقم ٢٠٢٠)

٨) محدث ابن عدی فرماتے ہیں۔

ما أقل ماله من المسندات، وإنما هو صاحب أخبار وأسمار ونسب وأشعار.

(الکامل فی ضعفاء الرجال ٨/ ٤٠١ رقم ٢٠٢٠)

٩) امام بخاری کا قول ہے۔ ليس بثقة كان يكذب. (لسان الميزان ٨/ ٣٦١ رقم ٨٣١٢)

١٠) امام ابوداود کا قول ہے۔ كذاب. (لسان الميزان ٨/ ٣٦١ رقم ٨٣١٢)

۱۱) امام یعقوب بن شیبہ فرماتے ہیں۔

كانت له معرفة بأمور الناس وأخبارهم ولم يكن في الحديث بالقوي، وَلا كانت له به معرفة وبعض الناس يحمل عليه في صدقه.

اسے لوگوں کے معاملات واخبار کی معرفت تھی مگر حدیث میں قوی نہ تھا اور نہ ہی اسے حدیث سے آگاہی تھی وہ جھوٹ کا عادی تھا۔ (لسان المیزان۸/ ۳۶۱ رقم ۸۳۱۲)

۱۲) امام ساجی کا قول ہے۔ وكان يكذب. (لسان المیزان۸/ ۳۶۱ رقم ۸۳۱۲)

۱۳) امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔كان صاحب أخبار وتدليس.(لسان المیزان۸/ ۳۶۱ رقم ۸۳۱۲)

۱۴) حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

وذكره ابن السكن، وَابن شاهين، وَابن الجارود والدارقطني في الضعفاء.

یعنی: محدث ابن السکن، محدث ابن شاہین، محدث ابن الجارود، محدث دارقطنی نے ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے۔ (لسان المیزان۸/ ۳۶۱ رقم ۸۳۱۲)

۱۵) محدث ابن یونس کا قول ہے۔

وقال ابن يونس في تاريخ مصر: الهيثم غير موثق. (لسان المیزان۸/ ۳۶۱ رقم ۸۳۱۲)

۱۶) محدث محمود بن غیلان فرماتے ہیں۔

وقال محمود بن غيلان: أسقطه أحمد، وَابن مَعِين وأبو خيثمة. (لسان المیزان۸/ ۳۶۱ رقم ۸۳۱۲)

۱۷) حافظ ابن حجر عسقلانی طبقہ خامسہ کے مدلسین میں اس کا ذکر کرتے ہیں۔

(طبقات المدلسین ص ۱۸۲-۱۸۳ رقم ۱۵۱)

پیش کردہ حوالہ جات سے واضح ہے کہ الھیثم بن عدی الطائی متروک، کذاب اور مدلس راوی ہے۔

۷-محمد بن اسحاق کے بارے میں اصولی موقف

تاریخی روایت میں ایک راوی محمد بن اسحاق الیسار کے بارے میں محدثین کرام کی مختلف آراء موجود ہیں۔ مگر اس کے متکلم فیہ صدوق ہونے کے ساتھ اس میں چند علتیں ہیں جس کی وجہ سے اس کی روایات کو چھان پھٹک کے ساتھ قبول کیا جاتا ہے۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

كان صدوقا من بحور العلم وله غرائب في سعة ما روى تستنكر۔

(الكاشف ۲/ ۱۵۶ رقم ۴۷۱۸)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

إمام المغازي صدوق يدلس ورمي بالتشيع والقدر-

امام المغازی صدوق، مدلس اور تشیع وقدری سے منسوب ہے۔ (تقريب التهذيب:۵۷۲۵)

حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی دیگر کتب میں محمد بن اسحاق کے بارے میں اپنی تحقیق پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

١) "إمام في المغازي، وأما في غيرها فمختلف فيه، وحديثه مع ذلك لا ينزل عن درجة الحسن بشرط السلامة من التدليس".

یعنی مغازی کا امام ہے اور اس کے علاوہ غیر مغازی میں مختلف فیہ ہے اور اس کی حدیث ان تمام وصف کے ساتھ درجہ حسن سے نہیں گرتی مگر شرط یہ ہے کہ وہ تدلیس سے سلامت ہو۔ (الخبر ٢/ ١١٥ - ١١٦)

٢) "ما ينفرد به وإن لم يبلغ درجة الصحيح فهو في درجة الحسن إذا صرح بالتحديث".

جس روایت میں محمد بن اسحاق منفرد ہو تو وہ درجہ صحیح تک نہیں پہنچتی مگر حسن درجہ تک رہتی ہے اگر روایت میں سماع کی تصریح ہو۔ (فتح الباری ۱۱/ ۱۶۳)

٣) "حسن الحديث، إلا أنه لا يحتج به إذا خُولف".

حسن الحدیث ہے مگر جب اس کی مخالفت کی جائے تو اس سے احتجاج نہیں ہوگا۔ (فتح الباری ٤/ ٣٢)

۴) "مختلف فيه". (فتح الباری ٩/ ٣٦٢) یعنی محمد بن اسحاق مختلف فیہ راوی ہے۔

٥) "لا يحتج بما ينفرد به من الأحكام فضلًا عمن إذا خالفه من هو أثبت منه".

اس سے احکام میں احتجاج نہیں کیا جائے گا جب یہ منفرد ہو، خاص طور پر جب اس سے ثقہ نے مخالفت کی ہو۔

(الدراية ٢/ ١٩)

حافظ ابن حجر عسقلانی اسے طبقہ رابعہ کے مدلس میں درج کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"صدوق، لكنه مشهور بالتدليس، عن الضعفاء، والمجهولين، وعن شر منهم، وصفه بذلك أحمد والدارقطني وغيرهما.".

محمد بن اسحاق فی نفسہ صدوق ہے مگر ضعفاء ومجہولین سے تدلیس کرنے میں مشہور ہے اور یہ اس کی طرف سے شر و برائی ہے اور اس تدلیس سے امام احمد، امام دارقطنی وغیرھم نے متصف کیا ہے۔ (طبقات المدلسين ١٦٩)

٦) "وهذا التفصيل إنما أسنده عن بعض أهل العلم ولم يسمه وأخلق به أن يكون عن الكلبي، أو بعض أهل الكتاب، فإن من جملة ما عابوه على ابن إسحاق أنه كان يعتمد على أخبار بعض أهل الكتاب".

اور یہ تفصیل ہے کہ اس نے بعض ایسے اہل علم سے سند بیان کی جس سے سنا نہیں اور یہ روایات کلبی سے ہوتی تھیں یا بعض اہل کتاب سے۔ اور محمد بن اسحاق پر تمام عیب میں سے یہ ایک عیب ہے کہ محمد بن اسحاق ان روایات پر اعتماد کرتا جو کہ بعض اہل کتاب سے ہوتی تھیں۔ (العجاب ١/ ٢٦٣)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

محمد بن اسحاق پر اس عیب کی نشاندہی محدث ابن مدینی نے کی۔(التهذيب ٣/ ٥٠٧)

محدث ابن عدی اور علامہ ذہبی نقل کرتے ہیں کہ محمد بن اسحاق کا اہلِ کتاب اور ہر کسی ضعیف و مجہول سے روایت کرنے کی تصریح محدث یحییٰ بن سعید القطان نے بھی کی۔

(الكامل لابن عدي ٤/ ١٣٥٨، الضعفاء للعقيلي ٤/ ٢٥، سير أعلام النبلاء ٧/ ٥٣)

٧) "قد اتفق العلماء على عدم الحكم لعنعنته بالإتصال".

تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اس کی عنعنہ والی روایت پر حکم ضعف لگایا جائے گا۔ (النتائج ٢/ ١٩٥)

پیش کردہ تحقیق سے یہ واضح ہوا کہ محمد بن اسحاق الیسار کی حیثیت صدوق راوی کی ہے مگر اس کی منفرد، تدلیس اور مخالفت ثقہ روایت قبول نہیں کی جائے گی اور اس کے ساتھ یہ شیعہ اور قدری بھی ہے۔ اس لیے صحابہ کی شان کے خلاف مرویات کو اسی تناظر میں پرکھ کر چھان پھٹک کی جاتی ہے۔

قارئین کرام کے سامنے تاریخ طبری میں اکثریت روایات کے ۷ راویوں کے حالات بہت ہی معتدل اور بغیر کسی تعصب اور علمی خیانت کے پیش کیے گئے ہیں۔ ارباب اہل علم اور ذہین لوگ ان تمام نکات کو سمجھتے بھی ہیں اور اس کو دل سے تسلیم بھی کرتے ہیں۔ راقم سے اگر کوئی غلطی یا خطا سرزد ہو تو رجوع کے لیے ہر وقت تیار ہیں۔

شیعہ راوی کی روایت سے استدلال کی علمی حیثیت

آج کل تفضیلیہ، شیعہ راوی سے استدلال کرتے ہوئے اصول اسماء الرجال کو پس پشت رکھ کر اپنی من چاہی تشریح کو لاگو کرنے کی جستجو میں رہتے ہیں۔ اس لیے ایسے راویوں سے استدلال کے بارے میں چند اصول کو مد نظر رکھنا اہم ہے۔

کیا صرف حُبِ اہلِ بیت ہی تشیع ہے؟

کچھ لوگ اپنا مدعا ثابت کرنے کے لیے عوام الناس کے سامنے ایسی روایات پیش کرتے ہیں جس میں شیعہ راوی موجود ہوتے ہیں۔ جب ان کو ایسے راویوں کے بارے میں مطلع کیا جاتا ہے تو انہیں ایک رٹا رٹایا اصول پیش کرنے کی عادت ہے کہ متقدمین تشیع سے مراد حب اہل بیت لیتے تھے۔ مگر ان لوگوں کی یہ بات علی الاطلاق غلط اور خلافِ اصول ہے۔ اس لیے اس بارے میں چند معروضات پیش خدمت ہیں۔

تشیع کی اقسام

علامہ ذہبی نے تشیع کے اقسام کی ہیں۔

۱۔ تشیع غیر غالی ۲۔ تشیع غالی

علامہ ذہبی کی تحقیق

علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

فالشيعي الغالي في زمان السلف وعرفهم هو من تكلم في عثمان والزبير وطلحة ومعاوية وطائفة ممن حارب عليا رضي الله عنه، وتعرض لسبهم.والغالي في زماننا وعرفنا هو الذي يكفر هؤلاء السادة، ويتبرأ من الشيخين أيضاً، فهذا ضال معثر۔

سلف کے نزدیک غالی شیعہ وہ ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یا جنہوں نے بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے لڑائی لڑی ان کو برا بھلا کہنا یا ناراضگی کا اظہار کرنا۔[خلف]ہمارے زمانے میں غالی شیعہ وہ ہے جوان بزرگ ہستیوں کی تکفیر یا شیخین کریمین پر تبراء کرے، اور یہ کھلی گمراہی ہے۔ (میزان الاعتدال ۱/ ٦)

علامہ ذہبی کے قول سے معلوم ہوا کہ

۱) سلف کے نزدیک غالی شیعہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے لڑنے والوں کو برا بھلا کہنا یا ناراضگی ہے۔اس میں تکفیر یا تبراء نہیں تھی۔

۲) خلف [یعنی بعد کے علماء] کے نزدیک غالی شیعہ حضرات شیخین کریمین یا بزرگ صحابہ کی تکفیر یا تبراء کرنا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

والتشيع محبة علی وتقديمه على الصحابة فمن قدمه على أبي بكر وعمر فهو غال في تشيعه ويطلق عليه رافضي وإلا فشيعي إن فإن انضاف إلى ذلك السب أو التصريح بالبغض فغال إلا في الرفض۔

تشیع حضرت علی سے محبت اور صحابہ پر ان کی تقدیم ہے اور جس نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر تقدیم دی وہ تشیع میں غالی ہے اور اور اس پر رافضی کا اطلاق بھی ہوا ہے۔ (ھدی الساری ص ٤٩٠)

حافظ ابن حجر عسقلانی کے قول سے واضح ہوا کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو شیخین کریمین پر مقدم کرنا غالی تشیع ہے جس کو رفض | غیر غالی | بھی کہتے ہیں۔

پیش کردہ حوالہ سے معلوم ہوا کہ شیعہ | غالی اور غیر غالی | اور رفض | غالی اور غیر غالی | کی دو دو اقسام ہیں۔

ا۔ غیر غالی شیعہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ لڑائی کرنے والے، صحابہ کرام اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرنے والا۔ جیسا کہ علامہ ذہبی نے فرمایا۔ (میزان الاعتدال ١/ ٦)

٢۔ غالی شیعہ

حضرات شیخین کریمین پر حضرت علی کو تقدیم دینے والا، غالی شیعہ ہوتا ہے۔ | رفض کا اطلاق بھی ہوا | جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا۔ (ھدی الساری ص ٤٩٠)

ان حوالہ جات سے رفض کے بارے میں جو نکات واضح ہوئے، وہ پیش خدمت ہیں۔

٣۔ غیر غالی رافضی۔ [غالی تشیع کا اطلاق]

حافظ ابن حجر عسقلانی کے حوالہ (ھدی الساری ص ٤٩٠) سے واضح ہوا کہ وہ شیعہ راوی جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حضرات شیخین کریمین سے افضل مانے مگر حضرات شیخین کی تعظیم کرے اور ان کی امامت کو تسلیم کرے۔ جیسے کہ ابن بن ابی تغلب۔ وہ غالی شیعہ ہے جس پر رافضی کا اطلاق بھی ہوتا ہے۔ مگر یہ رفض بغیر غلو کے ہوتا ہے۔

٤۔ غالی رافضی

وہ شیعہ راوی جو حضرات شیخین کی تنقیص کرے۔ وہ غالی رافضی ہوتا ہے۔ جس پر بدعت کبری کا اطلاق ہوتا ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ غالی تشیع اور غیر غالی رافضی ایک ہی حکم میں ہیں۔ متعدد بار ایک راوی پر غالی تشیع کا اطلاق بھی ہوتا ہے اور غیر غالی رافضی پر بھی۔ ہر شیعہ راوی رافضی نہیں ہوتا مگر ہر رافضی میں شیعیت پائی جاتی ہے۔ اس لیے کسی راوی پر بعض محدثین کا شیعہ کا اطلاق اور بعض کا رافضی کا اطلاق کرنا درست ہوتا ہے۔

اس طرح کل چار اقسام واضح ہوتی ہیں۔

ا۔ غیر غالی شیعہ	٢۔ غالی شیعہ
٣۔ غیر غالی رافضی	٤۔ غالی رافضی

ان چاروں اقسام میں نمبر ٢ غالی شیعہ اور نمبر ٣ غیر غالی رافضی کو محدثین نے مترادف بھی بیان کیا ہے۔

تشیع کی اقسام۔ باعتبار بدعت

محدثین کرام نے تشیع کی اقسام ان کی بدعت کے اعتبار سے بھی کی ہے۔

۱۔ تشیع کبری جسے تشیع شدید بھی کہا جاتا ہے۔ [غالی وغیر غالی]

۲۔ تشیع صغری جسے تشیع خفیف بھی کہا جاتا ہے۔ [غالی وغیر غالی]

مذکورہ ہر دو قسم میں غالی اور غیر غالی پایا جاتا ہے۔

علامہ ذہبی کے نزدیک "غلوفی التشیع" کی ایک قسم تشیع صغری یا تشیع خفیف ہے۔ اس لیے شیخین کریمین سے محبت کرنے والے تفضیلی یا مخالفین صحابہ پر تشیع خفیف یا تشیع صغری کا اطلاق ہوتا ہے۔

تشیع صغری۔ تشیع خفیف کے طبقات

محدثین کرام نے تشیع صغری یا تشیع خفیف [غالی وغیر غالی] کی دو اقسام یا طبقات ہیں:

۱۔ حب اہل بیت اور کسی صحابی کی تنقیص نہ کرنا۔ جیسے طاوس بن کیسان، منصور بن معتمر، اس کو بھی تشیع خفیف کہا گیا ہے۔

۲۔ شیخین کریمین کی تعظیم کرنا۔ متعدّد ایسے شیعہ راوی ہیں جو کہ شیخین کریمین رضی اللہ عنہ کی تعظیم کرتے تھے۔

اب اس تشیع خفیف کے اطلاق سے بدمذہب، گمراہ یا پھر تفضیلیہ لوگوں کو علمی دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ تفضیلیہ اپنی پیش کردہ روایت میں کسی شیعہ راوی کے ساتھ تشیع خفیف یا تشیع صغری یا بدعت صغری کا لفظ دکھایا صرف لفظ شیعہ دکھا کر اس راوی کو محب اہل بیت ہی ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھیے متعدّد اہل سنت راویوں کو محب اہل بیت کی وجہ سے شیعہ یا تشیع خفیف یا چھوٹا بدعتی کہا گیا ہے۔ اس لیے ایسے راوی کی روایت قبول ہوگی۔ مقصد ان تفضیلیہ کا ہوتا ہے کہ پیش کردہ روایت میں جو شیعہ بدعتی راوی ہے اس کو یا تو شیعہ بااین معنی سنی باور کرواکر، یا خفیف تشیع کا طلاق کر کے اپنی پیش کردہ باطل و مردود روایت سے اپنا باطل مدعا ثابت کروانا ہوتا ہے۔

مگر تفضیلیہ کے اس دھوکے سے اکثر لوگ نابلد ہوتے ہیں یا پھر ان کے مطالعہ کی وسعت زیادہ نہیں ہوتی یا پھر فن اسماء الرجال کی باریکیاں واضح نہیں ہوتیں۔ اس لیے کسی بھی شیعہ راوی پر اطلاق شیعہ کے ساتھ ساتھ دیگر علتوں کو بھی ملحوظ خاطر رکھ کر ہی ایسے راویوں پر غیر غالی یا غالی کا اطلاق ہوتا ہے۔

علت اول: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑائی کرنے والے صحابہ کی تنقیص کرنا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ جنہوں نے لڑائی لڑی ان کے بارے میں غلط خیال رکھنے والا یعنی تنقیص کرنے والا۔

محمد بن زياد [خ، عو] الالهانى الحمصي. صاحب أبي أمامة. وثقه أحمد، والناس، وما علمت فيه مقالة سوى قول الحاكم الشيعي: أخرج البخاري في الصحيح لمحمد بن زياد وحريز بن عثمان - وهما ممن قد اشتهر عنهم النصب.

قلت: ما علمت هذا من محمد، بلى غالب الشاميين فيهم توقف عن أمير المؤمنين علي رضي الله عنه من يوم صفين، ويرون أنهم وسلفهم أولى الطائفتين بالحق، كما أن الكوفيين - إلا من شاء ربك - فيهم انحراف عن عثمان وموالاة لعلى، وسلفهم شيعته وأنصاره، ونحن - معشر أهل السنة - أولو محبة وموالاة للخلفاء الاربعة، ثم خلق من شيعة العراق يحبون عثمان وعليا، لكن يفضلون عليا على عثمان، ولا يحبون من حارب عليا من الاستغفار لهم. فهذا تشيع خفيف.

محمد بن زیاد الحمصی، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا شاگرد ہے۔ امام احمد اور دیگر محدثین کرام نے اسے ثقہ کہا ہے، مجھے اس کے بارے میں کسی بات کا علم نہیں سوائے امام حاکم کے اس قول کے یہ شیعہ راوی ہے۔ امام بخاری نے محمد بن زیاد اور حریز بن عثمان سے روایات نقل کی ہیں، حالانکہ یہ دونوں راوی ناصبی ہونے کے حوالے سے مشہور ہیں ۔[ابن حجر نے کہا کہ اس نے ناصبیت سے رجوع کر لیا تھا]۔

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ میں یہ کہتا ہوں کہ مجھے محمد نامی اس راوی کے بارے میں اس چیز کا علم نہیں ہے، تاہم اہل شام پر غالب یہ ہی ہے کہ وہ امیر المومنین حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے بارے میں توقف سے کام لیتے ہیں کیونکہ انہیں نے جنگ صفین کی تھی اور وہ اس بات کے قائل ہیں کہ وہ لوگ اور ان کے بڑے ان دونوں گروہوں میں سے حق کے زیادہ قریب تھے۔ جس طرح اہل کوفہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے انحراف اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے محبت پائی جاتی ہے ماسوائے اس شخص کے جسے تمہارا پرور گار چاہے اور اہل کوفہ کے اسلاف حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے شیعہ اور ان کے مدد گار ہیں جبکہ اہل سنت کا گروہ ہم چاروں خلفاء سے محبت کرنے والے اور ان سے موالات رکھنے والے لوگ ہیں۔ پھر عراق کے شیعہ حضرات میں **ایک گروہ پیدا ہوا جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے تھے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتے تھے اور یہ لوگ ان لوگوں کے لیے دعا مغفرت کرنے کو پسند نہیں کرتے تھے جنہوں نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کی۔ تو یہ خفیف قسم کا تشیع ہے۔**

(میزان الاعتدال ۳/ ۵۵۲)

اس قول سے واضح ہوا کہ ایک شیعہ کا گروہ جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ دنوں سے محبت کرتے تھے مگر ان دونوں سے محبت کرنے کے باوجود حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر تقدیم

دیتے تھے، اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا تھا، جس کو علامہ ذہبی نے تشیع کی خفیف قسم لکھا ہے اور اس تشیع خفیف یا اسی بیان کردہ تشیع صغری کو اپنی کتاب کے ابتداء میں میزان الاعتدال ۶/۱ | جنہوں نے بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے لڑائی لڑی ان کو برا بھلا کہنا یا ناراضگی کا اظہار کیا | پر غالی تشیع کا اطلاق کیا ہے۔
واضح ہوا کہ علامہ ذہبی نے بھی تشیع صغری پر تشیع خفیف کا اطلاق کیا ہے جس کو غلو فی تشیع یعنی غالی شیعہ کا بھی اطلاق کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ پہلے واضح کر دیا ہے کہ تشیع صغری یا تشیع خفیف میں بھی غالی یا غیر غالی کے دو اقسام موجود ہوتی ہیں۔ تشیع صغری یا تشیع خفیف کے اطلاق سے اکثر لوگوں کے ذہن سے غالی اور غیر غالی کی تقسیم محو ہو جاتی ہے کیونکہ ان کے ذہن میں یہ ہوتا ہے کہ شاید تشیع صغری یا تشیع خفیف میں غلو یا غالی نہیں ہوتا جبکہ معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ تشیع خفیف میں بھی غالی تشیع کی قسم موجود ہے۔ تشیع کی اس قسم میں خلفاء اربعہ کو گالیاں دینے والا شامل نہیں ہے۔

علت دوم: حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حضرات شیخین کریمین پر تفضیل

❁ علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

وَقَالَ الدَّارَقُطْنِيُّ: اختلف قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ بَغْدَادَ، فَقَالَ قَوْمٌ: عُثْمَانُ أَفضلُ، وَقَالَ قَوْمٌ: عليٌّ أَفضلُ .فتحاكَمُوا إِلَيَّ، فَأَمسكتُ، وَقُلْتُ: الإِمْسَاكُ خَيْرٌ .ثُمَّ لَمْ أَرَ لِدِيْنِي السُّكُوت، وَقُلْتُ لِلَّذِي اسْتَفْتَانِي: ارْجعْ إِلَيْهِم، وَقُلْ لَهُم: أَبُو الحَسَنِ يَقُوْلُ: عُثْمَانُ أَفضلُ مِنْ عَلِيٍّ بِاتِّفَاقِ جَمَاعَةِ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -، هَذَا قَولُ أَهْلِ السُّنَّةِ، وَهُوَ أَوَّلُ عَقْدٍ يَحلُّ فِي الرَّفْضِ.
قُلْتُ: لَيْسَ تَفْضِيْلُ عَلِيٍّ بِرَفضٍ، وَلاَ هُوَ بِبدعَةٍ، بَلْ قَدْ ذَهبَ إِلَيْهِ خلقٌ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ، فَكُلٌّ مِنْ عُثْمَانَ وَعَلِيٍّ ذُو فضلٍ وَسَابِقَةٍ وَجِهَادٍ، وَهُمَا مُتَقَارِبَانِ فِي العِلْمِ وَالجَلاَلَة، وَلعلَّهُمَا فِي الآخِرَةِ مُتَسَاويَانِ فِي الدَّرَجَةِ، وَهُمَا مِنْ سَادَةِ الشُّهَدَاءِ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا -، وَلَكِنَّ جُمْهُورَ الأُمَّةِ عَلَى تَرجِيْحِ عُثْمَانَ عَلَى الإِمَامِ عَلِيٍّ، وَإِلَيْهِ نَذْهَبُ.
وَالخَطْبُ فِي ذَلِكَ يسيرٌ، وَالأَفضلُ مِنْهُمَا - بِلاَ شكٍّ - أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، مَنْ خَالفَ فِي ذَا فَهُوَ شِيْعِيٌّ جَلْدٌ، وَمَنْ أَبغضَ الشَّيْخَيْنِ وَاعتقدَ صِحَّةَ إِمَامَتِهِمَا فَهُوَ رَافضيٌّ مَقِيْتٌ، وَمَنْ سَبَّهُمَا وَاعتقدَ أَنَّهُمَا لَيْسَا بِإِمَامَيْ هُدَى فَهُوَ مِنْ غُلاَةِ الرَّافِضَةِ - أَبعدَهُم اللهُ -.

امام دارقطنی نے کہا کہ اہل بغداد میں سے ایک قوم نے حضرت عثمان کو افضلیت دی اور ایک قوم نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان غنی رضی سے افضل کہا۔۔۔۔امام ابوالحسن دارقطنی نے کہا کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اتفاق ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ، سے افضل ہیں، اور یہ اہل سنت کا قول ہے اور

یہ پہلا معاملہ ہے جو رفض کی طرف ہے۔

میں [ذہبی] کہتا ہوں کہ تفضیل علی رضی اللہ عنہ [بر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ] رفض نہیں اور نہ ہی یہ بدعت ہے۔ بلکہ صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر افضلیت کے قائل تھے اور یہ دونوں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ صاحب فضل، سابقہ الاسلام وجہاد ہیں اور یہ دونوں علم اور جلالت میں ایک جیسے ہیں، اور علماء نے ان کو ایک درجہ میں متساوی لکھا اور یہ دونوں بزرگ شہداء میں سے ہیں، مگر جمہور امت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ پر ترجیح دیتے ہیں اور اسی طرح ہمارا بھی موقف ہے۔

مگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بغیر کسی شک کے ان دونوں حضرات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔ اور جو اس عقیدہ کے خلاف ہے وہ جلا بھنا ہوا شیعہ ہے یعنی غالی شیعہ ہے۔ اور جو لوگ حضرات شیخین کریمین سے بغض رکھتے ہیں مگر ان کی امامت کو صحیح سمجھتے ہیں وہ رافضی ہے۔ مگر جو حضرات شیخین کریمین کو سب کرے اور ان کی امامت کو بھی درست نہ سمجھے وہ غالی رافضی ہے۔

(سیر أعلام النبلاء ١٦/ ٤٥٨)

علامہ ذہبی کے اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ سے افضل نہ ماننے والا شیعی جلد یعنی غالی شیعہ ہے۔ اور اس قسم کو علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں "ابان بن تغلب" کے ترجمہ میں **"شیعی جلد"** بھی کہا۔

أبان بن تغلب [م، عو] الكوفي **شيعي جلد**- (ميزان الاعتدال ١/ ٦)

واضح ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ علیہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو افضلیت دینے والا غالی شیعہ ہے جس پر بدعت خفیفہ یا بدعت صغری کا اطلاق کیا گیا ہے۔

۞ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

والتشيع محبة علي وتقديمه على الصحابة فمن قدمه على أبي بكر وعمر فهو غال في تشيعه ويطلق عليه رافضي وإلا فشيعي إن فإن انضاف إلى ذلك السب أو التصريح بالبغض فغال إلا في الرفض-

تشیع حضرت علی سے محبت اور صحابہ پر ان کی تقدیم ہے اور جس نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر تقدیم دی وہ تشیع میں غالی ہے اور اس پر رافضی کا اطلاق بھی ہوا ہے۔ (هدى السارى ص ٤٩٠)

حافظ ابن حجر عسقلانی کے مذکورہ بالا حوالہ سے معلوم ہوا کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر تقدیم دینا تشیع

ہے۔ اور یہ تشیع عام نہیں بلکہ غالی تشیع ہے اور اس غالی تشیع پر رفض الاطلاق بھی ہوتا ہے۔

علت سوم:

علامہ ذہبی اپنی کتاب سیر اعلام النبلاء میں لکھتے ہیں:

ان ترك الترحم سكوت، والساكت لاينسب اليه قول، ولكن من سكت عن ترحم مثل الشهيد امير المومنين عثمانؓ، فان فيه شيئامن تشيع

"رحمت کی دعا کا ترک کرنا سکوت ہے اور سکت پر کوئی حکم نہیں لگے گا، لیکن جو امیر المومنین سیدنا عثمان غنی شہید رضی اللہ عنہ کی مثل کسی پر ترحم سے سکوت کرتا ہے اس کا ایسا کرنا اس لئے ہوتا ہے کہ اس میں شیعیت موجود ہوتی ہے۔" (سیر اعلام النبلاء ج۷، ص ۳۷۰)

علامہ ذہبی کے قول سے ایک نکتہ مزید واضح ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر رحمت کی دعا نہ کرنے والا بھی شیعہ راوی ہے۔

اس تحقیق سے واضح ہوا کہ اول: حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہ پر حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو افضل کہنا یا دوم: حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگیں کرنے والوں کی تنقیص کرنا اور سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر رحمت کی دعا نہ کرنا، شیعیت کی ہی پہچان ہے۔

موقف اول: [حضرت علی المرتضی کو شیخین سے افضل سمجھنا] و **موقف دوم:** [حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے خلاف لڑنے والے صحابہ کی تنقیص کرنا] پر بدعت خفیفہ یا بدعت صغری کے غلو کے قبیل سے ہوتا ہے۔ اور ایسے موقف کو بدعت خفیفہ یعنی بدعت صغری سے متصف کیا جاتا ہے اور یہ بدعت خفیف یعنی بدعت صغری میں غلو تشیع ہے۔

اس لیے کتب اسماء الرجال سے بدعت خفیفہ کے اطلاق کے ساتھ اس کے اقسام غالی یا غیر غالی کی تصریح اہم ہے۔ ہر بدعت خفیفہ یا تشیع خفیف سے مراد ایسا شیعہ مراد نہیں لیا جاسکتا جو محب اہل بیت ہو۔ محدثین کرام نے ابان بن تغلب الکوفی کو بدعت خفیفہ سے متصف کیا اور ساتھ ہی شیعی جلد اور غالی شیعہ کہا۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ بدعت خفیفہ کے بھی دو طبقات ہیں۔ غالی تشیع اور غیر غالی تشیع۔ جب بدعت خفیفہ کے طبقہ کا کوئی راوی تفضیل علی کا عقیدہ یا پھر جنگ جمل وصفین کے شرکاء صحابہ کو برا بھلا کہے تو وہ غالی شیعہ ہوگا اور غالی تشیع پر محدثین کرام کے اقوال کے مطابق رافضی کا اطلاق بھی ہوتا ہے۔ اس تحقیق سے ان لوگوں کا موقف غلط ثابت ہوتا ہے کہ جب بھی کسی راوی پر شیعہ یا تشیع کا اطلاق ہو تو فوراً جواب دیتے ہیں کہ شیعہ کا مطلب حُب اہل بیت ہی ہے۔ مگر ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ حُبِ اہل بیت تو اہل سنت کا طرہ امتیاز ہے۔ لغوی تعریف اور اصطلاحی تعریف میں فرق نہ کرنے کی وجہ سے تشیع خفیفہ کا غلط مطلب بیان کر کے عوام الناس کے سامنے پیش کرنا علمی بددیانتی ہے۔

شیعہ داعی الی بدعۃ کی روایت کا حکم

تفضیلیہ کی پیش کردہ اکثر روایات میں شیعہ راوی موجود ہیں۔ اس لیے محدثین کی تحقیق واصول پیش کرنا اہم ہے۔

۱۔ محدثین کے ایک گروہ نے بدعتی راوی کی روایت کو مطلقاً قبول نہیں کیا۔

محدثین کے گروہ نے جس بدعتی راوی کی روایت کو قبول نہیں کیا وہ راوی بدعت کبری کا مرتکب راوی ہے جس میں رفض بدعت کبری ہے۔ اور رافضی راوی سے روایت لینے کو جائز نہیں سمجھتے۔

۲۔ محدثین کے ایک دوسرے گروہ نے بدعتی راوی کی روایت کو قبول بھی کرنا لکھا ہے۔

اور محدثین کرام نے جن بدعتی راویوں کی روایت کو قبول کیا ہے وہ راوی بدعت صغری سے متصف راوی ہیں، جس میں تشیع شامل ہے۔

محدثین کے اس دوسرے گروہ میں سے بعض محدثین کرام بدعت صغری سے متصف راویوں کی روایت کو قبول کرتے تھے، ان میں داعی البدعۃ یعنی ایسا راوی جو اپنی بدعت کی طرف دعوت دے، ایسے راوی کے متعلق تین طرح کی اقوال ہیں۔

اول: داعی البدعۃ کی روایت مطلقاً رد ہے۔

دوم: داعی الی البدعۃ راوی کی روایت مطلقاً قبول ہے۔

سوم: داعی الی البدعۃ راوی کی روایت نہ مطلقاً قبول اور نہ مطلقاً رد ہوتی ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایسا راوی اپنی بدعت کی طرف دعوت دینے والا نہ ہو یا پھر اس بدعتی کی روایت اس کے مذہب کو تقویت نہ دیتی ہو اور جو راوی اپنی بدعت کی طرف دعوت دینے والا یا اس کے مذہب کو تقویت دینے والی روایت ہو تو وہ راجح مسلک میں رد ہوگی۔

علامہ ذہبی کا قول

علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

إبراهيم بن الحكم بن ظهير الكوفي.شيعي جلد.

له عن شريك.قال أبو حاتم: كذاب.روى في مثالب معاوية فمزقنا ما كتبنا عنه.وقال الدارقطني: ضعيف.قلت: قد اختلف الناس في الاحتجاج برواية الرافضة على ثلاثة أقوال:

أحدها - المنع مطلقاً.

الثاني - الترخص مطلقاً إلا فيمن يكذب ويضع.

الثالث - التفصيل، فتقبل رواية الرافضي الصدوق العارف بما يحدث، وترد رواية الرافضي الداعية ولو كان صدوقاً.

قال أشهب: سئل مالك عن الرافضة.فقال: لا تكلمهم ولا تروعنهم، فإنهم يكذبون.

وقال حرملة: سمعت الشافعي يقول: لم أر أشهد بالزور من الرافضة.

وقال مؤمل بن إهاب: سمعت يزيد بن هارون يقول: يكتب عن كل صاحب بدعة إذا لم يكن داعية إلا الرافضة فإنهم يكذبون.

وقال محمد بن سعيد بن الأصبهاني: سمعت شريكا يقول: احمل العلم عن كل من لقيت إلا الرافضة يضعون الحديث ويتخذونه ديناً.

"یہ ابراھیم بن الحکم بن ظہیر جلا بھنا یعنی غالی شیعہ تھا۔ اس نے شریک سے روایت لی ہیں۔

امام ابوحاتم نے فرمایا: یہ راوی کذاب ہے۔ اس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جھوٹی روایات نقل کیں تو ہم نے اس کے حوالے سے نوٹ کی ہوئی روایات مٹادیں۔ امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے۔

امام ذہبی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ رافضیوں سے روایت نقل کرنے میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہے۔ اس بارے میں تین اقوال ہیں:

ان میں ایک قول یہ ہے کہ ایسا کرنا مطلق طور پر منع ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ایسا کرنے میں مطلق طور پر اجازت ہے ماسوائے اس راوی کے جو جھوٹ بولتا ہو اور جھوٹی احادیث گھڑتا ہو۔

تیسرا قول یہ ہے کہ اس میں تفصیل پائی جاتی ہے۔ ایسے رافضی کی روایت کو قبول کیا جائے گا جو سچا ہو اور اس بات کو جانتا ہو جو حدیث بیان کر رہا ہے۔ اور ایسے راوی کی روایت کو مسترد کیا جائے گا جو اپنے مسلک کی طرف دعوت دیتا ہو، اگرچہ وہ سچا ہی کیوں نہ ہو۔ یعنی داعی الی البدعۃ

اشعب کہتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے رافضیوں کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: تم ان کے ساتھ کلام نہ کرو، اور ان کے حوالے سے روایت نقل نہ کرو، کیونکہ وہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔

حرملہ کہتے ہیں: میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، میں نے رافضیوں سے زیادہ جھوٹی گواہی دینے والا، اور کوئی نہیں دیکھا۔ یزید بن ہارون کہتے ہیں: ہر بدعتی راوی کے حوالے سے روایت نوٹ یا لکھی جائے گی جب کہ وہ اپنے مسلک کی طرف دعوت دینے والا نہ ہو۔ البتہ رافضیوں کا حکم مختلف ہے کیونکہ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ شریک کہتے ہیں: جس شخص سے بھی تمھاری ملاقات ہو اس سے علم حاصل کرو ماسوائے، رافضیوں کے، کیوں کہ وہ جھوٹی احادیث گھڑتے ہیں اور اسے اپنا دین بنالیتے ہیں۔" الخ

(میزان الاعتدال ۱/ ۲۷ رقم ۷۳)

واضح ہوا کہ بدعتی راوی کی روایت کو بطور کتابت لکھا جا سکتا ہے مگر داعی الی البدعۃ والی روایت قابل استدلال نہیں بن سکتی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کا مختار مذہب بیان کرنا

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

"نعم، الأكثرون على قبول غير الداعية. إلا أن يروي ما يقوي بدعته فيرد —على المذهب المختار-"

ہاں، جمہور محدثین غیر داعی بدعتی کی روایت قبول کرتے ہیں سوائے ان روایات کے جو غیر داعی بدعتی اپنی بدعت کی تقویت کے لیے بیان کرے، تو انہیں رد کی جائے گا اور یہ مختار مذہب کے مطابق ہے۔

(نزھة النظر ص ۱۱۹)

شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی تحقیق

شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

" مذہب مختار یہ ہے کہ اگر وہ اپنی بدعت کی طرف دعوت عام لوگوں کو دیتا ہے نیز اس کی ترویج واشاعت کرتا ہے تو غیر مقبول ہوگی اور یہ صورت نہ ہو تو مقبول ہوگی لیکن اگر کسی ایسی چیز کی روایت کرتا ہے جس سے اپنی بدعت کی تقویت پہنچاتا ہے تو یقینا مردود ہے۔" (مقدمہ شرح مشکوۃ ص ۱۹)

عرب محقق دکتور محمود الطحان کی تحقیق

عرب محقق دکتور محمود الطحان لکھتے ہیں۔

بدعتی کی روایت کا حکم: بدعتی کی روایت کا حکم اس کی بدعت کے حسبِ حال ہوگا۔

الف: اگر تو وہ بدعتِ کفرہ کا مرتکب ہے تو (بلا تامل) اس کی روایت مردود ہوگی۔

ب: ...اور اگر وہ بدعتِ مفسقہ کا عامل یا معتقد ہے تو اس بابت صحیح قول جس پر جمہور ہیں، یہ ہے کہ اس کی روایت دو شرطوں کے ساتھ مقبول ہوگی:

۱۔ وہ اپنی بدعت کی دوسروں کو دعوت نہ دیتا ہو۔ یعنی داعی الی البدعۃ نہ ہو۔

۲۔ وہ ایسی بات روایت نہ کرے جو اس کی بدعت کی ترویج کرے (اور اس روایت سے اس کی بدعت کو تائید اور جواز ملتا ہو)۔

(شرح تیسر مصطلح الحدیث ص ۱۷۳)

اس تحقیق سے واضح ہوا کہ بدعتی راوی اپنی بدعت کی طرف دعوت دینے والا ہو یا پھر بدعتی راوی ایسی روایت نقل کرے جس سے اس کی بدعت کو تقویت ملتی ہو، ایسی مرویات قابل قبول نہیں ہوگی۔

شیعہ کی روایت داعی یا غیر داعی کی شرط؟

جب تفضیلیہ کو کسی روایت میں شیعہ راوی کی نشاندہی کی جائے تو ان کے پاس جواب نہیں ہوتا، اور وہ آئیں بائیں شائیں کرتے ہوئے وہی استدلال پیش کرتے ہیں جو کہ ان کے معتمد و ممدوح عرب تفضیلی عالم سید احمد غماری صاحب فتح الملک العلی مترجم ص ۲۵۹ پر لکھتے ہیں۔ موصوف لکھتے ہیں۔

"اسی طرح بدعتی کی روایت کے قابل قبول ہونے کے لیے محدثین نے جو یہ شرط لگائی ہے کہ وہ اپنی بدعت کی طرف دعوت دینے والا نہ ہو فی نفسہ باطل ہے اور ان کے لیے اپنے تصرف کے خلاف ہے۔" الخ

پھر اپنی کتاب فتح الملک العلی مترجم ص ۲۶۰ پر لکھتے ہیں:

"حالانکہ امام بخاری، امام مسلم اور جمہور، جن کے بارے میں ابن حبان اور امام حاکم نے اجماع کا دعویٰ کیا ہے، نے ان بدعتیوں کی روایت کردہ احادیث سے حجت پکڑی ہے جو اپنی بدعت کے داعی ہیں جیسے حریز بن عثمان، عمران بن حطان، شبانہ بن سوار، عبدالحمید الحمانی اور ان جیسے بہت سارے راوی ہیں۔" الخ

مزید فتح الملک العلی مترجم ص ۲۶۱ پر اس اصول کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وہ بدعتی جو اپنی بدعت کا داعی ہے وہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو وہ دیندار اور متقی ہوگا یا فاسق و فاجر۔ اگر وہ دیندار اور متقی ہو تو اس کی دینداری اور اسکا تقویٰ اسے جھوٹ بولنے سے منع کرے گا اور اگر وہ فاسق و فاجر ہو تو اس کی خبر اس کے فسق و فجور کی وجہ سے مردود ہوگی نہ کہ اس کے بدعت کا داعی ہونے کی وجہ سے لہذا یہ شرط اپنے اصل کے اعتبار سے باطل ہے۔" الخ

عرب عالم احمد غماری کے بدعتی راوی پر اشکال کے جواب

عرض یہ ہے کہ سید احمد غماری صاحب نے جو لکھا وہ اصول کے خلاف ہے۔ امام بخاری اور امام مسلم کا داعی الی بدعت راویوں سے احتجاج کرنا، تو اس بارے میں امام سخاویؒ لکھتے ہیں:

"امام بخاریؒ نے عمران بن حطان السدوسی سے جو روایت کی ہے تو وہ اس کے بدعت سے قبل کی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے آخر عمر میں اپنی بدعت سے توبہ کرلی ہو اور یہ روایت اس کے رجوع سے [illegible] امام بخاری نے اس سے صرف ایک ہی حدیث (کتاب التوحید میں) تخریج کی ہے اور وہ بھی متابعات میں سے ہے۔ پس یہ تخریج متابعات میں مضر نہیں ہے۔" الخ

(فتح المغیث للسخاوی ج ۲ ص ٦٨، فتح الباری ج ١٠ ص ٢٩٠)

جناب احمد غماری صاحب نے جن راویان کے نام لیے ہیں انکے بارے میں تحقیق پیش خدمت ہے۔

۱۔ حریز بن عثمان کے بارے میں تحقیق

حریز بن عثمان پر جرح یہ ہے کہ وہ ناصبی تھا۔ احمد غماری صاحب یا محشی ص ۲۶۰ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

"یہ وہ ملعون شخص ہے جو سفر و حضر اور ہر نماز کے بعد مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰؓ پر لعن طعن کرتا تھا بعض علماء نے اس کے کفر پر فتویٰ دیا ہے۔ تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۴۶۵ اور ناصبیت کا داعی بھی تھا پھر بھی امام بخاری نے اس سے استدلال کیا۔"

جواب: حریز بن عثمان کا ناصبیت سے رجوع

عرض یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنے استاد ابوالیمان حکم بن نافع الحمصی (یہ حریز بن عثمان کے شاگرد بھی تھے۔) سے نقل کیا ہے کہ حریز بن عثمان نے ناصبیت سے رجوع کر لیا تھا۔ (تهذيب التهذيب ج ۲ ص ۲۳۸)

بلکہ حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا:

انه رجع عن النصب یعنی حریز بن عثمان نے ناصبیت سے توبہ کر لی تھی۔ (تهذيب التهذيب ج ۲ ص ۲۴۰)

۲۔ عمران بن حطان کے بارے میں تحقیق

۲۔ عمران بن حطان کے بارے میں احمد غماری صاحب یا محشی کتاب فتح الملک العلی ص ۲۶۰ کے حاشہ میں لکھتے ہیں:

"یہ وہ بدبخت انسان ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے قاتل عبدالرحمن ابن ملجم کے قصیدے پڑھتا تھا۔ (تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۳۹۷) اس کے باوجود بھی امام بخاری نے اس سے احتجاج کیا۔"

جواب: عمران بن حطان السدوسی کا خارجیت سے توبہ

اس بارے میں عرض یہ ہے کہ عمران بن حطان السدوسی نے خارجیت سے آخری عمر میں توبہ کر لی تھی۔ حافظ ابن حجر تقریب میں لکھتے ہیں:

رجع عن ذلک: یعنی اس نے خارجیت سے رجوع کر لیا تھا۔ (تقريب التهذيب ص ۴۲۹)

حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۱۱۴ لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ کہ ابو زکریا الموصلی نے اپنی تاریخ موصل میں بروایت محمد بن بشر العبدی بیان کیا ہے کہ عمران بن حطان نے اپنی آخر عمر میں موت سے قبل خارجیت سے رجوع کر لیا تھا۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

امام بخاری نے عمران بن حطان کے خارجی ہونے سے قبل روایت کیا ہو۔ (هدی الساری ص ۴۳۳)

۳۔شبابہ بن سوار کے بارے میں تحقیق

۳۔ شبابہ بن سوار پر یہ اعتراض ہے کہ وہ ارجاء کی طرف داعی تھا یعنی بدعت کی طرف داعی تھا پھر بھی امام بخاری نے اپنے اصول کے برعکس اس سے احتجاج کیا۔

جواب: شبابہ بن سوار کا ارجاء سے رجوع

عرض یہ ہے کہ احمد بن صدیق الغماری کو یا تو حقیقت حال معلوم نہیں ہے یا پھر اس مسئلہ کو الجھا کر عوام الناس کے ذہن میں احتمالات ڈالنا چاہتے ہیں۔ مگر ان کی یہ کوشش فضول ہے۔ کیونکہ شبابہ بن سوار پر ارجاء کے داعی ہونے کا اعتراض صحیح نہیں کیونکہ شبابہ بن سوار نے ارجاء والے عقیدے سے رجوع کر لیا تھا۔

امام ابوزرعہ الرزایؒ لکھتے ہیں:

رجع شبابه عن الارجاء:
یعنی شبابہ نے ارجاء سے رجوع کیا اور تائب ہو گئے تھے۔

(میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۶۱، الضعفاء لابی زرعہ ج ۲ ص ٤٠٧، هدى السارى ص ٤٠٩)

۴۔ عبدالحمید بن عبدالرحمن الحمانی کے بارے میں تحقیق

۴۔ عبدالحمید بن عبدالرحمن الحمانی پر اعتراض ہے کہ یہ ارجاء کی طرف دعوت دیتا تھا اور پھر بھی امام بخاری نے احتجاج کیا۔

جواب: عبدالحمید بن عبدالرحمن الحمانی کا رجوع

عرض یہ ہے کہ اس راوی کے بارے میں علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں:

لعلهم تابوا: پس ممکن ہے کہ عبدالحمید نے توبہ کر لی ہوں۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۵۱۵)
مزید یہ کہ اس کی صرف ایک روایت صحیح بخاری: ۵۰۴۸ پر موجود ہے اور یہ روایت دوسری سند کے ساتھ صحیح مسلم: ۷۹۳ پر بھی موجود ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ احمد بن محمد الصدیق الغماری نے العتب الجمیل نامی کتاب سے جو اعتراضات پیش کرنے کی کوشش کی ہے وہ تمام کے تمام اعتراضات مردود اور خلاف تحقیق ہیں۔ العتب الجمیل کتاب جو کہ محدثین پر افتراء اور جھوٹ کا پلندہ ہے۔

مزید یہ کہ بدعتی کی روایت کو ترک اس کے فسق کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کا وہ جذبہ ترویج بدعت ہے جس کی وجہ سے وہ بدعت کو حسین الفاظ میں بتانے کی کوشش میں مصروف ہوتا ہے۔ کیونکہ بدعتی اپنی بدعت کو خوشنما بنانے کا خیال

اسے روایت میں تحریف کرنے اور انہیں اپنے مسلک کے مطابق بنانے کی تحریک پیدا کر سکتا ہے۔ لہذا غماری صاحب کا یہ کہنا کہ بدعتی کے فسق کی وجہ سے روایت رد کردی جاتی ہیں، ایسا حقیقت میں نہیں ہوتا بلکہ بدعتی کے اندر وہ چھپا ہوا خیال ہوتا ہے جو روایت میں تحریف کرنے کا خیال پیدا کر سکتا ہے۔ لہذا ہم اس کی روایت کو احتیاط کے پیش نظر چند شرائط کے ساتھ قبول کرتے ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ غماری صاحب کی خواہش پر ہم محدثین کے اصولوں سے انحراف کریں اور تمام ضوابط کو رد کردیں۔ اللہ تعالیٰ کی ہزار نعمتیں اور انعامات ان جلیل القدر ہستیوں پر جنھوں نے اپنی ساری زندگی آقا دو جہاں ﷺ کی احادیث کو محفوظ کرنے کی لیے خرچ کردی۔

شیعہ راوی سے استدلال کیوں؟

عرب تفضیلی محقق احمد غماری صاحب فتح الملک العلی مترجم ص ۲۷۱ پر لکھتے ہیں:

"محدثین نے اس شرط | داعی الی بدعت | کا اعتبار نہیں کیا اور نہ ہی اپنے تصرفات میں اسے زینہ بنایا ہے بلکہ ثقہ شیعہ راویوں نے اپنے مذہب کی تائید میں جو بیان کی ہیں ان سے حجت پکڑی ہے۔ حضرت امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے شیعہ راویوں سے حضرت علیؓ کے فضائل میں روایت نقل کیں ہیں۔ جیسے انت منی وانا منک تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہو۔ (صحیح بخاری، کتاب المغازی باب عمرۃ القضاۃ، رقم الحدیث: ۴۰۰۵) اس حدیث کو امام بخاری نے عبید اللہ بن موسیٰ العبسی سے نقل کیا ہے جس کے بارے میں خود امام بخاری نے کہا ہے: انہ کان شدید التشیع کہ وہ تشیع میں سخت تھا۔ (التہذیب: ترجمہ عبید اللہ بن موسیٰ العبسی: ج ۲ ص ۳۵) اسی طرح حدیث: لا یحبك الا مومن و لا یبغضك الا منافق (صحیح مسلم، کتاب الایمان باب الدلیل علی ان حب الانصار علی من الایمان الخ رقم الحدیث: ۱۱۳) ترجمہ: تجھ سے مومن ہی محبت کرے گا اور تجھ سے منافق ہی بغض کرے گا۔ اس حدیث کو امام مسلم نے عدی بن ثابت کی روایت سے نقل کیا ہے حالانکہ وہ ایک غالی اور اپنے مذہب کا داعی شیعہ ہے۔ (التہذیب ترجمہ عدی بن ثابت ج ۴ ص ۱۰۷)۔ الخ

غماری صاحب یہ مثالیں دینے کے بعد آگے ص ۲۷۲ پر لکھتے ہیں:

"یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ شرط (لگانا کہ وہ روایت بدعتی کے مذہب کی تائید نہ کر رہی ہو) باطل ہے اور روایت کی صحت اور قبول میں اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ اعتبار صرف راوی کے ضبط اور اتقان کا ہے"۔ الخ

جواب

عرض یہ ہے کہ محدثین نے جو شیعہ راوی سے استدلال کے قواعد بنائے ہیں وہ بالکل صحیح ہیں۔ بلکہ اس کو تشیع کے ساتھ مخصوص کرنا ہی جہالت ہے کیونکہ ان کے یہ اصول بدعتی کی روایت کے بارے میں ہے نہ کہ صرف ایک فرقہ سے مختص ہیں۔ اب رہی یہ بات کہ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے شیعہ راویوں سے فضائل حضرت علیؓ میں روایات لیں ہیں۔ جو

ان کے مذہب کو تقویت دیتی ہیں۔اس بارے میں عرض یہ ہے کہ یہ اعتراض اصول سے بے خبری اور جہالت کا نتیجہ ہے۔سطحی قسم کا مطالعہ ایسے سوالات اٹھانے میں کافی معاون ثابت ہوتا ہے۔لہذا انسان اپنی غلطی تسلیم کرنے کی بجائے محدثین کرام پر اعتراضات اٹھانا شروع کر دیتا ہے۔اس بارے میں چند معروضات پیش خدمت ہیں۔

بدعتی (شیعہ وغیرہ) اگر سچا اور صدوق ہو مگر مذہب کا داعی ہو یا اس کے مذہب کو تقویت پہنچا رہی ہو۔تو پھر اس شیعہ کا مذہب وعقیدہ دو اقسام پر مشتمل ہوگا۔

ا۔شیعہ کا وہ عقیدہ جو مذہب اہل سنت کے خلاف نہیں۔[کیونکہ اہل سنت و جماعت فضائل حضرت علیؓ واہل بیت کرام کے قائل اور ماننے والے ہیں۔]

۲۔شیعہ کا وہ عقیدہ جو مذہب اہل سنت کے خلاف ہے۔[یعنی اہل سنت و جماعت، فضیلت حضرت علیؓ تو مانتے ہیں مگر ساتھ عظمت صحابہ کے بھی قائل ہیں۔]

اگر شیعہ ایسی باتیں نقل کرے جو کہ شیعہ مذہب کے تائید میں ہو مگر اہل سنت کے اصولوں کے خلاف نہ وہ تو وہ قابل قبول ہوتی ہے۔اور اگر شیعہ ایس باتیں نقل کرے جس کے مخالف اہل سنت میں موجود ہو تو ایسی روایت شاذ اور نکارت والی ہوگی ،جس کو رد کر دیا جائے گا اور احتجاج نہیں کیا جائے گا۔

شیعہ راوی کی فضائل اہل بیت میں روایات کی تحقیق

اکثر یہ ہوتا ہے کہ بدعتی کی روایت بظاہراً اس کے مذہب کے موافق معلوم ہوتی ہے اور یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ اس روایت میں فلاں راوی شیعہ ہے اور حضرت علی المرتضیٰؓ کی فضیلت میں روایت کرتا ہے۔جیسے انت منی و انا منك تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہو۔(صحیح بخاری، کتاب المغازی باب عمرۃ القضاۃ، رقم الحدیث:۴۰۰۵)اسی طرح حدیث: لا یحبك الا مو من و لا یبغضك الا منافق (صحیح مسلم، کتاب الایمان باب الدلیل علی ان حب الانصار علی من الایمان الخ رقم الحدیث:۱۳۱)ترجمہ: تجھ سے مومن ہی محبت کرے گا اور تجھ سے منافق یہ بغض کرے گا۔جیسا کہ احمد غماری نے اعتراض کیا ہے۔

جواب :

عرض یہ ہے کہ ان دونوں باتوں میں ایک واضح فرق موجود ہوتا ہے۔اور وہ فرق یہ ہے کہ اہل سنت کی روایات کی پہچان ہے کہ ان میں جو حضرت علی المرتضیٰ کے فضائل وارد ہوئے ہیں ان میں حضرات شیخین کریمین یا صحابہ کی شان میں تنقیص نہیں ہوتی۔اور نہ ہی اس میں غلو ہوتا ہے اور نہ ہی الفاظ رکیک ہوتے ہیں اور معانی میں ضعف نہیں ہوتا۔جیسا کہ صحیح مسلم و دیگر مذکورہ بالا روایات ہیں۔اس لیے اس کو قبول کیا جاتا ہے۔

سند کے ساتھ متن کا بھی فرق ملحوظ خاطر رہے

جب کسی شیعہ بدعتی راوی کی روایت میں فضائل اہل بیت یا فضائل حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے ساتھ متن میں کوئی اعتدال سے ہٹ کر شان میں غلو یا رکیک الفاظ یا کسی عبارت کا اضافہ یا کسی دوسرے صحابی کی تنقیص ہو تو پھر محدثین کرام سند کے ساتھ متن کا بھی تقابلی جائزہ لیتے ہیں۔

اس لیے محدثین کرام سند کے ساتھ متن کا بھی جائزہ لیتے ہیں اور جب کسی بدعتی کی روایت میں متن میں بھی کوئی رکاکت یا الفاظ کا فرق دیکھتے ہیں تو اس کو بہت تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ چند تفضیلی ذہن کے لوگ بدعتی راوی کے ساتھ صدوق کا لفظ دکھا کر اپنے نظریہ کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر ان کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ متصلب سنی راویوں کی روایات کے متن میں بھی اگر کوئی رکاکت یا اضافہ یا اندارج ہو، اس کو عیاں کرتے ہیں۔ جب سنی ثقہ راوی کی متعدد روایات کو بھی محدثین معلول اور دیگر علتوں کی وجہ سے ضعیف قرار دیتے ہیں تو پھر کیسے کسی بدعتی صدوق راوی کے متن کے الفاظ کی رکاکت بیان نہیں ہوگی؟ اور بعض متون کے الفاظ ایسے ہیں جو کہ بدعتی راوی کے اپنے ہوتے ہیں جنہیں اندارج کہتے ہیں۔ اس لیے سند کے ساتھ متن کی درستگی کے بھی محدثین کرام نے اصول وضع کیے ہیں۔

جبکہ شیعہ راویوں کی مذہب کی تقویت والی روایت میں یہ دیکھا گیا ہے کہ اس میں اکثر حضرت علی المرتضیٰؓ کے شان میں غلو اور صحابہ کرامؓ کی شان میں تنقیص ہوتی ہے۔ ان کے معانی بڑے ہی ضعیف ہوتے ہیں اور الفاظ رکیک ہوتے ہیں۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ جب کوئی شیعہ راوی حضرت علی المرتضیٰ کی شان میں کوئی روایت بیان کرے تو اہل سنت محدثین کرام ان کی صرف وہ روایت تسلیم کرتے ہیں جو قواعد اہل سنت کے موافق ہوں۔ جیسے کہ ان قواعد میں ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کی شان و مرتبت کا مقام اعلی درجہ پر ہے مگر دیگر صحابہ کرامؓ کی تنقیص یا ان کے مسلمہ و ثابت شدہ مقام کو نیچا کرنا، اس سے ثابت نہ ہو۔

جو روایت قواعد و ضوابط کے دائرہ کار میں ہوں تو ہم اس شیعہ (مفسق بدعتی) کی روایت قبول کرتے ہیں اور اس کی بدعت کو نظر انداز کر دیتے ہیں کیونکہ فضائل علی المرتضیٰ کا اعتقاد بدعت ہرگز نہیں ہے اور جو شیعہ یا رافضی اس قواعد کے خلاف روایت کرے تو ہم اس کو رد کرتے ہیں اور اس کو قبول نہیں کیا جاتا۔

(اسکی مزید تفصیل عرب محقق کی کتاب اتحاف النبیل ابی الحسن السلیمانی ص ۲۴۷ میں ملاحظہ فرمائیں)

لہذا غماری نے جو مثالیں پیش کیں اور فضائل علی المرتضی رضی اللہ عنہ میں بیان کردہ روایات میں کوئی شیعہ راوی بھی ہے تو اس بدعتی راوی کی روایت کو اس لیے تسلیم کیا گیا ہے کہ وہ مذہب اہل سنت کے اصولوں پر تھی۔ یہ بھی یاد رہے کہ محدثین کرام صرف سند پر ہی نہیں بلکہ متن پر بھی کڑی شرائط عائد کر کے اس کو قبول کرتے ہیں۔

اس کے برعکس روایات مذکورہ بالا جو غماری نے اہل سنت کے اصولوں کو رد کرنے کی غرض سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے وہ غماری کے موقف کو غلط ثابت کرتی ہے۔ اور سید احمد غماری کا محدثین کرام پر یہ الزام کہ وہ بدعتی اور غیر بدعتی کے تقسیم اس لیے کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے فضائل کا انکار کر سکیں، بھی غلط ثابت ہو جاتا ہے۔ کیونکہ محدثین کرام

صرف شیعہ کی روایات ہی نہیں بلکہ ناصبی، خارجی، مرجئی، قدری، جہمی راویوں کی روایات کو بھی اسی اصولوں کے تحت قبول و رد کرتے ہیں۔ محدثین کرام تو متعدّد اوقات سنی ثقہ راوی سے مروی روایات میں رکیک الفاظ، اضافہ، اندراج، غلطی، ان کے حافظہ پر جرح کرتے ہیں بلکہ فن حدیث میں علل کے عنوان پر کتب میں تو ایسے ثقہ یا صدوق سنی راویوں کی روایات تقابلی جائزہ کے بعد عدم قبول کے بے شمار اقوال موجود ہیں۔ اس لیے اہل سنت کے محدثین کرام کے ان مساعی جمیلہ پر اعتراض کرنا غلط اور باطل ہے۔ اور محدثین کرام نے جس شاندار طریقے سے اہل بیت اور حضرت علی کرم اللہ کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان بیان کی وہ تو قابل تحسین ہے۔ اللہ تعالیٰ محدثین کرام کو جزاء خیر عطا فرمائے۔

تعدد طرق یا کثرت شواہد کی بحث

تفضیلیہ یا دیگر گمراہ بدمذہب اپنا باطل موقف کو ثابت کرنے کے لیے اکثر اوقات ایک متروک و موضوع روایت کے تعدد طرق پیش کر کے اس کے قبول ہونے کی بات بھی کرتے ہیں۔ اس موقف کی بھی وضاحت اور تحقیق بہت اہم اور ضروری ہے۔ اس نکتہ پر ایک عرب تفضیلی غماری اپنی کتاب فتح الملک العلی مترجم ص ۱۴۰ تا ۱۴۹ تک باب سوم | المسلک ثامن کا جواب | اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ضعیف حدیث تعدد طرق اور کثرتِ شواہد کی وجہ سے صحیح ہو جاتی ہے۔

احمد غماری صاحب ص ۱۴۰ پر لکھتے ہیں۔

"اگر ہم ان تمام طرق اور شواہد پر ضعیف ہونے کا حکم لگا دیں اور کسی پر بھی صحیح اور حسن ہونے کا حکم نہ لگائیں تب بھی اس طرح کی ضعیف روایت، صحیح کے درجے تک پہنچ جاتی ہے اس لیے اس کے راوی پر صحیح ہونے کا حکم، اس کی صداقت کا ظن غالب ہونے کی وجہ سے لگایا جاتا ہے اور حدیث ضعیف کے جب طرق متعدّد ہوں اور اس کے شواہد کثیر ہوں اور ان کے مخارج الگ الگ ہوں تو اس کے بھی مجموع طور پر صدق کا ظن غالب حاصل ہو جاتا ہے۔ اگرچہ انفرادی طور پر ہر ایک کے صدق کا ظن غالب حاصل نہیں ہوتا۔ لہٰذا ان تمام راویوں کی حدیث اس بات کی مستحق ہے کہ اس پر صحیح ہونے کا حکم لگایا جائے جیسا کہ اگر ایک ثقہ راوی کسی حدیث کو بیان کرے تو اس میں صدق کا غالب گمان پائے جانے کی وجہ سے وہ حدیث اس بات کی حق دار ہوتی ہے کہ اس پر صحیح ہونے کا حکم لگایا جائے۔ محدثین کرام نے اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ متابعات اور شواہد کے راویوں میں ان کا قابل حجت ہونا شرط نہیں۔" الخ

(اس کے بعد غماری صاحب نے حافظ ابن صلاح، امام نووی، علامہ سیوطی کے حوالہ جات نقل کیے ہیں۔)

متعدّد اسانید کے مجموعے پر تحقیق

غرض یہ ہے کہ متعدد روایات مل کر کیا حسن درجے تک پہنچ جاتی ہیں، یہ ایک اہم مسئلہ ہے۔ اس بارے میں غرض یہ ہے کہ یہ اصول مطلقاً نہ ہی قبول کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی رد کیا جا سکتا ہے۔ اگر کتب حدیث کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات ایک مقام پر واضح ہوتی ہے کہ متعدّد طرق والی روایت حسن درجہ تک پہنچتی ہے | ان کی مثالیں اور حوالہ جات غماری صاحب نے دیں

ہیں | اور متعدّد مقامات پر محدثین نے متعدّد طرق والی روایت کی تضعیف بھی کی ہے۔ [اس بارے میں محدثین کی آراء غماری صاحب نے دینی پسند نہیں کی اور یک طرفہ ٹریفک چلانے کی کوشش کی ہے۔] لہٰذا اس موقف پر بھی چند حوالہ قارئین کرام کے لئے پیش خدمت ہیں۔

کثرت طرق اور محدث زیلعی حنفی کا قول

۱۔ محدث علامہ جمال الدین زیلعی (م ۷۶۲ھ) فرماتے ہیں۔

مَعَ أَنَّ جَمَاعَةَ مِنْ الْحَنَفِيَّةِ لَا يَرَوْنَ التَّرْجِيحَ بِكَثْرَةِ الرُّوَاةِ، وَهُوَ قَوْلٌ ضَعِيفٌ، لِبُعْدِ احْتِمَالِ الْغَلَطِ عَلَى الْعَدَدِ الْأَكْثَرِ، وَلِهَذَا جُعِلَتْ الشَّهَادَةُ عَلَى الزِّنَا أَرْبَعَةً، لِأَنَّهُ أَكْبَرُ الْحُدُودِ، وَأَحَادِيثُ الْجَهْرِ، وَإِنْ كَثُرَتْ رُوَاتُهَا لَكِنَّهَا كُلَّهَا ضَعِيفَةٌ، وَكَمْ مِنْ حَدِيثٍ كَثُرَتْ رُوَاتُهُ وَتَعَدَّدَتْ طُرُقُهُ، وَهُوَ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ؟ كَحَدِيثِ: الطَّيْرِ. وَحَدِيثِ الْحَاجِمِ وَالْمَحْجُومِ وَحَدِيثِ: مَنْ كُنْت مَوْلَاهُ، فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ، بَلْ قَدْ لَا يَزِيدُ الْحَدِيثَ كَثْرَةُ الطُّرُقِ إِلَّا ضَعْفًا،

"اور احادیث جہر (نماز میں باآواز بلند بسم اللہ پڑھنے) کی روایات اگرچہ بہت ہیں لیکن وہ سب کی سب ضعیف ہیں اور کتنی روایات ہیں جن کے راوی بہت ہیں اور ان کے طرق متعدّد ہیں مگر حدیثیں ضعیف ہیں۔۔۔۔ بلکہ بعض اوقات کثرت طرق بجائے اس کے لیے نقصان ضعف کو پورا کرے اس ضعف کو اور واضح کر دیتا ہے۔"

(نصب الرایہ ج ۱ ص ۳۵۹)

کثرت طرق کے بارے میں علامہ سیوطی کا موقف

۲۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں۔

إذا روى الحديث من وجوه ضعيفة لا يلزم أن يحصل من مجموعها حسن بل ما كان ضعفه لضعف حفظ راويه الصدوق الأمين زال بمجيئه من وجه آخر وصار حسنا رسول الله صلى الله عليه و سلم قال لو لا أن أشق على أمتي لأمرتهم بالسواك عند كل صلاة فحمد بن عمرو بن علقمة من المشهورين بالصدق والصيانة لكن لم يكن من أهل الإتقان حتى ضعفه بعضهم من جهة سوء حفظه و وثقه بعضهم لصدقه و جلالته فحديثه من هذه الجهة حسن۔

اگر کوئی حدیث متعدد اسناد ضعیفہ سے مروی ہو تو لازمی نہیں ہے کہ ان کا مجموعہ کا حاصل "حسن" ہی ہو۔ بلکہ صرف ان احادیث کے مجموعہ کا حاصل حسن ہوتا ہے جو صدوق الامین راوی کے ضعف حفظ کی جہت سے ضعیف ہوں نیز وہ ضعف دوسرے طرق میں زائل ہو جاتا ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے حدیث کو یاد رکھا ہے اور اس میں اس کا ضبط مختل نہیں ہے لہٰذا اس طرح وہ حدیث حسن ہو جاتی ہے۔ (تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۷۶)

محدث کوثری اور کثرت طرق کی حیثیت

۳۔ محدث کوثریؒ فرماتے ہیں۔

"تعدد طرق حدیث ضعیف کو مرتبہ حسن تک پہنچا دیتا ہے بشرطیکہ رواۃ میں ضعف حفظ اور ضبط کی جہت سے ہو تہمت کذب کے باعث نہ ہو کیونکہ کثرت طرق اس کے علاوہ ہم کو کوئی اور فائدہ نہیں پہنچاتا۔"

(مقالات الکوثری ص ۳۹)

محدث ابن صلاح کا کثرت طرق پر موقف

۴۔ حافظ ابن صلاحؒ فرماتے ہیں۔

"ومن ذلك ضعف لا يزول بمجيئه من وجه آخر لقوة الضعف وتقاعد الجابر عن جبره ومقاومته، كالضعف الذي ينشأ من كون الراوي متهما بالكذب أو كون الحديث شاذا، وهذه جملة يدرك تفاصيلها بالمباشرة"

حدیث کا ہر ضعف متعدد اسانید سے آنے کے سبب زائل نہیں ہوتا بلکہ تفاوت ہوتا ہے۔

(مقدمه علوم الحديث ص ۳۷)

حافظ ابن کثیر کا کثرت طرق پر رائے

۵۔ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

قال الشيخ أبو عمر: لا يلزم من ورود الحديث من طرق متعددة كحديث " الأذنان من الرأس ": أن يكون حسناً، لأن الضعف يتفاوت، فمنه ما لا يزول بالمتابعات، يعني لا يؤثر كونه تابعاً أو متبوعاً، كرواية الكذابين والمتروكين، ومنه ضعف يزول بالمتابعة، كما إذا كان راويه سيء الحفظ، أو روي الحديث عن حضيض الضعف إلى أوج الحسن أو الصحة. والله أعلم.

"شیخ ابو عمرو بن الصلاح کا قول ہے کہ اسانید متعددہ سے کسی حدیث کے ورود کا حسن ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ ضعف میں بھی فرق ہوتا ہے بعض ضعف متابعت سے زائل ہو جاتے ہیں اور بعض متابعت سے زائل نہیں ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر راوی سیئ الحفظ ہو یا حدیث مرسل مروی ہو تو متابعت نفع بخش ہوتی ہے اور حدیث کو حضیض الضعف سے اوج الحسن یا صحت تک رفع کر دیتی ہے۔"

(اختصار علوم الحديث لابن كثير ص ۴۳)

محدث طیبی کی تحقیق

٦۔ محدث طیبی لکھتے ہیں۔

" وأما الضعيف فلكذب راويه أو فسقه، لا ينجبر بتعدد طرقه"

راوی کا جھوٹ، اور اس کا فسق، ضعیف کو تعدد طرق کے باوجود تقویت نہیں پہنچاتے۔

(الخلاصة في أصول الحديث ص : ٤٤)

اہم نکتہ

ایک نکتہ پر عوام الناس تو کیا علماء کرام بھی تشویش میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اگر تدقیق اور تحقیق کی جائے تو معاملہ واضح ہو جاتا ہے کہ بعض مقامات پر متعدّد طرق والی روایت کو قبول کیوں کیا؟ اور بعض مقامات پر متعدّد طرق والی روایت کو رد کیوں کیا؟

اصل معاملہ یہ ہے کہ یہ دونوں امر ضعف کی نوعیت پر منحصر ہیں۔ جس قسم کا ضعف ہوگا، اسی قسم کا حکم بھی ہوگا۔ لہٰذا اس معاملہ پر تحقیق پیش خدمت ہے۔

ضعف خفیف کا تعدد طرق میں قبول ہونا

جس حدیث میں ہلکا ضعف ہو تو وہ حدیث تقویت حاصل کرنے کی لیاقت رکھتی ہے اور خفیف ضعف کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

لا يعده كثير من أهل الحديث من قبيل الحسن وليس هو في التحقيق عند الترمذي مقصورا على رواية المستور، بل يشترك معه الضعيف بسبب سوء الحفظ والموصوف بالغلط والخطأ وحديث المختلط بعد اختلاطه والمدلس إذا عنعن وما في إسناده انقطاع خفيف، فكل ذلك عنده من قبيل الحسن بالشروط الثلاثة وهي:

١ - أن لا يكون فيهم من يتهم بالكذب.

٢ - ولا يكون الإسناد شاذا.

٣ - وأن يروى مثل ذلك الحدي أو نحوه من وجه آخر فصاعدا. وليس كلها في المرتبة على حد السواء بل بعضها أقوى من بعض.

ومما يقويهذا ويعضده أنه لم يتعرض لمشروطية اتصال الإسناد أصلا، بل أطلق ذلك فلهذا وصف كثيرا من الأحاديث المنقطعة بكونها حسانا.

۱) راوی کا حافظہ کمزور ہونا (سوء حفظ ہونا)

۲) راوی روایت سے بے خبر اور بہت غلطیاں نہ کرے۔

۳) راوی کا مختلط ہونا یعنی اصطلاحی اختلاط ہو۔

۴) مستور یا مجہول الحال راوی ہو۔

۵) مرسل حدیث ہو۔

۶) جس راوی کو غلطی اور خطا سے موصوف کیا جائے۔

۷) مدلس راوی کا روایت میں عنعنہ ہو۔

۸) انقطاع خفیف ہو یعنی وہ روایت معضل نہ ہو۔

(النکت علی ابن صلاح ۱/ ۳۸۸.۳۸۷ النوع الثانی :الحسن)

یہ تمام امور ایسے ہیں جو کسی راوی میں پائے جائیں تو روایت متابع یا شاہد بننے کے قابل ہوتی ہے اور شروط حسن روایت میں سے ہیں مگر تین شرائط کے ساتھ۔۔۔۔[ان شرائط کا بیان آگے آرہا ہے۔]

محدثین نے شدید ضعف کا جو بیان کیا ہے، ان تمام امور کی تفصیل انواع علم الحدیث لابن صلاح ص ۳۰، النکت ابن حجر ج ۱ ص ۳۸۸۔۳۹۸، نزھۃ النظر ص ۹۱ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

ضعف شدید تعدد طرق میں بھی مقبول نہیں

یہ کوئی اصول نہیں ہے کہ جس قسم کا بھی ضعف ہو گا وہ تعددِ اسانید کی بنا پر رفع ہو جائے گا اور حدیث حسن لغیرہ ہو گی، بلکہ جو ضعف شدید ہو گا وہ قابلِ قبول نہ ہو گا۔ اور ضعیف کی ضعیف رہے گی

حافظ بن حجر عسقلانی ان تین شروط کے بارے میں لکھتے ہیں۔

الحسن بالشروط الثلاثة وهي:

١ -أن لا يكون فيهم من يتهم بالكذب.

٢ -ولا يكون الإسناد شاذا.

٣ -وأن يروى مثل ذلك الحدي أو نحوه من وجه آخر فصاعدا٥ وليس كلها في المرتبة على حد السواء بل بعضها أقوى من بعض.

۱۔ راوی پر جھوٹ کا الزام ہو یا اس پر انتہائی سخت جرح ہو جس سے اس کی روایت متابع یا شاہد میں پیش نہ کی جاسکے۔ مثلاً کذاب، دجال وغیرہ۔ ان اوصاف سے متصف راوی کی کمزوری متابعت سے رفع نہ ہو گی۔ متابعت کا انفرادی حکم ہو گا۔ ایسے کذاب وغیرہ کی روایت بھی اس متابع کے لیے سود مند نہیں ہو سکتی، البتہ اس کے ضعف میں اضافہ ضرور کر سکتی ہے۔

۲۔ متہم بالکذب ہو۔ (جھوٹ کا الزام ہو)

راوی تین وجوہات پر متہم بالکذب ہوتا ہے۔

ا۔ دنیاوی امور ومعاملات میں جھوٹا ہو اگرچہ حدیث نبوی ﷺ میں جھوٹ بولنا ثابت نہ ہو۔

ب۔ ایسی روایت کرنے میں منفرد ہو جو دین کے بنیادی اصول اور عام قاعدوں کے منافی ہو۔

ج۔ ایسی روایت بیان کرے جس سے اسکی غلط بیانی واضح ہوجائے۔

۳۔ حدیث شاذ ہو۔ (النکت علی ابن صلاح ۱/ ۳۸۸.۳۸۷ النوع الثانی: الحسن)

محدث ابن ملقن لکھتے ہیں۔

وإن كان ضعفه لتهمة الراوي بالكذب أو كون الحديث شاذا فلا ينجبر ذلك بمجيئه۔

اور اگر ضعف راوی تہمت کذب، یا حدیث شاذ ہے تو یہ قابل تقویت نہیں ہے۔

(المقنع فی علوم الحدیث ۱/ ۱۰۲)

۳۔ راوی متروک ہو۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔

والحسن [بن دينار] متروك الحديث لا يصلح للمتابعات۔

مفہوم: اور حسن بن دینار متروک الحدیث ہے جو متابعت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

(تدریب الراوی ۱/ ۲٤۳)

۴۔ راوی فحش الغلط (بکثرت غلطی کرنا) ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

والسلامة من كثرة الخطأ والغفلة. (النکت علی ابن صلاح 1/ 493 النوع الثالث: الضعیف)

محدث ابن رجب حنبلی لکھتے ہیں۔

المسألة الثانية الرواية عن الضعفاء من أهل التهمة بالكذب والغفلة وكثرة الغلط–أنه يترك الرواية عن المتهمين [والذين غلب عليهم الخطأ] للغفلة وسوء الحفظ،

جھوٹ بولنے سے بدنام، غافل، اور کثیر الخطاء راوی کے بارے میں علمائے حدیث کی اکثریت کی رائے یہ ہے کہ اس سے روایت کرنا ہی چھوڑ دیا جائے۔ (شرح علل الترمذی ص ۱۳۱ و طبع ۱۳٤)

حدیث کا منکر ہونا کیونکہ اس کی روایت میں منکر احادیث بہ کثرت پائی جاتی ہیں یا اس کی اغلاط اتنی زیادہ ہیں کہ اس کی صحت پر غالب ہیں۔ ایسے راوی کی روایت متابعات میں بھی قابل اعتبار نہیں۔

اس تحقیق سے یہ واضح ہوا کہ پیش کردہ علتوں کے راویوں کی روایات تقویت کے قابل نہیں ہوتیں۔

ضعیف حدیث میں متابعت کی شروط

ضعیف حدیث کی تقویت کی مندرجہ ذیل شروط ہیں۔

۱۔ اس میں ایسا راوی نہ ہو جس پر جھوٹ کا الزام ہو یا جس کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔

۲۔ ایسی حدیث کی دو یا اس سے زائد سندیں ہوں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

فإذا جاءت من المعتبرين رواية موافقة لأحدهم رجح أحد الجانبين من الاحتمالين المذكورين

اس کی دوسری سندیں قابل اعتبار ہو، جتنی اس کی معتبر سندیں بڑھتی جائیں گی، اتنا ہی حدیث کا ثبوت کا ظن غالب ہو گا۔

(نزهة النظر ص ۱۳۰)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

ومتى توبع السيء الحفظ بمعتبر: كأن يكون فوقه، أو مثله، لا دونه،

ضعیف حدیث کا متابع بھی ضعف میں اسی درجہ کا ہو، اس سے زیادہ کمزور نہ ہو۔

(نزهة النظر ص ۱۲۹ و طبع ص ۹۱)

۳۔ اپنے سے مضبوط کی مخالف نہ ہو۔

۴۔ متن کا معنی مختلف نہ ہو۔

شاہد کے متن میں شرط ہے کہ اس کے معنیٰ اصل حدیث کے موافق ہو۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: شرط الشاهد ان يكون موافقا في المعنى. (الامالی المطلقه ص ۲۴۴)

۵۔ اختلاف مخارج ہو۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ روایان حدیث کے شہر اور شیوخ مختلف ہوں، شہر کے مختلف ہونے کا مطلب ہے کہ ایک سند میں کوفی ہو، دوسری میں شامی، تیسری میں بصری وغیرہ۔

متابع یا شاہد ہونے کے باوجود بھی عدم قبولیت

بعض اوقات کسی ضعیف حدیث کی متعدد سندیں ہوتی ہیں یا اس کے دیگر ضعیف شواہد ہوتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود محدثین اس حسن لغیرہ کے درجے میں نہیں لاتے۔ جس کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں:

۱۔ محدث یہ سمجھتا ہے کہ اس حدیث کو بیان کرنے میں شاہد حدیث کے راوی نے غلطی کی ہے، لہذا غلط متابع یا غلط شاہد ضعف کے احتمال کو رفع نہیں کر سکتے۔

۲۔ جن مسائل کا تعلق عقائد سے ہو اس میں محدثین وہی احادیث قبول کرتے ہیں جو صحیح ہوں، حسن لغیرہ یا متعدد طرق والی

روایت سے استدلال نہیں کرتے۔

۳۔ جس ضعیف حدیث کو بیان کرنے میں راوی اپنے شیخ سے منفرد ہو تو محدثین ایسے تفرد کو قابل تقویت نہیں سمجھتے۔

۴۔ جب حدیث کی کسی سند میں ایک سے زائد ضعف ہوں۔ مثلاً روایت میں انقطاع بھی ہے اور راوی ضعیف بھی ہے یا اس میں دو راویان ضعیف ہیں تو بسا اوقات محدثین ایسی سند قبول نہیں کرتے کیونکہ اس میں شاہد بننے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔

نتیجہ

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ ہر وہ روایت جس کی متعدد یا چند [دیگر] اسانید ہو تو وہ حسن لغیرہ نہیں ہوتی۔ اس اصول کو چند شرائط ہیں لہذا سید احمد غماری کے اس اصول کے مطلقا بتانا علمی میدان میں غلط ہے۔ آپ آگے کتاب میں سید احمد غماری کی پیش کردہ روایات کا مفصل بیان ملاحظہ کریں گئے۔ ان کی پیش کردہ روایات میں کوئی ایسی روایت نہیں جو کذاب، متہم بالکذب، متروک یا فحش الغلط، رافضی راوی سے مروی نہ ہو یا معلول نہ ہو۔ اور مندرجہ بالا سطور میں یہ بات واضح ہے کہ اس قسم کے راویوں کی روایات متابعت اور شواہد میں بھی قابل قبول نہیں ہوتیں۔ اور جو اسانید سید احمد غماری نے اپنی کتاب میں نقل کیں ہیں ان سب میں سخت قسم کے ضعیف راوی یا دیگر علتیں موجود ہیں۔

کثرت طرق و شواہد پر غماری کا تضاد

دوران تحقیق راقم کو احمد صدیق الغماری کی کتاب " المسهم فی بیان حال حدیث: طلب العلم فریضة علی کل مسلم " پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ یہ حدیث تقریباً نو صحابہ کرام سے کئی روایات سے مروی ہے۔ اور بہت سارے روایات میں کثیر متابعات اور شواہد موجود تھے جس کا تذکرہ خود احمد الغماری نے بھی کیا اور محدثین کرام نے اس حدیث کو متواتر کے درجے میں بھی رکھا۔ مگر احمد غماری نے ان تمام روایات، متابعات اور شواہد کو بالا طاق رکھتے ہوئے اس کو رد کیا اور اسے ماننے سے انکار کر دیا۔ تفضیلیہ کو جب اپنا موقف ثابت کرنا ہو تو پھر موضوع اور شدید ضعف والی روایت کو صحیح ثابت کرنے کے لیے محدثین کے اقوال رد کر دیے جاتے ہیں اور اصول جرح و تعدیل پس پشت رکھ دیا جاتا ہے۔ اور جب اپنے موقف کے خلاف کوئی روایت ہو تو پھر متابعات، شواہد، نکارت، منکر الحدیث والے اصول بھول جاتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث طلب العلم فریضة علی کل مسلم والی روایت کے ساتھ کیا۔

کیا یہ ہی دیانت اور صدق ہے کہ اپنے موقف کے لیے اصولوں کو توڑا جائے اور محدثین کی تذلیل کی جائے اور انھیں ناصبی کہہ کر پکارا جائے؟۔ شرم کا مقام ہے ان لوگوں کے لیے جو ان باتوں کی پرواہ نہیں کرتے اور مسلک اہل سنت کے برعکس اپنے نظریہ کو زبردستی تھوپنے کی کوشش کرتے ہیں۔

شاذ اقوال سے استدلال کی حیثیت

تفضیلیہ جب ہر طرح کی علمی بدیانتی اور دھوکا دہی سے کامیاب نہیں ہوتے تو مختلف علماء کے اپنی منفرد آراء یا شاذ اقوال کو پیش کر کے اپنا الو سیدھا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ علماء نے جمہور یا اجماع کے خلاف شاذ اقوال سے استدلال کرنے پر بہت سخت گرفت کی ہے اور ایسے شخص پر فاسق و گمراہ تک کا فتوی دیا۔ اس لیے اس عنوان کے تحت چند مباحث پیش خدمت ہیں۔ شاذ اقوال کتب میں سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر اہل سنت میں فتنہ فساد پھیلانے کو علماء نے انتہائی قبیح فعل قرار دیا ہے۔

لغت میں شاذ کا مطلب و معنی

يقال : شذ عنه يشُذ ويشِذ شذوذاً: انفرد عن الجمهور ، فهو شاذ ...وشذ الرجل :إذا انفرد عن أصحابه ، وكذلك كل شيء منفرد فهو شاذ

ترجمہ: شاذ عن کا معنی ہے الفرد عن الجمہور یعنی جمہور سے الگ ہو، تو یہ شاذ ہے۔ شاذ الرجل کا معنی ہے وہ اپنے ساتھیوں سے جدا ہوا، اس طرح ہر منفرد چیز شاذ ہوتی ہے۔

فقہاء اور شاذ کی تعریف

فقہاء کے نزدیک شاذ کی تعریف کے ۳ اطلاق ہیں۔

فقہاء کے نزدیک پہلی تعریف

حنفیہ اور مالکیہ فقہاء کے نزدیک شاذ کو بالمقابل مشہور، راجح، اور صحیح کہا جاتا ہے۔ اور شاذ قول کو مرجوح یا ضعیف کہتے ہیں۔

علامہ علیش مالکی لکھتے ہیں۔

أَيْ الْحُكْم الَّذِي تَجِبُ— وَهُوَ الْمَشْهُورُ الَّذِي كَثُرَ قَائِلُوهُ وَالرَّاجِحُ الَّذِي قَوِيَ دَلِيلُهُ فَتَحْرُمُ الْفَتْوَى، وَالْقَضَاءُ، وَالْعَمَلُ بِالشَّاذِّ وَالضَّعِيفِ۔

یعنی: وہ حکم جو واجب ہو اور وہ مشہور ہے جس کے قائلین کثیر ہوں اور راجح وہ ہے جس کی دلیل قوی ہو پس شاذ و ضعیف روایت پر فتوی دینا، فیصلہ، اور عمل کرنا حرام ہے۔ (منح الجلیل ۱/ ۲۰)

فقہاء کے نزدیک دوسری تعریف

شافعی فقہاء کے نزدیک شاذ کا اطلاق مقابل قول مشہور، مذہب کے مقابلہ، اور ان کے نزدیک شاذ قول ضعیف و عجیب ہوتا ہے۔

علامہ ابن حجر الہیتمی لکھتے ہیں۔

الحُكْمُ بِالشَّاذِّ البَعِيدِ فِي مَذْهَبِهِ جِدًّا جِدًّا وَإِنْ تَرَجَّحَ عِنْدَهُ لِأَنَّهُ كَالْخَارِجِ عَنِ الْمَذْهَبِ۔

ترجمہ: شاذ کا حکم یہ ہے کہ وہ مذہب سے بہت زیادہ دور ہے، اور ہمارے نزدیک اس کا حکم خارج از مذہب ہے۔

(الفتاوی الفقیہ الکبری ٤/ ٣١٧)

فقہاء کے نزدیک تیسری تعریف

حنابلہ فقہاء کے نزدیک جمہور اہل علم اور حجۃ معتبرہ کی مخالفت کو شاذ کہتے ہیں اور شاذ قول ضعیف ہوتا ہے اس کی طرف توجہ نہیں کی جاتی۔ اور شاذ سے استدلال نہیں کیا جاتا۔

ابن قدامہ حنبلی عورتوں کی دیت کے مسئلہ پر الاصم اور ابن علیہ کے موقف کے رد پر لکھتے ہیں۔

وَهَذَا قَوْلٌ شَاذٌّ، يُخَالِفُ إِجْمَاعَ الصَّحَابَةِ، وَسُنَّةَ النَّبِيِّ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ--

اور ان کا یہ قول شاذ ہے، اجماع صحابہ اور سنت نبی کریم ﷺ کے مخالف ہے۔

فقہاء کرام کے ان اقوال سے معلوم ہوا کہ قول مشہور، قول راجح، قول صحیح، مدون مذہب میں کسی کا اپنے مذہب کے خلاف قول، اور جمہور کے خلاف قول کو شاذ کہتے ہیں اور شاذ قول پر عمل کرنا باطل و مردود ہے۔

اصولیین اور شاذ کے تعریف

اصولی علماء نے شاذ کی تعریف کے بارے میں تقریباً ۴ اطلاق ذکر کیے ہیں۔

اصولیوں کی نزدیک شاذ کی پہلی تعریف

شاذ کی پہلی تعریف یہ ہے کہ جو حق کے مخالف ہو وہ شاذ ہے ہر وہ جو حق کے خلاف ہو وہ شاذ ہے۔

شاذ کی اس تعریف کو ابن حزم ظاہری نے لکھا ہے۔

فلما لم يجز أن يكون الحق شذوذاً، وليس الاّ حقّ أو باطل صح أنّ الشذوذ هو الباطل -

ترجمہ: حق کا شاذ ہونا جائز نہیں اور یہاں حق یا باطل کے سواء صورت نہیں لہذا صحیح یہ ہے کہ شذوذ باطل ہے۔

(الاحکام فی اصول الاحکام ٥/ ٨٧)

اصولیوں کی نزدیک شاذ کی دوسری تعریف

اصولیوں کے نزدیک دوسری تعریف یہ ہے کہ

الشاذ عبارة عن الخارج عن الجماعة بعد الدخول فيه

یعنی: جماعت میں داخل ہونے کے بعد اس سے نکل جانا شذوذ ہے۔

امام زرکشی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں

و قال أبو الحُسَيْنِ بن القَطَّانِ هو أنْ يَرْجِعَ الْوَاحِدُ عن قَوْلِهِ فَمَتَى رَجَعَ عنه سُمِّيَ شَاذًا كما يُقَالُ شَذَّ الْبَعِيرُ عن الإِبِلِ بَعْدَ أنْ كان فيها يُسَمِّي شَاذًا

ترجمہ: شاذ کا معنی ہے کہ ایک شخص کا اپنے قول سے رجوع کرنا۔ جب اس سے رجوع کرے گا تو شاذ کہلائے گا۔

(البحر المحیط ٦/ ٤٨٩ و طبع ٣/ ٥٦٠)

اور یہ قول کثیر اصولیین کا ہے جس میں امام غزالی، آمدی، امام بزدوی، امام ابن الھمام اور علامہ زرکشی شامل ہیں۔

اصولیوں کی نزدیک شاذ کی تیسری تعریف

شاذ کی تیسری تعریف یہ ہے کہ کسی ایک شخص کا جماعت کی مخالفت کرنا۔

امام زرکشی لکھتے ہیں۔

فَقِيلَ: هُوَ قَوْلُ الْوَاحِدِ، وَتَرْكُ قَوْلِ الْأَكْثَرِ،

شاذ کسی ایک شخص کا قول اور اکثریت کے قول کو ترک کر دیا جائے۔ (البحر المحیط ٦/ ٤٨٩ و طبع ٣/ ٥٦٠)

اصولیوں کی نزدیک شاذ کی چوتھی تعریف

علامہ قرافی لکھتے ہیں۔

الْخِلَافِ الشَّاذِّ الْمَبْنِيِّ عَلَى الْمُدْرَكِ الضَّعِيفِ- (انوار البروق ٤/ ٥١)

اس تحقیق سے واضح ہوا کہ اصولیوں کے نزدیک حق کے خلاف قول، جماعت کے خلاف، اکثریت کے خلاف قول کو شاذ کہتے ہیں۔ اور شاذ قول پر اعتماد کرنا ضعیف اور مردود ہے۔

شاذ اقوال کا اطلاق کن صورتوں میں ہوتا ہے؟

علماء فقہاء اور محققین نے مختلف صورتوں اور حالتوں میں کسی قول پر شاذ کا اطلاق کرتے ہیں۔

١- إذا كان على خلاف النصوص الصحيحة الصريحة.

٢- إذا كان قد سبق بالأجماع.

٣- إذا انفرد به نفر قليل من أهل العلم ، وخالفوا مذهب عامة أهل العلم مع ضعف مأخذهم.

٤- إذا لم يجر عليه عمل العلماء وهجروه .

٥- إذا كان مخالفا لأصول الشريعة وقواعدها العامة.

یعنی: جب صریح صحیح نصوص کے برخلاف ہو۔

جب اجماع سے آگے نکل جائے۔

جب کم لوگ، اہل علم سے جدا ہوں اور عامہ اہل علم کے مذہب کی مخالفت کریں۔

جب اس پر علماء کا عمل نہ ہو۔

جب اصول شریعت اور قواعد عامہ کے خلاف ہو۔

شاذ اقوال سے استدلال کرنا باطل ومردود

علماء ومحققین نے شاذ اقوال اور فقہاء کی تسامح یا غلطی پر اپنا موقف قائم کرنے والے لوگوں پر سخت فتویٰ دیا ہے۔ قارئین کے سامنے چند علماء کے اقوال پیش خدمت ہیں۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا فرمان

[حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ نَصْرٍ، ثنا قَاسِمُ بْنُ أَصْبَغَ، ثنا ابْنُ وَضَّاحٍ ثنا مُوسَى بْنُ مُعَاوِيَةَ،—] وَبِهِ عَنِ ابْنِ مَهْدِيٍّ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ حَيَّانَ، عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: قَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ: «إِنَّ مِمَّا أَخْشَى عَلَيْكُمْ زَلَّةَ الْعَالِمِ، وَجِدَالَ الْمُنَافِقِ بِالْقُرْآنِ، وَالْقُرْآنُ حَقٌّ، وَعَلَى الْقُرْآنِ مَنَارٌ كَأَعْلَامِ الطَّرِيقِ»

ترجمہ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک مجھے تم پر عالم کی لغزش اور منافق کے قرآن سے جدال کا اندیشہ ہے اور قرآن حق ہے۔ اور قرآن پر روشن نشانات ومینار ہیں جیسے راستے کے نشان ہوتے ہیں۔

(جامع بیان العلم وفضلہ ۲/ ۹۸۰ رقم ۱۸۶۸)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا فرمان

محدث ابوداود ایک روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ أَبَا إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيَّ عَائِذَ اللهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ يَزِيدَ بْنَ عُمَيْرَةَ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ أَخْبَرَهُ قَالَ كَانَ لَا يَجْلِسُ مَجْلِسًا لِلذِّكْرِ حِينَ يَجْلِسُ إِلَّا قَالَ اللهُ حَكَمٌ قِسْطٌ هَلَكَ الْمُرْتَابُونَ فَقَالَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يَوْمًا إِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ فِتَنًا يَكْثُرُ فِيهَا الْمَالُ وَيُفْتَحُ فِيهَا الْقُرْآنُ حَتَّى يَأْخُذَهُ الْمُؤْمِنُ وَالْمُنَافِقُ وَالرَّجُلُ وَالْمَرْأَةُ وَالصَّغِيرُ وَالْكَبِيرُ وَالْعَبْدُ وَالْحُرُّ فَيُوشِكُ قَائِلٌ أَنْ يَقُولَ مَا لِلنَّاسِ لَا يَتَّبِعُونِي وَقَدْ قَرَأْتُ الْقُرْآنَ مَا هُمْ بِمُتَّبِعِيَّ حَتَّى أَبْتَدِعَ لَهُمْ غَيْرَهُ فَإِيَّاكُمْ وَمَا ابْتُدِعَ فَإِنَّ مَا ابْتُدِعَ ضَلَالَةٌ وَأُحَذِّرُكُمْ زَيْغَةَ الْحَكِيمِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ يَقُولُ كَلِمَةَ الضَّلَالَةِ عَلَى لِسَانِ الْحَكِيمِ وَقَدْ يَقُولُ الْمُنَافِقُ كَلِمَةَ الْحَقِّ. قَالَ قُلْتُ لِمُعَاذٍ مَا يُدْرِينِي رَحِمَكَ اللهُ أَنَّ الْحَكِيمَ قَدْ يَقُولُ

كَلِمَةَ الضَّلاَلَةِ وَأَنَّ الْمُنَافِقَ قَدْ يَقُولُ كَلِمَةَ الْحَقِّ قَالَ بَلَى اجْتَنِبْ مِنْ كَلاَمِ الْحَكِيمِ الْمُشْتَهِرَاتِ الَّتِي يُقَالُ لَهَا مَا هَذِهِ وَلاَ يُثْنِيَنَّكَ ذَلِكَ عَنْهُ فَإِنَّهُ لَعَلَّهُ أَنْ يُرَاجِعَ وَتَلَقَّ الْحَقَّ إِذَا سَمِعْتَهُ فَإِنَّ عَلَى الْحَقِّ نُورًا.

ابوادریس خولانی کہتے ہیں کہ یزید بن عمیرہ) جو معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے تھے (نے انہیں خبر دی ہے کہ وہ جب بھی کسی مجلس میں وعظ کہنے کو بیٹھتے تو کہتے: اللہ بڑا حاکم اور عادل ہے، شک کرنے والے تباہ ہو گئے تو ایک روز معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہنے لگے: تمھارے بعد بڑے بڑے فتنے ہوں گے، ان (دنوں) میں مال کثرت سے ہوگا، قرآن آسان ہو جائے گا، یہاں تک کہ اسے مومن و منافق، مرد و عورت، چھوٹے بڑے، غلام اور آزاد سبھی حاصل کرلیں گے، تو قریب ہے کہ کہنے والا کہے: لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ میری پیروی نہیں کرتے، حالانکہ میں نے قرآن پڑھا ہے، وہ میری پیروی اس وقت تک نہیں کریں گے جب تک کہ میں ان کے لیے اس کے علاوہ کوئی نئی چیز نہ نکالوں، لہذا جو نئی چیز نکالی جائے تم اس سے بچو! اس لیے کہ ہر وہ نئی چیز جو نکالی جائے گمراہی ہے، اور میں تمھیں حکیم و دانا کی گمراہی سے ڈراتا ہوں، اس لیے کہ بسا اوقات شیطان، حکیم و دانا شخص کی زبانی گمراہی کی بات کہتا ہے اور کبھی کبھی منافق بھی حق بات کہتا ہے۔ میں نے معاذ سے کہا: (اللہ آپ پر رحم کرے) مجھے کیسے معلوم ہوگا کہ حکیم و دانا گمراہی کی بات کہتا ہے، اور منافق حق بات؟ وہ بولے: کیوں نہیں، حکیم و عالم کی ان مشہور باتوں سے بچو، جن کے متعلق یہ کہا جاتا ہو کہ وہ یوں نہیں ہے، لیکن یہ چیز تمھیں خود اس حکیم سے نہ پھیر دے، اس لیے کہ امکان ہے کہ وہ (اپنی پہلی بات سے) پھر جائے اور حق پر آجائے، اور جب تم حق بات سنو تو اسے لے لو، اس لیے کہ حق میں ایک نور ہوتا ہے۔

(سنن ابی داود کتاب السنة، باب لزوم السنة، ٤/ ٢٠٣/ رقم ٤٦١١، جامع معمر ١١/ ٣٦٣-٣٦٤ / رقم ٢٠٧٥٠، سنن الدارمي ١/ ٦٧، المعرفة والتاريخ الفسوي ٢/ ٢٢٢، ٣٢٠-٣٢٢، ٧١٩، الشريعة الآجري ص٤٧، ٤٨، صفة النفاق الفريابي ص١٨-١٩، ١٩-٢٠، الإبانة ابن بطة ١/ ٢٢/ ٢، المدخل إلى السنن البيهقي رقم ٨٣٤، جامع بيان العلم ابن عبد البر ٢/ ٩٨١/ رقم ١٧٨١، شرح أصول اعتقاد أهل السنة اللالكائي ١/ ٨٨-٨٩، ٨٩، سير اعلام النبلاء ١٤٣٨/٤)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان

محدث ابن عبدالبر اپنی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں۔

أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي ثنا مُحَمَّدُ بْنُ قَاسِمٍ، ثنا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ يُونُسَ الْبَغْدَادِيُّ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَسَدِيُّ، ثنا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنِ الْمُثَنَّى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ

أَبِي الْعَالِيَةِ الرِّيَاحِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ: " وَيْلٌ لِلْأَتْبَاعِ مِنْ عَثَرَاتِ الْعَالِمِ، قِيلَ: كَيْفَ ذَلِكَ؟ قَالَ: يَقُولُ الْعَالِمُ شَيْئًا بِرَأْيِهِ ثُمَّ يَجِدُ مَنْ هُوَ أَعْلَمُ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ فَيَتْرُكُ قَوْلَهُ ذَلِكَ ثُمَّ يَمْضِي الْأَتْبَاعُ "

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کی بربادی ہے جو عالم کی لغزش کی پیروی کرتے ہیں، پوچھا گیا وہ کیسے؟ فرمایا: عالم اپنی رائے سے کچھ کہے گا پھر ایسے شخص کو پائے گا جو ارشادات رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ واقف ہو تو وہ اپنا قول ترک کردے گا مگر اس کے پیروکار اس کی رائے پر چلتے رہیں گے۔

(المدخل للبيهقي : ٨٣٥، ٨٣٦، الفقيه و المتفقه للخطيب ٢/ ١٤ جامع العلم لابن عبد البر :١٨٧٧)

حضرت سلیمان التیمی کا شاذ قول کے بارے میں رائے

محدث ابن عبدالبر روایت لکھتے ہیں۔

أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، ثنا قَاسِمُ بْنُ أَصْبَغَ، ثنا أَحْمَدُ بْنُ زُهَيْرٍ، ثنا الْغَلَابِيُّ، ثنا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ: قَالَ سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ: «لَوْ أَخَذْتَ بِرُخْصَةِ كُلِّ عَالِمٍ اجْتَمَعَ فِيكَ الشَّرُّ كُلُّهُ».

یعنی جو شخص ہر عالم کی کسی نہ کسی رخصت کو لیتا ہے یا عمل کرتا ہے اس میں تمام شر جمع ہوجاتے ہیں۔

(جامع بيان العلم ٢/ ٩٢٧/ رقم ١٧٦٦، ١٧٦٧)

ابن عبدالبر دوسری سند سے روایت لکھتے ہیں۔

وَذَكَرَهُ الطَّبَرِيُّ، عَنْ أَحْمَدَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ غَسَّانَ بْنِ الْمُفَضَّلِ قَالَ: أَخْبَرَنِي خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ: قَالَ لِي سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ: " إِنْ أَخَذْتَ بِرُخْصَةِ كُلِّ عَالِمٍ اجْتَمَعَ فِيكَ الشَّرُّ كُلُّهُ.

یعنی: اگر تم ہر عالم کی رخصت پر عمل کروگے تو تم میں سارا شر جمع ہوجائے گا۔

(جامع بيان العلم ٢/ ٩٢٧/ رقم ١٧٦٦، ١٧٦٧)

ابن عبدالبر کی تحقیق

محدث ابن عبدالبر اپنی کتاب میں حضرت سلیمان بن تیمی کا قول نقل کرنے کے بعد اس کے بارے میں لکھتے ہیں۔

قَالَ أَبُو عُمَرَ: «هَذَا إِجْمَاعٌ لَا أَعْلَمُ فِيهِ خِلَافًا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ»

یعنی ابن عبدالبر نے کہا کہ | سلیمان بن تیمی | کے قول پر اجماع ہے اور اس پر کسی اختلاف کا علم نہیں والحمد اللہ۔

(جامع بيان العلم ٢/ ٩٢٧/ رقم ١٧٦٦، ١٧٦٧)

حضرت ابراھیم بن ادھم رضی اللہ عنہ کا شاذ اقوال کے خلاف قول

محدث ابن خلال سند سے لکھتے ہیں۔

أَخْبَرَنِي حَرْبُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا ابْنُ حُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَدْهَمَ، قَالَ: «مَنْ حَمَلَ شَاذَّ الْعُلَمَاءِ حَمَلَ شَرًّا كَبِيرًا»۔

ترجمہ: جس نے علماء کے شاذ اقوال کا بوجھ اٹھایا، تو اس نے بڑا شر اٹھایا۔

(الامر بالمعروف و النهى عن المنكر للخلال ص٦٦، الجامع الاخلاق الراوى ٤/ ٢١١)

امام الاوزاعی کا علماء کے شاذ اقوال پر حکم

محدث بیہقی اپنی سند سے قول نقل کرتے ہیں۔

أخبرَنا أبو عبدِ اللهِ الحافظُ قال: سَمِعتُ أبا العباسِ محمدَ بنَ يَعقوبَ يقولُ: سَمِعتُ العباسَ بنَ الوَليدِ يقولُ: سَمِعتُ محمدَ بنَ شُعَيبِ بنِ شابورَ يقولُ: سَمِعتُ الأوزاعِيَّ يقولُ: مَن أخذَ بنوادِرِ العُلَماءِ خَرَجَ مِنَ الإسلام

امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ جو علماء کے نوادر اقوال یعنی شاذ سے اخذ کرتا ہے وہ اسلام سے ہی خارج ہوتا ہے۔

(سنن الكبرى ٢١/ ٩٩ رقم ٢٠٥٩ ت التركى، شعب الايمان رقم ١٩٢٣)

امام طحاوی کا شاذ اقوال سے استدلال کرنے سے منع کرنا

امام طحاوی فرماتے ہیں۔

وَنَجْتَنِبُ الشُّذُوذَ وَالْخِلَافَ وَالْفُرْقَةَ

ہم شاذ اقوال، خلاف مذہب اور فرقہ سے اجتناب کرتے ہیں۔ (عقيده الطحاويه ص٤٨)

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

وَنَرَى الْجَمَاعَةَ حَقًّا وَصَوَابًا، وَالْفُرْقَةَ زَيْغًا وَعَذَابًا

ہم جماعت کو حق وصواب سمجھتے ہیں اور فرقت (علیحدگی) کو کجی اور عذاب گردانتے ہیں۔

(عقيده طحاويه ص ٦٠)

علامہ شاطبی کے نزدیک علماء کی غلطیوں پر ان کی تشنیع نہیں کرنی چاہیے

علامہ شاطبی لکھتے ہیں۔

لَا يَنبَغِي أَنْ يُنْسَبَ صَاحِبُهَا إِلَى التَّقْصِيرِ، وَلَا أَنْ يشنع عليه بها، ولا ينتقص مِنْ أَجْلِهَا، أَوْ يُعْتَقَدُ فِيهِ الْإِقْدَامُ عَلَى الْمُخَالَفَةِ [بحتا]، فَإِنَّ هَذَا كُلَّهُ خِلَافُ مَا تَقْتَضِي رُتْبَتُهُ فِي الدِّينِ۔

ترجمہ: صاحب شذوذ کی طرف تقصیر کی نسبت نہ کرنی چاہیے نہ اس پر تشنیع کی جائے نہ ان کی وجہ سے اس کی تنقیص کی جائے یا اس کے متعلق صاف مخالفت پر اقدام کا عقیدہ نہ رکھا جائے کیوں کہ یہ سب تقاضائے رتبہ دین کے خلاف ہے۔ (الموافقات ۵/ ۱۳۷ باب الطرف الاول: فی الاجتهاد)

علامہ شاطبی کے حوالہ سے تفضیلیہ، بدعتی و گمراہ لوگوں کے اس موقف کا بھی جواب ہوگیا کہ جو متعدد علماء کے شاذ اقوال لے کر پھرتے ہیں اور پوچھتے رہتے ہیں کہ اگر ان علماء کا یہ موقف ہے تو پھر یہ سنی رہے یا بدعتی؟ علامہ شاطبی و دیگر علماء کے قول سے واضح ہوا کہ علماء سے غلطی سرزد ہونا عین ممکن ہے مگر اس قول کی بنیاد پر ان علماء کو بدعتی یا طعن و تشنیع نہیں کرنا چاہیے بلکہ ایسے شاذ اقوال پر عمل کرنے والے پر بدعتی و گمراہی کا اطلاق ہوتا ہے۔

علامہ ذہبی کا مجتہدین کی خطاء سے استدلال کرنے پر تنبیہ

علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

مَن يَتَتَبَّع رُخَص المذاهِب، وزلَّات المجتهدين، فقد رقَّ دِينه

ترجمہ: جو شخص مذاہب کی رخصتوں اور مجتہدوں کی لغزش کے پیچھے پڑے تو اس نے اپنے دین کو کمزور کیا۔

(سیر اعلام النبلاء ۸/ ۱۸)

محدث ابن صلاح کا شاذ اقوال سے استدلال کرنے پر زندیق کا اطلاق

محدث ابن صلاح لکھتے ہیں۔

ومن تتبع ما اختلف فيه العلماء وأخذ بالرخص من أقاويلهم تزندق أو كاد۔

ترجمہ: اور جو ان مسائل کی تلاش میں رہے جن میں علماء کا اختلاف ہے یا ائمہ کے اقوال میں سے رخصتوں کو اختیار کرے تو وہ زندیق ہوگا یا ہونے والا ہے۔ (فتاوی ابن صلاح ص ۵۰۰)

علامہ ابن رجب حنبلی کا علماء کی غلطیوں سے استدلال پر نقد

ابن رجب حنبلی لکھتے ہیں۔

و ممّا يختص به العلماء ردّ الأهواء المضلة بالكتاب و السنة على مُورِدِها، و بيان دلالتهما على ما يخالف الأهواء كلها، و كذلك رد الأقوال الضعيفة من زلاّت العلماء، و بيان دلالة الكتاب و السنة على ردّها

ترجمہ: اور جس چیز سے علماء کا اختصاص ہے وہ ان خواہشات نفسانی کا رد ہے جو کتاب و سنت کے ذریعہ ان کے موارد سے بہا دینے والی ہیں، نیز علماء کے ساتھ یہ امر خاص ہے کہ وہ کتاب و سنت کی دلالت کی وضاحت خواہشات کی مخالفت کے مطابق کریں۔ اسی طرح علماء کی لغزشوں پر مشتمل ضعیف اقوال کا رد کریں اور ضعیف اقوال کے رد پر کتاب و سنت کی دلالت واضح کریں۔ (جامع العلوم و الحکم، ص: ۹۸)

شاذ اقوال پیش کرنے پر علماء کی طرف سے گرفت

علامہ ذہبی اپنی کتاب میں اسماعیل القاضی کے حوالہ سے ذکر کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ

رَوَى أَبُو العَبَّاسِ بن سُرَيْجٍ، عَنْ إِسْمَاعِيْلَ القَاضِي، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى المُعْتَضِدِ، — وَدَخَلْتُ مَرَّةً، فَدَفَعَ إِلَيَّ كِتَاباً، فنظرتُ فِيْهِ، فَإِذَا قَدْ جَمَعَ لَهُ فِيْهِ الرُّخَصَ مِنْ زللِ العُلَمَاءِ، فَقُلْتُ: مُصَنِّفُ هَذَا زِنْدِيْقٌ. فَقَالَ: أَلَم تَصِحَّ هَذِهِ الأَحَادِيْثُ؟ قُلْتُ: بَلَى، وَلَكِنْ مَنْ أَبَاحَ المُسْكِرَ لَمْ يُبِحِ المُتْعَةَ، وَمَنْ أَبَاحَ المُتْعَةَ لَمْ يُبِحِ الغِنَاءَ، وَمَا مِنْ عَالِمٍ إِلاَّ وَلَهُ زَلَّةٌ، وَمن أَخَذَ بِكُلِّ زَلَلِ العُلَمَاءِ ذهبَ دِينُهُ. فَأَمَرَ بِالكِتَابِ فَأُحْرِقَ.

قاضی اسماعیل فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ معتضد کے پاس حاضر ہوا جو بنو عباس کا حاکم رہا ہے، تو اس نے ایک کتاب میری طرف بڑھائی۔ میں نے اس کتاب کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کتاب میں علما کی لغزشوں اور تفردات و شذوذ کو ان کے دلائل کے ساتھ یکجا کیا گیا تھا۔ چنانچہ کتاب پڑھ کر میں نے کہا کہ اس کتاب کا مصنف کوئی زندیق ہو سکتا ہے۔ خلیفہ نے پوچھا: وہ کیسے؟ تو میں نے جواب دیا: یہ تمام باتیں صحیح نہیں ہیں۔ جس نے متعہ کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، اسی نے نشہ اور غنا کو جائز قرار نہیں دیا۔ اور پھر کون عالم ہے جس سے کوئی لغزش سرزد نہ ہوئی ہو؟ اور جس نے علما کی لغزشوں و تفردات و شذوذ کو جمع کیا اور پھر اس پر عمل بھی کیا، اس کا دین چلا گیا۔ یہ سن کر خلیفہ معتضد نے اس کتاب کو جلانے کا حکم دے دیا۔

(سیر اعلام النبلاء ۱۳/ ٤٦٥، البدایہ و النہایہ ۱۱/ ۸۷، تاریخ الخلفاء ص ۵۸۹)

محدث دارمی کی تحقیق

محدث دارمی فرماتے ہیں۔

إن الذي يريد الشذوذ عن الحق يتبع الشاذ من قول العلماء ويتعلق بزلاتهم والذي يؤم الحق في نفسه يتبع المشهور من قول جماعتهم وينقلب مع جمهورهم فهما آيتان بيتان يستدل بهما على اتباع الرجل وعلى ابتداعه۔

ترجمہ: جو شخص حق سے روگردانی کرنا چاہتا ہے تو وہ علماء کے اقوال میں سے شاذ قول کو اختیار کرتا ہے اور ان کی غلطی کو

حجت بنالیتا ہے، اس طرح جو شخص حق کو حاصل کرنا چاہتا ہے، وہ مشہور قول کو اختیار کر لیتا ہے اور جمہور علماء کا ساتھ دیتا ہے۔ یہ دو واضح نشانیاں ہیں جن کی بنا پر مبتدع اور اتباع خیر کرنے والے شخص کو پہچانا جاسکتا ہے۔

(الرد علي الجهمية: ۲۱٦، ص ۱۲۹)

اس مذکورہ بالا تحقیق سے یہ واضح ہوا کہ سنت، اجماع، جمہور، جماعت اور حق کے خلاف بات کو شاذ کہتے ہیں اور شاذ قول ضعیف ہوتا ہے ایسے شاذ اقوال کو جمع کر کے عمل کرنا فسق اور گمراہی ہے۔

تفضیلیہ وگمراہ و بدعتی لوگ ایسے ہی شاذ اقوال کو پیش کر کے علماء اور عوام الناس کو دھوکا دیتے ہیں۔ کبھی ایک تفضیلی لا الاشعری کی کتاب مقالات اسلامین سے فرقہ بدعتی زیدیہ کا موقف بلا سند کہ امام زید بن علی رضی اللہ عنہ افضلیت حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے قائل تھے، کو پیش کرتے ہیں۔ اور چالاکی سے یہ پوچھتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ اگر تفضیلی اہل سنت سے خارج ہوتا ہے تو پھر امام زید بن علی رضی اللہ عنہ بھی اہل سنت سے خارج ہونگے؟ کبھی ابن عبدالبر کی کتاب الاستذکار، الاستیعاب کا حوالہ لے کر گھومتے ہیں حالانکہ یہ تو تفضیلیت کی جڑ کاٹتی ہے۔ اور اگر ابن عبدالبر کے پیش کردہ صحابہ کے قول سے افضلیت حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ ثابت ہوتی ہے تو ان تفضیلیہ میں اتنی اخلاقی ہمت نہیں ہوتی کو وہ ابن عبدالبر کا اپنا عقیدہ بھی لکھ دیتے کہ وہ افضلیت شیخین کریمین کے قائل ہیں؟ اگر ان صحابہ کرام کے اقوال سے افضلیت حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ ثابت ہوتا تو پھر محدث ابن عبدالبر نے خود یہ عقیدہ کیوں نہیں اپنایا؟

پھر ان تفضیلیہ کی ایک علمی خیانت اور دھوکا بازی یہ ہوتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی افضلیت خلفاء ثلاثہ والی روایت کو شاذ ہونا تو لکھتے ہیں مگر اس کی وجہ بتانے سے گریز کرتے ہیں۔ محدث ابن عبدالبر کا حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کو شاذ کہنے کی علت یہ تھی کہ وہ اس مقام پر لکھتے ہیں کہ اہل سنت کے علما کا اجماع ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ افضل ہیں۔ کیونکہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بعد کسی کو افضلیت دینے کا ذکر نہیں ہے اس لیے اس اجماع کے برخلاف [جو کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ] اس روایت کو شاذ کہا۔ اب کمال بات یہ ہے کہ تفضیلیہ کو حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کو شاذ کہنا تو نظر آگیا مگر ابن عبدالبر کا افضلیت شیخین کریمین رضی اللہ عنہ پر علماء اہل سنت کی اجماع والی عبارت نظر نہیں آئی؟ یا یوں کہہ لیجئے کہ ابن عبدالبر کی افضلیت شیخین کریمین اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر اجماع اہل سنت والی عبارت کو عوام الناس کے سامنے لانے سے ان کے موقف کی ہی بیخ کنی ہوجاتی ہے۔ کبھی تفضیلیہ کسی کتاب سے ایک آدھ ادھورا قول نقل کر کے عوام الناس کو کہتے ہیں کہ فلاں بھی تفضیلی ہے تو کیا وہ بھی اہل سنت سے خارج ہے؟ یا فلاں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فلاں بات کی، تو کیا وہ بھی اہل سنت سے خارج ہونگے؟ ایسے شاذ اقوال پیش کر کے تفضیلیہ لوگوں کے عقیدہ خراب کرتے ہوئے عمومی طور پر پھرتے ہوئے نظر آئیں گے۔ علماء اور عوام الناس ان کی اس فریب کاری سے ہوشیار رہیں کیونکہ افضلیت شیخین کریمین کا عقیدہ، استدلال قرآن، صحیح روایات، اجماع صحابہ اور اجماع اہل سنت سے ثابت ہے۔ اس کے خلاف کسی ایک شخص کا قول یا چند لوگوں کا کوئی

بھی موقف یا عقیدہ قابل حجت نہیں ہوتا بلکہ علماء سے ان غلطیوں کا صدور، تسامح، شذوذ ہوتا رہتا ہے اور تسامح، شذوذ اور علمی اغلاط سے نہ تو حجت لی جاتی ہے اور نہ ہی ان اقوال کی بنیاد پر ان پر کوئی فتوی لگتا ہے۔

تفضیلیہ کا یہ فراڈ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ غیر مقلدین فقہاء کی کتابوں سے غیر مفتی بہ اور مرجوح اقوال کو پیش کر کے احناف پر لعن وطعن کرتے ہیں۔ جب ان کا جواب دیا جائے تو پھر ایسے غیر مفتی بہ، ضعیف، اور مرجوح اقوال کے قائل فقہاء پہ فتوی بازی کرتے ہیں۔ اسی طرح کی بددیانتی و خباثت دکھاتے ہوئے، بدعتی و گمراہ لوگ عوام الناس کو دھوکا دیتے ہیں۔

تفضیلیہ، حدیث کے قبول ورد کے اصول پر تو مختلف نظریہ رکھتے ہی رکھتے ہیں مگر صحابہ کرام کے بارے میں بھی ان کے بدلتے نظریات ان کی بدحواسی کے ساتھ دھوکا دہی کو ثابت کرتے ہیں۔

﴾صحابہ کرام کی شان کے بارے میں بدلتے ہوئے نظریے﴿

اہل سنت کا یہ امتیاز رہا ہے کہ اہل بیت اطہار کی عظمت اور شان صحابہ کا اقرار واظہار کرتے ہیں مگر چند لوگ اپنے آپ کو اہل سنت کا نمائندہ اور علمبردار ظاہر کر کے اس متفقہ عقیدہ کو مشتبہ کرنے کی مسلسل کوشش میں مصروف عمل رہتے ہیں۔ کبھی اپنی ایک تصنیف میں ایک نظریہ اور دوسرے مقام پر دوسرا نظریہ۔ تفضیلیہ خصوصًا ظہور فیضی کے صحابہ کرام کے بارے میں مختلف مقامات پر تبدیل ہوتے ہوئے نظریات اور ان کا پس منظر ارباب اہل علم کے سامنے رکھے جاتے ہیں

﴾تفضیلیہ کا نظریہ نمبر ا﴿

اسی سلسلہ میں کبھی صحابی کی تعریف پر جمہور محدثین، فقہاء، متکلّمین اور مفسرین کے راجح موقف کے مد مقابل فقہاء و متکلمین کے مرجوع اقوال پیش کیے گئے۔ ایسے اشکال کے جواب میں مفتی اسد الرحمن چشتی صاحب کی کتاب " صحابی کون" اس موضوع پر کمال تحقیق پر مبنی ہے۔ علامہ مفتی اسد الرحمن چشتی صاحب نے تحقیق کا حق ادا کر دیا اور فقہاء و متکلمین، مفسرین اور محدثین کے اقوال کے انبار لگا دیے اور مخالفین کے دانت کھٹے کیے۔ اس نکتہ پر چند مزید توضیحات بہت اہم ہیں تاکہ مسئلہ واضح ہو سکتے۔

اہل سنت مصادر میں صحابی کی تعریف

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ صحابی کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں:

وَمَنْ صَحِبَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وآله وسلم أَوْ رَآهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَهُوَ مِنْ أَصْحَابِهِ۔

ترجمہ: مسلمانوں میں سے جس نے بھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی صحبت اختیار کی ہو یا فقط نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو دیکھا ہو، وہ شخص آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا صحابی ہے۔

(صحيح بخاري، باب فضائل أصحاب النبي صلى الله عليه وآله وسلم ٣ : ١٣٣٥)

حافظ الدنیا علامہ ابن حجر عسقلانی شرح نخبہ میں لکھتے ہیں:

هو من لقی النبی مؤمنا به ومات علی الاسلام ولو تخللت ردة فی الأصح، والمراد باللقاء: ما هو أعم من المجالسة والمماشاة ووصول أحدهما إلی الآخر، وإن لم يكالمه، ويدخل فيه رؤية أحدهما الآخر سواء كان ذلك بنفسه أو بغيره.

یعنی صحابی وہ ہے جس نے حالت ایمان میں نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی ہو اور اسلام پر ہی اس کی آخرت ہوئی ہو اگرچہ درمیان میں مرتد ہو گیا تھا۔ اور ملاقات سے مراد باہم بیٹھنا چلنا پھرنا ایک دوسرے تک پہنچنا ہے گو کہ باہم گفتگو نہ ہوئی ہو، اور ملاقات میں ایک دوسرے کو بنفسہ یا بغیرہ دیکھنا بھی داخل ہے۔

(نزهة النظر: ص٦٩. ٧٠، ط: دار الفكر بيروت)

حافظ صاحب "الاصابہ" میں تحریر کرتے ہیں:

وأصح ما وقفت عليه من ذلك أن الصحابی من لقی النبی مؤمنا به ومات علی الإسلام فيدخل فيمن لقيه من طالت مجالسته له أو قصرت ومن روی عنه أو لم يرو ومن غزا معه أو لم يغز ومن رآه رؤية ولو لم يجالسه ومن لم يره لعارض كالعمی.

ترجمہ: صحابی وہ ہے جس نے حالتِ ایمان میں نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم سے ملاقات کی ہو اور وہ اسلام پر ہی آخرت ہو۔۔۔۔ (الإصابة، الفصل الأول فی تعريف الصحابی ٤/ ١ طبع قديم)

علامہ سیوطی رحمۃ کی تدریب میں ہے:

اختلف فی حد الصحابی فالمعروف عند المحدثين أنه كل مسلم رأی رسول الله صلی الله عليه وسلم.

معروف محدثین کرام کے نزدیک صحابی کی تعریف ہے کہ ہر وہ مسلمان جس نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا۔

(تدريب الراوی: ٦٦٧/ ٢ مكتبة الكوثر بيروت)

اہل سنت و جماعت مصادر میں صحابی کی تعریف کسی مسلمان کا نبی کریم ﷺ کو ایک لمحہ یا آن دیکھنا اور اسی حالت اسلام میں اس دنیا سے پردہ کرنا ہے۔ اہل سنت کے نزدیک مسلمان اور مومن کا اطلاق الگ ہے جبکہ دیگر کے نزدیک مسلمان اور مومن کا اطلاق الگ بلکہ ان کے نزدیک مسلمان اور مومن میں فرق بین ہے۔

اہل سنت کے نزدیک مسلمان اور مومن کا اطلاق

ایمان اور اسلام در اصل کی حقیقت در اصل دو جہتوں سے ہے، فرق صرف یہ ہے کہ جن حقائق کی تصدیق ایمان کے درجہ میں دل اور زبان سے کی جاتی ہے، اسلام کے درجہ میں ان کی تصدیق عملاً ہونی ضروری ہو جاتی ہے۔

مسلمان کی تعریف

وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ، قَالَ زُهَيْرٌ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي حَيَّانَ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا بَارِزًا لِلنَّاسِ، فَأَتَاهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا الْإِيمَانُ؟ قَالَ: «أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ، وَمَلَائِكَتِهِ، وَكِتَابِهِ، وَلِقَائِهِ، وَرُسُلِهِ، وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ الْآخِرِ»، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا الْإِسْلَامُ؟ قَالَ: «الْإِسْلَامُ أَنْ تَعْبُدَ اللهَ، وَلَا تُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ، وَتُؤَدِّيَ الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ» ـــ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی، کہا: رسول اللہ ﷺ ایک دن لوگوں کے سامنے (تشریف فرما) تھے، ایک آدمی آپ ﷺ کے پاس آیا اور پوچھا: اے اللہ کے رسول! ایمان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا'' تم اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتاب، اس سے ملاقات [روز قیامت] اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور آخری اٹھنے پر ایمان لے آؤ۔'' اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! اسلام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا'' :
اسلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ، لکھی (فرض کی) گئی نمازوں کی پابندی کرو، فرض کی گئی زکاۃ ادا کرو۔ اور رمضان کے روزے رکھو۔۔۔۔

(صحیح مسلم ۱/ ۳۹ رقم ۹ باب الایمان ما هو بیان خصاله)

صحیح مسلم کی روایت سے یہ بات واضح ہے کہ ایمان کا تعلق دل سے اقرار ہے اور اس ایمان کے اقرار کی وجہ سے اس پر عمل کرنا ہے۔ کوئی بھی شخص اللہ کو ایک مانے گا تو اس کی عبادت کرے گا۔

✿ شارح صحیح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں۔

"شارع کے کلام میں ایمان کبھی اصل ایمان کے معنی میں ہوتا ہے اور اصل ایمان میں اعمال کا اعتبار نہیں۔"

(شرح صحیح مسلم ۱/ ۲۵۰)

امام مسلم ایک دوسرے روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، وَأَلْفَاظُهُمْ مُتَقَارِبَةٌ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، عَنْ شُعْبَةَ، وَقَالَ الْآخَرَانِ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي جَمْرَةَ، قَالَ: كُنْتُ أُتَرْجِمُ بَيْنَ يَدَيِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَبَيْنَ النَّاسِ، فَأَتَتْهُ امْرَأَةٌ، تَسْأَلُهُ عَنْ نَبِيذِ الْجَرِّ، فَقَالَ: إِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ أَتَوْا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:ـــ «هَلْ تَدْرُونَ مَا الْإِيمَانُ بِاللهِ؟» قَالُوا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: «شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا

اللهِ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، وَإِقَامُ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ، وَصَوْمُ رَمَضَانَ، وَأَنْ تُؤَدُّوا خُمُسًا مِنَ الْمُغْنَمِ"

نبی کریم ﷺ نے وفد عبدالقیس سے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ اللہ وحدہ پر ایمان لانا کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سواء کوئی عبادت کا مستحق نہیں، محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا، زکوۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور مال غنیمت سے خمس ادا کرنا۔ (صحیح مسلم ۱/ ٤٧ رقم ١٧ باب الامر الایمان باللہ و رسولہ)

صحیح مسلم کی مذکورہ بالا روایت میں اعمال کو بھی ایمان قرار دیا گیا ہے۔ شارح صحیح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی صاحب فرماتے ہیں۔

"پہلی حدیث [صحیح مسلم رقم ۹] میں ایمان، اصل ایمان یا نفس ایمان کے معنی میں ہے اور دوسری حدیث [صحیح مسلم رقم ۱۷] میں ایمان، ایمان کامل کے معنی میں ہے۔ اور جن حدیث میں اعمال کے نفی سے ایمان کی نفی کی گئی ہے ان میں ایمان سے مراد کامل ایمان ہے اور جن احادیث میں عمل کے نفی کے باوجود ایمان کا اطلاق کیا گیا ہے اور جنت کی بشارت دی گئی ہے، ان میں ایمان سے مراد نفس ایمان ہے۔"

(شرح صحیح مسلم للسعیدی ۱/ ۲۵۱)

معلوم ہوا کہ اہل سنت کے نزدیک اسلام اور ایمان میں کوئی فرق نہیں، صرف ان کی جہتوں کی وجہ سے دل سے ماننے کو ایمان اور اس مانے ہوئے ایمان پر عمل کو اسلام کہتے ہیں۔ اور جن امور پر ایمان لائے انہی کی وجہ سے عمل کرنے والے کو مسلمان کہتے ہیں۔ اس لیے صرف کسی کے عمل پر مسلمان ہونے کا اطلاق نہیں کرتے اور منافق حقیقی کو مسلمان قرار نہیں دیتے۔ بعض لوگ مسلمان اور مومن میں فرق کرتے ہیں، اس لیے ظاہری اعمال کے بنیاد پر ہی منافق پر بھی مسلمان کا اطلاق کرتے ہیں۔ مگر اہل سنت کا یہ موقف ہرگز نہیں ہے۔ اہل سنت منافق حقیقی پر مسلمان کا اطلاق نہیں کرتے اور نہ اس کو مسلمان سمجھتے ہیں۔

اسلام اور ایمان میں فرق؟

اس مقام پر وجہ اختلاف و تفریق مسالک کو ملحوظ خاطر رکھنا اہم ہے۔ غیر اہل سنت حضرات مسلمان اور مومن کے فرق پر ایک آیت سے استدلال کرتے ہیں۔

قرآن مجید کے سورہ حجرات میں سے پڑھتے ہیں:

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ۔

(سورہ حجرات، آیت ١٤)

یہ بدو عرب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں تو آپ ان سے کہہ دیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ یہ کہو کہ اسلام لائے ہیں اور ابھی ایمان تمھارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ہے"

اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے یہ استدلال ہے کہ اسلام اور ایمان یعنی مسلمان اور مومن میں فرق ہے۔ مسلمان وہ ہے جس نے زبان سے کلمہ پڑھ لیا اس پر ظاہراً مسلمان کا اطلاق ہوگا اور اسلام قانون اس پر نافذ ہونگے۔

سورۃ حجرات کی آیت: ۱۴ کے بارے میں علامہ تفتازانی کا جواب

علامہ سعد الدین تفتازانی لکھتے ہیں۔

"اس آیت میں ایمان کے بغیر اسلام کی تحقق کی تصریح ہے ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ شریعت میں جو اسلام معتبر ہے وہ ایمان کے بغیر متحقق نہیں ہوتا، اور اس آیت میں اسلام کا شرعی معنی مراد نہیں بلکہ لغوی معنی مراد ہے یعنی تم ظاہری اطاعت کر رہے ہو باطنی اطاعت نہیں کر رہے، جیسے کوئی شخص بغیر تصدیق کلمہ شہادت پڑھ لے۔" (شرح عقائد نسفی ص ۹۶.۹۴ بحوالہ شرح صحیح مسلم ۱/ ۲۶۷)

مسلمان کا لغوی یا شرعی معنی کا اطلاق؟

اس حوالہ سے کم از کم یہ تو تعین ہوا بعض اوقات کسی منافق پر لغوی طور پر تو مسلمان کا اطلاق ہوا ہے مگر شرعی معنی میں منافق پر مسلمان کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ اور یہ ہی وہ نکتہ ہے کہ گمراہ و بدعتی لوگ لغوی معنی کو شرعی معنی اور اس کے برعکس شرعی معنی کو لغوی معنی پر اطلاق کر کے عوام الناس کو دھوکا اور فریب دیتے ہیں۔ تفضیلیہ کی یہ عادت ہے کہ وہ صحابی کی تعریف ہو یا مسلمان کی تعریف، اپنی مرضی سے کبھی لغوی اور کبھی شرعی معنی کا اطلاق کر کے عوام الناس کے ساتھ سادہ لوح علماء کو بھی دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

✿ یہ نکتہ یاد رہے کہ اگر کسی نے منافق پر مسلمان کا اطلاق کیا ہوگا وہ لغوی طور پر ہے نہ کہ شرعی اطلاق کے طور پر۔

علامہ تفتازانی کا قول

علامہ سعد الدین تفتازانی لکھتے ہیں۔

حشویہ اور بعض معتزلہ کا مذہب ہے کہ ایمان اور اسلام میں تغایر [فرق] ہے کیونکہ ایمان کا معنی ہے رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کرنا اور اسلام کا معنی ہے تسلیم کرنا اور اطاعت کرنا اور تصدیق کا متعلق ہے خبر دینا اور اسلام کا متعلق ہے اوامر و نواہی کو تسلیم کرنا ان کی ایک دلیل تو سورہ الحجرات کی آیت ۱۴ ہے جس کا جواب ہم ذکر کر چکے ہیں۔ اور دوسری دلیل [حشویہ اور بعض معتزلہ کی] یہ ہے:

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ۔(سورۃ الحجرات: ۳۵)

بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان والے اور ایمان والیاں۔

اس آیت میں ایمان کا اسلام پر عطف کیا گیا ہے اور عطف تغائر کو چاہتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ عطف کے لیے تغائر بالمفہوم کافی ہے اور ہم یہ ہی کہتے ہیں کہ ایمان اور اسلام مفہوماً متغائر اور مصداق متحد ہیں اور تحقیق یہ ہے کہ اسلام اور ایمان دونوں کا مرجع اذعان اور قبول ہے اور تصدیق کا تعلق جس طرح خبر دینے سے ہے اسی طرح اس کا تعلق اوامر و نواہی سے بھی ہے بایں طور کہ تمام اوامر اور نواہی حق ہیں۔

❁ علامہ غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں۔

"علامہ تفتازانی نے ایمان اور اسلام کے اتحاد پر اس سے استدلال کیا ہے قران مجید میں ایمان کی جگہ اسلام اور اسلام کی جگہ ایمان کا استعمال کیا ہے۔

يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ۔ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۔ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ ۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ (سورۃ الحجرات:۱۷)

اے محبوب وہ تم پر احسان جتاتے ہیں کہ مسلمان ہو گئے تم فرماؤ اپنے اسلام کا احسان مجھ پر نہ رکھو بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اُس نے تمہیں اسلام کی ہدایت کی اگر تم سچے ہو۔

سیاق کلام میں اسلام کا ذکر تھا لیکن اللہ تعالی نے آخر میں اسلام کی جگہ ایمان کا ذکر کیا اس سے معلوم ہوا کہ اسلام اور ایمان واحد ہیں۔

وَ مَاۤ اَنْتَ بِهٰدِی الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ۔ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔

(سورۃ النمل:۸۱)

اور تم اندھوں کو ان کی گمراہی سے (نکال کر) ہدایت دینے والے نہیں۔ تم تو اسی کو سنا سکتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو وہ فرمانبردار ہیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ

(سورہ آل عمران:۱۰۲)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ضرور تمہیں موت صرف اسلام کی حالت میں آئے۔

ان آیات میں اسلام کی جگہ ایمان کا اور ایمان کی جگہ اسلام کا اطلاق کیا گیا ہے جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ایمان اور اسلام واحد ہیں ان آیات کے علاوہ اور بھی بہت آیات ہیں۔

(شرح صحیح مسلم ۱/ ۳۶۹ بحوالہ شرح مقاصد ۲/ ۲۶۱)

ابن الھمام کے نزدیک ایمان کی تعریف

علامہ ابن الھمام لکھتے ہیں

قد اتفق اهل الحق وهم فريقا الاشاعرة و الحنفية على ان لا ايمان بلا اسلام و عكسه.

اہل حق یعنی اشاعرہ اور حنفیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ ایمان اسلام کے بغیر اور اسلام ایمان کے بغیر معتبر نہیں ہے۔

(مسائرہ مع المسامرة ۲/ ۳۱۰)

علامہ کمال ابن ابی شریف کا ایمان کی تعریف کرنا

علامہ کمال ابن ابی شریف اس کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

یعنی ایمان کے بغیر اسلام معتبر نہیں ہے ان میں سے کوئی دوسرے کے بغیر متحقق نہیں ہوسکتا۔ (مسامرة ۲/ ۳۱۰)

علامہ میر سید شریف جرجانی کے نزدیک مسلمان کی تعریف

علامہ میر سید شریف جرجانی لکھتے ہیں۔

وأما أن الإسلام هو الإيمان فلأن الإيمان لو كان غير الإسلام لما قبل من مبتغيه لقوله تعالى ومن يبتغ غير الإسلام دينا فلن يقبل منه۔

اسلام اور ایمان واحد ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر ایمان، اسلام کا غیر ہوتا تو پھر ایمان لانے والے کا ایمان مقبول نہ ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جس نے اسلام کے سواء کوئی اور دین قبول کیا وہ ہرگز قبول ہیں ہوگا۔

(شرح مواقف ص ۷۲۰ طبع نول کشور)

علماء متکلمین کی پیش کردہ عبارت سے واضح ہوا کہ اہل سنت کے نزدیک ایمان اور اسلام واحد ہیں اور یہ مفہوماً متغائر اور مصداقاً متحد ہیں۔ اور جنہوں نے اس میں فرق کیا، ان کا قول مرجوع، اور درست نہیں ہے۔ اور جنہوں نے ظاہری طور پر کلمہ پڑھنے کو مسلمان کہا وہ بطور لغوی ہے نہ کہ اصطلاحی۔

- اس تفصیل سے بنیادی فرق اور وجہ اختلاف واضح ہوگئی کہ غیر اہل سنت ہر اس شخص پر مسلمان ہونے کا اطلاق کرتے ہیں جو کہ زبان سے اسلام لانے کا اقرار کرے اور اس کی تصدیق نہ کرے۔ جبکہ اہل سنت کے نزدیک بغیر تصدیق یعنی ایمان کے اسلام قبول نہیں ہوتا ہے۔ اس لیے اہل سنت کے شرعی اصطلاح میں صحابی کا اطلاق ہر اس مسلمان شخص پر کیا جاتا ہے جو کہ ظاہری طور پر اقرار کے ساتھ باطنی تصدیق کرے۔

اعمال صالحہ اور خاتمہ بالخیر کی شرائط؟

یہ نکتہ بھی ذہن نشین رہے کہ اسلام میں اعمال ہی کسی کو مسلمان کہنے کی علامات ہیں مگر جب اسلام کی حقیقت کی تحقیق ہوگی تو اس کو تصدیق قلبی سے پرکھا جاتا ہے جسے ایمان کہتے ہیں۔ حقیقت تو دونوں کی ایک ہی ہے مگر ظاہر کے اعتبار سے اسلام اور باطنی تصدیق کے اعتبار سے ایمان کہا جائے گا۔ باطنی تصدیق یا ایمان کو جاننے کے لیے اعمال ایک علامات کی

حیثیت رکھتے ہیں مگر حقیقت نہیں کیونکہ علامات کا اعتبار اس وقت تک ہوتا ہے جب تک اس کا باطن کی حقیقت کھل نہ جائے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَ جِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۚۖ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ۚ

ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ یاد کیا جائے ان کے دل ڈر جائیں اور جب اُن پر اس کی آیتیں پڑھی جائیں ان کا ایمان ترقی پائے اور اپنے رب ہی پر بھروسہ کریں۔ وہ جو نماز قائم رکھیں اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کریں۔ یہی سچے مسلمان ہیں ان کے لیے درجے ہیں اُن کے رب کے پاس اور بخشش ہے اور عزت کی روزی۔ (سورۃ الانفال ۲-۴ پارہ ۹)

اللہ رب العزت نے ایمان والوں کی نشانیاں ان کے اعمال یعنی تنہائی میں اللہ کی عبادت کرنا، نماز پڑھنا اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا کا بیان کیا ہے۔ جس سے ان ظاہری اعمال کو اندر کے ایمان لیے بطور نشانی ذکر کیا ہے۔ اب سمجھنے کی بات یہ ہے کہ سورۃ الانفال میں بیان کردہ اعمال اگرچہ ایمان کی حقیقت نہیں ہے مگر یہ ایمان کی علامات ضرور ہیں۔ جدھر یہ علامات موجود ہوں گی پھر ان کے ایمان کا انکار نہیں کیا جاسکتا اور قران مجید میں سورۃ الانفال میں اللہ کریم نے اعمال کو مومن کی علامات قرار دیا ہے اور باطن کی شرط عائد نہیں کی۔ بدعتی گروہ و خارجی، اعمال کو حقیقت ایمان میں شمار کرتے ہیں۔ اہل سنت کے نزدیک دل کا ایمان، زبان کے اقرار سے واضح ہوتا ہے۔ اعمال صالحہ، ایمان کی زینت ہیں مگر ایمان کا ثبوت نہیں، کوئی مسلمان کتنا ہی گناہ گار کیوں نہ ہو وہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا سوائے ضروریات دین کے منکر کے۔ اہل سنت عقائد کی کتب میں یہ بات واضح موجود ہے کہ جب کسی کا ایمان ثابت ہوجائے تو اس کے اعمال پر بحث کرنی کی ضرورت نہیں جب تک کہ وہ سرے عام ایمانیات کا انکار نہ کرے اور اس کا ثبوت بھی قطعی ہو۔ جب کسی کا ایمان ایک مرتبہ ثابت ہوجائے تو پھر اعمال سے اس کا دین سے خارج یا کفر ثابت نہیں ہوتا۔ عام فہم انداز میں یہ سمجھ لیجئے کہ جیسے نکاح ایک مرتبہ منعقد ہوجائے تو طلاق یا ارتداد کے علاوہ اس کے نکاح کو قائم ہی تسلیم کیا جائے گا۔ نکاح کے قائم رہنے کے دلیل نہیں درکار ہوتی۔

برے اعمال سے کفر مستلزم نہیں

اس لیے ایک نکتہ تو ثابت ہو گیا ہے کہ اعمال صالحہ و سیئہ کے تقابل سے کسی کے کفر یا عدم کفر کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔

خاتمہ بالخیر کے لیے ایمان کے بعد کوئی دلیل نہیں سوائے انکار کے

اور ساتھ دوسرا نکتہ بھی واضح ہو گیا کہ ایک مرتبہ ایمان ثابت ہونے کے بعد خاتمہ بالخیر کے لیے الگ یا مستقل دلیل کی کوئی ضرورت نہیں رہتی سوائے آخری وقت میں واضح طور پر کسی سے انکار اسلام صادر ہو [نشہ یا حالت غیر میں نہ ہو]۔

ان دونوں نکات کے اثبات کے بعد چند امور خود بخود واضح ہو جاتے ہیں۔

۱۔ جنگ جمل اور جنگ صفین میں تنازعہ اور اختلاف کے باوجود جہاں ایک گروہ حق پر رہا مگر دوسرا گروہ دائرہ اسلام وایمان سے ہرگز خارج نہیں ہوا۔ سورہ الحجرات آیت ۹ میں واضح طور پر دو گرہوں کی آپس لڑائی ہونے پر بھی ان پر مومنین کا اطلاق ہوا۔

۲۔ خاتمہ بالخیر کے دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ ۴۰ھ میں عام الھدنہ میں اس لڑائی سے دستبردار ہوئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی جنگ صفین کے معرکہ سے دست بردار ہوئے اور کسی مسلمان کے خلاف جنگ میں مشغول نہ تھے۔

۳۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جنگ صفین کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے صلح پر قائم ہوئے اور امام حسن المجتبی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کی۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرمان میں ان دونوں گروہوں پر مسلمان ہونے کا اطلاق کیا۔

امام بخاری روایت لکھتے ہیں۔

حدثنا عبد الله بن محمد، حدثنا سفيان، عن ابي موسى، قال: سمعت الحسن، يقول:" استقبل والله الحسن بن علي معاوية بكتائب امثال الجبال، فقال عمرو بن العاص..... :ولقد سمعت ابا بكرة، يقول: رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم على المنبر، والحسن بن علي إلى جنبه، وهو يقبل على الناس مرة وعليه اخرى، ويقول: إن ابني هذا سيد، ولعل الله ان يصلح به بين فئتين عظيمتين من المسلمين.

۔۔۔ فرمایا کہ میں نے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے سنا تھا، وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے سنا ہے اور حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی حسن رضی اللہ عنہ کی طرف اور فرماتے کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اور شاید اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرائے گا۔ الخ

(صحيح بخاری، رقم الحديث ٢٧٠٤)

معلوم ہوا کہ آپس کے اختلاف اور شدید لڑائی کے باوجود یہ دونوں گروہوں دائرہ اسلام میں رہے اور کوئی اسلام سے خارج نہیں ہوا جس سے ثابت کہ اعمال کی وجہ سے کسی سے ایمان کے نفی نہیں ہو سکتی۔ اور ایمان لانے کے بعد خاتمہ بالخیر کی دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی جب تک ایسے شخص سے واضح طور پر انکار اسلام قطعی طور پر ثابت نہ ہو۔

اصول و قواعد کا اطلاق

یہ نکتہ یاد رہے کہ اہل سنت کے اپنے اصول و ضوابط اور اصلاحات ہیں، اس لیے غیر اہل سنت کا اپنے اصول وضوابط کے

ساتھ اپنی اصطلاحات کا اطلاق ،اہل سنت مصادر پر کرنا ہرگز درست نہیں۔اس مقام پر یہ تصریح ضروری ہے کہ غیر اہل سنت کے جو بھی اصول وضوابط یا اصلاحات رائج ہوں، ان کی تغلیط یا جواب دینا مقصود نہیں۔بلکہ ان نام نہاد سنیوں کا رد کرنا مقصد ہے جو کہ غیر اہل سنت کے اصول وقوانین کو مستعار لے کر اہل سنت کے اصولوں پر اطلاق کرتے ہیں۔اسی غلط تشریحات کے تناظر میں صحابہ پر حرف گیری کی جاتی ہے۔کبھی صحابہ کرام کے عظمت وشان کی آیات میں تخصیص کرتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی بھی صحابی تھا،کبھی کعب بن اشرف پر لغوی صحابی کا اطلاق کر کے دیگر صحابہ کرام پر لعن طعن کا دروازہ کھولنے کی کوشش کی جاتی ہے۔کبھی منافقین پر صحابی کا اطلاق کیا جاتا ہے اور کبھی صحابی پر منافق کا اطلاق۔یہ بات پیش نظر رہے کہ لغوی طور پر اطلاق کا محمل الگ ہے اور شرعی اطلاق کا محمل جدا۔اہل سنت و جماعت مسلمان اور صحابی کا اطلاق شرعی کے قائل ہیں نہ کہ لغوی۔اس لیے جس آیت یا حدیث میں لغوی اطلاق ہو اس کو شرعی تعریف بنا کر پیش کرنا اور جس مقام پر شرعی اطلاق ہو اس کو لغوی تعریف میں فٹ کرنا دجل وفریب کے سوا کچھ نہیں۔

اہل سنت و جماعت کسی منافق اور اعتقادی فاسق پر شرعی صحابی کا اطلاق ہرگز نہیں کرتے۔یہ الگ بات ہے کہ کبھی کسی منافق یا کافر پر لغوی طور پر صحابی کا اطلاق کیا گیا ہو۔سیر ورجال کی کتابوں میں متعدد کفار ومنافقین پر لغوی طور پر صحابی کا اطلاق ہوا ہے،جس کا مطلب ہرگز نہیں کہ اہل سنت ان کفار یا منافقین کو شرعی صحابی مان کر ان کے تعظیم کے قائل ہیں۔اہل سنت و جماعت کا سکوت و ترحم کا عقیدہ شرعی صحابی کے بارے میں ہے نہ کہ لغوی صحابی۔اس لیے شرعی صحابہ کی تعریف سے منافقین خارج ہیں۔

تفضیلیہ کا نظریہ نمبر ۲

کبھی صحابی کا اطلاق فتح مکہ سے قبل اور فتح مکہ کے بعد کی تقسیم پر کرنے کی کوشش کر کے فتح مکہ کے دن اسلام لانے والوں پر طلقاء کا اطلاق کر کے ان کو صحابہ کی فہرست سے خارج کرنے کا موقف اپنایا گیا۔

قاری ظہور احمد فیضی لکھتا ہے:

"فاضل بریلی نے بعض طلقاء کو وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى میں شامل کردیا ہے لیکن ان کا یہ استدلال بھی مردود وبال ہے کیونکہ سورہ الحدید فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی حتیٰ کہ یہ اختلاف بھی ہے کہ سورت مکی ہے یا مدنی،بعض نے کہا ہے کہ کچھ حصہ مکی ہے اور کچھ حصہ مدنی،بہرحال یہ فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی تھی اور معاویہ بن ابی سفیان فتح مکہ کے بعد مجبوراً اسلام لائے تھے۔"الخ (صلح امام حسن ص ۳۱۰)

مگر یہ موقف بھی اتنا کمزور تھا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ، حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ اور دیگر ممتاز ومشہور وکثیر صحابہ کرام تو صحابہ کی فہرست سے خارج ہوجاتے تھے۔جب کہ طلقاء کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین نے عہدہ اور مختلف علاقوں کا حاکم بنایا۔

سورۃ الحدید آیت ۱۰ پر تمام اشکال کا تحقیقی جائزہ

سورہ الحدید کی آیت نمبر ۱۰ سے علماء اہل سنت نے تمام صحابہ کو قطعی جنتی اور مغفور ہونے کا واضح عقیدہ بیان کیا ہے، اس آیت سے استدلال کے جواب میں قاری ظہور نے اپنی کتاب صلح امام حسن پر چند خرافات لکھنے کی کوشش کی ہے جس کو علامہ ظفر القادری بکھروی نے اپنی کتاب **"القول الاحسن فی جواب صلح الامام حسن"** اور علامہ مفتی سجاد احمد فیضی نے تار عنکبوت کی طرح بکھیر کر رکھ دیا ہے۔ علامہ ظفر القادری بکھروی کی کتاب " القول الاحسن فی جواب صلح امام حسن " سے چند اقتباس بطور فائدہ پیش خدمت ہیں۔

صحابہ کرام قبل و بعد فتح مکہ کے لیے بشارت

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ- (الحدید 10)

تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتحِ مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا، اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا اور اللہ کو تمھارے کاموں کی خبر ہے۔

❁ حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب الاصابہ ۱/۱۰ پر لکھتے ہیں:

و قال أبو محمد ابن حزم الصحابة كلهم من أهل الجنة قطعا. قال الله تعالى لا يستوى منكم من أنفق من قبل الفتح و قاتل الآية و قال تعالى إن الذين سبقت لهم منا الحسنى. أولئك عنها مبعدون فثبت أن الجميع لأهل الجنة لأنهم يخاطبون بالآية السابقة.

ترجمہ: علامہ ابو محمد حافظ بن حزم کہتے ہیں کہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اہل جنت ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "جس نے فتحِ مکہ سے پہلے انفاق و قتال کیا، وہ اس کے برابر نہیں جس نے بعد میں انفاق و قتال کیا، الآیہ۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جن لوگوں سے ہماری طرف سے بھلائی کا وعدہ ہو چکا ہے، یہ لوگ آگ سے دور رکھے جائیں گے، پس ثابت ہوا کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اہلِ جنت میں سے ہیں؛ اس لیے کہ آیت سابقہ میں وہی (فتح مکہ سے قبل اور بعد والے مومن) مخاطب ہیں۔

❁ اس آیت کی تفسیر میں امام تفسیر، علامہ محمد بن جریر بن یزید، طبری فرماتے ہیں:

وقوله: {وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى}، يقول تعالى ذكره وكل هولاء الذين انفقوا من قبل الفتح و قاتلوا، والذين انفقوا من بعد و قاتلوا، وعد الله الجنة بانفاقهم فی سبیله، و قتالهم اعداءه-

"فرمان باری تعالیٰ {اور اللہ نے سب سے اچھائی کا وعدہ فرمایا ہے} میں اللہ فرماتا ہے: یہ سب صحابہ جنہوں

نے فتح سے قبل مال خرچ کیا اور دشمنوں سے قتال کیا اور جنہوں نے فتح کے بعد مال خرچ کیا اور قتال کیا، اللہ تعالیٰ نے سب کو ان کے مال خرچ کرنے اور دشمنوں سے قتال کرنے کی وجہ سے جنت کا وعدہ دیا ہے"۔

(جامع البیان فی تاویل القرآن: ۲۳/ ۱۷۷

یعنی فتح سے پہلے والے صحابہ ہوں یا بعد والے، سب سے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

علامہ یوسف بن موسیٰ بن محمد، ابوالمحاسن جمال الدین الملطی الحنفی لکھتے ہیں۔

وكلا وعد الله الحسنى فدخل في ذلك جميع الصحابة

ترجمہ: یعنی وعد اللہ الحسنیٰ میں تمام صحابہ کرام داخل ہیں۔

(المعتصر من المختصر من مشكل الآثار: ۲/ ۱۹۵

اعتراض:

اس آیت پر معاصرین میں ایک لکھاری (فیضی نامی) نے کچھ اشکال پیدا کرنے کی کوشش کی، مگر ان کے سارے اشکال کچھ نئے نہیں اور نہ ہی تحقیق جدید کے نام پر لوگوں کو دھوکا دیا جاسکتا ہے عوام الناس کو نئی کتاب کے نام پر وہی پرانے اعتراضات پیش کیے جارہے ہیں جس کے تمام جوابات ہمارے اکابرین نے علمی اور تحقیقی انداز میں دیے ہیں۔

موصوف نے لکھا:

فاضل بریلی نے بعض طلقاء کو وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى میں شامل کردیا ہے لیکن ان کا یہ استدلال بھی مردود وبال ہے کیونکہ سورہ الحدید فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی حتیٰ کہ یہ اختلاف بھی ہے کہ سورت مکی ہے یا مدنی، بعض نے کہا ہے کہ کچھ حصہ مکی ہے اور کچھ حصہ مدنی، بہرحال یہ فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی تھی اور معاویہ بن ابی سفیان فتح مکہ کے بعد مجبوراً اسلام لائے تھے۔ (صلح امام حسن ص ۳۱۰)

جواب:

موصوف لکھاری نے جو اعتراضات اس آیت کے بارے میں کیے ان کے تفصیلی جوابات ایک الگ کتاب کی صورت میں تو دیے جائیں گے مگر اس مقام پر دو اعتراضات کی حقیقت اور پس منظر پیش خدمت ہے۔

اول: سورۃ الحدید کا نزول فتح مکہ سے قبل یا بعد۔

دوم: معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا فتح مکہ کے بعد مجبوراً اسلام لانا۔

سورۃ الحدید کا نزول فتح مکہ سے قبل یا بعد

سورۃ الحدید کے بارے میں تحقیق مختلف ہے کہ یہ آیت مکی ہے یا مدنی اور اس بارے میں چند مرویات بھی متعارضہ موجود ہیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اس سورۃ کے مدنی ہونے کے قائل ہیں۔

الدر منثور:۸/۴۶ پر علامہ سیوطی نے اس کی تفصیل بیان کی ہوئی ہے مگر راجح بات یہ ہے کہ اس کی چند ابتدائی آیت مکی ہیں مگر لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ مدنی ہیں کیونکہ قتال اور جہاد کی فرضیت مدینہ میں ہوئی۔

معاصر لکھاری نے جو اعتراض کیے وہ غیر اہل سنت تو کرتے آئے ہیں مگر کوئی لکھاری اپنے آپ کو سنی ظاہر کر کے اہل سنت کے متفقہ عقائد پر نقب لگائے اور لوگوں کو گمراہ کرے یہ بات مناسب نہیں بلکہ یہ عمل ہی مردود ہے معاصر لکھاری نے جو کہ اہل سنت سے خارج ہے، اپنے آپ کو سنی ظاہر کر کے جو اعتراضات کیے ہیں، عوام کی دلچسپی کے لیے یہ بیان ضروری ہے کہ ایسے ہی اعتراضات آج سے تقریبا ۷۰ سال قبل ہندوستان کے ایک آستانہ سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب جو اپنے آپ کو سنی ظاہر کرتے تھے، کیے ہیں اور اس وقت بھی محقق اہل سنت اور صحیح العقیدہ سادات کے گھرانے سے تعلق رکھنے والے علمی شخصیت علامہ حافظ بخاری علامہ عبد الصمد چشتی علیہ الرحمہ کے صاحبزادہ علامہ سید شاہ مصباح الحسن چشتی علیہ الرحمہ نے ایسے اعتراضات کے بخیے ادھیڑ دیے اور ان تحریر کے پس منظر کو بیان کر کے معترض کے عقیدہ کو عوام الناس پر آشکار کیا اور ان پر بدعتی اور غیر اہل سنت کا فتوی بھی دیا اس لیے عوام الناس کو ایسے عناصر سے باخبر رہنا چاہیے اور ان کے پیش کردہ پرانے اعتراضات کو نئی تحقیق سمجھ کر عمل کرنے سے پہلے اپنے اکابرین کی تصریحات کو ضرور ملاحظہ کرنا چاہیے۔

قارئین کرام کے سامنے علامہ سید مصباح الحسن چشتی علیہ الرحمہ کی کتاب کا ایک اقتباس پیش خدمت ہے، جس سے آپ کو ان نئے لکھاری کے طریقہ واردات اور اعتراضات کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔ علامہ سید مصباح الحسن نقوی چشتی علیہ الرحمہ پہلے مخالفِ صحابہ کرام کا اعتراض و اشکال نقل کرتے ہوئے اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

معترض کا اشکال

آپ کا ارشاد: لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ سے کون لوگ مراد ہیں:
یہ کہ: "حرمت صحابیت سے بالکل پہلو تہی کر کے نص قرآنی "لا یستوی ...الآیہ" سے بھی بے پرواہی کی گئی"

جواب:

یہ آپ کو کس عبارت سے معلوم ہوا؟ آیت شریفہ مذکورہ میں وہی حضرات مراد ہیں جو صلح حدیبیہ میں تھے نہ کہ فتح مکہ کے بعد والے۔ علامہ محمد بن جریر طبری اپنی تفسیر جامع البیان میں اسی آیت شریفہ کی تفسیر کے تحت میں لکھتے ہیں:

واولى الاقوال فى ذلك بالصواب عندى ان يقال معنى ذلك لا يستوى منكم ايها الناس من انفق فى سبيل الله من قبل فتح الحديبية، للذى ذكرنا من الخبر عن رسول الله صلى الله عليه و سلم الذى رويناه عن ابى سعيد الخدرى عنه و قاتل المشركين ممن انفق بعد ذلك و قاتل و ترك ذكر من انفق بعد ذلك، و قاتل استغناء بدلالة الكلام الذى ذكر عليه من ذكره اولئك اعظم درجة

من الذين انفقوا من بعد و قاتلوا يقول تعالىٰ ذكره : هٰولاء الذين انفقوا فى سبيل الله من قبل فتح الحديبية،و قاتلوا المشركين اعظم درجة فى الجنة عند الله من الذين انفقوا من بعد ذلك و قاتلوا.

(جامع البيان المعروف به تفسير طبرى: ۷/ ۲۲۲ مؤسسة الرسالة ، بيروت)

اسی کے قریب قریب صاحب تفسیر روح المعانی نے بھی لکھا ہے، بلکہ اس میں زائد تفصیل ہے، اسی آیت کریمہ کی تشریح میں حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رسالہ "السر الجلیل فی مسئلۃ التفضیل" میں بعد مختصر تمہید کے تحریر فرماتے ہیں کہ:

"پس بایں اعتبار کسانے که قبل از هجرت باعمال اسلام قیام نموده اند افضل باشند از من بعد خود مثل ابو بکر ، و عمر ،وعثمان، و علی ، و حمزه ، و جعفر ، و عثمان بن مظعون ، و طلحه ، و زبیر ، و مصعب بن عمیر، و عبد الرحمٰن بن عوف ، و عبد الله بن مسعود ، و سعید بن زید ، و زید بن حارثه ، و ابو عبیده بن الجراح، و بلال، و سعد ابن ابی وقاص ، و عمار بن یاسر ، وابو سلمه بن ارشد ، و عبد الله بن جحش وغیرهم من احزابهم رضی الله تعالیٰ عنهم اجمعین بعد ازاں اهل عقبه ، باز اهل بدر ، باز اهل مشاهد مشهداً بعد مشهد تا آں که بصلح حدیبیه رسید ، زیرا که انزال سکینه و صفاے قلوب و خلوص نیات حاضران آن واقع منصوص بنص قرآنی است ، قال الله تعالیٰ و تقدس: لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا (پاره ۲۶ سورۂ فتح ، آیت : ۱۸) اما بعد ازاں بالقطع هیچ مشهد نیست که مدار فضل تواند بود زیراکه در هر مشهد جماعت از منافقین و ارباب اغراض فاسدۂ دنیوی نیز شریك بوده اند. قال الله تعالیٰ و تقدس : وَ مِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ وَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ-

(السر الجليل فى مسئلة التفضيل ص ۷ مطبع انصاری ، دهلی ۱۳۱۰ ھ)

نص مذکورہ بالا میں تمام صحابہ کرام سے جو وعدۂ حسنیٰ بعد علم تفصیلی ان کے اعمال کے فرمایا گیا ہے اس سے مراد وہی صلح حدیبیہ تک کے لوگ ہو سکتے ہیں نہ مابعد کے، جیساکہ کلام حضرت شاہ صاحب سے واضح ہوتا ہے۔

اسی آیت کریمہ میں بعد وعدۂ حسنیٰ کے ارشاد ہوتا ہے "والله بما تعملون خبير" صاحب تفسیر روح المعانی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

عالم بظاهره و باطنه و يجاز يكم على حسنبه فالكلام وعد و وعيد و فى الآيات من الدلالة على فضل السابقين المهاجرين و الانصار مالا يخفى و المراد بهم المومنون المنفقون المقاتلون قبل فتح مكة او قبل الحديبية بناء على الخلاف السابق.

(تفسير روح المعانى: ۲۷/ ۱۷۳، دار احياء التراث العربى ، لبنان بيروت)

ان سب عبارات سے تو یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ کل حضرات صحابہ کرام کے فضائل یکساں ہیں۔

(بوارق العذاب لاعداء الاصحاب ص۱۰۸)

اشکال کا جواب:

اس اشکال کا جواب علامہ سید شاہ مصباح الحسن نقوی چشتی علیہ الرحمہ علمی انداز میں دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

لَا یَسْتَوِی مِنْکُم.........میں مبحوث عنہ.

جناب کا ارشاد: "آیت شریفہ مذکورہ میں وہی حضرات مراد ہیں جو صلح حدیبیہ میں تھے نہ کہ فتح مکہ کے بعد والے"

جواب:

بندہ نواز! یاد رکھیے گا یہ دوسری مناظرانہ چال ہے آیت شریفہ میں میرا مبحوث عنہ آیت کا یہ حصہ ہے۔

"وَ کُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی" کہ میرے خط کے یہ الفاظ:

"حالانکہ نص مذکورۂ بالا میں تمام صحابہ کرام سے وعدۂ حسنیٰ بعد علم تفصیلی ان کے اعمال کے فرمایا گیا"۔

اس مبحث کو متعین کر دیتے ہیں، چونکہ یہ مبحث جناب کو مضر ہے لہٰذا اس سے اعراض فرما کر بحث کو صرف "مکہ و حدیبیہ" میں محصور کر رہے ہیں، اگرچہ حدیبیہ میرے لیے کوئی مضر نہیں، کہ بعد فتح مکہ والے بھی بعد حدیبیہ میں داخل ہیں، لیکن بپاس خاطر جناب اس کے متعلق بھی کچھ عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں :

- تفسیر کبیر میں ہے: المراد بھذا الفتح فتح مکۃ لان اطلاق لفظ الفتح فی المتعارف ینصرف الیہ. (تفسیر کبیر ۲۹/ ۲۱۹ سورۂ حدید، تحت لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح)

ترجمہ: اس فتح سے فتح مکہ مراد ہے کیوں کہ عرف میں مطلق فتح سے وہی مراد لی جاتی ہے۔

- تفسیر ابو سعود میں ہے: الفتح فتح مکۃ، ترجمہ: فتح سے فتح مکہ مراد ہے۔

(تفسیر ابو سعود: ۸/ ۲۰۶، سورۂ حدید، تحت آیت لا یستوی منکم، بیروت، لبنان)

- تفسیر حسینی میں ہے: "من قبل الفتح" پیش از فتح مکہ. (تفسیر حسینی ص ۱۱ ۳، مطبع احمدی)

ترجمہ: فتح مکہ سے پہلے۔

- تفسیر مدارک میں ہے: من قبل الفتح و قاتل ای فتح مکۃ. ترجمہ: فتح سے پہلے اور قتال کیا یعنی فتح مکہ

(تفسیر مدارک: ٤/ ۲۲٤ پارہ ۲۷، سورہ حدید، ابنائے مولوی غلام رسول سورتی،)

- تفسیر جلالین میں ہے: من قبل الفتح لمکۃ، ترجمہ: فتح مکہ سے پہلے۔

(تفسیر جلالین ص ٤٤٩، پارہ ۲۷ سورہ حدید، مجلس برکات ۲۰۰٦ء)

- ترجمان القرآن اردو میں ہے: فتح سے مراد فتح مکہ ہے، جمہور واکثر مفسرین اسی کے قائل ہیں۔

(ترجمان القرآن، جز ١٤، ص ١٧ مطبع مفید عام آگرہ، ١٣١٦ھ)

- تفسیر فتح البیان عربی میں ہے:

ای فتح مکۃ و بہ قال اکثر المفسرین. ترجمہ: یعنی فتح مکہ یہی اکثر مفسرین نے کہا ہے۔

(فتح البیان، از صدیق حسن قنوجی: ١٣/ ٤٠١، سورۂ حدید، المکتبۃ العصری ہ، بیروت)

- تفسیر کلیمی میں ہے:

ای فتح مکۃ "تم میں سے فتح مکہ سے پہلے"۔ (تفسیر کلیمی، ص ۴۳۲، مطبع احباب قرآنی)

- ترجمہ شاہ رفیع الدین: "من قبل الفتح" پہلے فتح مکہ سے
- ترجمہ شاہ عبد القادر: "پہلے فتح مکہ سے"
- ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد: "جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے"
- ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی: "جو لوگ فتح مکہ سے پہلے"
- ترجمہ مرزا حیرت دہلوی: "تم میں سے فتح مکہ سے پہلے"
- ترجمہ مولوی محمود الحسن دیوبندی: "جس نے کہ خرچ کیا فتح مکہ سے پہلے"
- تفسیر روح المعانی میں ہے:

المراد بهم المومنون المنفقون المقاتلون قبل فتح المكة او قبل الحديبية بناءً على الخلاف السابق.

(روح المعانی: ٢٧/ ١٧٣، سورۂ حدید، دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان)

ترجمہ: ان سے مراد وہ مومنین ہیں جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے یا (اختلاف سابق کی بنا پر) حدیبیہ سے پہلے اپنا مال خرچ کیا اور اس کی راہ میں جہاد کیا۔

- تفسیر طبری: و اولی الاقوال فی ذلک بالصواب عندی ترجمہ: میرے نزدیک عمدہ اور صحیح قول یہ ہے

(تفسیر طبری: ٧/ ٢٢٢، سورۂ حدید، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ١٩٩٤ء)

توضیح: یہ ثابت کرتا ہے کہ ایک قول فتح مکہ بھی ہے۔

- ازالۃ الخفا میں ہے: "ظاهر از فتح، فتح مکه است" "بظاہر فتح سے مراد فتح مکہ ہے۔

(ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفاء ٢/ ٢٧٨ فصل ششم بابت سورۂ حدید، قدیمی کتب خانہ)

ملاحظہ فرمائیے! کہ جناب کے یہ مختتم الفاظ: "وہی حضرات مراد ہیں جو صلح حدیبیہ میں تھے" اور مفسرین کی یہ اکثریت، کس قدر طرفہ لطیفہ ہے یہی تو جناب کے بھائی صاحب نے بھی کیا ہے کہ جمہور کو چھوڑ کر ہر جگہ تقریباً شذوذ و نوادرات سے ہی کام لیا ہے

موصوف کا ارشاد: "علامہ محمد بن جریر طبری اپنی تفسیر جامع البیان میں اسی آیت شریفہ کی تفسیر کے تحت میں لکھتے ہیں:

و اولی الاقوال فی ذلک بالصواب عندی ان یقال معنیٰ ذلک: لا یستوی منکم ایها الناس من انفق فی سبیل الله من قبل فتح الحدیبیة للذی ذکر نامن الخبر عن رسول الله صلی الله علیه و سلم الذی رو یناه عن ابی سعید الخدری عنه، و قاتل المشرکین ،بمن انفق بعد ذلک و قاتل ،و ترک ذکر من انفق بعد ذلک و قاتل استغناء بدلالة الکلام الذی ذکر علیه من ذکره اولئك اعظم درجة من الذین انفقوا من بعد و قاتلوا. (طبری: ۲۴/ ۱۷۶ سورۂ حدید،آیت ۱۰ ،مؤسسة الرسالة)

ترجمہ: میرے نزدیک عمدہ اور صحیح قول یہ ہے کہ اس آیت کریمہ کے یہ معنی کیے جائیں: "اے لوگو! تم میں سے وہ شخص جس نے فتح حدیبیہ سے پہلے اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور مشرکین سے قتال کیا، وہ برابر نہیں اس شخص کے جس نے فتح حدیبیہ کے بعد خرچ کیا اور مشرکین سے قتال کیا، (یہ تفسیر) اس حدیث کی بنیاد پر ہے جسے ہم نے حضرت ابو سعید خدری سے روایت کیا ہے کلام مذکور کی دلالت نے بعد میں خرچ کرنے والے اور قتال کرنے والے کا حکم ظاہر کرنے سے بے نیاز کر دیا، اسی بنا پر ان کا ذکر چھوڑ دیا گیا یہ لوگ (یعنی فتح حدیبیہ سے پہلے خرچ کرنے والے اور جہاد کرنے والے) بڑے درجہ والے ہیں ان سے جنہوں نے فتح حدیبیہ کے بعد خرچ کیا اور قتال کیا۔

جواب:

جناب والا! یہ بالا بالا نہ جائیے، بلکہ حدیبیہ و مکہ سے نکل کر "وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى" پر آجائیے، اور دیکھیے کہ تمام مفسرین و مترجمین نے اس "کل" کو محیط بر ماقبل و مابعد کیا ہے، نہ محصور ماقبل حدیبیہ یا ماقبل مکہ میں، جیسا کہ جناب والا رحمت الٰہی میں بخل فرمارہے ہیں ما یفتح الله للناس من رحمة فلا ممسك لها "وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى" کے مختلف تراجم ملاحظہ فرمائیں:

۱) ترجمہ شاہ عبد القادر: "اور ہر ایک کو وعدہ دیا اللہ نے اچھا"

۲) ترجمہ شاہ رفیع الدین: "اور ہر ایک کو وعدہ دیا اللہ نے اچھا"

۳) ترجمہ مولوی اشرفعلی تھانوی: "اور اللہ تعالیٰ نے بھلائی یعنی ثواب کا وعدہ سب سے کر رکھا ہے"

۴) ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد: "اور یوں حسن سلوک کا وعدہ تو اللہ نے سب ہی سے کر رکھا ہے"

۵) ترجمہ مولوی محمود الحسن دیوبندی: "اور سب سے وعدہ کیا ہے اللہ نے خوبی کا"

۶) ترجمہ مرزا حیرت دہلوی: "اور ان دونوں فریق میں ہر ایک سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ کیا ہے"

۷) تفسیر کلیمی: و کلا من الفریقین وعد الله الحسنیٰ ای الجنة.

(تفسیر کلیمی ص ۴۳۲ مطبع احباب قرآنی)

ترجمہ فریقین میں ہرایک سے اللہ نے خوبی یعنی جنت کاوعدہ کیا۔

۸) تفسیر فتح البیان عربی صدیق حسن خاں:

و کلا ای کل واحد من الفریقین وعد اللہ المثوبۃ الحسنیٰ و ھی الجنۃ مع تفاوت درجاتھم فیھا

(فتح البیان: ۱۳/ ۴۰۳، سورۃ حدید، المکتبۃ العصریہ، بیروت)

ترجمہ: فریقین میں ہرایک سے بقدر مراتب جزائے خیر یعنی جنت کاوعدہ کیا۔

۹) ترجمان القرآن اردو، صدیق حسن خاں: "وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى"

یعنی ہرایک کو خرچ کرنے والوں میں قبل وبعد فتح کے وعدہ دیا اللہ نے ثواب نیک کا سب کے لیے ثواب ہے۔

(ترجمان القرآن جز :۱۴/ ۱۸ مطبع مفید عام آگرہ، ۱۳۱۶ھ)

۱۰) تفسیر جلالین : و کلا من الفریقین وعد اللہ الحسنیٰ الجنۃ

ترجمہ: فریقین میں ہرایک سے اللہ نے خوبی یعنی جنت کاوعدہ کیا۔

(تفسیر جلالین ص ۴۴۹، پارہ ۲۷، سورہ الحدید، مجلس برکات ۲۰۰۶ء)

۱۱) تفسیر مدارک:

و کلا ای کل احد من الفریقین وعد اللہ الحسنیٰ المثوبۃ الحسنیٰ وھی الجنۃ

ترجمہ: فریقین میں ہرایک سے اللہ نے جزائے خیر یعنی جنت کاوعدہ کرلیاہے۔

(تفسیر مدارک جز ۴/ ۲۲۴، پارہ ۲۷، سورہ الحدید،)

۱۲) تفسیر کبیر:

و کل واحد من الفریقین وعد اللہ الحسنیٰ ای المثوبۃ الحسنیٰ و ھی الجنۃ مع تفاوت الدرجات.

ترجمہ: فریقین میں ہرایک سے اللہ نے بقدر مراتب بھلائی اور جزائے خیر یعنی جنت کاوعدہ کرلیاہے۔

(تفسیر کبیر: ۲۹/ ۲۲۰، سورۃ حدید، دار الفکر لبنان بیروت، ۱۹۸۱ء)

۱۳) تفسیر ابو سعود:

و کلا ای و کل واحد من الفریقین وعد اللہ الحسنیٰ ای المثوبۃ الحسنیٰ و ھی الجنۃ لا الاولین فقط .

ترجمہ: قبل فتح اور بعد فتح والے دونوں فریق میں سے ہرایک سے اللہ نے بھلائی یعنی جزائے خیر کاوعدہ کر لیاہے، اور وہ جنت ہے، نہ کہ صرف قبل فتح والوں سے۔

(تفسیر ابو سعود: ۸/ ۲۰۶، سورۃ حدید، دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان)

۱۴) تفسیر روح المعانی:

و کلا ای کل واحد من الفریقین لا الاولین فقط وعد اللہ الحسنیٰ ای المثوبۃ الحسنیٰ و ھی الجنۃ.

ترجمہ: قبل فتح اور بعد فتح والے دونوں فریق میں سے ہر ایک سے اللہ نے بھلائی یعنی جزائے خیر کا وعدہ کرلیا ہے، اور وہ جنت ہے، نہ کہ صرف قبل فتح والوں سے

(روح المعانی: ۲۷/ ۱۷۲، سورۂ حدید، دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان)

۱۵) تفسیر جامع البیان فی تاویل القرآن: اسی کے متصل جہاں سے جناب نے اپنے مفر سمجھ کر چھوڑا ہے:

و کلا وعد اللہ الحسنیٰ یقول تعالیٰ ذکرہ و کل ھٰولاء الذین انفقوا من قبل الفتح و قاتلوا و الذین انفقوا من بعد و قاتلوا وعد اللہ الجنۃ بانفاقھم فی سبیلہ و قتالھم اعدائہ و بنحو الذی قلنا فی ذلک قال اھل التاویل، ذکر من قال ذلک: حدثنی ابن عمر و قال حدثنا ابو عاصم قال حدثنا عیسیٰ و حدثنی الحارث قال حدثنا الحسن قال حدثنا ورقاء جمیعاً عن ابن ابی نجیح عن مجاھد من الذین انفقوا و آمنوا و کلا وعد اللہ الحسنیٰ قال الجنۃ حدثنا بشر قال حدثنا یزید قال حدثنا سعید عن قتادۃ و کلا وعد اللہ الحسنیٰ قال الجنۃ

ترجمہ: "اللہ نے ہر ایک سے بھلائی کا وعدہ کرلیا ہے"، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا (اس کا ذکر ہمیشہ بلند رہے) کہ: یہ تمام لوگ جنہوں نے فتح سے پہلے خدا کی راہ میں جان و مال خرچ کیا اور وہ لوگ جنہوں نے فتح کے بعد جان و مال خرچ کیا ان سب سے اللہ نے ان کی طرف سے مال خرچ کرنے اور کفار سے جہاد کرنے کے عوض جنت کا وعدہ کر لیا ہے، اس آیت کریمہ کی جو تفسیر میں نے کی ہے وہی دیگر مفسرین بھی کرتے ہیں، چنانچہ اسی کی مؤید مجھ سے روایت کی ابن عمر نے، ان سے ابو عاصم نے، ان سے عیسٰی نے، ان سے حارث نے، ان سے حسن نے، ان سے ورقاء نے ان سب نے ابی نجیح سے، انہوں نے مجاہد سے پوچھا کہ: اس آیت کریمہ میں حسنیٰ سے کیا مراد ہے؟ جواب میں فرمایا: جنت، نیز مجھ سے روایت کی بشر نے، ان سے یزید نے، ان سے سعید نے کہ میں نے قتادہ سے پوچھا کہ آیت کریمہ میں حسنیٰ سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: جنت۔

(جامع البیان فی تاویل القرآن: ۲۴/ ۱۷۷ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت مطبوعہ ۱۴۲۰ھ/ ۲۰۰۰ء)

اسی کے قریب قریب صاحب تفسیر روح المعانی نے بھی لکھا ہے، بلکہ اس میں زائد تفصیل ہے"

جی ہاں! میں نے بھی اسے دیکھا ہے اور اپنے مفر اس میں کچھ نہیں پایا، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، میرے مبحوث عنہ یہ الفاظ موجود ہیں: "ای کل واحد من الفریقین لا الاولین فقط وعد اللہ الحسنیٰ ای المثوبۃ الحسنیٰ و ھی الجنۃ"

اسی آیت کی تشریح میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رسالہ "السر الجلیل فی مسئلۃ التفضیل" میں بعد مختصر تمہید کے تحریر فرماتے ہیں:

"پس بایں اعتبار کسانے کہ قبل از ھجرت باعمال اسلام قیام نمودہ اند افضل باشند از من بعد خود مثل ابو بکر، و عمر، و عثمان، و علی، و حمزہ، و جعفر، و عثمان بن مظعون، و طلحہ، و زبیر، و مصعب بن عمیر، و عبد الرحمن بن عوف، و عبد اللہ بن مسعود، و سعید بن زید، و زید بن حارثہ، و ابو عبیدہ بن الجراح، و بلال، و سعد ابن ابی وقاص، و عمار بن یاسر، و ابو سلمہ بن ارشد، و عبد اللہ بن جحش وغیرہم من احزابہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بعد ازاں اھل عقبہ، باز اھل بدر، باز اھل مشاھد مشھداً بعد مشھد تا آں کہ نوبت بصلح حدیبیہ رسید، زیرا کہ انزال سکینہ و صفائے قلوب و خلوص نیات حاضران آن واقع منصوص بنص قرآنی است، قال اللہ تعالیٰ و تقدس: لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا۔ (پارہ: ۲۶ سورۂ فتح، آیت: ۱۸) اما بعد ازاں بالقطع ھیچ مشھد نیست کہ مدار فضل تواند بود، زیرا کہ در ھر مشھد جماعت از منافقین و ارباب اغراض فاسدۂ دنیوی نیز شریک بودہ اند. قال اللہ تعالیٰ و تقدس: وَ مِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ وَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ قف لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ۔ (پارہ: ۱۰ سورۂ توبہ آیت: ۱۰۱)

ترجمہ: لہٰذا اس اعتبار سے ہجرت سے پہلے جو حضرات احکام اسلامی بجالائے ہیں وہ اپنے بعد والوں سے افضل ہوں گے مثلاً ابو بکر، و عمر، و عثمان، و علی، و حمزہ، و جعفر، و عثمان بن مظعون، و طلحہ، و زبیر، و مصعب بن عمیر، و عبد الرحمن بن عوف، و عبد اللہ بن مسعود، و سعید بن زید، و زید بن حارثہ، و ابو عبیدہ بن الجراح، و بلال، و سعد ابن ابی وقاص، و عمار بن یاسر، و ابو سلمہ بن ارشد، و عبد اللہ بن جحش اور ان کے علاوہ ان کی صف کے دیگر صحابہ کرام اجمعین۔ اس کے بعد عقبہ والے، پھر بدر والے، پھر بالترتیب صلح حدیبیہ تک دیگر معرکوں والے، اس لیے کہ صلح حدیبیہ والوں کی نیتوں کا خلوص، قلبوں کی صفائی نیز ان پر رحمت خداوندی کا نزول قرآن پاک سے ثابت ہے، حق سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا: "بیشک اللہ مومنوں سے راضی ہوگیا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے، تو جو ان کے دلوں میں تھا اللہ نے معلوم کرلیا، تو اللہ نے ان کے دلوں پر خاص تسکین نازل فرمائی اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا" اس کے بعد کوئی ایسی قطعی رزمگاہ نہیں جس پر بزرگی کا دارومدار ہو، کیوں کہ پھر ہر معرکہ میں منافقوں اور فاسد الاغراض دنیاداروں کی ٹولیاں بھی شریک ہوگئی تھیں، حق سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور تمھارے گرد و نواح کے دیہاتی گنواروں میں بعض منافق ہیں اور باشندگان مدینہ بھی، یہ لوگ نفاق پر اڑے ہوئے ہیں، آپ انہیں نہیں جانتے، ہم انہیں جانتے ہیں۔"

(السر الجلیل فی مسئلۃ التفضیل ص ۷، مطبع انصاری)

بندہ نواز! یہ مناظرانہ چالیں کب تک؟ میرا مبحوث عنہ "من قبل الفتح و من بعد الفتح" دو گروہ ہیں، اور دونوں سے خدا کا وعدہ حسنیٰ ناطق، شاہ صاحب مبحث تفضیل میں "لا یستوی" اور "اعظم درجۃ" سے بحث فرما رہے ہیں، "من بعد الفتح" نہ ان کے مبحوث عنہ ہیں نہ انہوں نے ان کا کوئی ذکر کیا میں بھی یہی کہتا ہوں کہ ترتیب افضیلت یہی ہے جو شاہ صاحب نے فرمائی، لیکن مابعد کی فضیلت صحبت و ثواب، انفاق و جہاد کا کون قادح ہے جس کا وعدہ خدا نے فرمایا؟

بہر حال شاہ صاحب نہ میرے مبحوث عنہ سے بحث کر رہے ہیں، نہ میرے لیے ان کی تحریر مضر ہے، جناب طبع زاد طریقہ پر جو چاہیں تصور فرماتے رہیں ذرا "تحفہ اثنا عشریہ" کا "طعن سوم" ملاحظہ فرما لیجیے گا جو اس خط میں بجواب حدیث بخاری مکتوب ہوگا، جس میں "وکلا وعد اللہ الحسنیٰ" کو شامل جمیع صحابہ کرام فرمایا ہے، وھو المقصود۔

تحریف قرآنی کی جرأت

آپ کا ارشاد: "نص مذکورۂ بالا میں تمام صحابہ کرام سے جو وعدۂ حسنیٰ بعد علم تفصیلی ان کے اعمال کے فرمایا گیا ہے اس سے مراد وہی "صلح حدیبیہ" تک کے لوگ ہو سکتے ہیں نہ مابعد کے، جیسا کہ کلام حضرت شاہ صاحب سے واضح ہوتا ہے"

جواب:

سبحان اللہ! اس لفظ "نہ مابعد کو" تحریر فرما کر جناب نے تحریف قرآنی کی بھی جرأت فرما دی کہ کلام مجید کے لفظ "من بعد" کو مہمل و بے کار بنا دیا معلوم نہیں کلام مجید میں قطع و برید کا اختیار کس دربار سے حاصل فرمایا گیا؟

گستاخی معاف! جہاں جرأت اس حد پر ہو کہ کلام مجید کے صریح الفاظ، ظاہر الدلالات سے گریز میں عار و باک نہ ہو وہاں صحابہ کرام کس شمار میں آسکتے ہیں رہا شاہ صاحب کا ارشاد وہ "طعن سوم" کے تحت ملاحظہ فرما لیجیے۔

آپ کا ارشاد: "اسی آیت کریمہ میں بعد وعدۂ حسنیٰ کے ارشاد ہوتا ہے "واللہ بما تعملون خبیر" صاحب تفسیر روح المعانی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

عالم بظاهره و باطنه و يجازيكم على حسبه، فالكلام وعد و وعيد و فى الآيات من الدلالة على فضل السابقين المهاجرين و الانصار مالا يخفى، والمراد بهم المومنون المنفقون المقاتلون قبل فتح المكة أو قبل الحديبية بناءً على الخلاف السابق.

(روح المعانی ۲۷/ ۱۷۳، سورۂ حدید، بیروت)

ترجمہ: خدائے تعالیٰ ظاہر و باطن کا جاننے والا ہے اور اپنے علم کے مطابق تمہیں جزاء دے گا، لہٰذا یہ کلام وعدہ بھی ہے اور وعید بھی، اور آیات سے سابقین مہاجرین اور انصار کی فضیلت صاف ظاہر ہے اور ان سے مراد فتح مکہ سے پہلے قتال کرنے والے اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے والے مومنین ہیں یا اختلاف سابق کی بنا پر، حدیبیہ سے پہلے خرچ کرنے اور قتال کرنے والے

جواب:

میرے لیے یہ عبارت کیا مضر ہے، اور میرے مبحوث عنہ کی کیا قادح ہے؟ جبکہ انہیں صاحب روح المعانی کا قول دو مرتبہ پیش کر چکا ہوں، سہ بار پھر پڑھ لیجیے:

ای کل واحد من الفریقین لا الاولین فقط وعد اللہ الحسنیٰ ای المثوبۃ الحسنیٰ وھی الجنۃ.

(روح المعانی: ۲۷/ ۱۷۲، سورۂ حدید، بیروت)

آپ کا ارشاد: "ان سب عبارتوں سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کل حضرات صحابہ کرام کے فضائل یکساں ہیں"

جواب:

نہ میں نے دعوائے یکسانیت کیا تھا اور نہ آیت میں ذکر یکسانیت ہے، یہ جناب نے کہاں سے اخذ فرمایا؟ لیکن "اعظم" کے بعد درجہ "عظیم" ہے نہ "ذلیل" اور وعدۂ حسنیٰ سے مراد باتفاق مفسرین "جنت ہے" بہ حسب تفاوت درجات، نہ "دوزخ" یا "اعراف"۔ انتھی۔ الخ

(بوارق العذاب لاعداء الاصحاب ص ۱۵۳، ۱۴۸)

علامہ سید مصباح الحسن چشتی علیہ الرحمہ کی اس تحریر کے بعد کسی طرح کے تبصرہ کے کوئی اہمیت نہیں اور نہ کسی طرح کا اشکال رہتا ہے نام نہاد لکھاری لوگوں کے دھوکے دینے کی یہ عادت قدیم ہے فتح سے مراد مکہ ہو یا حدیبیہ، استدلال پر کوئی فرق نہیں پڑتا، اس لیے فتح سے مراد فتح مکہ یا فتح حدیبیہ پر بحث ہی فضول ہے مگر کیونکہ لکھاری صاحب عوام الناس کو دھوکا دینے کے ماہر ہیں اس لیے چند مزید امور پر تحقیق پیش خدمت ہے۔

ابن جریر طبری کے قول کی حقیقت

اس آیت سے فتح حدیبیہ مراد لینا اور حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کی روایت کو استدلال میں پیش کرنا محل نظر ہے۔

ابن کثیر رحمہ اللہ کا جواب

محدث و مفسر ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وروى ابن جرير، وابن أبي حاتم، من حديث ابن وهب: أخبرنا هشام بن سعد، عن زيد بن اسلم، عن عطاء بن يسار، عن أبي سعيد الخدري أنه قال: خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم عام الحديبية، حتى إذا كنا بعسفان قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "يوشك أن يأتي قوم تحقرون أعمالكم مع أعمالهم" فقلنا: من هم يا رسول الله أقريش؟ قال: لا ولكن أهل اليمن، هم أرق أفئدةً وألين قلوبًا". فقلنا: أهم خير منا يا رسول الله؟ قال: "لو كان

لأحدهم جبل من ذهب فأنفقه، ما أدرك مُدَّ أحدكم ولا نصيفه، ألا إن هذا فصل ما بيننا وبين الناس. { لا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ }.(تفسير الطبري: ۲۷/ ۱۲۷)

وهذا الحديث غريب بهذا السياق، والذي في الصحيحين من رواية جماعة، عن عطاء بن يسار عن أبي سعيد -ذكر الخوارج-: "تحقرون صلاتكم مع صلاتهم، وصيامكم مع صيامهم، يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية" (صحيح البخاري برقم (6931) وصحيح مسلم برقم (4601) الحديث. ولكن روى ابن جرير هذا الحديث من وجه آخر، فقال: حدثني ابن البرقي، حدثنا ابن أبي مريم، أخبرنا محمد بن جعفر، أخبرني زيد بن أسلم، عن أبي سعيد التمار، عن أبي سعيد الخدري: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "يوشك أن يأتي قوم تحقرون أعمالكم مع أعمالهم". قلنا: من هم يا رسول الله؟ قريش؟ قال: "لا ولكن أهل اليمن، لأنهم أرق أفئدة، وألين قلوبًا". وأشار بيده إلى اليمن، فقال: "هم أهل اليمن، ألا إن الإيمان يمان، والحكمة يمانية". فقلنا: يا رسول الله، هم خير منا؟ قال: "والذي نفسي بيده، لو كان لأحدهم جبل من ذهب ينفقه ما أدى مُدّ أحدكم ولا نصيفه". ثم جمع أصابعه ومد خنصره، وقال: "ألا إن هذا فضلُ ما بيننا وبين الناس، { لا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ } (تفسير الطبري: ۱۷/ ۱۲۷) فهذا السياق ليس فيه ذكر الحديبية فإن كان ذلك محفوظا كما تقدم، فيحتمل أنه أنزل قبل الفتح إخبارا عما بعده، كما في قوله تعالى في سورة "المزمل" -وهي مكية، من أوائل ما نزل- { وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ } الآية (المزمل 20) فهي بشارة بما يستقبل، وهكذا هذه والله أعلم.

ابن جریر میں ہے حدیبیہ والے سال ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ جب عسفان میں پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا: "ایسے لوگ بھی آئیں گے کہ تم اپنے اعمال کو ان کے اعمال کے مقابلہ میں حقیر سمجھنے لگو گے" ہم نے کہا کیا قریشی؟ فرمایا: "نہیں بلکہ یمنی نہایت نرم دل نہایت خوش اخلاق سادہ مزاج" ہم نے کہا: یا رسول اللہ! پھر کیا وہ ہم سے بہتر ہوں گے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ اگر ان میں سے کسی کے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا بھی ہو اور وہ اسے راہ اللہ خرچ کرے تو تم میں سے ایک کے تین پاؤ بلکہ ڈیڑھ پاؤ اناج کی خیرات کو بھی نہیں پہنچ سکتا یاد رکھو کہ ہم میں اور دوسرے تمام لوگوں میں یہی فرق ہے پھر آپ ﷺ نے اسی آیت « لا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ » کی تلاوت کی (تفسیر ابن جریر الطبری: ۱۱/ ۶۷۴) لیکن یہ روایت غریب ہے۔

بخاری و مسلم میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں خارجیوں کے ذکر میں ہے کہ تم اپنی نمازیں ان کی نمازوں کے مقابلہ اور اپنے روزے ان کے روزوں کے مقابلہ پر حقیر اور کمتر شمار کرو گے وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے۔ (صحیح مسلم ۱۰۶۴) ابن جریر میں ہے عنقریب ایک قوم آئے گی کہ تم اپنے اعمال کو کمتر سمجھنے لگو گے جب ان کے اعمال کے سامنے رکھو گے صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: کیا وہ قریشیوں میں سے ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں وہ سادہ مزاج نرم دل یہاں والے ہیں" اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا پھر فرمایا: "وہ یمنی لوگ ہیں ایمان تو یمن والوں کا ایمان ہے اور حکمت یمن والوں کی حکمت ہے" ہم نے پوچھا: کیا وہ ہم سے بھی افضل ہوں گے؟ فرمایا: "اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر ان میں سے کسی کے پاس سونے کا پہاڑ ہو اور اسے وہ راہ اللہ دے ڈالے تو بھی تمہارے ایک مد یا آدھے مد کو بھی نہیں پہنچ سکتا" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیاں تو بند کر لیں اور چھنگلیا کو دراز کر کے فرمایا: "خبردار رہو یہ ہے فرق ہم میں اور دوسرے لوگوں میں" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیت تلاوت فرمائی پس اس حدیث میں حدیبیہ کا ذکر نہیں۔ پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے فتح مکہ سے پہلے ہی فتح مکہ کے بعد کی خبر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دی ہو، جیسے کہ سورۃ مزمل میں جو ان ابتدائی سورتوں میں سے ہے جو مکہ شریف میں نازل ہوئی تھیں پروردگار نے خبر دی تھی کہ وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ (المزمل ۲۰) یعنی "کچھ اور لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں" پس جس طرح اس آیت میں ایک آنے والے واقعہ کا تذکرہ ہے اسی طرح اس آیت کو اور حدیث کو بھی سمجھ لیا جائے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔

(تفسیر ابن کثیر: ۸/ ۱۳، ۱۲)

سورۃ الفتح کی تفسیر میں امام شعبی کے قول سے استدلال

عجب طرفہ تماشہ ہے کہ فتح مکہ کو فتح حدیبیہ ثابت کرنے کے لیے لکھاری نے چالاکی دکھاتے ہوئے صلح امام حسن ص ۳۳ سورت فتح کی آیت إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحاً مُبِينًا (الفتح ۱) کی تفسیر میں امام شعبی سے مروی مرفوع روایت بغیر سند نقل کیا۔

وَأخرج عبد بن حميد عَن عَامر الشّعبِيّ رَضِي الله عَنهُ أن رجلا سَأَلَ النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم يَوْم الْحُدَيْبِيَة: أفتح هَذَا قَالَ: وأنزلت عَلَيْهِ {إِنَّا فتحنا لَك فتحا مُبينًا} فَقَالَ النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم: نعم عَظِيم قَالَ: وَكَانَ فصل مَا بَين الهجرتين فتح الْحُدَيْبِيَة قَالَ: (لَا يَسْتَوِي مِنْكُم من أنْفق من قبل الْفَتْح وَقَاتل) (الْحَدِيد 10) الْآيَة.

ترجمہ: حضرت عامر شعبی بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیبیہ ... فتح کہا گیا

یہ فتح ہے ؟راوی کہتے ہیں اور آپ پر آیت إِنَّا فَتَحْنا لَكَ فَتْحاً مُبِيناً نازل کی گئی تھی، پس نبی کریم ﷺ نے فرمایا،ہاں عظیم فتح ہے فرمایا:وہ دو ہجرتوں کے درمیان فرق حدیبیہ کی فتح ہے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: لَا يَسْتَوِي مِنكُم من أنفق من قبل الْفَتْح وَقَاتل. (الدر المنثور: ۷/ ۵۱۰)

اگر موصوف لکھاری اس روایت کو نقل کرنے کے بعد اس کی استنادی حیثیت کو عوام الناس کے سامنے پیش کرتے تو زیادہ بہتر ہوتا بہر حال ایسی بے سند اور مرسل روایت سے استدلال مردود ہے۔اس ضعیف روایت کو پیش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اس میں سورہ الفتح کے پس منظر میں سورۃ الحدید کی آیت پیش کی گئی تھی اور جس سے موصوف کا مطلب نکلتا تھا کہ سورۃ الحدید بھی صلح حدیبیہ سے قبل نازل ہوئی،اور سورۃ الفتح پر فتح حدیبیہ کا اطلاق ثابت کرنے کے بعد یہ آسان ہو جاتا ہے کہ سورۃ الحدید کا تعلق بھی فتح حدیبیہ سے ہی ہے اور فتح حدیبیہ کے بارے میں متعدد روایات موجود ہیں ،جس سے یہ ثابت کرنا آسان ہو جائے گا کہ فتح سے مراد فتح حدیبیہ ہی ہے مگر یہ طریقہ واردات مردود اور باطل ہے مزید یہ کہ اگر اس سے مراد فتح حدیبیہ لے بھی لی جائے تو ہمارے موقف پر تو کوئی زد نہیں اور نہ ہمارے خلاف ہے فتح حدیبیہ سے قبل اور فتح حدیبیہ کے بعد کے تمام صحابہ کرام سے حسنیٰ کا وعدہ ہے اس لیے فتح مکہ اور فتح حدیبیہ کی بحث ہی خلطِ مبحث ہے۔

ابن حیان کے قول سے دھوکا

بعض دھوکے باز قسم کے لکھاری نے سورۃ الحدید آیت نمبر ۱۰ میں فتح سے مراد کیا ہے؟ بیان کرنے کی بجائے، سورت الفتح کی آیت إِنَّا فَتَحْنا لَكَ فَتْحاً مُبِيناً کی تفسیر میں ابی حیان کی تفسیر البحر المحیط ۸۹/۸ کا حوالہ دیا کہ

وَقَالَ الْجُمْهُورُ: هُوَ فَتْحُ الْحُدَيْبِيَةِ وَقَالَهُ:السُّدِّيُّ، وَالشَّعْبِيُّ، وَالزُّهْرِيُّ. قَالَ ابْنُ عَطِيَّةَ: وَهُوَ الصَّحِيحُ. انْتَهَى.

جمہور نے کہا: یہ فتح حدیبیہ ہے اور یہی سدی، شعبی،اور زہری کا قول ہے،ابن عطیہ نے کہا: یہی صحیح ہے۔

جواب:

عرض ہے کہ ابی حیان الاندلسی نے سورۃ الحدید آیت،نمبر ۱۰ میں فتح سے کیا مراد لیا ہے ملاحظہ کریں۔

وَالْفَتْحُ: فَتْحُ مَكَّةَ، وَهُوَ الْمَشْهُورُ، وَقَوْلُ قَتَادَةَ وَزَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ وَمُجَاهِدٍ.

اور فتح سے مراد فتح مکہ ہے اور یہ قول مشہور ہے اور یہ قول قتادہ، زید بن اسلم اور مجاہد کا ہے۔

(البحر المحيط في التفسير: ۱۰/ ۱۰۳)

ظہور احمد فیضی نے صلح امام حسن ص ۳۱۴ تا ۳۱۵ تک سورہ الفتح کی پہلی آیت میں تفسیر میں فتح مبین سے مراد صلح حدیبیہ مختلف مفسرین سے بیان کی ہے، جو کہ لکھاری صاحب کے لیے مفید نہیں اور ہمارے مدعا کے خلاف نہیں،اس لیے ایسے اقوال پیش کرنا فضول ہے۔

حدیبیہ کی بجائے فتح مکہ کا مشہور ہونا کیوں؟

لکھاری نے صلح امام حسن ص ۳۱۵ پر آیت کے شان نزول بیان کرنے والے علماء کے اقوال کو غرض مندوں کے اقوال کہہ کر فتح مکہ کو فتح مشہور کرنے والوں کا طعنہ دیا جو کہ لکھاری کے خبث باطن کو ظاہر کرتا ہے، جب علماء کے کسی استدلال کا جواب نہیں بن پڑتا تو موصوف طعن و تشنیع اور پھبتیاں کسنا شروع کر دیتے ہیں۔

موصوف لکھاری نے صلح امام حسن ص ۳۱۵ پر جس طرح قدیم السلام صحابی کے قول سے استدلال فرمانے کی کوشش کی ملاحظہ کریں۔

تَعُدُّونَ أَنْتُمُ الْفَتْحَ فَتْحَ مَكَّةَ وَقَدْ كَانَ فَتْحُ مَكَّةَ فَتْحًا وَنَحْنُ نَعُدُّ الْفَتْحَ بَيْعَةَ الرِّضْوَانِ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم لوگ فتح مکہ کو فتح سمجھتے ہو، بیشک فتح مکہ بھی ایک فتح تھی، جبکہ ہم حدیبیہ کے دن بیعت رضوان کو فتح سمجھتے ہیں۔ (الجامع المسند الصحیح رقم ٤١٥٠)

- اس حدیث کو لکھنے کے بعد جناب صلح امام حسن ص ۳۱۶ پر لکھتے ہیں۔

خدا جانے کہ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو کن لوگوں کے سامنے اور کیوں یہ وضاحت کرنا پڑی ہو گی کہ اصل فتح کون سی ہے۔۔۔انہیں یہ وضاحت اس دور میں کرنا پڑی ہو گی جب بعض طلقاء خود کو فتح مکہ کے بعد والے مجاہدین باور کراتے ہوں گے تا کہ سادہ لوگ انہیں بھی ہیرو سمجھنے پر مجبور ہوں۔۔اور دوسری دلیل حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کو وہ تلخ تجربہ ہے جو انہیں شام کی سرزمین میں حاصل ہوا، امام طبرانی عبدالرحمن بن میسرہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا:

عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَيْسَرَةَ، قَالَ: مَرَّ بِالْمِقْدَادِ نَاسٌ أَوْ رَجُلٌ فَقَالَ: لَقَدْ أَفْلَحَتْ هَاتَانِ الْعَيْنَانِ، رَأَتَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَجْمَعَ الْمِقْدَادُ غَضَبًا، وَقَالَ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ،» لَا تَتَمَنَّوْا أَمْرًا قَدْ غَيَّبَهُ اللهُ، فَكَمْ مَنْ قَدْ رَآهُ وَلَمْ يَنْتَفِعْ بِرُؤْيَتِهِ "

سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کے قریب سے ایک شخص گذرا تو وہ کہنے لگا: ان آنکھوں نے کامیابی پائی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئیں اس پر سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ نے انتہائی غضب ناک ہوئے اور فرمایا: لوگوں اس امر کی تمنا مت کرو جسے اللہ نے مخفی کر رکھا ہے، بہت سے لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا لیکن انہوں نے آپ کے دیدار سے فائدہ نہ اٹھایا۔

(بحوالہ مسند الشامیین: ٢/ ١٤٨، المعجم الکبیر: ٢٠/ ٢٥٨ حدیث ٦٠٨)

جواب:

گذارش ہے کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا قول، تم لوگ فتح مکہ کو فتح سمجھتے ہو، بیشک فتح مکہ بھی ایک فتح تھی، جبکہ ہم حدیبیہ کے دن بیعت رضوان کو فتح سمجھتے ہیں میں کس فتح کا انکار؟ اور کس فتح کا اثبات ہے؟

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے قول میں فتح مکہ کو فتح سمجھنے کو تو غلط ہی نہیں کہا گیا اور نہ ہی فتح کو صلح حدیبیہ سے مخصوص کیا حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے تو فتح مکہ کو فتح ہی قرار دیا مگر صلح حدیبیہ کو بڑی فتح کہا جیسا کہ امام زہری سے بھی ایک قول منقول ہے۔

- حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

عن الزهري قال لم يكن في الإسلام فتح قبل فتح الحديبية أعظم منه۔

(فتح الباری لابن حجر ۷/ ۴۴۱)

اور زہری نے کہا اسلام میں فتح حدیبیہ سے قبل اس سے اتنی بڑی فتح نہیں تھی۔

ظہور احمد فیضی کا پیش کردہ قول سے اس کے دعوی کا ثابت ہونا در کنار بلکہ اس کے موقف پر شدید کاری ضرب لگی ہے پیش کردہ روایت میں صلح حدیبیہ کو فتح عظیم اور فتح مکہ کو فتح قرار دیا گیا جبکہ اس روایت سے تو ہمارا موقف ثابت ہوا نہ کہ معترض کا مگر کیا کیا جائے کہ جب لکھاری لوگ خود ہی عوام الناس کو دھوکا دینے کی راہ پر گامزن ہیں جس مقام پر فتح کا لفظ آیا اسے فتح حدیبیہ سے متعلق بتایا، لکھاری کو بغض صحابہ میں یہ بھی نہیں معلوم کہ فتح مکہ کو خود نبی کریم ﷺ نے فتح قرار دیا ہے۔

آقا کریم ﷺ کا فتح مکہ کو فتح قرار دینا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ لَا هِجْرَةَ وَلَكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ۔

(صحيح بخاری: ۴/ ۹۲ رقم ۳۰۷۷) (صحيح مسلم: ۵/ ۱۷۳ رقم ۴۷۲۷)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ فتح (مکہ) کے دن فرمایا اب ہجرت نہیں لیکن جہاد اور نیت ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ روایت بیان کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ مُجَاشِعِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ جَاءَ مُجَاشِعٌ بِأَخِيهِ مُجَالِدِ بْنِ مَسْعُودٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَذَا مُجَالِدٌ يُبَايِعُكَ عَلَى الْهِجْرَةِ فَقَالَ لَا هِجْرَةَ بَعْدَ فَتْحِ مَكَّةَ وَلَكِنْ أُبَايِعُهُ عَلَى الْإِسْلَامِ

حضرت مجاشع بن مسعود رضی اللہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بھائی مجالد کو لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت

اقدس میں حاضر ہوا اور کہا کہ یہ مجالد ہے اسے ہجرت پر بیعت کریں گے، آپ ﷺ نے فرمایا فتح (مکہ) کے بعد ہجرت نہیں لیکن میں اسلام پر اسے بیعت کروں گا۔ (صحیح بخاری: ٤ / ٩٢ رقم ٣٠٧٩)

پیش کردہ روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ نے فتح مکہ پر فتح کا اطلاق کیا ہے نام نہاد اپنے فتوٰی جاری کرنے سے پہلے یہ سوچ کریں کہ ان کی تحریر کا اثر کن کن پر پڑے گا مزید عرض یہ ہے کہ راقم کی تحقیق کے مطابق ۱۰۰ سے زیادہ مرویات کتب احادیث میں موجود ہیں جن میں صحابی یا تابعی نے فتح مکہ کو فتح قرار دیا اس لیے یہ بات کرنی کہ فتح کو فتح مکہ مشہور کرنا بنوامیہ کی وجہ سے یا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ہے، ایک لغو اور فضول بات کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے اس الزام کا تحقیق سے دور دور تک کوئی تعلق نہیں، بلکہ متعصب قسم کے لکھاری کی اپنی ذہنی اختراع ہے، جس کی کوئی حیثیت نہیں۔

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کے اثر سے دھوکا دینے کی کوشش

قاری ظہور احمد فیضی نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کا اثر تو پیش کیا مگر اس کی سند پر کوئی تبصرہ نہ کرنے میں ہی عافیت جانی حالانکہ راقم نے اس روایت کی اسنادی حیثیت پر اپنی کتاب "الاحادیث الراویہ لمدح الامیر معاویہ" میں تفصیل سے کلام کر کے اس اثر کا پس منظر بھی پیش کیا مگر ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھاری نے اس روایت کو دوبارہ اپنی کتاب میں لکھا۔ قطع نظر اس روایت کی سند میں " عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَيْسَرَة، "کی واضح توثیق ثابت نہیں ہے، اس روایت کو مختصر پیش کر کے عوام الناس کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔

صحابہ کرام یا منافقین میں کس نے دیدار مصطفی ﷺ کا فائدہ نہیں اٹھایا؟

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کی روایت تفصیل اور پس منظر مع وجوہات کے معجم الکبیر للطبرانی: ۲۰/۲۵۳ رقم الحدیث ۶۰۰ پر موجود تھی مگر لکھاری موصوف نے مکمل حدیث کی بجائے اس کا اختصار پیش کر کے عوام الناس کو دھوکا دینے کی کوشش کی۔

یہ روایت مسند امام احمد بن حنبل میں موجود تھی جس سے اس قول کے مخاطب اور اس کا اطلاق سمجھ میں آتا ہے کہ جنہوں نے دیدار کا فائدہ نہیں اٹھایا وہ منافقین اور کافر تھے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ روایت نقل کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا يَعْمَرُ بْنُ بِشْرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ يَعْنِي ابْنَ الْمُبَارَكِ، أَخْبَرَنَا صَفْوَانُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: جَلَسْنَا إِلَى الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ يَوْمًا، فَمَرَّ بِهِ رَجُلٌ، فَقَالَ: طُوبَى لِهَاتَيْنِ الْعَيْنَيْنِ اللَّتَيْنِ رَأَتَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاللهِ لَوَدِدْنَا أَنَّا رَأَيْنَا مَا رَأَيْتَ، وَشَهِدْنَا مَا شَهِدْتَ، فَاسْتُغْضِبَ، فَجَعَلْتُ أَعْجَبُ، مَا قَالَ إِلَّا خَيْرًا، ثُمَّ أَقْبَلَ إِلَيْهِ، فَقَالَ " مَا يَحْمِلُ الرَّجُلَ عَلَى أَنْ يَتَمَنَّى مَحْضَرًا غَيَّبَهُ اللهُ عَنْهُ، لَا يَدْرِي لَوْ شَهِدَهُ كَيْفَ كَانَ يَكُونُ فِيهِ، وَاللهِ لَقَدْ حَضَرَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْوَامٌ كَبَّهُمُ اللهُ عَلَى مَنَاخِرِهِمْ فِي جَهَنَّمَ لَمْ يُجِيبُوهُ، وَلَمْ يُصَدِّقُوهُ، أَوَلَا تَحْمَدُونَ اللهَ إِذْ أَخْرَجَكُمْ لَا تَعْرِفُونَ إِلَّا رَبَّكُمْ، مُصَدِّقِينَ لِمَا جَاءَ بِهِ

نَبِيِّكُمْ، قَدْ كُفِيتُمُ الْبَلَاءَ بِغَيْرِكُمْ، وَاللهِ لَقَدْ بَعَثَ اللهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَشَدِّ حَالٍ بُعِثَ عَلَيْهَا فِيهِ نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فِي فَتْرَةٍ وَجَاهِلِيَّةٍ، مَا يَرَوْنَ أَنَّ دِينًا أَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ الْأَوْثَانِ، فَجَاءَ بِفُرْقَانٍ فَرَقَ بِهِ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ، وَفَرَّقَ بَيْنَ الْوَالِدِ وَوَلَدِهِ حَتَّى إِنْ كَانَ الرَّجُلُ لَيَرَى وَالِدَهُ وَوَلَدَهُ أَوْ أَخَاهُ كَافِرًا، وَقَدْ فَتَحَ اللهُ قُفْلَ قَلْبِهِ لِلْإِيمَانِ، يَعْلَمُ أَنَّهُ إِنْ هَلَكَ دَخَلَ النَّارَ، فَلَا تَقَرُّ عَيْنُهُ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّ حَبِيبَهُ فِي النَّارِ، وَأَنَّهَا لَلَّتِي قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: {الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ} - (الفرقان ۷۴)

حضرت عبدالرحمن بن جبیر بن نفیر سے مروی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ ایک دن ہم حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، ایک شخص (تابعی) گذرا، اس نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے کہا، خوش بخت ہیں وہ آنکھیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہماری دلی خواہش ہے کہ وہ کچھ دیکھ لیتے جو آپ لوگوں نے دیکھا اور ان مواقع پر، ان معرکوں میں موجود ہوتے جہاں آپ رہے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو غصہ آگیا، بولے، کیا معلوم، یہ آرزو رکھنے والا اس وقت ہوتا تو کس مقام پر ہوتا؟ ایسے لوگوں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا جنھیں اللہ نے مونہوں کے بل دوزخ میں جھونک دیا، کیونکہ انھوں نے نہ ہی آپ کو مانا اور نہ تصدیق کی۔ تم اللہ کا شکر ادا نہیں کرتے کہ تمھاری آزمائش پہلوں نے جھیل لی، تم اللہ ہی کو مانتے ہو اور اس کے انبیاء کو سچا جانتے ہو آپ کے زمانے کا حال یہ تھا کہ آپ کے لائے ہوئے، حق و باطل کو تمیز کرنے والے فرقان نے باپ بیٹے میں تفریق پیدا کر دی تھی، ایک شخص کا دل اللہ نے ایمان کے لیے کشادہ کر دیا ہوتا تھا، لیکن وہ دیکھتا تھا کہ اس کا باپ، بیٹا یا بھائی کفر میں مبتلا ہیں اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک کیسے مل سکتی تھی جب اس کے پیارے جہنم میں جانے والے تھے۔

(مسند احمد: ۶/ ۲ رقم ۲۳۸۱۰)

اس روایت کو متعدد محدثین کرام نے اپنی کتاب میں مروی کیا ہے۔

(۱) تفسیر ابن کثیر: ۶/۱۴۲ (۲) الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان: ۱۴/ ۴۸۹ (۳) الأدب المفرد رقم ۸۷

(۴) الآحاد والمثانی رقم ۲۹۲ (۵) تفسیر ابن جریر الطبری: ۱۹/ ۵۳ (۶) الحلیۃ الاولیاء: ۱/۱۷۶، ۱۷۵

اس روایت کو پیش کرنے کے بعد کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں کیونکہ اس حدیث کے متن میں لکھاری کی باتوں کا منہ توڑ جواب موجود ہے کہ اس سے مراد و مخاطب ایک تو منافقین ہیں جنہوں نے آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور ان کی تصدیق نہ کی اور انہیں اس کا فائدہ نہ ہوا۔ ایسی روایات کو صحابہ کرام کی شان اقدس پر لاگو کرنا مردود و باطل ہے اور جس کا مظاہرہ، تعصب صحابہ میں مبتلا کوئی لکھاری کرتا رہتا ہے اب کچھ تبصرہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام پر بھی ملاحظہ ہو کہ انہوں نے اسلام مجبوراً اور فتح مکہ کے دن قبول کیا یا دوسری روایات بھی موجود ہیں اگر دیگر روایات موجود ہیں تو اتنی قطعیت کے ساتھ ان کے اسلام کو مجبوراً فتح مکہ کے دن لانے پر ضد کیوں؟

﴾سورۃ الحدید آیت:۱۰ پر ظہور فیضی کے اعتراضات کا جواب﴿

قاری ظہور احمد فیضی کے باطل استدلال کے کو مفتی سجاد احمد فیضی صاحب نے تار عنکبوت کی طرح تار تار کرکے حقیقت واضح کی۔ علامہ مفتی سجاد احمد فیضی کی کتاب تمام صحابہ قطعی جنتی سے چند اقتباس ارباب اہل ذوق کے پیش نظر ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا قاری ظہور کے مسلّمہ تفسیری قواعد کی روشنی میں بھی آیت ہذا میں شامل ہونا:

موصوف قاری ایک مقام پر ایک تفسیری قاعدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہوئے ہیں:

"اہل علم کے نزدیک اصول یہ ہے کہ اگر کسی آیت میں حکم، نہی، مدح یا ذم کا بیان ہو اور اس کی شان نزول معین ہو تو ایسے ہر حکم ہر نہی ہر مدح اور ہر دم کا اطلاق اس شخص پر بھی ہو گا جس کے بارے میں وہ آیت نازل ہوئی اور اس کی مانند دوسرے اشخاص پر بھی ہو گا چنانچہ علامہ ابن تیمیہ اور امام سیوطی لکھتے ہیں:

والآية التي لهاسبب معين ان كانت امر منهيا فهي متناولة لذلك ولغيره ممن كان بمنزلته و ان كانت خبرا بمدح اوذم فهي متناولة لذلك الشخص وغيره ممن كان بمنزلته ايضًا

"وہ آیت جس کی شان نزول معین ہو، اگر وہ امر اور نہی پر مبنی ہو تو وہ اس شخص اور اس کی طرح دوسرے لوگوں کو بھی شامل ہو گی اور اگر وہ مدح یا ذم کی خبر ہو تو تب بھی وہ اس شخص اور اس کی ماند دوسرے لوگوں کو بھی شامل ہو گی۔"

(اہل کساء کا مقام، حقائق و اوہام ص ۱۳،۱۲)

ہم کہتے ہیں اگر بفرض تسلیم یہ مان بھی لیا جائے کہ یہ آیت صرف اور صرف صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان والے لوگوں کے لئے نازل ہوئی ہے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پھر بھی اس آیت کے تحت شامل ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ نفس صحابیت میں (یعنی صحابی ہونے کی حیثیت سے) آپ بھی ان دوسرے صحابہ کی مانند ہیں جن کے لئے یہ "وعدۂ حسنیٰ" نازل ہوا اور یہ بات تو خود موصوف بھی مانتے ہیں کہ اگر کسی آیت میں مدح کی خبر ہو اور اس کی شان نزول معین ہو تو اس مدح کا اطلاق اس شخص پر بھی ہو گا جس کے بارے میں وہ آیت نازل ہوئی اور اس کی مانند دوسرے اشخاص پر بھی ہو گا، چونکہ اس آیت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی مدح کے طور پر ان کے جنتی ہونے کی خبر دی گئی ہے لہٰذا دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی طرح اس آیت کا اطلاق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر بھی ہو گا۔

پھر دوسرا قاعدہ بیان کرتے ہوئے لکھا:

"فقط یہ بھی نہیں کہ دوسرے لوگ اس شخص کے برابر ہو سکتے ہیں بلکہ اس سے بڑھ بھی سکتے ہیں۔"

(اہل کساء کا مقام صاحب ۱۳)

موصوف نے پھر اس کے تحت کچھ مثالیں بھی ذکر کیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ آیت کریمہ:

"وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ" (النساء:٦٩)

"اگرچہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کے لئے نازل ہوئی ہے مگر اس خبر مدح میں ان سے افضل صحابہ بھی شامل ہیں۔"

یونہی آیت کریمہ:

"وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ"۔ (الاحزاب:٣٧)

"اگرچہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے لئے نازل ہوئی ہے۔ مگر اس فقہی مسئلہ میں ان سے افضل صحابہ بھی شامل ہیں۔"

ہم کہتے ہیں کہ جب ادنیٰ کے بارے نازل شدہ خبر مدح کے تحت اعلیٰ شامل ہو سکتا ہے تو پھر اعلیٰ کے بارے نازل شدہ خبر مدح کے تحت بلحاظ فرق مراتب کے ادنیٰ بھی شامل ہو سکتا ہے۔ بلکہ ہماری اس بات کی تائید موصوف کی پیش کردہ تیسری مثال بھی کر رہی ہے کہ آیت کریمہ: وسیجنبها الاتقی (اللیل:١٧)

اگرچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے نازل ہوئی اور آپ کی افضلیت کی بہترین دلیل ہے مگر راہ خدا میں خرچ کرنے والے کے لئے رضائے الٰہی کے ملنے کی خبر مدح میں ہر وہ شخص بھی شامل ہوگا جو آپ سے ادنیٰ ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ بفرض تسلیم اگر زیر بحث آیت کو حدیبیہ و فتح مکہ کے درمیان والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے لئے مانا جائے تو بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آیت حدید میں شامل ہوں گے۔

تنبیہ:

ہم نے جو اعلیٰ و ادنیٰ کے الفاظ کہے یہ افضل و مفضول ہونے کے معنیٰ میں ہیں ورنہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہی اعلیٰ ہیں ان میں کوئی بھی ادنیٰ نہیں۔

نوٹ:

اگر موصوف قاری یا اس کا کوئی حمایتی یہ کہے کہ آپ کا یہ بعد والا استدلال درست نہیں بلکہ ان مثالوں میں تو صرف افضل ہونے یا نہ ہونے کی وضاحت کی جا رہی ہے تو ہم کہیں گے کہ آپ کا یہ عذر نامعقول ہے۔ اس لئے کہ یہ جزیات جس قاعدے کے تحت بیان کی جا رہی ہیں وہ شمولیت و عدم شمولیت کے بارے ہے نہ کہ افضلیت و عدم افضلیت کے ثبوت کے بارے۔ اس پہ مزید دلیل یہ ہے کہ موصوف نے ان جزئیات کو بیان کرنے سے قبل ان کا ماقبل بیان کردہ قاعدہ سے ربط کرتے ہوئے خود یوں لکھا ہے:

"فقط یہ بھی نہیں کہ دوسرے (شامل ہونے والے راقم) لوگ اس شخص کے برابر ہو سکتے ہیں بلکہ اس سے بڑھ بھی سکتے ہیں۔"

اس فتح سے فتح مکہ نہیں بلکہ صلح حدیبیہ مراد ہے (قاری ظہور):

موصوف اپنے موقف پہ دوسری دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"سورۃ الحدید کی اس آیت میں جو لفظ "الفتح" آیا ہے اس کی تفسیر معلوم کرنے کے لئے اگر آپ کتب تفسیر کو کھنگالنا شروع کر دیں تو آپ کو نقل در نقل کے طور پر فتح مکہ کے قائلین کی تعداد زیادہ ملے گی مگر اہل تحقیق مفسرین نے اس سے فتح مکہ نہیں بلکہ صلح حدیبیہ کی فتح مراد لی ہے اور اسی کو صحت کے قریب اور راجح قرار دیا ہے۔

چنانچہ امام ابن جریر طبری فتح مکہ اور فتح حدیبیہ دونوں کے بارے میں تفسیری اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

واولی الاقوال فی ذلک عندی ان یقال معنی ذلک لا یستوی منکم ایها الناس من انفق فی سبیل الله من قبل الفتح الحدیبیة للذی ذکرنا من الخبر عن رسول اللهﷺ الذی رو یناه عن ابی سعید الخدری عنه

"اور میرے نزدیک ان اقوال میں سے صحیح یہ کہ اس آیت کا معنی یوں کیا جائے اے لوگو! تم ان کے برابر نہیں ہو جنہوں نے تم میں سے فتح حدیبیہ سے قبل راہ الٰہی میں خرچ کیا ہے، اس لئے کہ ہم اس کی دلیل میں رسول اللہ ﷺ کا وہ ارشاد نقل کر چکے ہیں جو آپ ﷺ سے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا۔"

(جامع البیان ج ۱۲، ص ۳۹۵)

امام ابن جریر طبری نے اس سے قبل جو حدیث نبوی نقل فرمائی ہے وہ یہ ہے:

عن ابی سعید الخدری قال: قال لنا رسول اللهﷺ عام الحدیبیه یوشك ان یاتی قوم تحقرون اعمالکم مع اعمالکم قلنا: من هم یا رسول الله! قریش هم؟ قال: لا، ولکن اهل الیمن ارق افئدة والین قلوبا، فقلنا هم خیر امنا یا رسول الله؟ فقال لو کان لاحدهم جبل من ذهب فانفقه، ما ادرك مد احدکم و لا نصیفه الا ان هذا فصل مابینا و بین الناس لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل، الی قوله: والله بما تعملون خبیر

"سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حدیبیہ کے سال ارشاد فرمایا: عنقریب تمہارے پاس ایک قوم آئے گی جن کے اعمال کے مقابلہ میں تم اپنے اعمال کو حقیر سمجھو گے، ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ کون ہیں کیا قریش ہیں وہ؟ فرمایا نہیں، لیکن وہ اہل یمن جو بہت زیادہ رقیق القلب اور نرم خو ہیں۔ ہم نے پھر عرض کیا یارسول اللہ! کیا وہ ہم سے بہتر ہیں؟ فرمایا: اگر ان میں سے کسی کے پاس سونے کا پہاڑ ہو پھر وہ اس کو خرچ کر دے تو وہ تمہارے ایک اور آدھے مُد کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتا۔ سنو! ہمارے اور ان کے لوگوں کے درمیان یہ آیت حد فاصل ہے تم میں سے کوئی برابری نہیں کر سکتا۔ ان کی جنہوں نے فتح

مکہ سے پہلے خرچ کیا اور جنگ کی ان کا درجہ بہت بڑا ہے ان سے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد مال خرچ کیا اور جنگ کی اور سب کے ساتھ اللہ نے وعدہ کیا ہے بھلائی کا اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے بخوبی خبردار ہیں۔"

(جامع البیان ج ۲۲ ص ۳۹۴، تفسیر ابن ابی حاتم ج ۱۰، ص ۳۳۳۶)

اس روایت کے راویوں پہ بحث کرنے کے بعد مزید لکھا:

امام سیوطی نے سورۃ الفتح کی تفسیر میں محدث عبد بن حمید سے اس سے بھی زیادہ واضح حدیث نقل فرمائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

عن عامر الشعبي، ان رجلا سئل النبي ﷺ يوم ال.الحديبية أفتح هذا؟ قال: و انزلت عليه انا فتحنا لك فتحنا مبينا فقال النبي ﷺ: نعم: عظيم، قال: وكان فصل مابين الهجرتين فتح الحديبية، فقال "لا يستوى منكم من انفق من قبل الفتح و قاتل"

"حضرت عامر شعبی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے حدیبیہ کے دن دریافت کیا: کیا یہ فتح ہے؟ راوی کہتے ہیں: اور آپ پر یہ آیت انا فتحنا لک فتحا مبینا" نازل کی گئی تھی۔ پس نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہاں عظیم فتح ہے۔ فرمایا دو ہجرتوں کے درمیان فرق حدیبیہ کی فتح ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی "لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل"

(الدر المنثور ج ۱۳، ص ٤٦١، صلح الامام الحسن ص ۳۱۰، تا ۳۱۳)

جواب نمبرا:

امت کے کثیر اور اجلہ مفسرین نے اس فتح سے فتح مکہ مراد لی ہے:

موصوف نے یہ لکھ کر کہ "سورۃ الحدید کی اس آیت میں جو لفظ "الفتح" ہے اس کی تفسیر معلوم کرنے کے لئے اگر آپ کتب تفسیر کھنگالنا شروع کریں گے تو آپ کو نقل در نقل کے طور پر فتح مکہ کے قارئین کی تعداد زیادہ ملے گی۔ مگر اہل تحقیق مفسرین اس فتح سے فتح مکہ نہیں بلکہ صلح حدیبیہ کی فتح مراد لی ہے۔"

بڑی چالاکی سے یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ جن مفسرین نے اس سے صلح حدیبیہ مراد لی ہے اہل تحقیق تو صرف وہی ہیں، باقی تمام تو نہ صرف یہ کہ غیر اہل تحقیق ہیں بلکہ مکھی پر مکھی مارتے آئے ہیں۔ انہیں ذرا بھی سمجھ نہ آسکی کہ اس آیت کا صحیح مفہوم کیا ہے؟

لیکن اس حقیقت سے موصوف بھی نہ انکار کر سکے کہ فتح مکہ کے قائلین کی تعداد زیادہ ہے، آیئے ہم ان تفاسیر میں سے کچھ کی نشاندہی کرتے ہیں۔ جن میں "فتح مکہ" مراد لی گئی ہے اور فیصلہ اپنے قارئین پہ چھوڑتے ہیں کہ آیا ان کے مصنفین بھی اہل تحقیق شمار ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ ان کی تفسیر بھی معتبر و مقبول سمجھی جا سکتی ہے یا نہیں؟

ملاحظہ ہو:

تفسیر خازن جزء ۲۷، ص ۲۷، تفسیر جلالین ص ۴۴۹، تفسیر مدارک ج ۳، ص ۴۳۵، تفسیر بغوی ج ۴، ص ۳۲۳، تفسیر ماوردی ج ۵، ص ۱۷۴، تفسیر ابن عباس ص ۵۳۸، تفسیر کبیر ج ۱۰، ص ۴۵۲، تفسیر مظہری ج ۷، ص ۲۸، تفسیر ابی سعود ج ۶، ص ۲۰۱، تفسیر روح المعانی ج ۱۴، ص ۲۶۳، تفسیر قرطبی، ج ۱۷، ص ۲۰۵، تفسیر صاوی ج ۶، ص ۲۱۰۶، تفسیر روح البیان ج ۹، ص ۳۲۴، تفسیر جمالین ج ۲، ص ۷۰۳، تفسیر ماتریدی ج ۹، ص ۵۱۹، تفسیر البحر المحیط ج ۸، ص ۳۰۹، احکام القرآن للجصاص ج ۳، ص ۶۲۲، ابن کثیر مترجم ج ۵، ص ۲۴۳، کشاف ص ۱۳۵۴، تفسیر ضیاء القرآن ج ۵، ص ۶۲۲، تفسیر رضوی ج ۴، ص ۱۸۲، تفسیر نور العرفان ص ۸۴۰، تفسیر تبیان القرآن ج ۱۱، ص ۱۸، تفسیر صراط الجنان ج ۹، ص ۷۳۳)

درج تفاسیر میں بھی یہ تفسیر مراد لی گئی ہے:

"تفسیر سمرقندی، تفسیر التحریر والتنویر، تفسیر بیضاوی، تفسیر لطائف الاشارات تفسیر کبیر للطبرانی، تفسیر جیلانی، تفسیر ثعلبی، تفسیر تذکرۃ الاریب لابن جوزی، تفسیر صنعانی وغیرہا۔"

جواب نمبر ۲:

تفسیر طبری اور تفسیر در منثور کے حوالاجات موصوف کے مؤید نہیں ہیں:

موصوف نے صلح حدیبیہ کی فتح مراد لینے پہ تائیداً جو پہلی نقل پیش کی ہے وہ تفسیر ابن جریر سے ہے کہ:

و اولی الاقوال فی ذلک بالصواب عندی...

"یعنی امام طبری فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک ان اقوال سے صحیح یہ ہے کہ اس سے مراد صلح حدیبیہ ہے۔ (خلاصہ)"

اس نقل کے بارے پہلی گزارش تو یہ کہ امام طبری نے موصوف قاری کی طرح فتح مکہ کے قائلین کو غیر اہل تحقیق اور مکھی پہ مکھی مارنے والا قرار نہیں دیا بلکہ اولاً اس کے بارے اختلاف کو بایں الفاظ بیان کیا۔

اختلف اهل التاویل فی تاویل ذلك فقال بعضهم: معناه لا یستوی منکم ایها الناس من امن قبل وهاجر و قال آخرون عنی بالفتح فتح: مکة و بالنفقة فی جهاد المشرکین قال آخرون: عنی بالفتح فی هذا الموضع صلح الحدیبیة

"مفسرین کا اس (فتح) کی تفسیر میں اختلاف ہے، ان میں سے بعض کہتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ اے لوگو تم میں سے وہ لوگ برابر نہیں جو فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے اور ہجرت کی اور دوسرے بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد فتح مکہ ہے اور خرچ سے مراد مشرکین کے خلاف جہاد میں خرچ کرنا ہے اور دوسروں نے کہا ہے کہ اس جگہ فتح سے مراد صلح حدیبیہ ہے۔" (تفسیر طبری ج ۱، ص ۲۲۲)

اس کے بعد اپنی رائے دی اور اسے بھی "عندی" (میرے نزدیک) سے مقید کر دیا: اس قید سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ یہ

آپ کی رائے ہے، مگراس سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ یہ قول علی الاطلاق "اولیٰ الاقوال" ہے ورنہ آپ بھی "عندی" کی قید نہ لگاتے جبکہ فتح مکہ کے قائل مفسرین کی ایسی عبارات ملتی ہیں کہ جن میں سے فتح مکہ مراد ہونا مطلقاً اولیٰ اور ارجح قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ آگے چل کر ہم اس پر باحوالہ گفتگو کریں گے۔

جہاں تک موصوف کی دوسری نقل کا تعلق ہے جس کو بایں الفاظ بڑے طمطراق سے پیش کیا ہے کہ:

"امام سیوطی نے سورۃ الفتح کی تفسیر میں محدث عبد بن حمید سے اس سے بھی زیادہ واضح حدیث نقل فرمائی ہے۔"

تو اس کا جواب یہ ہے کہ موصوف کو یہ نقل بھی ذرا بھر مفید نہیں، بلکہ ان کے مخالف اور ہمارے موافق و مؤید ہے، وہ اس لئے کہ حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر در منثور میں صرف اور صرف اس بات کا التزام کیا ہے کہ کسی بھی آیت کے متعلق جو احادیث و آثار آئے ہیں ان کو اس کے تحت درج کر دیا جائے، قطع نظر اس کے کہ وہاں فیصلہ کن تفسیر کون سی ہوگی۔ جبکہ اس کے برعکس تفسیر جلالین میں ان اقوال کو لانے کا التزام کیا گیا جو فیصلہ کن، معتمد اور ارجح ہیں جیسا کہ تفسیر جلالین کے مقدمہ میں فرمایا:

والاعتماد علی ارجح الاقوال "اور ارجح اقوال پر اعتماد کیا گیا ہے" (تفسیر جلالین ص ۴)

اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے امام اہلسنت فرماتے ہیں:

"مطلب اصح جس کے مطالعہ کو جلالین کہ اصح الاقوال پر اقتصار کا جن کو التزام ہے سر دست بس ہے، ہاتھ سے نہ جائے۔" (فتاویٰ رضویہ ج ۲۶، ص ۶۵۷)

اس تفسیر جلالین میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے زیر بحث آیت میں مذکور "الفتح" سے فتح مکہ ہی مراد لی ہے۔ جلالین کے الفاظ یہ ہیں: "من قبل الفتح "لمکۃ: "یعنی فتح مکہ سے پہلے." (ص ۴۴۹)

ثابت ہوا کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے منصب محدث کے پیش نظر وہ حدیث در منثور میں تو نقل کر دی ہے لیکن جہاں تک اس بابت ان کا اپنا نظریہ ہے تو وہ خود اس سے "فتح مکہ" کو بطورِ ارجح الاقوال لیتے ہیں۔

قارئین کرام: تفسیر جلالین چونکہ مدارس دینیہ میں بطور درسی کتاب کے پڑھائی جاتی ہے اور اس بارے ہماری نقل کردہ تحقیق علم تفسیر کے اول درجے کے طلباء بھی جانتے ہیں۔ مگر یہ کتنی شرم کی بات ہے کہ جس چیز کو ابتدائی طلباء تو جانتے ہوں مگر خود ساختہ اک "ریسرچ اسکالر" نہ جانتا ہو!

ہمیں نہیں معلوم کہ بایں وجہ موصوف کو علم تفسیر سے جاہل سمجھا جائے یا پھر خائن و دھوکے باز۔

اصل فتح صلح حدیبیہ ہے، قول (ظہور فیضی):

موصوف درج بالا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

اس تفسیر نبوی ﷺ کے بعد کوئی ابہام باقی نہ ہو رہا کہ سورۃ الحدید کی آیت نمبر دس "لا یستوی منکم من انفق من

قبل الفتح و قاتل " میں جس فتح کا ذکر ہے ،اب اس سلسلہ میں اگرچہ تفسیری اقوال نقل کرنے کی حاجت نہیں تاہم بعض لوگوں کی تسلی کے لئے چند حوالات پیش کرتا ہوں امام ابو حیان اندلسی نے اس قسم کے دلائل کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کو قول جمہور قرار دیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

و قال الجمهور هو فتح الحديبية قاله السدى و الشعبى و الزهرى قال ابن عطية و هو الصحيح.

"جمہور نے کہا یہ فتح حدیبیہ ہے اور یہی سدی، شعبی اور زہری کا قول ہے ابن عطیہ نے کہا: یہی صحیح ہے۔ (البحر المحیط ج ۸، ص ۸۹)

علامہ محمود آلوسی حنفی نے اس مقام پر تفصیلی کلام کیا اور فرمایا ہے کہ قبل از فتح اور بعد از فتح سے مراد صلح حدیبیہ کے بعد ہے پہلے انہوں نے مشہور حدیث "لا تسبوا اصحابی" درج فرمائی ہے۔ اس میں حضرت عبدالرحمان بن عوف اور خالد بن ولید کے تنازع کا ذکر ہے۔ ان میں اول الذکر قدیم الاسلام میں اور مؤخر الذکر صلح حدیبیہ کے بعد مسلمان ہوئے تھے۔ پھر انہوں نے آیت میں جو لفظ "اولئک اعظم" درجہ آیا ہے اس سے انہوں نے حدیبیہ سے پہلے والے قدیم الاسلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو مراد لیا ہے اور "من الذین انفقوا من بعد و قاتلوا" سے صلح حدیبیہ سے بعد والوں کو مراد لیا ہے۔ پھر انہوں نے نتیجہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

ثم فى الحديث تائيد مالكون اولئك هم الذين انفقوا قبل الحديبية الا ان اسلامه رضى الله عنه كان بين الحديبية و فتح مكة كما فى التقريب و غيره و الزمخشرى فسر الفتح بفتح مكة، فلا تغفل

"پھر حدیث (لا تسبوا) میں اس بات کی تائید ہے کہ "اعظم درجۃ" میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو صلح حدیبیہ سے پہلے مسلمان ہوئے کیونکہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی عرصہ میں اسلام لائے تھے جیسا کہ تقریب التہذیب وغیرہ کتب میں ہے اور علامہ زمخشری نے الفتح کی تفسیر فتح سے کی ہے۔ لہٰذا غفلت کا شکار نہ ہونا۔" (روح المعانی ج ۲۴، ص ۴۱۲)

پیر محمد کرم الازہری کی تحقیق کے مطابق سورۃ الحدید کا نزول ہی فتح مکہ سے پہلے ہوا، چنانچہ وہ لکھتے ہیں اس کی آیات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نزول غزوہ احد اور صلح حدیبیہ کے درمیان عرصہ میں ہوا۔ (ضیاء القرآن ج ۵، ص ۱۰۴)

اس فتح مبین سے مراد صلح حدیبیہ ہے۔ (ضیاء القرآن ج ۵، ص ۵۳۱)

مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ سورۃ الفتح کی پہلی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اکثر مفسرین فتح سے صلح حدیبیہ مراد لیتے ہیں۔" (خزائن العرفان ص ۵۲۰)

اس کے بعد نواب صدیق حسن کا حوالہ پیش کیا۔

جواب نمبرا:

موصوف کی دھوکہ دہی اور ان کے نقل کردہ تفسیری شواہد کی حقیقت:

موصوف نے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ اس فتح سے فتح حدیبیہ ہونا ہی محقق وارجح ہے، اپنے ماہرانہ تبصرہ کے ساتھ ساتھ چند تفسیری شواہد بھی پیش کئے ہیں، ہم کوشش کرتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کے بارے منصفانہ کلام کریں تاکہ ہمارے قارئین ان کی حقیقت سے آگاہ ہوسکیں۔

پہلی شہادت تفسیر "البحر المحیط" سے نقل کی گئی ہے، جس میں "قول جمہور" کا قول کیا گیا۔ مگر راقم نے جب تفسیر "البحر المحیط" کا یہ مطلوبہ مقام دیکھا تو حیران رہ گیا کہ امام ابوحیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۂ حدید کی اس آیت کی تفسیر موصوف قاری کے موقف کے بالکل برعکس کی ہے ان کی اصل عبارت یوں ہے:

والفتح مكة وهو المشهور وهو قول قتادة وزيد بن اسلم و مجاهد فقال ابو السعيد، والشعبى وهو فتح الحديبية وقد تقدم فى اول سورة الفتح كونه فتحا. . .

اس آیت میں (مذکور) فتح سے مراد فتح مکہ ہے اور یہی مشہور قول ہے اور یہی قتادہ، زید بن اسلم اور مجاہد کا قول ہے اور ابو السعید اور شعبی کہتے ہیں اس سے مراد فتح حدیبیہ ہے اور سورۃ فتح کے شروع میں اس کے فتح ہونے کے بارے گفتگو گزر چکی ہے۔ (تفسیر البحر المحط ج۸، ص۳۰۹)

موصوف کی اس چوری کو علمی خیانت کہا جائے یا دھوکہ دہی؟ اس کا فیصلہ ہم قارئین پہ چھوڑتے ہیں مگر ہم ایسی ریسرچ اسکالری کو دست بستہ سلام کہتے ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ:

ممکن ہے موصوف یا ان کا کوئی چاہنے والا یہ کہے کہ جی یہاں کوئی دھوکہ دہی نہیں ہے بلکہ امام ابوحیان کی یہ عبارت سورۂ فتح کی ابتدائی آیات کے تحت سے لی گئی ہے۔

تو ہم کہیں گے کہ آپ کی یہ بات "عذرِ گناہ بدتر گناہ" کی مصداق ہے، اس لئے کہ تصنیف کی انصافی حدود کا تقاضا یہ تھا کہ اس عبارت کو نقل کرتے ہوئے یہ وضاحت کی جاتی کہ یہ تفسیر سورۂ حدید کی آیت نمبر دس کی نہیں بلکہ سورۂ فتح کی ابتدائی آیات کی ہے۔ کیونکہ موصوف اپنی اس بحث کو یہ عنوان خود دے چکے ہیں:

"وکلا وعد اللہ الحسنیٰ" سے استدلال کا جائزہ":

"مگر موصوف ایسا کرتے بھی کیوں، ایسا کرنا تو گویا ان کے لئے زہر کا پیالہ پینے کے مترادف تھا۔"

اس لئے کہ امام حیان رحمۃ اللہ علیہ سورہ حدید کی زیر بحث آیت کی تفسیر میں دوٹوک الفاظ میں اپنا یہ فیصلہ دے چکے ہیں کہ:" والفتح مكة وهو المشهور"

جہاں تک سورۂ فتح کی ابتدائی آیات کا تعلق ہے تو موصوف قاری کے نقل کردہ قول کے باوجود حضرت امام اندلسی لکھتے ہیں:

والظاهر ان هذا الفتح هو فتح مكة :"اور ظاہر ہے کہ اس فتح سے مراد فتح مکہ ہے۔"

(تفسير البحر المحيط ج۸، ص۱۲۵)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ امام اندلسی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ نقل موصوف قاری کی مؤید نہیں ہے بلکہ ایک دم ان کے مخالف اور ہماری مؤید ہے۔ جہاں تک "قال الجمہور" کا معاملہ ہے تو ان شاء اللہ آگے چل کر اس پر بھی کلام کیا جائے گا۔

یونہی تفسیر روح المعانی کی شہادت بھی موصوف کو ذرہ بھر مفید نہیں ہے بلکہ ان کے موقف کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ حضرت امام آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا ذاتی موقف بھی یہی ہے کہ زیر بحث آیت میں مذکور "الفتح" سے مراد فتح مکہ ہے۔ بلکہ آپ نے بھی اسے ہی مشہور قول قرار دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں"

والفتح فتح مكة على ماروى عن قتادة زيد بن اسلم و مجاهد وهو المشهور... وقال الشعبي هو فتح الحديبية...

اور فتح سے مراد فتح مکہ ہے اس بنیاد پر کہ یہ حضرت قتادہ، زید بن اسلم اور مجاہد سے مروی ہے اور یہی مشہور قول ہے... اور شعبی فرماتے ہیں کہ یہ فتح حدیبیہ ہے۔ (تفسير روح المعانی جز ۲۷، ج ۱۴، ص ۲۶۳)

موصوف نے جو روح المعانی سے حدیث نقل کی وہ بھی اس کے مخالف موقف کو ثابت کرتی ہے اس لئے کہ موصوف تو اپنے اس عقیدے کے حامی ہیں کہ "لا تسبوا اصحابی" سے صرف اور صرف سابقین اولین صحابہ ہیں۔ (دیکھئے الاحادیث الموضوعہ ص ۱۶۴) اور یہ کہ تمام صحابہ جنتی نہیں ہیں۔ (دیکھئے صلح الامام الحسن ص ۱۰۴)

جبکہ حضرت امام آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث "لا تسبوا اصحابی" سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی فضیلت کے لئے استدلال کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں:

اقول: شاع الاستدلال بهذا الحديث على فضل الصحابة مطلقاً بناء على ماقالوا: ان اضافة الجمع تفيد الاستغراق.

"میں کہتا ہوں کہ اس حدیث مبارکہ کے ذریعے مطلقاً تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی فضیلت پر استدلال کرنا مشہور و معروف ہے۔ اس قانون کی بنیاد پر جو علماء نے بیان کیا ہے کہ جمع کی اضافت استغراق کا فائدہ دیتی ہے۔ (جیسا کہ حدیث میں اصحاب جمع کی اضافت ہے یاء ضمیر متکلّم کی طرف، راقم)

(روح المعانی جزء ۲۷، ج ۱۴، ص ۲۶۵)

ان حقائق کی روشنی میں ہم یہ کہنے پہ مجبور ہیں کہ موصوف کی آنکھوں پر عشقِ رافضیت کی ایسی سیاہ پٹی بندھ چکی ہے کہ

انہیں سفید بھی سیاہ دکھائی دیتا ہے۔ کسی نے ٹھیک کہا تھا:

عشق میں ہر نقش اُلٹا نظر آتا ہے   مجنوں نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے

موصوف نے حسب عادت ضیاء القرآن کی نقل میں بھی دھوکہ دہی سے کام لیا ہے کیونکہ ضیاء القرآن میں بھی زیر بحث آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فتح مکہ مراد لی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو:

"فتح سے مراد فتح مکہ ہے، بعض نے صلح حدیبیہ بھی مراد لیا ہے۔" (ضیاء القرآن ج ۵، ص ۱۱۳)

راقم کہتا ہے کہ موصوف کو ضیاء القرآن سے حوالہ نقل کرنا "موت کو ماسی" کہنے کے مترادف ہے کیونکہ صاحب ضیاء القرآن نے اپنی تفسیر میں جا بجا تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا عادل، متقی، مغفور، اور قطعی جنتی ہونا بیان کرنے کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے کسی پر بھی طعن کرنے والے کی ٹھیک ٹھاک ٹھکائی کی ہے۔ ملاحظہ ہو:

- ج ۵، ص ۱۱۴، زیر آیت واللہ بما تعملون خبیر حدید: ۱۰
- ج ۲، ص ۱۷۰، آیت نمبر ۷۴، سورہ انفال
- ج ۱، ص ۲۵۹۔۶۰، سورہ العمران آیت نمبر ۱۰۳، وغیرہا

اور ادھر حال یہ ہے کہ موصوف نہ صرف یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر کھلے بندوں سبّ و شتم کرتے ہیں بلکہ تمام صحابہ کے جنتی ہونے سے بھی انکاری ہیں۔

یونہی موصوف نے تفسیر خزائن العرفان کی شہادت نقل کرنے میں بھی مغالطہ آفرینی سے کام لیا ہے۔ اس لئے کہ حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ نے زیر بحث آیت کی تفسیر قطعاً وہ نہیں فرمائی جو موصوف نے نقل کی ہے۔ بلکہ آپ نے بھی اس آیت کی تفسیر یوں فرمائی ہے:

"یعنی پہلے خرچ کرنے والوں سے بھی اور فتح کے بعد خرچ کرنے والوں سے بھی۔"

(خزائن العرفان ص ۹۹۴، تحت آیت: ۱۰ سورہ حدید)

چونکہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے زیر بحث آیت کے ترجمہ میں "فتح مکہ" مراد لیا اور حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی کو برقرار رکھا ہے۔ جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ کے نزدیک بھی اس سے مراد "فتح مکہ" ہے۔ مگر موصوف نے یہاں پر بھی کمال چالاکی کے ساتھ سورۂ حدید کی آیت ۱۰ کی یہ تفسیر چھوڑ کر سورۂ فتح کی ابتدائی آیات کی تفسیر اٹھا کر نقل کر دی۔ حالانکہ آغاز بحث میں وہ اپنا عنوان یوں قائم کر چکے تھے۔ "وکلا وعد اللہ الحسنیٰ سے استدلال کا جائزہ"۔

ایسی شان تحقیق و تصنیف کو داد دیتے ہوئے یہی کہا جا سکتا ہے کہ

ناخن نہ دے خدا تجھے اے پنجۂ جنوں   دے گا تمام عقل کے بخیے ادھیڑ تو

نوٹ:

اس بابت جو اغیار کا حوالہ پیش کیا گیا چونکہ وہ ہمارے مسلمات سے نہیں اس لئے اس سے صرف نظر کیا جا رہا ہے۔

جواب نمبر ۲:

اس سے مراد "فتح مکہ" کے ارجح واصح ہونے پہ دس (۱۰) دلائل:

بفضلہ تعالیٰ ہم نے دلائل کی روشنی میں ثابت کیا کہ نہ ہی موصوف کا دعویٰ درست ہے اور نہ ان کی پیش کردہ تفسیری شہادتیں ان کے دعوے سے میل کھاتی ہیں۔ اب اس بات پر دلائل پیش کئے جاتے ہیں کہ اس فتح سے "فتح مکہ" مراد ہی ارجح اور اصح ہے۔

دلیل نمبر ۱:

تفسیر جلالین میں فتح مکہ ہی سے تفسیر کی گئی ہے جو اس کے ارجح ہونے کی واضح ترین دلیل ہے کیونکہ اس میں ارجح قول لانے کا التزام کیا گیا ہے۔ تفسیر جلالین کے مقدمے میں اس کی وضاحت یوں کی گئی ہے:

والاعتماد علی ارجح الاقوال "یعنی ارجح اقوال پر اعتماد کیا جائے گا۔" (ص ۴)

دلیل نمبر ۲:

حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اس بابت دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

المراد لهذا الفتح فتح مكة لان اطلاق لفظ الفتح فی التعارف يصرف اليه، قال عليه السلام لا هجرة بعد الفتح

"اس فتح سے مراد "فتح مکہ" ہے کیونکہ لفظ فتح کا مطلقاً استعمال ہونا عرف میں اسی معنی کی طرف پھیرا جاتا ہے (جیسا کہ اس حدیث نبوی میں فتح مطلق سے "فتح مکہ" مراد ہے) آپ فرماتے ہیں فتح کے بعد ہجرت نہیں ہے۔" (تفسیر کبیر ج ۱۰، ص ۴۵۲)

ثابت ہوا جب بھی لفظ فتح بولا جاتا ہے عرف میں اس سے فتح مکہ ہی مراد ہوتی ہے۔

دلیل نمبر ۳:

کئی معتبر تفاسیر میں اسے اکثر مفسرین کا قول قرار دیا گیا ہے جیسا کہ: تفسیر البحر المحیط میں ہے:

والفتح مكة وهو المشهور: "اس سے مراد فتح مکہ ہے اور یہی مشہور قول ہے۔" (ج ۸، ص ۳۰۹)

۞ تفسیر خازن میں ہے کہ تفسیر قرطبی اور ثعلبی میں ہے: يعنی فتح مكه فی قول اكثر المفسرين

"اکثر مفسرین کے قول کے مطابق اس سے فتح مکہ مراد ہے۔" (جزء ۲۷، ص ۲۷، تحت آیت ۱۰ حدید)

تفسیر روح المعانی میں ہے: وھو المشھور: "یعنی فتح مکہ ہونا ہی مشہور ہے۔"

دلیل نمبر ۴:

کئی تفاسیر میں اسے جمہور کا قول بھی قرار دیا گیا۔ تفسیر التحریر والتنویر، تفسیر بغوی اور تفسیر مظہری میں ہے:

وھذا قول جمھور المفسرین: "اور یہ جمہور مفسرین کا قول ہے۔"

(التحریر والتنویر، بغوی ج ٤، ص ۳۲۳، مظہری ج ۷، ص ۲۸)

تفسیر روح البیان میں ہے: وھذا قول الجمھور: "اور یہ جمہور کا قول ہے۔" (ج ۱۴، ص ۲۶۳)

یونہی ابن کثیر میں ہے: والجمھور علی ان المراد بالفتح ھھنا: فتح مكة:

"جمہور مفسرین کے نزدیک اس جگہ فتح سے مراد فتح مکہ ہے۔" (تحت آیت لایستوی منکم)

دلیل نمبر ۵:

یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جیسا کہ تفسیر ماوردی میں فرمایا گیا ہے کہ:

لا یستوی منکم... فیه قولان: احدھما: لا یستوی من اسلم من قبل فتح مکة قاتل ومن اسلم بعد فتحھا وقاتل قاله ابن عباس ومجاھد. (تفسیر ماوردی ج ٥ ص ٤٧١)

اور حضرت بن عباس رضی اللہ عنہ کا شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے سب سے بڑے دس (۱۰) مفسر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں ہوتا ہے۔" (دیکھئے الاتقان فی علوم القرآن ج ۲، ص ۳۸۲)

آپ ہی کو "خبر الامۃ اور ترجمان القرآن کہا جاتا ہے۔

آپ کے مقام تفسیر کے بارے مزید تفصیل موصوف قاری ہی کے قلم سے ملاحظہ ہو لکھتے ہیں:

"سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے سینہ مبارک سے لگایا اور دعا فرمائی۔

اللھم علمه الكتاب "اے اللہ! اس کو قرآن سکھا دے۔"

(بخاری رقم ۷۵، ۷۲۷، مسند احمد ج ۳، ص ۴۲۸، رقم ۳۳۷۹)

ایک اور مقام میں ہے:

اللھم علمه الحکمة: "اے اللہ! اس کو حکمت سکھا دے۔"

(بخاری رقم ۳۷٥٦، سنن الترمذی ۳۸۲٤، الاحاد والمثانی رقم ۳۷٥)

بعض روایات میں "تاویل الکتاب" کا اضافہ ہے یعنی اسے قرآن سے معانی نکالنا سکھا۔

(سنن ابن ماجہ رقم ۱٦٦، الطبقات الکبریٰ لابن سورج ۲، ص ۲٦۸)

(ایک اور مقام پر یوں دعا فرمائی: اللهم فقهه في الدين و علمه التاويل
"اے اللہ! اس کو دین میں فقہ عطا فرما اور قرآن کی تاویل سکھا۔"

(مسند احمد رقم ۳۰۳۳، ۳۱۰۲، بخاری رقم ۱۴۳، صحیح ابن حبان رقم ۵۵، المعجم الاوسط رقم ۱٤٤٤، ۳۳۸۰، المعجم الکبیر ج ۱۰، ص ۳۲۰ و ج ۱۱ ص ۱۱۰، ج ۱۲، ص ۱۰۷۰، المستدرک ج ۳، ص ٥٣٤، وط ج ۳ ص ٦١٥، رقم ٦٢٨٠، المصنف لا بن شيبه ج ١٢، ص ١١٢، وط: ج ١٧، ص ١٨٨، رقم ٣٢٨٨٧، الاحاد والمثانی رقم ٣٨٠، الطبقات الكبرىٰ لا بن سعد ج ٢، ص ٢٧٩)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا فرمائی:

اللهم بارك فيه و انشر منه "اے اللہ! اس میں برکت رکھ دے اور اس سے علم پھیلا۔"

(مختصر ابن عساکر ج ۱۲، ص ۲۹۹، کتاب الاربعین للطائی ج ۹٦، الکامل لابن عدی ج ۳، ص ۵۵۰، حلیۃ الاولیاء ج ۱، ص ۳۹۰، الاسیتعاب ج ۳، ص ٦٧، الاصابہ ج ٤، ص ١٢٥، الاتقان ج ٢، ص ٤٦٧، سبل الھدیٰ و الرشاد ج ١١، ص ١٢١، اتحاف السادۃ المتقین ج ٥، ص ١٤٠)

(انوار العرفان فی اسماء القرآن ص ٦٢٥ تا ٦٢٨)

ایک مقام پر قاضی شوکانی اور نواب صدیق حسن کی تردید کرتے ہوئے لکھا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر کو باطل قرار دینا فیضانِ مصطفیٰ کی تکذیب ہے۔ موصوف کی عبارت یہ ہے:

"حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں صاحبان نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ تفسیر کو باطل ٹھہرا کر فیضان مصطفیٰ ﷺ کی تکذیب کی ہے۔" (انوار القرآن ص ۶۲۵)

اسی کتاب (انوار القرآن) کے صفحہ ۶۳۳ پر لکھا:

"نبی کریم ﷺ کی تفسیر کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر کا مقام ہے۔"

(خلاصہ عبارت (انوار القرآن) ص ٦٣٣)

ایسے عظیم اور جلیل القدر صحابی رسول مفسر سے اس تفسیر (یعنی فتح سے فتح مکہ مراد ہونا) کا منقول ہونا اس کے ارجح ہونے کی دلیل بین ہے۔

دلیل نمبر ۶:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے لائق ترین شاگرد حضرت امام مجاہد سے بھی یہی تفسیر مروی ہے۔ جو اس کے اصح ہونے کی واضح ترین دلیل ہے اور آپ کا بھی مقام علم تفسیر یہ ہے کہ آپ خود فرمایا کرتے:

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حضور میں نے تیس (۳۰) بار قرآن مجید پیش کیا ہے (یعنی آپ سے تیس بار مکمل قرآن مجید کی تفسیر پڑھی ہے۔)"۔ (الاتقان ج۲، ص۴۷۶)

آپ کے متعلق حضرت امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

اذا جاءك التفسير عن مجاهد فحسبك به

"جب تیرے پاس حضرت امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی تفسیر آجائے تو تجھے وہی کافی ہے۔" (ایضاً ص ۴۷۷)

دلیل نمبر ۷:

یہ تفسیر مفسرین مکہ سے مروی ہے اور مکہ والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین دیگر کی نسبت اعلم التفسیر (تفسیر کے سب سے بڑے عالم) تھے۔ حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اعلم الناس بالتفسير اهل مكة لانهم اصحاب ابن عباس كمجاهد

"لوگوں میں تفسیر کے سب سے بڑے عالم مکہ والے ہیں، کیونکہ وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اصحاب ہیں جیساکہ حضرت امام مجاہد۔ (ایضاً ص۴۷۷) اور یہ تفسیر بھی مکی مفسرین سے مروی ہے:

دلیل نمبر ۸:

اس فتح سے صلح حدیبیہ کا مراد ہونا کچھ مفسرین کے سوا تقریباً سبھی نے صیغہ تمریض "قیل" سے ذکر کیا ہے یا پھر قول جمہور و اکثر کے ساتھ ذکر کیا ہے، یا پھر اوّلاً فتح مکہ کا قول مراد لے کر اسے ثانیاً ذکر کیا ہے جیساکہ ہمارے نقل کردہ تفسیری شواہد کی تفصیل میں جاکر دیکھا جاسکتا ہے اور یہ ساری صورت حال بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ "فتح مکہ" کا مراد ہونا ہی ارجح اور اصح ہے۔

دلیل نمبر ۹:

اس سے فتح مکہ کا مراد ہونا صحابی رسول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور عظیم تابعی حضرت امام مجاہد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جبکہ "صلح حدیبیہ" کا مراد ہونا امام شعبی اور امام زہری وغیرہ سے مروی ہے۔

اور اسماء الرجال سے شغف رکھنے والا ہر صاحب علم بخوبی جانتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ تفسیر میں شعبی و زہری سے بے حد درجہ بلند ہیں۔ مع ہذا آپ شرف صحابیت سے بھی مشرف ہیں۔ یونہی امام مجاہد بھی ان دونوں بزرگوں (شعبی و زہری) سے کہیں اونچے درجے کے مفسر ہیں۔ جس کی وجہ و جیز کی طرف ہم اشارہ کرچکے یہ تقابل بھی اس بات کا متقاضی ہے کہ فتح مکہ کا مراد ہونا ارجح ہو۔

دلیل نمبر ۱۰:

اس سے فتح مکہ کا مراد ہونا، "فرقہ زیدیہ" سے بھی ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو "تفسیر الاعظم" میں ہے

قیل: فتح مکہ: کہا گیا ہے کہ اس سے مراد فتح مکہ ہے۔ (تحت لا یستوی)

قرین قیاس بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ یہ تفسیر اہلبیت کے چشم و چراغ امام زید بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جو کہ حضرت امام ابو یوسف یا امام محمد رحمۃ اللہ علیہم سے کسی مسئلے کا منقول ہونا یہی ثابت کرتا ہے کہ یہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ اور امام زید شہید رضی اللہ عنہ کے قول کی کیا حیثیت ہے وہ موصوف قاری کے قلم سے ملاحظہ ہو۔ لکھتے ہیں:

"یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ بعد میں جتنے علماء اسلام نے ضخیم تفاسیر لکھی ہیں انہوں نے سیدنا امام زید بن علی رضی اللہ عنہ کے اقوال تفسیریہ کو امام التفسیر کے طور پر نقل کیا ہے۔" (تفسیر غریب القرآن ص ۴۰)

تو جب ان کے تفسیری اقوال کا یہ رتبہ ہے تو لازمی ٹھہرا کہ اس سے فتح مکہ مراد ہونا ارجح قرار پائے۔ تلک عشرۃ کاملۃ

نوٹ:

موصوف اس فرقہ زیدیہ سے اس قدر متاثر ہیں کہ انہیں "زیدی غالی شیعہ" کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ ہم نے اسی لئے دلیل نمبر ۱۰ "فرقہ زیدیہ" کی تفسیر سے اخذ کی۔

مصنف کی طرف سے تلبیس الحق بالباطل کا بدترین مظاہرہ:

موصوف لکھتے ہیں:

"فقہ اور عقائد میں ہم میں اور "زیدیہ" میں ۹۵ فیصد اتفاق ہے۔"

(خلاصۂ عبارت، تفسیر غریب القرآن ص ۵۲۔ ۹۵)

موصوف کا کہنا کہ "ہم میں اور زیدیہ میں ۹۵ فیصد اتفاق ہے"۔ یہ تلبیس الحق بالباطل کا بدترین مظاہرہ اور ساری دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف ہے۔ اس لئے کہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ کیونکہ صرف یہ نہیں کہ زیدیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلفاء ثلٰثہ پر تفضیل دیتے ہیں بلکہ اس کے علاوہ اور بھی بہت سارے عقائد و مسائل ہیں جو ہمارے اور اُن کے درمیان قطعی مختلف ہیں۔ اس کے لئے ذیل کی بحث پڑھئے:

امام شہرستانی "فرقہ زیدیہ" کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

"بعد اس کے کہ جب مفضول کی امامت کا قول کیا۔ زیدیہ کی اکثریت امامیہ کی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر طعن کی طرف مائل ہوگئی۔ اور ان کی تین اقسام ہیں۔ جارودیہ، سلیمانیہ اور بتریہ انہیں صالحیہ بھی کہا جاتا ہے۔"

(الملل والنحل ص ۱۹۰)

اس کے محشی لکھتے ہیں:

الجارو یۃ: اصحاب ابی الجارود، قالوا بالنص علی علی رضی اللہ عنہ و الصحابۃ کفروا بمخالفتہ

"ابو الجارود کے ساتھیوں کو جارودیہ کہا جاتا ہے، یہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل پر نص آئی ہے اور اس کی مخالفت کی وجہ سے تمام صحابہ کافر ہو گئے تھے۔" (ایضاً حاشیہ نمبر ۳)

شہرستانی کہتے ہیں:

"حضرت زید رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تکفیر کے قائل نہیں تھے۔" (ایضاً ص ۱۹۱)

سلیمانیہ: تو یہ حضرت عثمان، حضرت عائشہ، حضرت زبیر اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو کافر قرار دیتے ہیں۔"

(ایضاً ص ۱۹۳)

بتریہ (یا صالحیہ): حسن بن صالح بن حی کے ساتھیوں کو صالحیہ کہا جاتا ہے اور کثیر نوی ابتر کے ساتھیوں کو بتریہ کہا جاتا ہے۔ یہ مذہب اور امامت کے معاملے میں سلیمانیہ ہی کی طرح ہیں۔ مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مومن یا کفر کہنے کے معاملے میں توقف کرتے ہیں۔" (ایضاً ص ۱۹۵، خلاصہ)

قارئین کرام! اندازہ لگائیں ہم نے صرف دیگ میں سے ایک دانہ چیک کروایا ہے۔ اس سب کے باوجود بھی اگر کوئی ۹۵ فیصد کے اتحاد کی بات کرے تو اسے چاہئے کہ اپنے نظریہ وعقل پر ماتم کرے۔"

موصوف کے زیدی غالی شیعہ ہونے کا ثبوت:

ہم نے جو یہ کہا کہ قاری ظہور "زیدی غالی شیعہ" ہے تو اس کی یہ بھی دلیل ہے کہ اس نے "ابو خالد واسطی" کی نہ صرف یہ کہ تحسین و تعریف کی ہے بلکہ اس کے لئے رحمت و رضا کی دعا بھی کی ہے۔ ملاحظہ ہو:

لکھتے ہیں:

"یہ تفسیر (غریب القرآن) باقاعدہ امام پاک (زید) کی زبان سے ادا شدہ الفاظ پر مشتمل ہے جسے ان کے شاگرد حضرت ابو خالد عمرو بن خالد واسطی نے قلمبند کیا تھا۔"

پھر لکھا:

"ہمارے علماء اسماء الرجال کی کتب میں حضرت ابو خالد واسطی کے حق میں ایک جملہ بھی خیر و تعدیل کا نہیں ملتا۔" (ایضاً)

اور واسطی کے بارے الملل والنحل میں یوں لکھا ہے:

ومن اصحاب ابی الجارود فضل الرسان و ابو خالد الواسطی

"اور ابو الجارود کے ساتھیوں میں سے فضل رسان اور ابو خالد واسطی بھی ہیں۔" (ص ۱۹۳)

اور فرقہ زیدیہ جارودیہ کے عقائد کی بابت پہلے لکھا جا چکا ہے۔

(۱) مسئلہ تفضیل کے بارے لکھتے ہوئے کہا:

"اس مقام پر سیدنا زید بن علی رضی اللہ عنہ کی بات (یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلفاء ثلثہ سے بھی افضل ہیں) زیادہ صحیح ہے۔" (حقیقۃ التفضیل ص ۳۴۳)

دوسری جگہ لکھا: "فقہ اور عقائد میں ہم میں اور "زیدیہ" میں ۹۵ فیصد اتفاق ہے۔"

(خلاصۂ عبارت، تفسیر غریب القرآن ص ۵۲.۹۵)

مزید برآں ان کی وہ تمام عبارات بھی اس پر دلیل بین ہیں کہ جن میں اس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر سب وشتم کرتے ہوئے ان کی توہین وتنقیص کی۔

جواب نمبر ۳: تفسیر البحر المحیط "کی شہادت "قال الجمهور" اور موصوف کی دھوکہ دہی:

موصوف نے حسب عادت اس نقل میں بھی دھوکہ دہی اور فریب کاری سے کام لیا ہے کیونکہ موصوف نے جو حضرت امام حیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ نقل کئے ہیں یہ سورۂ حدید کی آیت ۱۰ کی تفسیر نہیں ہیں بلکہ سورۂ فتح کی ابتدائی آیات کے ہیں۔ حضرت امام اندلسی رحمۃ اللہ علیہ نے ہماری زیر بحث آیت کی کیا تفسیر کی آیئے ملاحظہ کرتے ہیں، آپ لکھتے ہیں:

والفتح مكة وهو المشهور وقول قتادة و زيد بن اسلم و مجاهد و قال ابو سعيد الخدري والشعبي هو فتح الحديبية قد تقدم في اول سورة الفتح كونه فتحا

"اور فتح سے مراد فتح مکہ ہے اور یہی مشہور اور قتادہ زید بن اسلم اور مجاہد کا قول ہے۔ حضرت ابوسعید خدری اور شعبی فرماتے ہیں اس سے مراد فتح حدیبیہ ہے اور حدیبیہ کے فتح ہونے پہ سورۂ فتح کے شروع میں کلام گزر چکا ہے۔

(تفسیر البحر المحیط ج۸، ص ۳۰۹)

قارئین کرام!

آپ اندازہ لگائیں کہ موصوف دین دشمنی اور اپنی ہوس پرستی میں اس قدر اندھے ہو چکے ہیں کہ دن کو رات اور رات کو دن ثابت کرنے پہ تُلے ہوئے ہیں۔ مطلب یہ کہ جو عظیم مفسر باقاعدہ طور پر نہ صرف یہ کہ خود "فتح مکہ" کے قائل ہیں بلکہ اس کو ہی مشہور قول قرار دیتے ہیں، موصوف انہی کی جانب ان کے موقف کے خلاف قول کو منسوب کر رہے ہیں پھر بے شرمی کی حد دیکھیں کہ اپنی اس دھوکہ دہی کا سہارا لیتے ہوئے یہاں تک لکھ دیا ہے:

اصل فتح صلح حدیبیہ ہے قول محقق (صلح الامام الحسن)

موصوف کا اجلہ اور کثیر مفسرین کی تردید و تغلیط کرتے ہوئے انہیں مفاد پرست قرار دینا:

قارئین کو یہ پڑھ کر بہت حیرت اور افسوس ہوگا کہ ہر وہ مفسر کہ جس کی تحقیق اور رائے موصوف کے موقف کے خلاف پائی گئی ہے۔ وہ حضرت کے زہر آلود قلم سے چشم زدن میں غیر محقق، غرض منداور مفاد پرست قرار پایا ہے۔ اس بابت گل

افشانی کرتے ہوئے لکھا:

"حدیبیہ کی بجائے فتح مکہ کیوں مشہور ہوگئی۔"یوں محسوس ہوتا ہے کہ بعض غرض مندوں نے اس آیت کی تفسیر میں فتح مکہ کو اس قدر شہرت دی کہ عام لوگوں نے اسی کو ہی اصل فتح سمجھ لیا۔

(صلح الامام الحسن ص ۳۱۵)

"الفتح" سے فتح مکہ مراد لینے والے کثیر وعظیم مفسرین:

موصوف نے جن عالی قدر مفسرین کو غرض مند کہہ کر غیر معتبر قرار دینے کی سعی مذموم کی آیئے ذرا دیکھیں کہ وہ ہیں کون کون؟ فتح مکہ مراد لینے والے درج ذیل مفسرین کرام ہیں جیسا کہ ہم گزشتہ صفحات میں متعلقہ تفاسیر کی باحوالہ نشاندہی کر چکے ہیں۔

۱۔ ترجمان القرآن صحابی رسول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ
۲۔ جلیل القدر تابعی حضرت امام مجاہد رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت امام قتادہ رحمۃ اللہ علیہ
۴۔ حضرت امام زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ
۵۔ محبوب سبحانی حضور سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ
۶۔ حضرت امام علی بن محمد بن خازن رحمۃ اللہ علیہ
۷۔ حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
۸۔ حضرت امام ابو عبداللہ احمد قرطبی رحمۃ اللہ علیہ
۹۔ حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ
۱۰۔ حضرت علامہ سعود محمد عمادی رحمۃ اللہ علیہ
۱۱۔ حضرت امام ابو البرکات عبداللہ بن احمد نسفی رحمۃ اللہ علیہ
۱۲۔ حضرت امام محی الدین بن مسعود بغوی رحمۃ اللہ علیہ
۱۳۔ حضرت امام ابو الحسن علی بن محمد ماوردی رحمۃ اللہ علیہ
۱۴۔ حضرت امام قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ
۱۵۔ حضرت امام سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ
۱۶۔ حضرت امام احمد بن محمد صاوی رحمۃ اللہ علیہ
۱۷۔ حضرت امام اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ

۱۸۔ حضرت امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ

۱۹۔ حضرت امام ابوطاہر محمد بن یعقوب فیروز آبادی رحمۃ اللہ علیہ

۲۰۔ حافظ ابوالوفاء عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ

۲۱۔ حضرت امام ابوبکر جصاص رازی رحمۃ اللہ علیہ

۲۲۔ علامہ جار اللہ زمخشری معتزلی

۲۳۔ حضرت امام محمد بن یوسف ابوحیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ

۲۴۔ امام اہلسنّت حضرت امام ابو منصور محمد بن محمود ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ

۲۵۔ حضرت امام نصر بن محمد سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ

۲۶۔ علامہ طاہر بن عاشور رحمۃ اللہ علیہ

۲۷۔ حضرت امام قاضی ناصر الدین بن عبد اللہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ

۲۸۔ حضرت امام احمد بن محمد ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ

۲۹۔ حضرت امام عبد الکریم بن ہوازن قشیری رحمۃ اللہ علیہ

۳۰۔ حضرت ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی رحمۃ اللہ علیہ

۳۱۔ حضرت امام ابوبکر عبد الرزاق بن ہمام صنعانی

۳۳۔ امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ

۳۴۔ صدر الافاضل حضرت نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

۳۵۔ حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

۳۶۔ علامہ حشمت علی خان رضوی رحمۃ اللہ علیہ

۳۷۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری

۳۸۔ مفتی محمد قاسم المدنی صاحب وغیرہ

نوٹ:

فتح مکہ کے قائل مفسرین کے یہ وہ اسماء گرامی ہیں جو راقم کے مطالعہ میں آئے اگر مزید تتبع کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ درجنوں نام اور بھی سامنے نہ آئیں۔

قارئین کرام! یہ تھے وہ جلیل القدر مفسرین جن کو موصوف غیر اہل تحقیق اور غرض مند قرار دے رہے تھے۔ مزید برآں کہ ان کی تفسیر پر اعتماد کرنے والے بھی مسلمانوں کو عامی اور ان پڑھ قرار دیا گیا۔ بالفاظ دیگر موصوف کی نظر میں ان مفسرین

آیت ہذا کے معنی و مفہوم اور تفسیر کی صحیح سمجھ ہی نہیں آسکی۔ العیاذ باللہ

مگر ہم کہتے ہیں یہ مفسرین کرام نہ ہی مفاد پرست تھے اور نہ کم فہم و غیر معتبر بلکہ موصوف کی چھوڑی گئی یہ یاوہ گوئی ہی مردود و باطل ہے۔ کیونکہ یہ اصول تو وہ خود لکھ چکے ہیں کہ: "ایسی تشریح جو ائمہ کرام کی کم فہمی ثابت کرے وہ مردود ہوتی ہے۔"

(خلاصہ عبارت شرح خصائص علی ص ۳۱۱)

بلکہ موصوف نے اس تفسیر کو باطل ٹھہرا کر فیضان نبوی کی تکذیب کا ارتکاب کیا ہے۔ کیونکہ یہ موصوف کا اپنا کہا ہوا ہے کہ:

"حضرت ابن عباس کی تفسیر کو باطل قرار دینا فیضان نبوی کی تکذیب ہے۔"

(خلاصہ عبارت، انوار العرفان ص ۶۲۵)

قدیم الاسلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے نزدیک "صلح حدیبیہ" ہی اصل فتح ہے۔ (قاری ظہور)

موصوف نے اپنے موقف پہ کچھ حدیثی دلائل بھی پیش کئے۔ ہم ان کا خلاصہ نقل کرتے ہیں پھر ان کا جواب عرض کیا جائے گا۔ قاری صاحب لکھتے ہیں:

"قدیم الاسلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے نزدیک صلح حدیبیہ اصل فتح تھی۔ چنانچہ امام بخاری حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

تعدون انتم الفتح فتح مكة و قد كان فتح مكة فتحا و نحن نعد الفتح بيعة الرضوان يوم الحديبية

"تم لوگ فتح مکہ کو فتح سمجھتے ہوئے بیشک فتح مکہ بھی فتح تھی۔ جبکہ ہم حدیبیہ کے دن بیعت رضوان کو فتح سمجھتے ہیں"

(بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الحديبية ص ٥٦٧، حدیث، ١٤٥٠، تاریخ الاسلام ج ١، ص ٣٧٤)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی فتح مبین سے مراد صلح حدیبیہ کی فتح ہے۔ چنانچہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے سورۃ الفتح کی پہلی آیت تلاوت کی پھر فرمایا یہ حدیبیہ کی فتح ہے۔"

(بخاری: کتاب التفسیر باب سورة الفتح ص ٦٨٥، حدیث ٤٨٣٤، دلائل النبوة ج ٤، ص ١٥٤)

اور اوپر ہم سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کر چکے ہیں کہ خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیبیہ کی صلح کو فتح فرمایا ہے:

اسی طرح حضرت مجمع بن جاریہ نے بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ صلح حدیبیہ فتح ہے۔

(دلائل النبوة للبيهقي ج ٤، ص ١٥٧)

نیز حضرت عروہ نے متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے نقل کیا ہے کہ لوگوں نے حدیبیہ کے دن کہا ہمیں مکہ جانے سے روک دیا گیا۔ لہٰذا صلح حدیبیہ کوئی فتح نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ بات پہنچی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

بئس الكلام! هذا عظيم الفتح "بری بات یہ عظیم ترین فتح ہے۔"

(دلائل النبوة للبيهقي ج ٤، ص ١٦٠، تاریخ اسلام للذہبی ج ١، ص ٣٩٧، الدر المنثور ج ١٣، ص ٤٥٩)

﴿۶﴾ امام صالحی شامی لکھتے ہیں:

و کان ابو بکر رضی اللہ عنہ یقول: ماکان فتح فی الاسلام اعظم من صلح الحدیبیة
"سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اسلام میں صلح حدیبیہ سے بڑھ کر کوئی فتح نہیں۔"

(سبل الھدی والرشاد ج ۵، ص ٦٤)

﴿۷﴾ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک تو صلح حدیبیہ کے کے علاوہ فتح کا کوئی تصور ہی نہیں تھا۔ چنانچہ امام ابو منصور ماتریدی حنفی اور امام ابن جریر طبری وغیرہما لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ہم یوم حدیبیہ کے علاوہ کسی چیز کو فتح شمار ہی نہیں کرتے تھے۔

(تاویلات اھل السنة للماتریدی ج ۹، ص ۲۹۱، جامع البیان ج ۲۱، ص ۲٤۲، تفسیر ابن کثیر ج ۷، ص ۳۲۵)

غور کیا جائے تو در حقیقت یہ تفسیر قرآن بالقرآن ہے، چنانچہ علامہ ابن عاشور کے درج ذیل کلام سے بھی اس حقیقت کی تائید ہوتی ہے۔ وہ سورۃ الحدید کی آیت نمبر ۱۰ کی تفسیر میں متعدد اقوال نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں:

"ایک قول یہ ہے کہ فتح سے مراد صلح حدیبیہ ہے اور یہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ زہری، شعبی اور عامر بن سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور امام ابن جریر طبری نے اسی کو اختیار کیا ہے اور اس تفسیر کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو امام طبری نے از ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت فرمائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ آیت حدیبیہ کے سال تلاوت فرمائی اور یہ تفسیر اس بات سے بھی مناسبت رکھتی ہے کہ اس سورت کا کچھ حصہ مکی ہے اور کچھ حصہ مدنی، پھر اس کا مدنی ہونا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ یہ مسلمانوں کی مکہ مکرمہ میں مدت اقامت کے قریب کے دور میں نازل ہوئی اور صلح حدیبیہ پر فتح کا اطلاق اس ارشاد الٰہی میں بھی وارد ہوتا ہے۔ "بیشک ہم نے آپ کو کھلم کھلا فتح عطا فرمادی۔" (صلح الامام الحسن ص ۳۱۵ تا ۳۱۷)

جواب نمبر ا: موصوف کی نقل کردہ تمام احادیث آیاتِ سورۂ فتح کے متعلقہ ہیں نہ کہ آیتِ سورۂ حدید کے:

اس ساری بحث سے بھی موصوف کے ہاتھ کچھ نہیں آیا۔ اس لئے کہ یہ ساری کی ساری تصریحات سورۂ فتح کی آیت نمبر ا کے متعلقہ ہیں۔ جبکہ ہماری گفتگو سورۂ حدید کی آیت نمبر ۱۰ کے بارے ہے۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ نہ تو ہمیں صلح حدیبیہ کے فتح، یا فتح مبین وعظیم ہونے سے انکار ہے اور نہ ہی ان احادیث سے، ہمارا مطالبہ تو بس اتنا ہے کہ آپ کوئی ایک ایسی مستند تفسیری شہادت یا حدیث پیش کریں جس میں تخصیص کے ساتھ سورۂ حدید کی زیر بحث آیت کی تفسیر کرتے ہوئے یہ فرمایا گیا ہو کہ اس آیت میں "الفتح" سے مراد صرف اور صرف صلح حدیبیہ ہے نہ کہ فتح مکہ۔ مع ہذا ہمارے

نقل کردہ تفسیری شواہد کا جواب بھی دیجئے۔

آپ پر یہ مطالبہ پورا کرنا اس لئے بھی لازم ہے کہ آپ نے اس بحث کا عنوان خود ہی یہ قائم تھا:

"وکلا وعدہ اللہ الحسنیٰ سے استدلال کا جائزہ"۔ (صلح الامام الحسن ص ۳۱۰)

عجب تماشہ ہے کہ بحث تو آپ سورۂ حدید کی آیت نمبر ۱۰ کی کر رہے ہیں اور تفسیری شواہد واحادیث وغیرہ وہ نقل کر رہے جو سورۂ فتح کی آیت نمبر ۱ کے بارے وارد ہوئے ہیں۔

ہم نے جو کہا کہ ان تمام شواہد کا تعلق آیت فتح سے ہے نہ کہ آیت حدید سے اس کے ثبوت ملاحظہ ہو:

"حضرت براء کی حدیث کی شرح میں حافظ فرماتے ہیں:

قولہ: ونحن نعد الفتح بیعۃ الرضوان

"یعنی قول تعالیٰ: انا فتحنا لک فتحا مبینا آپ کا یہ فرمان کہ ہم بیعۃ الرضوان کو فتح شمار کرتے تھے، آپ کی مراد رب تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: انا فتحنا لك فتحا مبینا (فتح الباری ج ۷، ص ۵۶۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں تو باقاعدہ یہ صراحت ہے کہ: "آپ نے سورۃ فتح کی پہلی آیت تلاوت فرمائی:

"یونہی حضرت ابوبکر، حضرت مجمع، حضرت عروہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ والی تمام احادیث سے صرف اور صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ صلح حدیبیہ کی فتح بھی۔ فتح عظیم وفتح مبین ہے۔ ان تمام میں کوئی ایک بھی ایسا لفظ نہیں ہے کہ جو جس سے یہ ثابت ہو کہ سورۂ حدید کی آیت سے صرف اور صرف صلح حدیبیہ ہی مراد ہے۔ بفرض محال اگر کوئی یہی معنی ثابت کرنا چاہے تو اس سے بدر وحنین وغیرہ تمام فتوحات کا انکار لازم آئے گا۔ جو بداہۃً باطل ہے۔

جواب نمبر ۲: قرآن مجید کی ہر فتح سے مراد صلح حدیبیہ نہیں ہے:

اگر اس شاطرانہ حرکت سے آپ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ قرآن مجید میں بیان کردہ ہر فتح سے مراد صرف اور صرف صلح حدیبیہ ہے تو یہ بھی آپ کی خام خیالی وباطل گمانی ہے۔ جس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہم کثیر ومستند تفاسیر سے ثابت کر چکے ہیں کہ سورہ حدید کی آیت میں مذکور "الفتح" سے مراد فتح مکہ ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں مذکور "الفتح" سے مراد صلح حدیبیہ کے سوا اور فتح مراد ہونا بھی واقع ہوا ہے۔ جیسا اذا جاء نصر اللہ والفتح (اور جب اللہ کی مدد اور فتح آئے، (ترجمہ کنز الایمان)

(سورۂ نصر آیت نمبر ۱) میں مذکور "الفتح" سے بھی بالاتفاق فتح مکہ مراد ہے۔

❁ ملاحظہ ہو آپ کے بھی مسلم امام علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

فالمراد بہ فتح مکۃ بالاتفاق. "بالاتفاق اس سے فتح مکہ مراد ہے۔ (فتح الباری ج ۷، ص ۵۶۰)

جواب نمبر ۳: علامہ ابن عاشور کا حوالہ اور موصوف کی خیانت:

جہاں تک علامہ ابن عاشور کے حوالے کا تعلق ہے تو اس بارے ہم اتنا ہی کہنا چاہتے ہیں کہ موصوف کو یہ حوالہ نقل کر کے یہ نظریہ ان کی طرف منسوب کرتے ہوئے شرم آنی چاہئے تھی۔ اس لئے کہ علامہ کا یہ نظریہ ہے اور نہ ہی وہ موصوف کے مؤید ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے اس سے فتح مکہ مراد ہونے کو ظاہر رائے قرار دیا ہے بلکہ اسے ہی جمہور کا قول قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو آپ آیت حدید کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ظاہر لفظ الفتح انہ فتح مکۃ۔ ۔ ۔ وھذا قول جمہور المفسرین

"اور ظاہر یہی ہے کہ لفظ "فتح" سے مراد بلاشبہ "فتح" مکہ ہے۔ اور جمہور مفسرین کا بھی یہی قول ہے۔"

(تفسیر التحریر والتنویر بذیل آیت لایستوی منکم الخ حدید)

اب موصوف قاری صاحب کی حرکت دیکھیں کہ اس فیصلہ کن اور مکمل عبارت کو کمال مہارت سے وہ سمجھ کر ہضم کر گئے اور ہٹ دھرمی کی حد یہ ہے کہ علامہ ابن عاشور نے جس بات کو صیغہ تمریض "قیل" سے اسے ہی تفسیر القرآن بالقرآن قرار دے کر ان کی جانب منسوب کر دیا۔ دعویٰ پھر بھی "ریسرچ اسکالر" ہونے کا ہے

کار شیطاں میکند نامش ولی　　　گر ولی آنست لعنت بر ولی

اس سے فتح مکہ مراد لینے والے عدم تدبر کا شکار ہیں: (قاری ظہور):

موصوف نے اپنی خیانتوں سے لبریز اور بے سروپا دلائل کے بعد حضرت امیر معاویہ وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ... کرنے کے چکر میں ساری امت کے مفسرین کو ہی عدم تدبر کا شکار قرار دے دیا لکھتے ہیں:

"سو جب اصل صلح حدیبیہ کی فتح ہے تو پھر آیت میں جن لوگوں کی فضیلت کا ذکر ہے ان سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے حدیبیہ کی صلح سے قبل اور فتح مکہ سے پہلے راہِ الٰہی میں خرچ کیا اور جہاد کیا۔ لہٰذا اس فضیلت میں فتح مکہ کے بعد مجبوراً مسلمان ہونے والے لوگوں کو شامل سمجھنا عدم تدبر کا نتیجہ اور حلوائی کی دکان پر نانا جی کی فاتحہ کے مترادف ہے۔" (صلح الامام الحسن ص ۳۱۹.۲۰)

جواب نمبر ۱:

اس سے فتح مکہ مراد لینے والے عدم تدبر کا شکار نہیں بلکہ آپ ہی رافضیت کے بخار میں مبتلا ہو چکے ہیں:

موصوف إِذَا ذَهَبَ الْحَيَاءُ فَاصْنَعْ مَاشِئْتَ (جب حیا ہی چلا جائے تو جو چاہے کر) کے پورے پورے مصداق آتے ہیں۔ اس لئے کہ ہم کئی براہین و دلائل سے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ اس فتح سے فتح مکہ مراد ہے جب فتح مکہ مراد ہے تو لامحالہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین عام از یں کہ فتح مکہ سے پہلے والے ہوں یا بعد والے اس فضیلت میں شامل ہو گئے۔ ثابت ہوا کہ اس سے فتح مکہ مراد مراد لینے والے ساری امت کے مفسرین عدم تدبر کا شکار نہیں بلکہ آپ خود ...

کے موذی اور دائمی بخار میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ وہ مفسرین حلوائی کی دوکان پہ نانا جی کی فاتحہ نہیں پڑھنے والے بلکہ آپ تفضیلیہ سے بطور اجرت ملنے والے مال کو حلال کرنے کے درپے ہیں۔

لاکھ پردوں میں بیٹھو پھر بھی چھپ نہیں سکتے وہاں تک کر ہی لیتے ہیں رسائی دیکھنے والے

جواب نمبر ۲: آیتِ حدید میں تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے شامل ہونے پہ زبردست وناقابل تردید تفسیری شواہد:

اولاً تو ہماری سابقہ تحقیق نے کوئی کسر ہی نہیں چھوڑی، لیکن پھر بھی ہم ایک ایسی تفسیری شہادت نقل کر رہے ہیں جو موصوف جیسے رافضیوں کے چودہ طبق روشن کر دے گی۔

❀ بحر العلوم حضرت امام سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ زیر بحث آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

هذا التفضیل لجمیع اصحابه رضی اللہ عنہم اجمعین.

"یہ افضلیت (یعنی وعدۂ حسنیٰ میں شامل ہونا) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے لئے ہے۔" (تفسیر سمرقندی، تحت آیت لا یستوی منکم، سورہ حدید آیت ۱۰)

❀ تفسیر ابن کثیر میں ہے:

وقوله: وکلا وعد اللہ الحسنیٰ یعنی المنفقین قبل الفتح و بعده کلهم لهم ثواب علی ماعملوا و ان کان بینهم تفاوت فی تفاضل الجزاء

"فتح مکہ سے پہلے اور اس کے بعد خرچ کرنے والے ان کے اعمال کے مطابق ان سب کے لئے ثواب ہے۔ اگرچہ ان کے مابین جزاء کی فضیلتوں میں تفاوت ہے۔"

(تفسیر ابن کثیر، تحت آیت وکلا وعداللہ الحسنیٰ)

❀ امام ابن عادل دمشقی فرماتے ہیں:

ومعنیٰ الآیت: ان المتقدمین السابقین والمتاخرین اللاحقین وعدهم اللہ جمیعا الجنة مع تفاوت الدرجات.

"اس آیت کا معنی یہ ہے کہ متقدمین سابقین اور متاخرین لاحقین (یعنی بعد میں ملنے والے) ان میں درجات کے تفاوت کے باوجود ان سب سے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔"

(تفسیر اللباب فی علوم الکتاب ج۱۸، ص ۴۶۵، بیروت)

❀ علامہ اسمٰعیل حقی فرماتے ہیں:

وکلا ای کل واحد من الفریقین... وعد اللہ الحسنیٰ ای التوبۃ الحسنی وھی الجنۃ لا الاولین فقط ولکن الدرجات متفاوتۃ

"اور سب سے یعنی دونوں گروہوں میں سے ہر ایک سے۔ اللہ نے اچھے ٹھکانے یعنی حسنیٰ (جنت) کا وعدہ فرمایا ہے نہ کہ صرف اولین سے لیکن درجات میں تفاوت ہے۔" (تفسیر روح البیان ج۹، ص ۳۵۷)

آگے سے مجدد صاحب کا حوالہ حضرت امام قاضی ابوالمحاسن یوسف بن موسیٰ:

وکلا وعد اللہ الحسنی پس اس وعدے میں تمام صحابہ داخل ہیں۔

(المعتصر من المختصر من مشکل الآثار ج ۲، ص ۳۳۳)

امام کورانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

من المنفقین السابقین واللاحقین موعود بالجنۃ وان تفاوت حالھم

"(فتح مکہ سے) پہلے اور بعد میں خرچ کرنے والے تمام حضرات صحابہ سے جنت کا وعدہ کیا جا چکا ہے۔ اگرچہ ان کے مراتب میں تفاوت ہے۔" (غایۃ الامانی فی تفسیر الکلام الربانی ص ۹۴)

جواب نمبر ۳:

اگر اس سے صلح حدیبیہ ہو تو بھی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اس "وعدہ حسنیٰ" کے مصداق قرار پاتے ہیں:

اولاً تو ارجح اور اصح قول کے مطابق اس سے مراد ہی فتح مکہ ہے اور اگر بفرض تسلیم اس سے صلح حدیبیہ بھی مراد ہو تو بھی ہرگز ہرگز کسی ایک صحابی کا بھی اس وعدہ حسنیٰ سے استثناء ثابت نہیں ہوتا، بلکہ پھر بھی اس شرفِ عظیم کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین مستحق قرار پاتے ہیں۔

دلیل ملاحظہ ہو، حضرت امام صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"لا یستوی" والا ستواء لا یکون الا بین شئین فحذف المقابل لوضوحہ والتقدیر، من انفق بعد الفتح وھو صادق بکل من اٰمن وانفق من بعد الفتح الی یوم القیامۃ

"لا یستوی" اور برابری نہیں ہوتی مگر دو چیزوں کے درمیان پس (اس مقام پر) واضح ہونے کی وجہ اس کے مقابل کو حذف کر دیا گیا ہے۔ اس کی تقدیری عبارت یوں کی ہوگی اور وہ کہ جس نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا درانحالیکہ وہ تمام ایمانیات میں سچا ہو اور ہر وہ کہ جس نے فتح مکہ کے بعد تا صبح قیامت خرچ کیا۔"

(تفسیر صاوی ج۶، ص ۲۱۰۴)

پھر آیت کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

والمعنی ان کلاممن امن وانفق قبل الفتح و من امن وانفق بعدہ و مات علی الایمان و عدالله الحسنی ای الجنۃ

آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمام لوگ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے ایمان قبول کیا اور خرچ کیا اور (یونہی) وہ تمام کہ جنہوں نے فتح مکہ کے بعد ایمان قبول کیا اور خرچ کیا اور ایمان پر ہی خاتمہ پایا۔ ان سب سے رب تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمارکھا ہے۔ (ایضاً)

جی جناب بندہ! اب بتائیے آپ تو فتح مکہ کے بعد والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی اس وعدہ میں شمولیت کا انکار کر رہے تھے۔ علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف یہ کہ فتح مکہ کے بعد والے صحابہ کو بھی اس میں شامل قرار دیا ہے۔ بلکہ قیامت تک کے مخلص مومنین کو بھی اس کا مصداق ٹھہرایا ہے۔

اس سب کے باوجود بھی اگر کوئی بدبخت اس وعدۂ حسنیٰ سے کسی بھی صحابی کو مستثنیٰ قرار دیتا ہے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ براہ راست قرآن مجید کا انکار کرتے ہوئے رب تعالیٰ کی تکذیب کر رہا ہے۔ اس لئے جب یہ وعدہ قیامت تک کے تمام مخلص مومنین کو شامل ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین تو بدرجہ اولیٰ اس کے مصداق ہوں گے۔ اس لئے کہ وہ ایمان و اخلاص کے اس اعلیٰ درجے پہ فائز ہیں کہ ان کے سوا قیامت تک کے تمام مومنین (بشمول تمام اولیاء کاملین کے) کسی ایک صحابی کی گرد راہ کو نہیں پہنچ سکتے۔

موصوف قاری کے مسلّم مفسر پیر کرم شاہ الازہری صاحب بھی اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"واللہ بما تعملون خبیر یہ فرما کر اس غلط فہمی کا ازالہ کر دیا کہ فتح مکہ کے بعد جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں مالی اور جانی قربانیاں دیں، وہ رائگاں ہرگز ہرگز نہیں گئیں۔ بلکہ انہیں بھی اللہ تعالیٰ بہترین اجر عطا فرمائے گا۔ ان کو بھی مدارج عالیہ پر فائز کرے گا۔ احسن نیت کے مطابق ان کے اعمال کا انہیں ثواب ملے گا۔ کسی کی کوئی نیکی ضائع نہیں ہو گی۔ واللہ بما تعملون خبیر فرما کر قیامت تک آنے والے مخلصین کی دل جوئی فرما دی۔ (ضیاء القرآن ج۵، ص ۱۱۴)

نوٹ:

اگرچہ بعض مفسرین نے اس سے صلح حدیبیہ مراد لی ہے مگر ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا مفسر نہیں ہے جس نے موصوف قاری کی طرح فتح مکہ کے قائلین کی ان کی طرح تردید و تغلیط کرتے ہوئے انہیں عدم تدبر کا شکار قرار دیا ہو اور اپنی اس تاویل کی بنیاد پر کسی ایک صحابی کو بھی اس وعدۂ حسنیٰ سے خارج قرار دیا ہو۔ اگر تو موصوف کے پاس ایسا کوئی مستند حوالہ ہو تو پیش کرے، ورنہ ہمارا خیر خواہانہ مشورہ ہے کہ اپنے اس گندے عقیدے سے تائب ہو کر اہلسنّت کے اس پاکیزہ عقیدہ پہ قائم ہو جائیں کہ "ہر صحابی نبی جنتی جنتی"۔

جواب نمبر۴:

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے جنتی ہونے کا ازل میں ہی وعدہ ربانی ہو چکا تھا:

قارئین کرام! آیت کریمہ "وکلا وعد اللہ الحسنیٰ" میں کلمہ وَعَدَ ماضی مطلق کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے یہ ازل سے ہی وعدہ فرما رکھا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو جنت عطا فرمائے گا۔

اسی لئے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کے ہم معنیٰ آیت کریمہ "ان الذین سبقت لھم منا الحسنیٰ" (بے شک جن کے لئے ہمارا وعدہ بھلائی ہو چکا، انبیاء آیت: ۱۰۱) کے تحت فرماتے ہیں۔

المراد من سبق ذلک تقدیرہ فی الازل

"اس وعدہ بھلائی کے سابق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ وعدہ ازل میں ہی ہو چکا ہے۔"

(تفسیر روح المعانی ج۹، ص ۱۷، ص۱۴۵)

اور یہ بات بھی قطعی ہے کہ رب تعالیٰ اپنے وعدے کی مخالفت نہیں کرتا ہے، اس کا اپنا اعلان ہے۔

ان اللہ لا یخلف المیعاد. (العمران: ۹) "بے شک اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی مخالفت نہیں کرتا۔"

اس سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی بدطینت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو جنتی نہیں مانتا تو گویا وہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ رب تعالیٰ نے اپنے وعدے کی مخالفت کر دی۔ العیاذ باللہ

اعلیٰ حضرت کی تفسیر بے دھیانی کا نتیجہ مردود اور کتاب و سنت کے منافی ہے۔ (قاری ظہور):

ہم یہ بات پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ موصوف کو وہ شخص زہر قاتل دکھائی دیتا ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی عظمت بیان کرتا نظر آتا ہے۔ موصوف کی نگاہ بد میں اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت رحمۃ اللہ علیہ کا معاملہ بھی یہی ہے۔ کیونکہ آپ نے بھی قرآنی آیات سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا جنتی ہونا ثابت کیا ہے۔ موصوف آپ کی تفسیر پہ جاہلانہ اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وکلا وعد اللہ الحسنیٰ کی حیران کن تفسیر"

بعض علماء ہند لکھتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے تمام صحابہ کرام سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قرآن عظیم میں دو قسم کیا مومنین قبل فتح، مومنین بعد فتح، اول کو دوم پر تفضیل دی اور صاف فرمادیا۔ "وکلا وعد اللہ الحسنیٰ سب سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمالیا۔

پھر لکھا:

"بعض علماء ہند سطور بالا سے قبل یہ بھی لکھ چکے ہیں: "پھر ان کے بعد کچھ لوگ آئیں گے جن کو اللہ تعالیٰ ناک کے بل جہنم

میں اوندھا کر دے گا یہ وہ ہیں جوان لغزشوں کے سبب صحابہ پر طعن کریں گے۔"

یہ سب کچھ وہ بے دھیانی میں لکھ گئے ہیں۔ انہیں معلوم نہیں کہ جن صاحب (معاویہ) کا دفاع کر رہے ہیں۔ ان پر قطعی جنتی ہستیاں بھی طعن فرچکی ہیں...

فی الجملہ یہ کہ فاضل بریلوی کا درج ذیل جملہ: "سب سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرما۔ لیا..."

کتاب وسنت کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ سورۃ الحدید فتح مکہ سے قبل نازل ہوئی اور اگر اس کا نزول فتح مکہ کے بعد ہی مان لیا جائے تو بھی آٹھ (۸) ہجری سے لے کر کم از کم ساٹھ (۶۰) ہجری تک سب صحابہ کرام کہلانے والوں کو جنتی ماننا ہو گا اور ان سے گزشتہ صدی میں جو کچھ ہوتا رہا سب معاف ماننا ہو گا۔ (صلح الامام الحسن ص ۳۲۰ تا ۳۲۲)

پھر لکھا: "کتاب وسنت کے منافی تفسیر۔"

یاد رکھئے گا کسی بھی غزوہ میں خرچ کرنے جہاد کرنے مقتول یا غازیانہ شان سے گھر لوٹ آنے والوں کو مطلقاً مغفور نہیں فرمایا گیا۔ ماسواء غزوہ بدر کے غازیوں کے بعض علماء نے تو بعض بدری صحابہ پر بھی نفاق کی تہمت لگادی ہے۔ جیسا کہ معتب بن قشیر انصاری، لہٰذا جو لوگ "وکلا وعد اللہ الحسنٰی" سے استدلال کرتے ہوئے قبل از فتح اور بعد از فتح کے تمام صحابہ کو جنتی قرار دیتے ہیں وہ کتاب وسنت پر جرأت کرتے ہیں۔

(صلح الامام الحسن ص ۳۲٤)

پھر کہا: "تفسیر رضوی سے اکابر صحابہ و تابعین کی بے خبری۔"

معاویہ بن صخر کی بیجا حمایت میں بعض متاخرین ہند نے سورۃ الحدید کی آیت نمبر ۱۰ کی جو یوں تفسیر کی ہے۔

"سب سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمالیا..."

اس تفسیر کو پڑھنے کے بعد یوں معلوم ہوتا ہے کہ اکابر صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین فہم قرآن سے محروم تھے۔ (بمرجع سابق ص ۳۲۶)

مع ہذا پھر موصوف (قاری ظہور) نے حسب عادت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کی بوچھاڑ کردی۔

پھر آگے جا کر لکھا:

"بعض علماء ہند نے اس جملہ (واللہ بما تعملون خبیر) کی جو تفسیر کی ہے وہ غلط ہی نہیں بلکہ سراسر باطل ہے کیونکہ وہ کتاب وسنت کے خلاف ہے۔" (ایضاً ص ۳۳۴)

جواب: موصوف کے یہ اعتراضات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر پر نہیں بلکہ امت کے اجلہ وکثیر مفسرین کی تفاسیر پر ہیں:

قارئین کرام! آپ غور فرمائیں موصوف نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کی تردید و تغلیط میں کیسے کیسے بے ہودہ جملے

استعمال کئے ہیں۔

(۱) حیران کن (۲) بے دھیانی کا نتیجہ (۳) کتاب وسنت کے خلاف (۴) کتاب وسنت پہ جرأت (۵) اکابر صحابہ و تابعین کو فہم قرآن سے محروم ثابت کرنے والی (۶) غلط ہی نہیں سراسر باطل وغیرہ۔

مگر ہم کہتے ہیں آپ نے یہ جتنے بھی مذموم الفاظ استعمال کئے ہیں۔ یہ صرف اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کے لئے نہیں ہیں بلکہ ساری امت کے مفسرین کی تفاسیر کے لئے کئے ہیں، کیونکہ ان مفسرین نے بھی زیر بحث آیت سے فتح مکہ ہی مراد لی ہے، جیسا کہ ہم ان میں سے بشمول صحابہ و تابعین چالیس (۴۰) مفسرین کے حوالاجات بھی پیش کر چکے ہیں جن کا نتیجہ یہ ہے کہ تمام صحابہ جنتی ہیں۔

لہٰذا تمھاری اس یاوہ گوئی کا مطلب تو یہ ہوا کہ ان سب کی تفاسیر بھی۔ حیران کن، بے دھیانی کا نتیجہ، کتاب وسنت پہ جرأت، کتاب سنت کے منافی، اکابر صحابہ و تابعین کو فہم قرآن سے محروم ثابت کرنے والی غلط وسراسر باطل وغیرہا ہیں۔ العیاذ باللہ

امت کے ان کثیر اور اجلہ مفسرین کے متعلق ایسا گمان بھی کرنے سے ہزار ہا درجہ بہتر اور درست ہے کہ آپ کی اس غلیظ فکر کو ہی سراسر باطل ومردود اور غوایت وسفاہت قرار دیا جائے۔

بلکہ اگر غور کیا جائے تو آپ نے اس تفسیر کو باطل قرار دے کر فیضان نبوی کی تکذیب کی ہے۔ اس لئے کہ یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور بقول آپ کے آپ رضی اللہ عنہ کی تفسیر کو باطل کہنے والا فیضان نبوی کا مکذب ہوتا ہے۔ جیسا کہ آپ نے نواب صدیق حسن اور قاضی شوکانی کی تردید میں یہ خود قانون لکھا ہے کہ:

"حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں صاحبان نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ تفسیر کو باطل ٹھہرا کر فیضان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی ہے۔" (انوار العرفان ص ٦٢٥)

بلکہ آپ نے یہ رائے قائم کر کے اپنی آواز کو قرآن اور خدا اور مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز سے بلند کیا ہے، کیونکہ یہ ضابطہ آپ نے خود بیان کیا ہے کہ:

"علماء اسلام نے قرآن وسنت کی روشنی میں ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کے خلاف اپنی رائے قائم کرے تو وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے آپ کی آواز پر آواز بلند کی اور جو شخص آپ کی آواز پر اپنی آواز بلند کرے اس کے تمام اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔" (بمرجع سابق انوار العرفان ص ٥٧٢.٢٧١)

پھر اسی کتاب انوار العرفان کے اگلے صفحہ پہ لکھا:

"ظاہر ہے ذاتی نظریات وافکار کو احادیث مبارکہ پر ترجیح دینا آپ کی آواز پر آواز بلند کرنے سے زیادہ برا ہے۔ آواز بلند کرنے پر جب اعمال ضائع ہو جاتے ہیں تو آپ کے فرمان پر ترجیح دینا بطریق اولیٰ اعمال کو ضائع ...

استعمال کئے ہیں۔

(۱) حیران کن (۲) بے دھیانی کا نتیجہ (۳) کتاب وسنت کے خلاف (۴) کتاب وسنت پہ جرأت (۵) اکابر صحابہ و تابعین کو فہم قرآن سے محروم ثابت کرنے والی (۶) غلط ہی نہیں سراسر باطل وغیرہ۔

مگر ہم کہتے ہیں آپ نے یہ جتنے بھی مذموم الفاظ استعمال کئے ہیں۔ یہ صرف اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کے لئے نہیں ہیں بلکہ ساری امت کے مفسرین کی تفاسیر کے لئے کئے ہیں، کیونکہ ان مفسرین نے بھی زیر بحث آیت سے فتح مکہ ہی مراد لی ہے، جیسا کہ ہم ان میں سے بشمول صحابہ و تابعین چالیس (۴۰) مفسرین کے حوالاجات بھی پیش کر چکے ہیں جن کا نتیجہ یہ ہے کہ تمام صحابہ جنتی ہیں۔

لہٰذا تمھاری اس یاوہ گوئی کا مطلب تو یہ ہوا کہ ان سب کی تفاسیر بھی۔ حیران کن، بے دھیانی کا نتیجہ، کتاب وسنت پہ جرأت، کتاب سنت کے منافی، اکابر صحابہ و تابعین کو فہم قرآن سے محروم ثابت کرنے والی غلط و سراسر باطل وغیرہا ہیں۔ العیاذ باللہ

امت کے ان کثیر اور اجلہ مفسرین کے متعلق ایسا گمان بھی کرنے سے ہزار ہا درجہ بہتر اور درست ہے کہ آپ کی اس غلیظ فکر کو ہی سراسر باطل و مردود اور غوایت و سفاہت قرار دیا جائے۔

بلکہ اگر غور کیا جائے تو آپ نے اس تفسیر کو باطل قرار دے کر فیضان نبوی کی تکذیب کی ہے۔ اس لئے کہ یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور بقول آپ کے آپ رضی اللہ عنہ کی تفسیر کو باطل کہنے والا فیضان نبوی کا مکذب ہوتا ہے۔ جیسا کہ آپ نے نواب صدیق حسن اور قاضی شوکانی کی تردید میں یہ خود قانون لکھا ہے کہ:

"حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں صاحبان نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ تفسیر کو باطل ٹھہرا کر فیضان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب کی ہے۔" (انوار العرفان ص ۶۲۵)

بلکہ آپ نے یہ رائے قائم کر کے اپنی آواز کو قرآن اور خدا اور مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز سے بلند کیا ہے، کیونکہ یہ ضابطہ آپ نے خود بیان کیا ہے کہ:

"علماء اسلام نے قرآن وسنت کی روشنی میں ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کے خلاف اپنی رائے قائم کرے تو وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے آپ کی آواز پر آواز بلند کی اور جو شخص آپ کی آواز پر اپنی آواز بلند کرے اس کے تمام اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔" (بمرجع سابق انوار العرفان ص ۲۷۱.۵۷۲)

پھر اسی کتاب انوار العرفان کے اگلے صفحہ پہ لکھا:

"ظاہر ہے ذاتی نظریات و افکار کو احادیث مبارکہ پر ترجیح دینا آپ کی آواز پر آواز بلند کرنے سے زیادہ برا ہے۔ آواز بلند کرنے پر جب اعمال ضائع ہو جاتے ہیں تو آپ کے فرمان پر ترجیح دینا بطریق اولیٰ اعمال کو ضائع ہونے کا موجب ہے۔"

(ایضاً ص ۵۷۳)

ثابت ہوا کہ آپ اس جرم عظیم (قرآن، صاحب قرآن اور رب تعالیٰ کی آواز پر آواز بلند کرنے) کے مرتکب ہو چکے ہیں، اس

لئے کہ قرآن وحدیث کی کئی نصوص میں اول تا آخر جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو جنتی قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ہم مقدمہ میں نقل کر چکے ہیں اور آپ اس کے منکر ہیں۔ اب بتائیے کہ اس جرم کی پاداش میں آپ کے اعمال ضائع ہو گئے یا بچ گئے ؟؟؟

یہ بھی بتائیے گا کہ اگر حدیث کے مخالف رائے قائم کی جائے تو اس کا کیا نتیجہ ہے اور اگر کوئی قرآنی آیات کے مخالف رائے قائم کرے تو اس کا کیا انجام ہو گا؟

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں — لو آپ اپنے جال میں صیاد آگیا

بلکہ آپ ہی کی تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ نص کے مقابلے میں رائے قائم کرنا کفر ہے۔ یہ آپ ہی کی عبارت ہے نا؟

نص کے مقابلہ میں رائے کا حکم "اگر کسی زمانے میں کوئی بھی انسان نص کے مقابلے میں اپنی رائے پیش کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ یہ جاننے کے لئے ہم آپ کو تردید روافض میں بعض مشہور ترین علماء کے ہاں لے چلتے ہیں علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

معارضة اقوال الانبياء بآراء الرجال وتقديم ذلك عليها هو من فعل المكذبين للرسل، بل هو جماع كل كفر...

"انبیاء کرام کے ارشادات کے مقابلہ میں شخصی آراء کو لانا اور ان پر مقدم کرنا یہ رسولوں کو جھٹلانے والوں کا کام ہے بلکہ ہر لحاظ سے کفر ہے۔" (صلح الامام الحسن ص ۱۲۸)

جب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ کی یہ ذاتی رائے (کہ تمام صحابہ جنتی نہیں ہیں) نصوصِ قرآن وسنت کے مخالف ہیں تو آپ پہ کیا فتویٰ لگے گا، آپ کی یہ ذاتی رائے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب کر رہی ہے کہ نہیں، اس سے کفر لازم آیا کہ نہیں؟

ان سوالات کے آپ ہی جوابات عنائیت فرما دیجئے آخر کو آپ بھی تو ٹھہرے "ریسرچ اسکالر"۔ ویسے بھی

ہم عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

جواب نمبر ۲:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کتاب وسنت کے منافی نہیں ہے بلکہ "تفسیر القرآن بالقرآن" کے قبیل سے ہے:

پھر یہ بات بھی یاد رہے کہ اعلیٰ حضرت کی یہ تفسیر نہ ہی بے دھیانی میں لکھی گئی ہے اور نہ ہی کتاب وسنت کے منافی ہے۔ بلکہ پوری بیدار مغزی اور مستند وکثیر تفاسیر کے ترجمان کے طور پہ لکھی گئی ہے، بلکہ اگر غور کیا جائے تو آپ کی یہ تفسیر، "تفسیر القرآن بالقرآن" کے قبیل سے ہے۔ اس لئے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جس مقام پر زیر بحث آیت سے تمام صحابہ کے جنتی ہونے پر استدلال کیا ہے اس کے ساتھ ہی سورۂ انبیاء کی آیت نمبر ۱۰۱ تا ۱۰۳ کو نقل کرتے ہوئے لکھا:

"اور جن سے بھلائی کا وعدہ کیا ہے ان کے حق میں فرماتا ہے: اولئك عنها مبعدون وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔ لا یسمعون حسیسها وہ جہنم کی بھنک تک نہ سنیں گے۔ "وهم فی ما اشتهت انفسهم خالدون" وہ ہمیشہ اپنی من مانتی مرادوں میں رہیں گے "لایحزنهم الفزع الاکبر" قیامت کی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ انہیں غمگین نہ کرے گی۔ "وتتلقاهم الملائکه" فرشتے ان کا استقبال کریں گے۔ "هذا یومکم الذی کنتم توعدون" یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔"

(فتاویٰ رضویہ ج۱۸، ص۲۴۲، امام احمد رضا اکیڈمی انڈیا)

مگر ایک آپ ہیں جو اس کو شیر مادر سمجھ کر بے ڈکار لئے ہضم کر گئے۔ اب بتائیے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تفسیر غلط و باطل ہے یا تمھارے یہ تمام اعتراضات از خود باطل؟؟

جواب نمبر ۳: تفسیر صاوی وغیرہا میں قیامت تک کے تمام مخلص مومنین کو "وعدۂ حسنیٰ" میں شامل قرار دیا گیا ہے:

گزشتہ صفحات میں ہم تفسیر صاوی اور ضیاء القرآن کی وہ تصریحات باحوالہ نقل کر چکے ہیں جس میں قیامت تک کے تمام مخلص مومنین کو بھی "وکلا وعد اللہ الحسنیٰ" میں شامل قرار دیا گیا ہے۔ آنکھوں سے ذرا رافضیت و تعصب والا پردہ ہٹا کر دیکھیں۔ آپ تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر پر صرف اس لئے سیخ پا ہو رہے تھے کہ انہوں نے فتح مکہ کے بعد والے صحابہ کو بھی اس وعدۂ حسنیٰ میں شامل قرار دیا، علامہ صاوی اور آپ کے مسلّم مفسر پیر کرم شاہ نے تو اس وعدے میں قیامت تک کے مخلص مومنین کو بھی شامل قرار دے دیا ہے۔ ان حقائق کے ہوتے ہوئے بھی اگر نگاہِ حیاء نہ کھلے تو پھر ائمہ دین کو کوسنے کی بجائے اپنے عقل و شعور پہ ماتم کیجئے۔

ع آنکھ ہیں اگر بند تو پھر دن بھی رات ہے اس میں قصور کیا ہے بھلا آفتاب کا

اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ رضویہ والے اور کنز الایمان والے ترجمہ میں یکسانیت نہیں ہے (قاری ظہور):

موصوف نے اپنے تائیں یہ بڑا زور دار اعتراض کیا ہے کہ زیرِ بحث آیت کے ضمن میں جو آپ نے فتاویٰ رضویہ میں ترجمہ کیا ہے وہ آپ کے ترجمۃ القرآن کنز الایمان والے ترجمہ کے ساتھ یکسانیت نہیں رکھتا، جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کا فتاویٰ رضویہ والا ترجمہ غلط ہے۔ موصوف کی عبارت یہ ہے:

"قارئین کرام! خدا گواہ ہے کہ میں یہ سطور انتہائی کرب و اضطراب کے ساتھ لکھ رہا ہوں، میں انتہائی معذرت کے ساتھ کہتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے معاویہ بن ابی سفیان کے مستقبل پر لکیر کھینچ کر اسے جنتی

قرار دینے کی خاطر فتاویٰ رضویہ میں آیت کے ترجمہ کو جو مستقبل کے ساتھ خاص کیا ہے، یہ ان کا نرا تحکم ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں بعض طلقاء کی خاطر انہوں نے "واللہ بما تعملون خبیر کا ترجمہ یوں کیا: "اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرنے والے ہو۔"

جبکہ کنزالایمان میں اس جملہ کا ترجمہ انہوں نے ایسا شاندار کیا ہے کہ اس میں ماضی، حال اور مستقبل کی کوئی قید ہی نظر نہیں آتی۔ وہ لکھتے ہیں: "اور اللہ کو تمھارے کاموں کی خبر ہے۔"

ایک اور مقام پر اس لفظ کا ترجمہ یوں کیا ہے: "اور اللہ تمھارے کاموں سے خبردار ہے۔" (العمران: ۱۱۰)

جب ان مقامات پر ترجمہ کو مستقبل کے ساتھ خاص نہیں کیا تو فتاویٰ رضویہ میں کیوں کیا؟ اس کی حکمت کسی پاسبان مسلک رضا سے ضرور معلوم کیجئے گا۔" (صلح الامام الحسن ص ۳۸. ۳۳۷، خلاصۃ)

جواب نمبرا: یہ اعتراض نہیں بلکہ عدم تدبر کا نتیجہ ہے:

موصوف نے اگر ادنیٰ سا بھی تدبر صحیح کیا ہوتا تو یہ بچگانہ اعتراض کرنے کی زحمت نہ اٹھانی پڑتی۔ اس لئے کہ فتاویٰ رضویہ شریف میں آپ نے زیر بحث آیت کا صرف ترجمہ بطور ترجمہ نہیں کیا بلکہ آپ کا یہ ترجمہ تفسیر کے طور پر ہے اور یہ بات آپ کو خود بھی تسلیم ہے تبھی تو آپ نے اعلیٰ حضرت کے اس فتویٰ پر تبصرہ کرنے کے لئے درج ذیل عنوان قائم کیا ہے: "وکلا وعد اللہ الحسنیٰ سے استدلال کا جائزہ۔" (صلح الامام الحسن ص ۳۲۰)

جبکہ کنزالایمان والا ترجمہ بطور ترجمۃ القرآن کے ہے اور یہ بات تو مبادیات کا طالب علم بھی جانتا ہے کہ ترجمہ اور تفسیر میں فرق ہوتا ہے۔ کیونکہ ترجمہ میں اجمال اور تفسیر میں تفصیل مطلوب ہوتی ہے۔ اسی حکمت کے پیش نظر ان دو مقامات کے ترجمہ میں فرق کیا گیا۔

جواب نمبر۲:

فتاویٰ رضویہ کے ترجمہ میں مستقبل کی قید حدیث نبوی کے پیش نظر لگائی گئی ہے:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جو فتاویٰ رضویہ میں زیر بحث آیت کے ترجمہ میں مستقبل کی قید لگائی ہے وہ اس حدیث مبارک کے پیش نظر لگائی ہے۔

ستکون لاصحابی بعدی زلۃ یغفرھا اللہ لسابقتھم

قریب ہے کہ میرے اصحاب سے کچھ لغزش ہوگی جیسے اللہ بخش دے گا اس سابقہ کے سبب جو ان کو میری سرکار میں ہے۔

اس پر دلیل ہے یہ کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ رضویہ کے جس مقام پر زیر بحث آیت کا ترجمہ کیا ہے۔ اس مقام پر یہ حدیث مبارکہ بھی نقل کی ہے۔ (دیکھئے فتاویٰ رضویہ ج ۲۹، ص ۳۳۷)

گویا آپ کا فتاویٰ رضویہ والا ترجمہ تفسیر القرآن بالحدیث کے قبیل سے ہے۔ نیز فتاویٰ رضویہ والے ترجمے کا بطور تفسیر کے ہونا خود موصوف قاری کو بھی تسلیم ہے، وہ خود لکھتے ہیں:

واللہ بما تعملون خبیر کی صحیح تفسیر: "بعض علماء ہند نے اس جملہ کی جو تفسیر کی ہے۔" (صلح الامام الحسن ص ۳۳۴)

راقم الحروف کوئی ماہر رضویات یا بڑا نامی گرامی پاسبان مسلک رضا تو نہیں البتہ گلستان عرفانِ رضا کا ادنیٰ سا خوشہ چین ضرور ہے۔ امید ہے فقیر کے ان جوابات سے موصوف کو سمجھ آگئی ہوگی کہ ان دونوں ترجموں میں فرق کیوں کیا گیا۔

جواب نمبر ۳:

ترجمے میں فرق کرنا اگر غلطی ہے تو یہ غلطی موصوف سے بھی سرزد ہو چکی ہے:

موصوف اگر پھر بھی "میں نہ مانوں" کی ضد پہ قائم ہوں اور ان کے نزدیک ترجمے میں فرق کا ہونا اصالۃً ہی غلط ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ غلط اور قابل اعتراض ہے تو پھر اس غلطی کا ارتکاب آپ بھی کئے بیٹھے ہیں، اس لئے کہ آپ نے بھی حدیث "انما فاطمۃ بضعۃ منی" کے ترجمہ میں فرق کیا ہے، کیونکہ ایک جگہ آپ نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے:

"فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔" (مناقب زہرہ ص ۶۳)

اور دوسرے مقام پہ یوں ترجمہ کیا ہے:

"فاطمہ میری جان کا ٹکڑا ہے۔" (بمرجع سابق ص ۶۰)

اب بتائیے ان دونوں مقامات میں ترجمے کا فرق کیوں حالانکہ جسم الگ چیز ہے اور جان چیز دیگر است؟

فائدہ مہمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کا اصولی جواب:

موصوف نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر پر اعتراض کے ضمن میں اجمالی طور پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پہ طعن کرتے ہوئے لکھا:

"(اعلیٰ حضرت) یہ سب کچھ بے دھیانی میں لکھ گئے انہیں معلوم نہیں کہ جن صاحب (امیر معاویہ) کا وہ دفاع کر رہے ہیں ان پر قطعی جنتی ہستیاں بھی طعن فرما چکی ہیں۔"

(صلح الامام الحسن ص ۳۲۱۔۳۲۰)

ہم کہتے ہیں اولاً تو یہ اعتراض والزام نہ ہی معتبر ہیں اور نہ ان کو مشتمل روایات پایہ صحت کو پہنچتی ہیں، بلکہ ضعیف ومردود اور ناقابل استدلال ہیں اور اگر ان میں کوئی روایات صحیح وقابل استدلال ہو بھی تو ائمہ کرام نے اسے اچھے مفہوم اور بہترین محمل پہ محمول کرنا واجب قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ہم مقدمہ میں اس کی وضاحت کر چکے ہیں۔

نیز حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص وغیرہ سمیت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے جنتی ہونے کے لئے درج

ذیل دلائل کافی ووافی ہیں۔

۱۔ سورۂ حدید کی آیت نمبر۱۰ میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو جنتی قرار دیا گیا اور یہ حضرات بھی صحابہ ہیں اور ان کا صحابی ہونا موصوف قاری کو بھی تسلیم ہے جیسا کہ گزشتہ صفحات میں باحوالہ کلام ہو چکا۔ اس لئے یہ بھی جنتی ہیں۔

۲۔ سورۂ انبیاء کی آیت نمبر۱۰۱ اسبقت لھم منا الحسنیٰ میں الحسنیٰ کی تفسیر اطاعت الٰہی سے بھی کی گئی ہے۔ حوالاجات ملاحظہ ہوں:

تفسیر ماتریدی ج ۷، ص ۳۷۹، تفسیر ماوردی ج ۳، ص ۴۲۱، ابی سعود ج ۴، ص ۳۸۹، ملاعلی قاری ج ۳، ص ۳۵۹، بغوی ج ۳، ص ۳۸۹، مدارک ج ۲، ص ۴۲۱، کبیر ج ۸، ص ۱۸۹، روح المعانی ج ۹، ص ۱۴۵، جمل ج ۵، ص ۱۶۴)

چونکہ یہ وعدہ ازل میں ہی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے فرما لیا گیا تھا کہ وہ اپنے اعمال وعقائد میں رب تعالیٰ کی اطاعت کریں گے (یعنی انہیں توفیق الٰہی میسر آئے گی)

اسی لئے ائمہ دین نے فرمایا ہے کہ جنگ جمل وصفین میں شریک تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین مجتہد اور عادل ہیں۔ اگرچہ حق حضرت مولائے کائنات علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور حضرت امیر معاویہ وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے اجتہادی خطا سرزد ہوئی تھی۔ اس کی تصریحات ہم نقل کر چکے ہیں۔

۳۔ یونہی اس "الحسنیٰ" کی تفسیر توبہ سے بھی کی گئی ہے۔ (ملاحظہ ہو: تفسیر ماوردی ج ۳، ص ۴۸۳)

اس تفسیر کی روشنی میں آیت کریمہ کا مطلب یہ ہوگا کہ رب تعالیٰ نے جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے یہ ازل میں ہی وعدہ فرما لیا تھا کہ ان کو قبولیت توبہ کے شرف سے نوازا جائے گا۔

۴۔ اسلام میں ندامت واستغفار کرنے والے کے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ حدیث نبوی ہے۔

التائب من الذنب کمن لاذنب له

"گناہوں سے توبہ کرنے والا اس شخص کی مانند ہے۔ جس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو۔"

(ابن ماجه، کتاب الذهد، باب ذکر التو به، رقم الحدیث ٤٢٥٠)

اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اپنے آخری ایام میں توبہ واستغفار کرنا باقاعدہ ثابت ہے۔

حضرت محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ:

"حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا جب وقت وصال آیا تو آپ روتے ہوئے اپنے رب کے حضور یوں استغفار کر رہے تھے:

اللهم انك قلت فی کتابك: ان الله لا یغفر ان یشرك به و یغفر مادون ذلك لمن یشاء اللهم فاجعلنی من تشاء ان تغفر له

"اے اللہ! بے شک تو اپنی کتاب میں فرماتا ہے کہ اللہ شرک کرنے والے کو نہیں بخشتا۔ اس کے علاوہ وہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔ اے اللہ! تو مجھے اس سے کر دے جن کو تو بخشنا چاہتا ہے۔"

یونہی اس مضمون کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے:

ستکون بعدی لاصحابی زلة یغفرها الله لهم لسابقتهم

"قریب ہے کہ میرے اصحاب سے میرے بعد کچھ لغزش ہوگی۔ جسے اللہ بخش دے گا اس سابقہ کے سبب جو ان کو میری سرکار میں ہے۔"

(المعجم الاوسط حدیث نمبر ۳۲۴۳، مجمع الزوائد ج ۷، ص ۲۳۴)

ثابت ہوا کہ بتقضائے بشریت ان سے جو کوئی بھی لغزش صادر ہوئی وہ رب تعالیٰ نے صحبت نبوی کی برکت اور ان کے توبہ، استغفار کی وجہ سے معاف فرما دی۔

اس لئے حضرت امام آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"اگر کسی صحابی سے امور فسق میں سے کوئی کوئی عمل ثابت ہوتا ہے تو اس کے قطعاً یہ معنی نہیں کہ وہ اسی پر فوت ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت اور ان اوصاف کے سبب جو اللہ تعالیٰ نے انکے بیان فرمائے ہیں وہ اس (یعنی فسق) پر قائم نہیں رہتے اور اللہ تعالیٰ انہیں توبہ کی توفیق عطا فرما دیتا ہے۔"

(روح المعانی ۲۶/ ۱۳۳)

پھر فرمایا: انه مامات من ابتلی فهم بفسق الا تائبا عدلا ببرکة نور الصحبة

"ان میں سے جس سے بھی کوئی لغزش ہوئی وہ نور صحبت کی برکت سے اس وقت تک اس دنیا سے رخصت نہیں ہوا جب تک کہ وہ توبہ کرکے پاک وصاف نہ ہو گیا ہو۔" (المرجع سابق، روح المعانی ۱۳۳/ ۲۶)

۵۔ بلکہ یہ بات تو موصوف کو بھی لکھنی پڑی ہے وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بارے ایک روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہے:

"خیر یہ ایک معاصرانہ یا زمانہ جاہلیت کے باہمی تفاخر کی وجہ سے بیشک (رنجش) تھی جو ایسے عظیم الشان حضرات کے دل میں ہمیشہ نہیں رہتی، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ عظیم الشان صحابی تھے۔ لہٰذا ان کے دل پر ایسی قساوت جو ایمان کے بھی منافی ہو قائم نہیں رہ سکتی، یقیناً اللہ تعالیٰ نے ان کے دل سے یہ میل صاف فرما دیا ہو گا۔ (شرح خصائص علی ص ۵۲۸)

ہم کہتے ہیں کہ جب یہ قاعدہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بارے ثابت و مسلّم ہے تو پھر حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص اور غیرہا کے لئے کیوں نہیں ؟؟؟

حالانکہ یہ بھی صحابی ہیں اور ان کا صحابی ہونا موصوف کو بھی مسلّم جیسا کہ وہ خود اپنی کتاب شرح خصائص علی کے ص ۹۴۸ اور ص ۹۳۸ پر اس کی تصریح کر چکے ہیں۔

ع اللہ رے خود ساختہ قانون کا نیرنگ جو بات کہیں فخر، وہ بات کہیں ننگ

آٹھ ہجری سے لے کر ساٹھ (۶۰) ہجری تک کے تمام صحابہ جنتی نہیں ہیں۔ (قاری ظہور)

موصوف، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پہ ناراضگی اور بغض امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں اس حد تک آگے گزر چکے ہیں کہ آٹھ (۸) ہجری سے کر ساٹھ (۶۰) ہجری تک کے جمیع صحابہ کے جنتی ہونے کا ہی انکار کر ڈالا، العیاذ باللہ۔

لکھتے ہیں:

"(اعلیٰ حضرت کی تفسیر) کتاب و سنت دونوں کے خلاف ہے، اس لئے کہ سورۃ الحدید فتح مکہ سے قبل نازل ہوئی اور اگر اس کا نزول فتح مکہ کے بعد ہی مان لیا جائے تو تب بھی آٹھ (۸) ہجری سے لے کر کم از کم ساٹھ (۶۰) ہجری تک سب صحابہ کہلانے والوں کو جنتی ماننا ہوگا اور ان سے گزشتہ نصف صدی میں جو کچھ ہوتا رہا معاف ماننا ہو گا۔" (صلح الامام الحسن ص ۳۲۱)

جواب:

ان تمام صحابہ کے جنتی ہونے میں بھی کوئی شک و شبہ نہیں ہے: جہاں تک اعلیٰ حضرت کی تفسیر کے صحیح ہونے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی لغزشوں کے معاف ہونے کا تعلق ہے تو اس کو ہم دلائل و براہین سے ثابت کر چکے ہیں اور یہ جو موصوف نے کہا ہے کہ اس صورت میں آٹھ ہجری سے لے کر ساٹھ ہجری تک کے تمام صحابہ کو جنتی ماننا پڑے گا۔

تو اس میں کوئی شک و شبہ ہی کب ہے، بھئی سیدھی سی بات ہے کہ صحابہ کرام کے جنتی ہونے کے لئے صحابیت کا سرٹیفکیٹ اور قرآن وحدیث کی شہادتیں ہی کافی ہیں۔

اگر آپ کے پاس قرآن وسنت کی کوئی ایسی دلیل صحیح موجود ہو کہ جس میں یہ صراحت کی گئی ہو کہ آٹھ ہجری سے لے کر ساٹھ ہجری تک کے صحابہ جنتی نہیں ہیں اور نہ ہی ان کی لغزشیں معاف کی گئی ہیں تو وہ پیش کریں؟

فان لم یفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی اعدت للکافرین

صحابہ رسول عبدالرحمان بن عدیس اور ابوالغایہ جہنی جنتی نہیں ہیں (قاری ظہور):

کسی بھی چیز کی حد درجے کی محبت ہو یا نفرت انسان کو اندھا کر دیتی ہے۔ موصوف بھی بغض امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں اس قدر اندھے ہو چکے ہیں کہ انہیں سمجھ ہی نہیں آ رہی کہ اس پاداش میں ان کا قلم کیسے کیسے گل کھلا رہا ہے۔

پہلے تو اجمالی طور پر آٹھ سے ساٹھ ہجری تک کے صحابہ کے جنتی ہونے کا انکار کیا تھا۔ اب نام بنام دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین حضرت عبدالرحمان بن عدیس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوالغادیہ جہنی رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے کا انکار کر دیا۔

لکھتے ہیں:

"اس صورت (یعنی اعلیٰ حضرت کی تفسیر درست ماننے کی صورت میں) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلین میں سے

بعض سرغنوں کو بھی جنتی ماننا ہوگا۔ کیونکہ وہ بھی فتح مکہ کے بعد اسلام لانے والوں میں سے تھے بلکہ بعض تو بیعت رضوان میں بھی شامل تھے۔ جیسا کہ عبدالرحمان بن عدیس اسی طرح سیدنا عمار بن یاسرؓ کا قاتل ابوالغادیہ جہنی بھی صحابی تھا اسے بھی جنتی ماننا ہوگا حالانکہ صحیح حدیث میں ہے۔"

عمار کا قاتل اور اس کا سامان لوٹنے والا آگ میں ہے۔ (صلح الامام الحسن ص ۳۲۱.۲۲)

جواب نمبرا: یہ دونوں صحابہ بھی بلاشک وشبہ جنتی ہیں:

حضرت عبدالرحمان بن عدیس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوالغادیہ جہنی رضی اللہ عنہ دونوں ہی شرف صحابیت سے مشرف ہیں، بالترتیب دونوں کی صحابیت پہ تصریحات ملاحظہ ہوں:

حضرت عبدالرحمان بن عدیس رضی اللہ عنہ بیعت رضوان میں شریک

❁ الاصابہ میں ہے:

قال ابن سعد: صحب النبی ﷺ و سمع منه و شهد فتح مصر

ابن سعد فرماتے ہیں! عبدالرحمان بن عدیس کو نبی کریم ﷺ کی صحبت میسر آئی، انہوں نے آپ ﷺ کی احادیث سنیں اور فتح مصر میں شریک ہوئے تھے۔

❁ ابن برقی اور بغوی وغیرہ فرماتے ہیں:

کان ممن بایع تحت الشجرۃ

"یہ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔"

- ابن ابی حاتم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہا: له صحبة: ان کے لئے شرفِ صحابیت ثابت ہے۔

❁ یہی قول عبدالغنی بن سعید، ابوعلی بن سکن اور ابوحیان کا ہے۔ ابویونس کہتے ہیں:

بایع تحت الشجرۃ و شهد فتح مصر

"انہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی اور فتح مصر میں شریک ہوئے تھے۔"

ایک روایت میں ہے کہ آپ کو جب فارس بن عدیس شہید کرنے لگا تو آپ نے اس کے سامنے اپنی صحابیت کا یوں اظہار فرمایا تھا: ویحك! اتق الله فی دمی، فانی من اصحاب الشجرۃ

"تجھ پہ افسوس! میرے خون بہانے کے معاملے میں خدا سے ڈر، کیونکہ میں اصحاب شجرہ (یعنی بیعت رضوان) والوں میں سے ہوں۔ (اصابہ ج ۲، ص ۱۱۷٦)

❁ الجرح والتعدیل وغیرہ میں ہے:

له صحبة و شهد بیعة الرضوان و بایع فیها

ن کے لئے صحابیت ثابت ہے۔ آپ بیعت رضوان میں حاضر ہوئے تھے اور اس میں بیعت کی تھی۔

(الجرح والتعدیل ج ۵، ص ۲۴۸، اسد الغابہ ج ۳، ص ۴۶۹، الثقات ج ۳، ص ۲۵۵)

حضرت ابوالغادیہ جہنی رضی اللہ عنہ بیعت رضوان میں شریک

حضرت ابوالغادیہ رضی اللہ عنہ کے بارے "اصابہ" میں ہے:

- حضرت امام بخاری اور ابو حاتم فرماتے ہیں۔

الجھنی له صحبة "جہنی کے لئے صحابیت ثابت ہے۔"

- یونہی ابن سمیع اور حضرت امام مسلم نے فرمایا ہے۔ (ج ۴ ص ۲۳۲۲)
- اسد الغابہ میں ہے: بایع النبی ﷺ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی بیعت کی تھی۔ (ج ۶، ص ۲۴۱)
- علامہ ذہبی فرماتے ہیں:

من وجوه العرب و فرسان اهل الشام یقال شهد الحدیبیة و له احادیث مسندة

حضرت ابوالغادیہ رضی اللہ عنہ عرب کے بڑے افراد اور اہل شام کے گھڑ سواروں میں سے تھے۔ کہا گیا ہے کہ آپ صلح حدیبیہ میں شریک ہوئے تھے اور ان سے کئی مسند احادیث مروی ہیں۔ (ج ۲، ص ۵۴۲)

جب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہ دونوں ہی صحابی ہیں بلکہ ان کا صحابی ہونا موصوف کو بھی تسلیم ہے۔ لہٰذا ان کے جنتی ہونے کے لئے یہ کافی ہے۔

جواب نمبر ۲:

یہ دونوں صحابی موصوف کی تحقیق و ضوابط کی روشنی میں بھی جنتی قرار پاتے ہیں:

یہ دونوں صحابہ موصوف کی تحقیق اور ضوابط کی روشنی میں بھی جنتی قرار پاتے ہیں، اس لئے کہ ان کی رائے میں آیت کریمہ "وکلا وعد اللہ الحسنیٰ" اصحاب صلح حدیبیہ کو شامل ہے۔ کیونکہ وہ خود لکھ چکے ہیں۔

"اہل تحقیق مفسرین نے اس فتح سے فتح مکہ نہیں بلکہ صلح حدیبیہ کی فتح مراد لی ہے۔"

(صلح الامام الحسن ص ۳۱۰)

لہٰذا ان کی اس رائے کے مطابق اس آیت کا ترجمہ یوں ہوگا۔ تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح حدیبیہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا۔ وہ مرتبہ میں ان سے بڑے نہیں جنہوں نے بعد فتح حدیبیہ کے خرچ کیا اور جہاد کیا اور ان سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا ہے اور اللہ کو تمھارے کاموں کی خبر ہے۔ یہ تو بدیہی سی بات ہے کہ جب یہ آیت صلح حدیبیہ سے پہلے اور بعد والوں کو شامل ہے تو صلح حدیبیہ والوں کو بھی شامل ہوگی۔ اور یہ دونوں صحابہ بھی اصحاب صلح حدیبیہ سے، جیسا کہ انہوں

نے خود بھی تسلیم کیا تو لازم ٹھہرا کہ یہ "وعدۂ حسنی" ان کو بھی شامل ہو۔

جواب نمبر ۳: ان دونوں صحابہ کے جنتی ہونے پہ نصوص قرآن وحدیث:

جب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہ دونوں صحابہ کرام بیعت رضوان والوں میں سے ہیں تو یہ بھی یاد رکھئے کہ قرآن اور صاحب قرآن ﷺ کے فرامین کی روشنی میں بیعت رضوان والوں کو باقاعدہ طور پر جنت کا مژدہ جانفزاء بھی مل چکا ہے۔ ملاحظہ ہو، رب تعالیٰ بیعت رضوان والوں کی شان میں فرماتا ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۲۰﴾

"بیشک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔ اور بہت سی غنیمتیں جن کو لیں، اور اللہ عزت و حکمت والا ہے، اور اللہ نے تم سے وعدہ کیا ہے بہت سی غنیمتوں کا کہ تم لوگے تو تمہیں یہ جلد عطا فرمادی اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیے اور اس لیے کہ ایمان والوں کے لیے نشانی ہو اور تمہیں سیدھی راہ دکھائے۔"

(ترجمہ کنز الایمان، الفتح: ۱۸ تا ۲۰)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"چونکہ حدیبیہ میں بیعت کرنے والوں کو رضائے الٰہی کا تمغہ عنائیت ہوا۔ اس لئے اسے بیعت الرضوان کہتے ہیں... اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے۔

۱) ایک یہ کہ بیعت رضوان والے سارے ہی مخلص مومن ہیں کہ انہیں رب نے بلا تخصیص مومن فرمایا۔

۲) دوسرے یہ کہ ان سب سے اللہ راضی ہو چکا۔

۳) تیسرے یہ کہ اس خصوصی رضا کا سبب یہ بیعت ہے...

"(فانزل السکینۃ علیھم) اس طرح کہ نہ انہیں کفار مکہ کا خوف رہا نہ خرابی خاتمہ کا اندیشہ جب رب نے بازو پکڑ لئے پھر وہ کیسے گر سکتے ہیں، نہ انہیں آئندہ فسق و فجور کا اندیشہ وہ ہمیشہ کے لئے متقی مومن ہو چکے قرآن گواہ ہے۔" (تفسیر نور العرفان ص ۹۶۸)

ان عالی قدر صحابہ کی عظمت بیان کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

انی لارجو ان لایدخل النار ان شاء اللہ احد شھد بدرا او الحدیبیۃ

"بے شک مجھے امید ہے کہ اگر اللہ نے چاہا تو بدر و حدیبیہ میں حاضر ہونے والوں میں کوئی بھی دوزخ میں

نہیں جائے گا۔" (مشکوٰۃ مع مرقاۃ، ج۱۱، ص۳۶۸)

- ایک اور روایت میں ہے:

لا یدخل النار ان شاء اللہ و من اصحاب الشجرۃ احد الذین بایعوا تحتھا

"اگر اللہ نے چاہا تو درخت کے نیچے بیعت کرنے والے اصحاب شجرہ میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا۔" (بمرجع سابق)

قارئین کرام! آپ غور فرمائیں کہ اللہ اور اس کا رسول تو ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو دنیا میں ہی اپنی رضا اور جنت کی بشارتیں دے رہا ہے۔ مگر ایک موصوف ہیں جو بھونگے اور بے تکے دلائل کے ذریعے ان صحابہ کو دوزخی قرار دینے پہ تلے ہوئے ہیں۔ "اب اس کا بندہ کیا تبصرہ کرے، چلو ہم یوں کرتے ہیں کہ موصوف ہی کے الفاظ انہیں کے لئے ہی نقل کر دیتے ہیں:" ایمان و انصاف سے بتائیے! یہاں کیا کیا جاسکتا ہے اور کیا کہا جاسکتا ہے؟ میرا خیال ہے کہ اور تو کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا ماسوا حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے اس سلام کے۔"

زمن بر صوفی و ملا سلامی   کہ پیغام خدا گفتند مارا

ولے تاویل شاں، در حیرت انداخت   خدا و جبریل و مصطفیٰ را

میری طرف سے صوفی و ملا پر سلام ہو، کیونکہ وہ ہمیں خدا کا پیغام سناتا ہے، لیکن اس کی تاویل نے حیرت میں ڈال دیا ہے۔ خدا کو، جبریل کو اور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو۔ (حقیقۃ التفضیل ص ۱۳۳. ۱۳۲)

جواب نمبر ۴: صحبت نبوی کی برکت سے ان کی لغزشیں معاف ہو چکی ہیں:

تاریخ و روایات میں اگرچہ یہ بات ملتی ہے کہ حضرت عبدالرحمان بن عدیس حضرت عثمان غنی اور حضرت ابو الغادیہ، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم اجمعین کے قاتلوں میں شمار ہوتے ہیں، مگر یہ بات بھی یاد رہے کہ ان کی یہ لغزشیں صحبت نبوی کی برکت سے معاف ہو چکی جیسا کہ ہم گزشتہ صفحات میں وضاحت کر چکے۔

❀ دوسری توجیہہ یہ ہے کہ ان کا یہ عمل اجتہادی خطا پہ مبنی تھا جو قابل گرفت نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ کے ترجمہ کے آخر میں اسی بات کی وضاحت فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

والظن بالصحابۃ فی تلک الحروب انھم کانوا فیھا متأولین و للمجتھد المخطئ اجر واذا ثبت ھذا فی حق احاد الناس فثبوتہ للصحابۃ بالطریق اولیٰ

"ان جنگوں کے متعلق صحابہ کے بارے میں یہ عقیدہ ہونا چاہئے کہ وہ تمام تاویل کرنے والے تھے اور غلطی کرنے والے مجتہد کے لئے ایک درجہ اجر ہے۔ جب یہ عام مجتہد بن کے لئے ثابت ہے تو پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے لئے اس کا ثبوت بدرجہ اولیٰ ہو گا۔" (الاصابہ ج ٤، ص ۲۳۲۳)

نوٹ:

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا قاتل کون ہے؟ اس بارے اختلاف ہے۔ بلکہ ایک قول کے مطابق حضرت ابوالغادیہ کے سوا کسی اور کا ہونا زیادہ مشہور ہے۔

اسد الغابہ میں ہے: وقیل ان الذی قتل عمارا غیرہ وھذا اشتھر (ج ٤، ص ۲۳۲)

جواب نمبر ۵: حدیث "قَاتِلُ عَمَّارٍ وَسَالِبُوهُ فِي النَّارِ" کا صحیح معنی و مفہوم:

موصوف نے جو حدیث "قاتل عمار وسالبہ فی النار" نقل کی ہے۔ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اولاً اس کے قریب المضمون ایک اور حدیث مبارکہ کی وضاحت کردی جائے تاکہ اس کو سمجھنے میں آسانی ہوسکے۔ بخاری شریف میں ہے کہ ایک موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا:

و یح! عمار تقتله الفئة الباغية يدعوهم الى الجنة و يدعونه الى النار

"اللہ تعالیٰ عمار پر رحم فرمائے، اسے ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ درانحالیکہ یہ انہیں جنت کی طرف بلا رہے ہوں گے اور وہ اسے نار کی طرف بلا رہے ہوں گے۔" (بخاری، حدیث نمبر ٤٤٧، ۲۸۱۲)

حضرت امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فان قيل كان قتله بصفين وهو مع علی والذين قتلوه مع معاوية و كان معه جماعة من الصحابة فكيف يجوز عليهم الدعاء الى النار؟ فالجواب انهم كانوا ظانين انهم يدعون الى الجنة وهم مجتهدون لا لوم عليهم فی اتباع ظنونهم: فالمراد، بالدعاء الى الجنة الدعاء الى سببها وهو طاعة الامام، اذ ذلك كان عمار يدعوهم الى طاعة علىّ وهو الامام الواجب الطاعة اذ ذك و كانوهم يدعون الى خلاف ذلك لكنهم معذورون لتاويل الذی ظهر لهم

ترجمہ: "پس اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی معیت میں جنگ صفین میں ہوئی تھی اور وہ لوگ جنہوں نے آپ کو شہید کیا وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھی تھے اور ان کے ساتھ بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی ایک جماعت تھی تو ان کے لئے یہ کیسے جائز ہوسکتا ہے کہ وہ نار کی طرف بلانے والے ہوں۔" اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک وہ اس گمان میں تھے کہ وہ جنت کی طرف بلانے والے ہیں، درانحالیکہ وہ مجتہد تھے تو ان کے اپنے اس گمان کی اتباع کرنے کی وجہ سے ان پر کوئی ملامت (طعن) نہیں کی جائے گی۔ اور جنت کی طرف بلانے سے مراد اس کے سبب کی طرف بلانا ہے اور وہ ہے امام کی اطاعت کرنا (یعنی وہ امام کی اطاعت کی طرف بلا رہے تھے) اور اسی طرح حضرت عمار رضی اللہ عنہ بھی ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت کی طرف بلا رہے تھے۔ کیونکہ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی واجب الاطاعۃ امام تھے اور وہ (یعنی

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھی) ان کو اس کے برخلاف کی طرف بلا رہے تھے۔ لیکن وہ اپنی اس تاویل کی وجہ سے معذور ہیں جو ان کے لئے ظاہر ہوئی تھی۔ (فتح الباری شرح بخاری ج ۱، ص ۷۱۴)

حضرت امام بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

والجواب الصحیح فی هذا انهم کانو مجتهدین ظانین انهم یدعونه الی الجنة ان کان فی نفس الامر خلاف ذلك فلالوم علیهم فی اتباع ظنونهم، فان قلت المجتهد اذا اصاب فله اجران واذا اخطافله اجر فكيف الامر هھنا؟ قلت: الذی قلنا جواب اقناعی فلایلیق ان یذکر فی حق الصحابة خلاف ذلك لان الله تعالیٰ اثنی علیهم وشهدلهم بالفضل بقوله: كنتم خيرامة اخرجت للناس. (العمران: ۱۱۰) قال المفسرون! هم اصحاب محمد ﷺ

"اس بارے صحیح جواب یہ ہے کہ وہ سبھی مجتہد تھے۔ ان کا گمان یہ تھا کہ وہ انہیں جنت کی طرف بلا رہے ہیں۔ حقیقت میں معاملہ اس کے برعکس تھا (اس جملہ کا وہی معنی ہے جو فتح الباری سے گزرا۔ راقم) پس انکے اپنے اس گمان کی اتباع کرنے کی وجہ سے ان پر کوئی ملامت نہیں کی جائے گی۔" پھر اگر تو یہ سوال کرے کہ مجتہد اگر درستگی کو پہنچے تو اس کے لئے دوگنا اجر ہے اور اگر خطا کرے تو اس کے لئے ایک گنا اجر ہے، تو یہاں معاملہ کیسے ہو گا؟ تو میں کہتا ہوں کہ جو ہم نے جواب دیا وہی ہمارے دل کی آواز ہے۔ پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے حق میں اس کے برخلاف ذکر کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس لئے کہ رب تعالیٰ نے اپنے اس فرمان کہ کنتم خیرامۃ اخرجت للناس (تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے ظاہر کی گئی) سے ان کی تعریف کی اور ان کی فضیلت کی گواہی دی ہے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرام ہیں۔

(عمدة القاری ج ٤، ص ۳۰۸)

ائمہ کرام کی ان تشریحات سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱۔ حضرت امیر معاویہ اور ان کے تمام ساتھی رضی اللہ عنہ مجتہد تھے۔

۲۔ حضرت امیر معاویہ کے ساتھ بھی صحابہ کی ایک جماعت تھی۔

۳۔ حضرت عمار کو شہید کرنے والے صحابی بھی مجتہد ہیں۔

۴۔ اس اجتہادی خطا کی وجہ سے ان میں سے کسی پر طعن کرنا جائز نہیں۔

۵۔ نار کی طرف بلانے سے مراد ہے غیر واجب الاطاعۃ امام کی طرف بلانا۔

۶۔ رب تعالیٰ نے خود صحابہ کی تعریف کی اور ان کی فضیلت کی گواہی دی ہے۔

۷۔ مگر وہ اپنی اس تاویل میں معذور ہیں (یعنی قابل گرفت نہیں ہیں)

۸۔ ان میں کسی بھی صحابی کو برائی سے یاد کرنا مناسب نہیں ہے۔

ثابت ہوا کہ حضرت ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ ہوں یا حضرت عبد الرحمان بن عدیس رضی اللہ عنہ یہ سب امور ان کے لئے بھی ثابت ہیں۔ لہٰذا ان پہ طعن و تشنیع کرنا یا ان کے جنتی ہونے کا انکار کرنا بہت بڑی جسارت اور اللہ اور اس کے رسول کو چیلنج کرنے والی بات ہے۔

جواب نمبر ۶: یہ حدیث ضعیف اور نا قابل استدلال ہے:

اگر اس حدیث کی سند پہ غور کیا جائے تو ثابت ہوتا کہ یہ ضعیف اور نا قابل استدلال ہے۔ اس لئے کہ روایت کی مختلف کتب میں چار اسناد بیان ہوئی ہیں، جو سب کی سب قابل جرح ہیں۔ تفصیل درج ذیل ہے:

پہلی سند:

۱. لیث بن ابی سلیم عن مجاھد عن عبداللہ بن عمرو بن العاص

"اس میں لیث بن ابی سلیم ہے جو جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔" (دیکھیے زوائد ابن ماجہ ۲۰۸/ ۲۳۰)

- ابن ملقن نے بھی یونہی فرمایا ہے۔ (خلاصة البدر المنیر)
- امام نسائی فرماتے ہیں: ضعیف کوفی. (کتاب الضعفاء: ۵۱۱)

دوسری سند:

۲- المعتمر بن سلیمان التیمی عن ابیه عن مجاھد عن عبداللہ بن عمر

'اس میں سلیمان تیمی طبقہ ثالثہ کا مدلس ہے۔ (دیکھیے: کتاب المدلسین لابی زرعة ابن العراقی، ص ۲۴)

تیسری سند:

۳- ابو حفص و کلثوم عن ابی غادیہ قال... فقیل...

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اس روایت کا راوی "فقیل" کا فاعل ہے جو نا معلوم (مجھول) ہے۔

- حضرت امام ذہبی اس روایت کی پوری سند ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

اسنادہ فی انقطاع "اس کی سند میں انقطاع ہے۔" (سیر اعلام النبلاء ج ۲، ص ۵۴۴)

چوتھی سند:

٤. القاسم بن اللیث الرسعنی تبنیس و عبدالصمد بن عبداللہ الدمشقی قال حدثنا ھشام بن عمار سعید بن یحیی حدثنا الحسن بن دینار عن کلثوم بن حبر المرادی...

"اس سند میں مذکور راوی "حسن بن دینار" سخت ضعیف ہے۔

اس کے بارے امام ابو حاتم رازی فرماتے ہیں۔"متروك الحديث:(العلل لابن ابی حاتم ج ٦، ص ٢٣٣)
امام ابن حبان نے کئی محدثین کے اقوال ذکر کئے ہیں۔ جو اسے مردود قرار دیتے ہیں۔

(الضعفاء للعقيلي ج ١، ص ٢٧١)

تمام صحابہ کلیۃ مغفور نہیں ہیں، جیسا کہ کرکرہ اور مدعم صحابہ رسول کی بابت احادیث اس پر دلالت بھی کرتی ہیں (قاری موصوف):

محسوس ہوتا ہے کہ موصوف بغض صحابہ کی شدت کی وجہ سے ذہنی توازن کھو بیٹھے ہیں۔ اسی لئے تو جس صحابی کو چاہتے ہیں۔ زمرۂ صحابہ سے نکال دیتے ہیں۔ جسے چاہتے دوزخی قرار دے دیتے ہیں جیسا کہ ان کی درج ذیل عبارت اس مضمون کی عکاسی کر رہی ہے:

لکھتے ہیں:

"جو لوگ "وکلا وعد اللہ الحسنیٰ" سے استدلال کرتے ہوئے قبل از فتح اور بعد از فتح تمام صحابہ کو جنتی قرار دیتے ہیں وہ کتاب وسنت پر جرأت کرتے ہیں۔ یہاں ہم چند احادیث کی طرف اشارہ کرتے ہیں جن میں غور فرما کر آپ خود ہی یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ واقعی یہ جسارت ہے۔"

امام بخاری حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ایک شخص نبی کریم ﷺ کے سامان پر معین تھا۔ اسے کرکرہ کہا جاتا تھا۔ اس کا انتقال ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ آگ میں ہے، لوگوں نے جا کر اس کو غور سے دیکھا تو انہیں ایک چادر ملی جو اس نے چرائی تھی۔"

(بخاری کتاب الجهاد و السير، باب الغلول، ص ٤١٥، حديث ٣٠٧٤)

خیال رہے کہ اس حدیث میں اس شخص کے کافر ہونے کا ذکر نہیں چنانچہ اس سے پہلی حدیث میں ہے کہ آقائے کائنات ﷺ نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو فرمایا:

"مجھے تمہارا اس حال میں ملنا پسند نہیں کہ تم میں سے کسی کی گردن پر بکری میماتی ہوئی سوار ہو یا گھوڑا گردن پر سوار ہو اور وہ مجھ سے عرض کرے۔"

يا رسول الله! اغثني فاقول لا املك لك شيئا قد ابلغتك

یا رسول اللہ! میری مدد فرمائیے تو میں کہوں گا میں تیرے لئے کچھ بھی نہیں کر سکتا، میں تجھے تبلیغ کر چکا ہوں۔

(بخاری کتاب الجهاد و السير باب الغلول ص ٤١٥، حديث ٣٠٧٣)

ایک اور حدیث میں ہے:

"غزوہ خیبر کے بعد جب وادی قریٰ میں پہنچے تو ایک صحابی جس کو مدعم کہا جاتا تھا، اسے کہیں سے ایک تیر آ لگا تو

لوگوں نے کہنا شروع کر دیا، ہنیاًلہ الشھادۃ (اس کو شہادت مبارک) اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے بلکہ جو چادر اس نے خیبر کے روز مال غنیمت سے تقسیم کے بغیر لے لی تھی وہ اس پر آگ بن کر بھڑکے گی۔" (بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۂ خیبر حدیث ٤٢٣٤)

اس حدیث میں صاف ظاہر ہے کہ وہ شخص مسلمان اور صحابی تھا، اگر وہ مسلمان نہ ہوتا تو صحابہ کرام اس کے حق میں ہنیاًلہ الشھادۃ کے الفاظ استعمال نہ فرماتے اور اگر وہ مسلمان نہ ہوتا تو نبی کریم ﷺ بھی اس بات کی وضاحت فرمادیتے"...

(صلح الامام الحسن ص ٣٢٤ تا ٣٢٥)

پھر [ظہور احمد فیضی نے] لکھا:

"سو جب قبل از فتح والوں کے لئے کلیۃ مغفور ہونے کا قول احادیث کے منافی ہے تو پھر بعد از فتح والوں کے لئے کیونکر درست ہوسکتا ہے۔ جب ایک چادر کی چوری صحابی کو جہنم میں لے گئی تو پھر قتل ناحق اور مسلسل بیس برس تک شاہانہ اونچ نیچ کا کوئی حساب نہیں ہوگا؟" (ایضاً صلح الامام الحسن ص ص ٣٢٦)

جواب نمبر ۱: مدعم اور کرکرہ کے بارے تحقیقی جواب:

جواب سے قبل ایک انتہائی اہم اور تمہیدی واصولی بات سمجھئے کہ:

ہمارا یہ ایمان اور دعویٰ ہے کہ ہر وہ خوش نصیب شخص جو "صحابی شرعی" کے عنوان کے تحت داخل ہے وہ قطعی جنتی ہے۔ اور اگر ایسے کسی شخص سے بتقضائے بشریت کوئی لغزش سرزد ہو بھی جائے تو رب تعالیٰ اپنے فضل اور صحبت نبوی کی برکت سے معاف فرمادیتا ہے۔ اگر کسی روایت میں کسی ایسے شخص کو دوزخی قرار دیا گیا ہو کہ جس کے لئے لفظ صحابی کا اطلاق کیا گیا ہو تو لامحالہ وہ "صحابی لغوی" کے طور پر ہوگا۔ نہ کہ شرعی و اصطلاحی طور پر۔ جیسا کہ بعض احادیث میں بعض منافقین کے لئے اس لفظ کا استعمال کیا گیا جیسا کہ قزمان بن حارث وغیرہ اس کی تفصیل یہ ہے کہ قزمان بن حارث اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا مگر تھا منافق۔

❀ الاصابہ میں ہے:

قزمان بن الحارث حليف بن ظفر صاحب القصة يوم احد قيل مات كافرافان بعض طريق قصته أنه صرح بالكفر وهذا مبنى على ان القصة واحدة وقعت، لواحد وقيل انها تعددت، قال ابن قتيبة فى "المعارف" قتل نفسه وكان منافقا، وفيه قال النبى صلى الله عليه وسلم ان الله يويدهذا الدين بالرجل الفاجر وذكر ابن اسحاق والواقدى قصته، وأنه كان عزيزا فى بنى ظفر و كان لايدرى من اين اصله قال الواقدى و كان حافظا لبنى ظفر و محبالهم و كان مقلا لا ولدله ولا زوجة و كان شجاعا يعرف بذلك فى حروبهم التى كانت بين الاوس ... كان ...

احد قاتل قتالا شديدا فقتل ستة او سبعة حتى اصابته الجراحة، فقيل له: هنيا لك الجنة يا ابا الغيداق، قال جنة من حرمل، والله ما قاتلنا الا على الاحساب، وقيل انه قتل نفسه وقيل: بل مات من الجراح ولم يقتل نفسه، وفى صحيح البخارى، من رواية ابى حازم، عن سهل بن سعد، ان النبى صلى الله عليه وسلم التقى هوو المشركون... فذكر الحديث وفيه: و فى اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم رجل لا يدع شاذة ولا فازة الا اتبعها يضربها بسيفه، فقالوا، ما اجزاعنا احد كما اجزاء فلان فقال النبى صلى الله عليه وسلم، اما انه من اهل النار فقال رجل من القوم: انا اصاحبه، فخرج معه، قال: فجرح جرحا شديدا فاستعجل الموت، فوضع نصل سيفه بالارض ثم تحامل على سيفه، فقتل نفسه، الحديث وفى آخره ان الرجل ليعمل بعمل اهل الجنة فيما يبدو للناس وهو من اهل النار. (الاصابه فى تميز الصحابه ۵/ ۳۳۵، رقم ۷۱۲۳)

"یعنی قزمان بن حارث بنوظفر کے حلیف میں سے تھا، اُحد کے دن اس کا واقعہ پیش آیا، بعض کا قول ہے کہ حالت کفر میں مرا۔ بعض طرق میں اس کا قصہ ہے جس سے اس کے کفر کی تصریح ہوتی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ایک واقعہ ہے اور ایک شخص کے ساتھ پیش آیا، بعض کا قول ہے اس میں تعدد ہے۔

❁ ابن قتیبہ نے "المعارف" کے اندر فرمایا:

اس نے اپنے آپ کو مار ڈالا، وہ منافق تھا، اس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا! اللہ تعالیٰ اس دین کی مدد فاسق شخص سے بھی کرتا ہے... جب احد کا دن ہوا تو اس نے بہت شدید جنگ لڑی چھ یا سات لوگوں کو قتل کیا۔ یہاں تک کہ یہ زخمی ہو گیا، اس سے کہا گیا: اے ابو غیداق تمہیں جنت کی خوشخبری ہو۔ اس نے کہا۔ حرمل کی جنت، اللہ کی قسم ہم نے حسب کی وجہ سے جنگ لڑی۔ بعض کا قول ہے کہ اس نے اپنے آپ کو قتل کر دیا تھا۔ بعض نے کہا کہ اس نے اپنے آپ کو قتل نہیں کیا تھا بلکہ وہ زخموں کی وجہ سے مرا تھا۔

صحیح بخاری میں ابو حازم کی بحوالہ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمنوں سے مقابلہ ہوا... پھر حدیث ذکر کی۔ اس روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں ایسا شخص تھا کہ کسی اکیلے اور تنہا شخص کے پیچھے پہنچ کر اسے اپنی تلوار سے مار ڈالتا۔ جتنا اس شخص نے ہمارا ہاتھ بٹایا کسی اور نے نہیں بٹایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! یہ شخص جہنمی ہے۔

(صحیح بخاری، رقم ۴۲۰۷، صحیح مسلم، رقم ۱۷۹، مسند امام احمد بن حنبل ۴/ ۱۳۵)

لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: میں اس کے ساتھ رہوں گا۔ وہ اس کے ساتھ نکلا، وہ شخص بہت زیادہ زخمی تھا۔ اس نے اپنے آپ کو مارنے میں جلدی کی، اس نے تلوار کی دھار کو زمین پر رکھا اور اپنے آپ کو مار ڈالا۔

اس حدیث کے آخر میں ہے کہ ایک شخص لوگوں کی نظر میں اہل جنت جیسے کام کرتا ہے حالانکہ وہ دوزخی ہوتا ہے۔

اس سے واضح ہوا کہ بعض منافقین کے لئے بھی لفظ صحابی استعمال کیا گیا۔ اس لئے ہم کہتے ہیں، قرآن وحدیث کی ان نصوص قاطعہ سے یہ بات ثابت ہے کہ جو بھی صحابی شرعی ہے وہ دوزخی نہیں ہو سکتا اور جو دوزخی ہو وہ صحابی شرعی نہیں ہو سکتا۔

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ موصوف قاری کا روایت مدعم و کرکرہ کا سہارا لیتے ہوئے یہ کہنا قطعًا درست نہیں ہے کہ:

"اس حدیث میں صاف ظاہر ہے کہ وہ شخص مسلمان اور صحابی تھا۔ اگر وہ مسلمان نہ ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اس کے حق میں ہنیأ لہ الشہادۃ کے الفاظ استعمال نہ فرماتے اور اگر وہ مسلمان نہ ہوتا تو نبی کریم ﷺ بھی اس بات کی وضاحت فرمادیتے۔" (صلح الامام الحسن ص ۳۲۵)

اس لئے کہ روایت میں ایسے قرائن موجود ہیں جو ان کے صحابیٔ شرعی ہونے کی نفی کرتے ہیں۔ جیسا کہ ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کو اس شخص کے بارے ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

صلوا علي صاحبكم

"تم اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھ لو۔" (ج ۲، ص ۲۳، حدیث نمبر ۲۷۱۰، اس کی مزید تخریج دیکھئے!)

سنن نسائی الجنائز ۶۶ (۱۹۶۱) ابن ماجہ، الجہاد، ۳۴، (۲۸۴۸) موطا امام مالک الجہاد ۱۳، (۲۳) مسند احمد (۴/۱۱۴، ۵/۱۹۲، تحفۃ الاشراف ۳۷۶۷)

یونہی جب صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ہنیأ لہ الشہادۃ، کہا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کلا والذی نفسی بیده:

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ ہرگز نہیں۔" (بمرجع سابق)

بلکہ ترمذی میں تو یہ الفاظ بھی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

قم یا عمر منادأنه لا یدخل الجنة الا المؤمنون ثلاثا

"اے عمر کھڑا ہو اور تین بار اعلان کر کہ جنت میں میں صرف مومنین ہی داخل ہوں گے۔"

(ج ۱، ص ۱۹۱، باب ماجاء فی الغلول)

سو نبی کریم ﷺ کا نماز جنازہ نہ پڑھانا، ہنیئا له الشهادة کے جواب میں کلا والذی نفسی بیده" کے ذریعے رد فرمانا، اور تین بار یہ اعلان کروانا کہ "لا یدخل الجنة الا المومنون" ثابت کرتا ہے کہ وہ صحابی شرعی نہیں تھے۔

موصوف نے انتہائی چالاکی سے دو نکات بیان کئے، اول: صحابہ کرام کا اس کے حق میں ہنیاء لہ الشہادۃ فرمایا۔

دوم: اگر مسلمان نہ ہوتے تو نبی کریم ﷺ اس کی وضاحت فرمادیتے۔

موصوف نے پہلے نکتے سے جو استدلال کیا ہے اس سے خود بھی مطمئن نہیں۔ کیونکہ اگر ان الفاظ سے استدلال تام ہوتا تو نکتہ ثانی کی طرف نہ جاتے، کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ متعدد ایسی روایات ہیں کہ صحابہ کرام نے کسی شخص کے لئے شہادت کی مبارکباد دی مگر نبی کریم ﷺ نے اس کے غیر مسلم یا منافق ہونے کا حکم جاری فرمایا۔ جیسا کہ پیچھے گزر چکا۔

اور نکتہ دوم کے بارے بطور جواب کے ہمارے نقل کردہ قرائن کفایت کرتے ہیں۔

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ مدعم اور کرکرہ کا صحابی شرعی ہونا قطعیت سے ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا ان کے ذریعے جمیع صحابہ کے جنتی ہونے کی نفی پر استدلال کرنا بھی درست نہیں ہے۔

جواب نمبر۲: مدعم اور کرکرہ کے بارے الزامی جواب:

اگر قطعی دلائل سے ثابت ہوجائے کہ مدعم اور کرکرہ مسلمان اور صحابی شرعی تھے جیسا کہ ظہور فیضی صاحب کی تمنا اور اصرار ہے تو پھر بھی ہمیں مضر نہیں اور انہیں مفید نہیں۔ کیونکہ اس بنیاد پر ان کا جنتی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ موصوف کے بھی کئی مسلم ائمہ نے زیر بحث روایات کی تشریح کرتے ہوئے "ھو فی النار" (وہ دوزخ میں ہے) اور تشتعل علیہ نارا کا ایک ایسا احتمال بیان فرمایا ہے جو واضح کرتا ہے کہ یہ کلمات اپنے ظاہر پر نہیں ہیں۔ نیز یہ کہ وہ جنتی ہیں۔ ملاحظہ ہو،

❁ امام عینی، ابن تین رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے فرماتے ہیں

یحتمل ان یکون ھذا جزاءہ الا ان یعفو اللہ

"اس میں یہ احتمال ہے کہ اس کی یہ سزا تھی مگر یہ کہ اللہ نے اسے معاف فرمادیا۔"

(عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۱۵، ص ۱۲)

❁ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

او المراد ھو فی النار ان لم یعف اللہ عنہ

"یا یہ مراد ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اسے معاف نہ کرتا تو وہ آگ میں ہوتا۔" (فتح الباری، شرح بخاری ج ٦، ص ۲۳۱)

❁ یہ احتمال زرقانی علی المؤطا ج۳، ص۴۶، نعمۃ الباری شرح بخاری ج۵، ص ۹۷۳، میں بھی نقل کیا گیا ہے۔

چادر کے اشتعالِ نار کے حوالے سے محدثین فرماتے ہیں:

یحتمل ان یکون اشتعال النار حقیقۃ بان تصیر الشملۃ بعینھا نارا فیعذب بھا و یحتمل ان یکون المراد انھا سبب العذاب النار

"اس میں یہ احتمال ہے کہ آگ کا مشتعل ہونا حقیقتاً ہو، بایں طور کہ وہ چادر بعینہٖ آگ بن چکی ہو اور انہیں (دنیا میں ہی اس کی سزا مل گئی یا پھر یہ مراد ہے کہ یہ فعل عذاب کا سبب ہے)

(عمدۃ القاری ج ۱۷، ص ۳۴۰، فتح الباری ج ۷، ص ٦۲۳، زرقانی ج ۳، ص ٤٦)

❁ حضرت امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

ان لم یعف اللہ

"یعنی اگر اللہ تعالیٰ انہیں معاف نہ کرتا (تو ان کی یہ سزا ہوتی)"۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج، ص ۱۷)

❁ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث سے ایک فقہی مسئلہ اخذ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مال غنیمت میں قبل از تقسیم چوری کرنا شہادت کے نام کے اطلاق کو منع کرتا ہے۔ اس شخص پر جو مال غنیمت میں قبل از تقسیم چوری کرے اور اسی حالت میں قتل کر دیا جائے۔

(خلاصہ شرح مسلم از نووی ج ۲، ص ۱۳۰)

❀ حضرت امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قلت و فيه بحث لا دلالة فى الحديث على نفى شهادة كيف و قتل فى سبيل الله و خدمة رسول الله ﷺ و لا يشترط فى الشهيد ان لا يكون عليه ذنب اور دين بالاجماع

میں کہتا ہوں۔ اس میں بحث ہے کیونکہ حدیث میں اس کی شہادت کی نفی پر کوئی دلیل نہیں ہے اور شہادت کی نفی ہو بھی کیسے سکتی ہے۔ جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تھا اور شہید ہونے میں بالاجماع یہ شرط نہیں ہے کہ اس پر کوئی گناہ یا قرض نہ ہو۔ (مرقاۃ ج ۷، ص ۵۱۸)

فائدہ:

یاد رہے موصوف نے ملا علی قاری کا فقیہ و محدث ہونا تسلیم کیا ہے۔ "الاحاديث الموضوعة" میں لکھتے ہیں:

"ایسے ہی مشہور حنفی فقیہ اور محدث ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (ص ۱۹)

اور امام عینی کی تحسین و تعریف کرتے ہوئے لکھا: "امام عینی رحمۃ اللہ علیہ کی غیرت عشق۔"

"علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کلام محبت مصطفیٰ ﷺ سے لبریز ہے۔ لفظ لفظ سے محبت جھلکتی نظر آتی ہے۔"۔

(لطافت جسد مصطفیٰ ﷺ ص ۱۹۰)

پھر لکھا:

"محب کو محبوب کی برائی نظر آتی ہے اور نہ ہی وہ اسے سن سکتا ہے۔ یہی کیفیت امام بدر الدین عینی حنفی قدس سرہ العزیز کی ہے۔" (ایضاً)

نوٹ:

بعض علماء نے مدعم اور کرکرہ کو الگ الگ دو افراد شمار کیا ہے، لیکن بعض اہل علم نے دونوں کو ایک ہی قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

❀ شیخ بدر الدین محمد بن ابی بکر مخزومی لکھتے ہیں:

مدعم: بكسر الميم و فتح العين المهملة و قيل اسمه كركرة

مدعم میم کے کسرہ اور عین کے فتحہ کے ساتھ کہا گیا ہے کہ اس کا نام کرکرہ ہے۔

(مصابیح الجامع ج ۸، ص ۷۶)

❀ امام صالحی فرماتے ہیں: مدعم... قيل اسمه كركرة (سبل الهدى و الرشاد ج ۱۱ ص ۴۰۹)

"اسی بنیاد پر ہم نے دونوں طرح کی روایات کے جوابات ایک ہی انداز سے دیئے ہیں۔"

جواب نمبر ۳: موصوف کا خوارج و دیابنہ کی روش پہ چلنا:

موصوف رفض کی سیاہ گھاٹیوں میں چلتے چلتے اچانک خوارج و دیابنہ کی روش پہ چل نکلے اور حدیث نبوی: "فاقول لا املك لك شيئا قد بلغتك "کو بغیر صحیح وضاحت بیان کئے چل نکلے اور ان کا، مطلقاً ذکر کرنا، یہ تاثر قائم کرنا ہے کہ نبی کریم ﷺ تو صحابہ کو بھی کچھ فائدہ پہنچانے کے مالک نہیں ہیں۔

حالانکہ اس حدیث کا مقصد تعلیم امت اور بیان توبیخ ہے۔

❁ علامہ عینی لکھتے ہیں:

هذا مبالغة فى الزجر و تغليظ فى الوعيد و الا فهو صاحب الشفاعة فى مذنبى الامة يوم القيامة

"یہ زجر و عید میں مبالغہ و تغلیظ ہے ورنہ آپ ﷺ قیامت کے روز امت کے گنہگاروں کے حق میں شفاعت کرنے والے ہوں گے۔"

(عمدة القاری ج ۱۵، ص ۱۰، اسی کی مثل فتح الباری، ج ٤، ص ۲۱۹، میں فرمایا)

تو نبی کریم ﷺ کی شفاعت جب عام امتیوں کے لئے ثابت ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے لئے بدرجہ اولیٰ ثابت ہو گی۔ بلکہ موصوف قاری نے خود بھی حدیث "يا فاطمة بنت محمد! انقذى نفسك من النار، فانى لا املك لكم من الله شيئا "(اے فاطمہ! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ بیشک میں تمھارے لئے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا) کے تحت ایسا کلام کیا ہے جو مکمل طور پر ہماری تائید کرتا ہے۔ لکھتے ہیں:

"علاوہ ازیں حضور ﷺ کے قرابت داروں کو بہت سی احادیث میں ایسا واضح اور دوٹوک انداز میں خطاب ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں حضور ﷺ کی قرابت کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا واقعی ان حضرات کو قرابت نبوی ﷺ سے کچھ فائدہ نہیں ہو گا۔"

جواباً عرض ہے کہ اگر انسان ان احادیث کے ان ہی جملوں تک محدود رہے اور اگلے استثنائی جملوں سے نگاہیں پھیرے اور دوسری احادیث کو سامنے رکھنے کی زحمت بھی گوارہ نہ کرے تو پھر یہی سمجھ آتا ہے کہ قرابت کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا اور بہت سے منفی ذہنیت کے لوگوں کا وطیرہ یہی ہے کہ وہ آیات و احادیث کے ایسے ہی جملوں تک محدود رہتے ہیں۔ نہ آگے بڑھتے ہیں اور نہ آگے پڑھتے ہیں... مثلاً وہ اتنا تو پڑھتے ہیں "من ذالذی یشفع عندہ" (کون ہے جو اس کی بارگاہ میں سفارش کرے) اور آگے الا باذنہ (مگر اس کی اجازت سے) نہیں پڑھتے اور وہ یہ تو پڑھتے ہیں: قال لا املک لنفسی نفعا و ضرا (آپ فرمائیے میں اپنے لئے کسی نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں) لیکن آگے الا ماشاء اللہ (مگر جو اللہ چاہے۔ الاعراف: ۱۸۸) نہیں پڑھتے یہ تو بعینہ ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ کوئی شخص "لاتقربوا الصلوٰۃ" (نماز کے قریب نہ جاؤ) کی رٹ لگاتا رہے اور آگے "وانتم سکاری" (جبکہ تم نشے کی حالت میں ہو۔ النساء: ۴۳) کو نہ پڑھے۔

لیکن اگر اگلے الفاظ پڑھیں جائیں تو نرے منفی رجحان کی کمر ٹوٹ جائے گی۔(مناقب زھرہ ص ٦٦.٢٦٥)
موصوف کی اس ساری تقریر سے ہم کلیۃً اتفاق کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ ساری کی ساری تقریر آپ کے خلاف بھی جاتی ہے۔کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے آپ نے بھی وہی روش اختیار کی ہے جو خارجی حضرات، درجہ بالا حدیث پڑھ کر کرتے ہیں۔کیونکہ آپ بھی "لا املک لک شیئا قد بلغتک" تک ہی محدود رہے۔آپ نے بھی "وکلا وعد اللہ الحسنیٰ" جیسی آیات اور "لاتمس النار مسلما رانی" جیسی احادیث کو مد نظر نہ رکھا ورنہ آپ کے اس منفی رجحان اور بدعقیدگی کی بھی کمر ٹوٹ جاتی۔

اگر تمام صحابہ حساب وکتاب سے مستثنیٰ ہیں تو پھر امہات المومنین کو یضاعف لھا العذاب ضعفین کیوں فرمایا گیا۔(قاری ظہور):

موصوف اس مقام پر بھی ایک اور علمی ٹھوکر کھاتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اصحاب بدر رضی اللہ عنہم اجمعین کے علاوہ اگر دوسرے صحابہ بھی یکسر حساب وکتاب سے مستثنیٰ ہوتے تو پھر امہات المومنین کو یضاعف لہا العذاب ضعفین اور نوتہا اجرہا مرتین (الاحزاب ۳۱:۳۰) آیات کیوں سنائی جاتیں؟"

(صلح الامام الحسن ص ٣٢٦)

جواب:

یہ قرانی جملہ برسبیل فرض کے ہے اس لئے اس سے استدلال کرنا
موصوف کو مفید نہیں ہے:
یہ قرآنی فرمان چونکہ برسبیل فرض کے ہے جس سے استدلالاً سوال قائم کرنا مفید نہیں ہے۔
اس بات کی وضاحت کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے یہ آیات مکمل نقل کرکے ان کی تفسیر نقل کردی جائے تاکہ ہمارے قارئین بآسانی مقصود تک پہنچ سکیں۔
رب تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۞ وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ۞ [الاحزاب: ۳۰-۳۱]

"اے نبی کی بیبیو! جو تم میں صریح حیا کے خلاف کوئی جرأت کرے اس پر اوروں سے دُونا عذاب ہوگا اور یہ اللہ کو آسان ہے، اور جو تم میں فرمانبردار رہے اللہ اور رسول کی اور اچھا کام کرے ہم اسے اوروں سے دُونا ثواب دیں گے اور ہم نے اس کے لیے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے۔" (ترجمہ کنزالایمان)

ان آیات کا مقصد یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بیویوں کو یہ بتایا جائے کہ تم دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہو، بلکہ بہت بلند مرتبت اور عظمت نشان ہو۔ اس لئے انہیں تنبیہاً فرمایا کہ اگر بالفرض تم میں سے کوئی صریح حیا کے خلاف جرأت کرے گی تو اسے دگنا عذاب ہو گا اور اگر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت بجالاتے ہوئے اچھا کام کرے گی تو ڈبل ثواب عطا کیا جائے گا۔

آیت کریمہ میں "من یات منکن بفاحشۃ مبینۃ یضاعف لھا العذاب ضعفین بر سبیل فرض کے ہے۔ جس کا وقوع قطعی طور پر نہیں ہوا، اس پر تفسیری شواہد ملاحظہ ہوں:

❁ تفسیر صاوی اور تفسیر جمل میں ہے:

ھذا علی سبیل الفرض و التقدیر علی حد لئن اشرکت لیحبطن عملك و الأنساء النبی مطھرات مصونات من الفواحش

"یہ آیت کریمہ بر سبیل فرض اور تقدیر کے ہے (اور یہ اس آیت کی طرز پر ہے جس میں رب تعالیٰ نے بظاہر نبی کریم ﷺ کو خطاب فرماتے ہوئے فرمایا ہے) اگر تو نے اللہ کا شریک کیا تو ضرور تیرا سب کیا دھرا اکارت جائے گا۔ ورنہ نبی کریم ﷺ کی تمام ازواج پاک ہیں اور فواحش سے محفوظ رکھی گئیں ہے۔"

(صاوی ج ۵، ص ۱۶۳۶، جمل ج ۶، ص ۱۶۸)

❁ تفسیر ملا علی قاری میں ہے: الشرط لا یقتضی الوقوع "یہ شرط وقوع کا تقاضا نہیں کرتی۔"

(تفسیر ملا علی قاری ج ٤، ص ۲۰۲)

❁ تفسیر روح المعانی میں ہے:

و جعل الشرط من قبیل "لئن اشرکت لیحبطن عملك" من حیث ان ذلك ممکن الوقوع فی اول النظر و لا یقع جزما، فان الانبیاء صان اللہ تعالیٰ زوجاتھم عن ذلك

"اس شرط کو" لئن اشرکت لیحطن عملك "کے قبیل (یعنی بر سبیل فرض) کے قرار دیا گیا ہے۔ اس حیثیت سے کہ یہ بادی النظر میں ممکن الوقوع ہے اور قطعی طور پر غیر ممکن الوقوع۔ کیونکہ رب تعالیٰ نے نبیوں کی بیویوں کو اس سے محفوظ رکھا ہے۔" (ج ۱۱، ص ۲۷۶.۷۷)

اور یہ آیت کریمہ "و من یقنت منکن"... بلاشک وشبہ اور بغیر کسی اختلاف کے ممکن الوقوع ہے۔ اسی لئے مفسرین اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

المراد به الدوام علی الطاعة السابقة و بالعمل الصالح العبادات التی یکلفن بھا بعد

"اس سے مراد ان کا سابقہ اطاعت پر ہمیشگی اختیار کرنا ہے اور عمل صالح سے مراد وہ عبادات ہیں جن کا بعد میں انہیں مکلف کیا جاتا تھا۔" (روح المعانی ج ۱۱، جزء ۲۱، ص ۳)

جب یہ ثابت ہو چکا کہ "یضاعف لها العذاب ضعفین" از قبیل فرضیات کے ہے تو یہ بھی ثابت ہوا کہ ان آیات کو دلیل بنانا درست نہیں ہو گا؟؟ ورنہ اگر کوئی ملحد شخص "لئن اشرکت لیحبطن عملك" کو دلیل بناتے ہوئے یہ کہے کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ معاذاللہ نبی کریم ﷺ سے شرک کا واقع ہونا بھی ممکن ہے۔ بایں وجہ آپ کے اعمال کا اکارت جانا بھی ممکن ہے ورنہ یہ آیت نبی کریم ﷺ کو کیوں سنائی گئی تو اس کا کیا جواب ہو گا؟؟؟ ثابت ہوا کہ موصوف کا ان آیات سے استدلال درست نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت نے جو واللہ بما تعملون خبیر" کی تفسیر کی ہے وہ غلط، سراسر باطل اور قرآن و سنت کے خلاف ہے۔ (قاری ظہور):

موصوف اپنے لایعنی خیالات پر بھروسہ کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کو غلط، سراسر باطل اور کتاب و سنت کے خلاف قرار دیتے ہوئے لکھتا ہیں:

"واللہ بما تعلمون خبیر کی صحیح تفسیر: بعض علماء ہند نے جو اس جملہ کی جو تفسیر کی ہے وہ غلط ہی نہیں بلکہ سراسر باطل ہے۔ کیونکہ قرآن و سنت کے خلاف ہے۔ آئیے دیکھتے ہیں کہ اس جملہ کی صحیح تفسیر کیا ہے؟

بعض علماء ہند نے تو یہ سمجھا کہ اس جملہ میں فقط یہ بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ہر اس عمل سے باخبر ہے جو تم کرو گے مگر وہ تم سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا ہے۔ یعنی ان کے نزدیک اس جملہ میں فقط وعدہ کا ذکر ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس آیت میں بعد فتح ایمان لانے والوں کو تسلی دی گئی ہے کہ وہ جو کچھ بھی راہ الٰہی میں خرچ کریں اور جہاد کریں ان کو بھی اجر دیا جائے گا۔ اگرچہ سابقین کے برابر نہیں ہو گا تاہم بھلائی کا وعدہ سب کے ساتھ ہے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ اس آیت میں پہلے یا بعد میں ایمان لانے کا ذکر نہیں ہوا فقط پہلے یا بعد خرچ کرنے اور جہاد کرنے کا ذکر ہوا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص قدیم الاسلام تو ہو مگر قدیم الانفاق نہ ہو تو اس کا شمار بعد میں خرچ کرنے اور جہاد کرنے والوں میں ہو گا۔

یہاں سے ظاہر ہوتا ہے کہ آیت میں "واللہ بما تعملون خبیر" فرمانے میں نیت و اخلاص کی طرف بھی ایک اشارہ ہے۔ یعنی دیکھا جائے گا کہ کسی قدیم الاسلام شخص نے پہلے خرچ نہیں کیا تھا اب خرچ کرنے لگا ہے تو اس کی وجہ کیا ہے۔

فی الجملہ یہ بتا دیا گیا کہ پہلے یا بعد میں جس کسی نے بھی صدق و اخلاص کے ساتھ انفاق اور جہاد کیا اس کا اجر ضائع نہیں ہو گا۔ ہر ایک کے ساتھ زمانی عسر و یسر اور اس کے اخلاص کے مطابق بھلائی کا وعدہ ہے۔ اب یہاں اس وضاحت کی ضرورت تو نہیں ہے کہ پہلے یا بعد جو کوئی بھی خلوص سے عاری ہو کر انفاق اور جہاد کرے تو اس کے لئے کسی قسم کے اجر اور بھلائی کا وعدہ نہیں ہونا، سو آیت کے اس جملہ میں لفظ "خبیر" تین چیزوں کو مد نظر رکھے جانے کا ذکر ہے۔

۱۔ اخلاص و نیت

۳۔ اور حال واستقبال میں برے اعمال پر وعید

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جو اس آیت کو مستقبل کے ساتھ مقید اور فقط وعدہ کے ساتھ خاص کر دیا ہے۔ خواہ مستقبل میں کوئی صحابی جس قدر بھی برے عمل کرتا رہا اس کے ساتھ بھلائی کا وعدہ ہو گیا، یہ قرآن مجید کی دوسری آیات اور سینکڑوں احادیث نبویہ کے خلاف ہے۔ حق بات یہ ہے کہ آیت میں فقط وعدہ کا نہیں بلکہ وعدہ اور وعید دونوں کا ذکر ہے، چنانچہ علامہ ابن عطیہ اور علامہ ابوحیان اندلسی لکھتے ہیں:

واللہ بما تعملون خبیر قول فیه وعد و وعید

اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے بخوبی خبردار ہے۔ اس قول میں وعدہ اور وعید دونوں ہیں۔"

(المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز ج۸، ص ۲۲٤، البحر المحیط ج۸، ص ۲۱۹)

پھر اسی سے ملتی جلتی عبارات تفسیر روح المعانی اور فی رحاب التفسیر سے نقل کر کے لکھا:

"اس جملہ کی تفسیر میں اس امام نے تو کمال ہی کر دیا ہے جن کی نسبت سے ہم سنی، حنفی کے ساتھ ساتھ ماتریدی بھی کہلاتے ہیں، یعنی امام ابو منصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی حنفی متوفی ۳۳۳ھ، وہ فرماتے ہیں:

یرغب فیه و یرغب عنه

"ارشاد الٰہی "واللہ بما تعملون خبیر" میں ترغیب اور ترہیب دونوں ہیں، پسندیدہ اعمال کی ترغیب اور ناپسندیدہ اعمال سے ترہیب (وارننگ) کا ذکر ہے۔"

(تاویلات اهل السنة لابی منصور الماتریدی ج ٥، ص ٤٣)

جب اس آیت میں وعد و وعید اور ترغیب و ترہیب دونوں مذکور ہیں اور جزا و سزا کا معاملہ بھی اسی کے مطابق ہو گا تو پھر کسی عالم دین کے لکھ دینے سے وہ ذات جل جلالہ اپنا قانون تو تبدیل نہیں کرے گی۔ جس نے یہاں تک فرمایا:

فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یره و من یعمل مثقال ذرة شرا یره

"تو جو ایک ذرا بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرا بھر برائی کرے گا اسے دیکھے گا۔" (الزلزال ۸.۷)

سو اس وقت تک جن لوگوں نے صلح حدیبیہ سے قبل اور بعد یا فتح مکہ سے قبل ہی اور بعد نفاق اور جہاد کیا یا بعد میں جو لوگ نفاق و جہاد کرتے رہیں گے اللہ عزوجل جس طرح ان کے ساتھ کیے ہوئے اجر کے وعدہ کو پورا فرمائے گا اسی طرح وہ ذرا ذرا کے حساب کی وعید کو بھی پورا فرمائے گا۔ (صلح الامام الحسن ص ۳۳٤ تا ۳۳۷)

جواب نمبر ۱: اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر غلط و باطل نہیں ہے بلکہ موصوف ہی بغض صحابہ و سلف صالحین میں حد سے گزر چکے ہیں:

ہماری گزشتہ صفحات پہ نقل کی گئی تحقیق کی روشنی میں ہر غیر جانبدار شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر

غلط نہیں ہے بلکہ موصوف خود ہی بغض صحابہ اور عناد اسلاف میں اس طرح حد سے گزر چکے ہیں کہ عظمت صحابہ بیان کرنے والا ہر ایک شخص انہیں زہر دکھائی دیتا ہے۔اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کے صحیح اور ماخوذ از تفاسیر معتبرہ ہونے پر ہم پیچھے سیر حاصل گفتگو کر چکے ہیں۔اس کا فیصلہ ہم اپنے قارئین پہ چھوڑتے ہیں کہ وہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر اور موصوف قاری کی یاوہ گوئیوں کا تقابل کرتے ہوئے بتائیں کہ تفسیر رضوی درست ہے یا موصوف کا باطل نظریہ؟؟

لہٰذا ہم موصوف اور اس کی ساری پارٹی سے بار دیگر یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ کسی بھی معتبر مفسر کا کوئی ایک ایسا مستند قول پیش کریں جس میں زیر بحث آیت کی تفسیر کرتے ہوئے کسی ایک صحابی کا بھی "وکلا وعد اللہ الحسنیٰ" سے استثناء کیا گیا ہو، یا تمھاری طرح اس کو جنتی ماننے سے انکار کیا گیا ہو۔

جواب نمبر ۲:

موصوف کی پیش کی گئی تفسیری شہادتیں بھی ان کے موقف کی تائید نہیں کرتیں:

قارئین کرام! اگر آپ غور فرمائیں تو موصوف کی اس ساری عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ آیت میں وعدہ اور وعید دونوں ہیں اس لئے جس صحابی نے اچھا عمل کیا اس سے بھلائی کا وعدہ ہے اور جس نے برا عمل کیا اس پر اسے سزا کی وعید سنائی گئی ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ ہم اس بات سے انکار نہیں کرتے کہ اس آیت میں وعدہ و وعید کا قول کرنا بھی درست ہے لیکن یہ بات بھی پکی ہے کہ بے شمار مفسرین ایسے ہیں جنہوں نے یہاں ابن عطیہ، اندلسی اور امام ماتریدی کی طرح باقاعدہ وعدہ و وعید کی وضاحت نہیں کی تو کیا ان سب کی تفاسیر غلط و باطل قرار پاتی ہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ اگر "ہاں" تو وجہ؟

دوسری بات یہ ہے کہ جس خدا کے ہاتھ میں وعدہ و وعید اور جزاء سزا کا معاملہ ہے اسی نے تو تمام صحابہ کے جنتی ہونے کا خود اعلان کرتے ہوئے فرمایا ہے: "وکلا وعد اللہ الحسنیٰ" صاحب شفاعت نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

لا تمس النار مسلما رانی "جس مسلمان (یعنی صحابی) نے مجھے دیکھا اسے آگ نہیں چھو سکتی۔"

(ترمذی ج ۲، ص ۲۲۶)

ثابت ہوا کہ موصوف کی نقل کردہ تفسیری شہادتیں ان کے موقف کی تائید نہیں کرتیں۔

جواب نمبر ۳:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین صرف وعدے کے مستحق ہیں اور وعدہ و وعید ان کے بعد والے لوگوں کے لئے ہے:

چونکہ سرکار ﷺ کے بعد قرآن مجید کے اولین مخاطب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔ پھر ان کے بعد قیامت تک کی ساری امت، جہاں تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا تعلق ہے۔ تو قرآن و سنت کی کئی نصوص سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رب تعالیٰ نے "وکلا وعد اللہ الحسنیٰ" فرما کر انہیں وعید سے مستثنیٰ قرار دے کر انہیں صرف اور صرف بھلائی کے وعدے کا مستحق قرار دے دیا ہے، پھر ان کے بعد آنے والی ساری امت وعد و وعید دونوں سے خاص کر دی گئی۔ ہماری اس بات کی تائید موصوف قاری کے یہ اپنے الفاظ بھی کرتے ہیں کہ:

"حقیقت یہ ہے کہ اس آیت میں بعد میں ایمان آنے والوں کو تسلی دی گئی ہے کہ وہ جو کچھ بھی راہ الٰہی میں خرچ کریں اور جہاد کریں ان کو بھی اجر دیا جائے گا۔ اگرچہ سابقین کے برابر نہیں ہوگا تاہم بھلائی کا وعدہ سب کے ساتھ ہے۔ (صلح الامام الحسن ص ۳۳٤)

جواب نمبر ۴: موصوف کی جانب سے جہالت کا بدترین مظاہرہ:

موصوف اپنی جہالت کا بدترین مظاہرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آیت میں پہلے یا بعد میں ایمان لانے کی بات نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو:

"یہ بات قابل غور ہے کہ اس آیت میں پہلے یا بعد میں ایمان لانے کا ذکر نہیں ہوا... بلکہ فقط پہلے یا بعد میں خرچ کرنے اور جہاد کرنے کا ذکر ہو رہا ہے۔" (صلح الامام الحسن ص ۳۳٤)

ہم کہتے ہیں اگرچہ آیت میں ایمان لانے کا صراحتاً ذکر نہیں مگر اصالۃً موجود ہے۔ اس لئے کہ رب تعالیٰ کا یہ جنت کا وعدہ معاذ اللہ کوئی بے ایمان لوگوں سے تو نہیں ہوا۔ اس لئے کہ جب انفاق اور جہاد جو ایمان کے تابع ہیں کا ذکر آ گیا تو ایمان کا ذکر خود بخود آ گیا۔ ویسے بھی یہ طے شدہ ضابطہ ہے کہ:

عدم الذکر لایدل علی عدم الشیٔ کسی چیز کا ذکر نہ کرنا اس کے نہ ہونے کی دلیل نہیں ہے۔"

ورنہ تو کلمہ طیبہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" میں صرف نبی کریم ﷺ کا اسم مبارک ہے تو کیا اب اس کا یہ مطلب ہے کہ یہاں باقی انبیاء کا ذکر نہیں ہے۔ لہٰذا ان پہ ایمان لانا بھی لازم نہیں؟ پھر اگر اس آیت کا سیاق و سباق دیکھا جائے تو وہ بھی اس پر صراحتاً دلالت کرتا ہے کہ یہاں فتح سے پہلے اور بعد میں ایمان لانا بھی موجود اور مراد ہے۔"

ملاحظہ ہو اس آیت سے پہلے فرمایا:

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ۝

"تو جو تم میں ایمان لائے اور اس کی راہ میں خرچ کیا ان کے لئے بڑا ثواب ہے۔ (ترجمہ کنز الایمان حدید: ۷)

اور اس آیت کے بعد فرمایا:

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۝

جس دن تم ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کا نور ہے ان کے آگے اور ان کے دہنے دوڑتا ہے ان سے فرمایا جارہا ہے کہ آج تمھاری سب سے زیادہ خوشی کی بات وہ جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہیں تم ان میں ہمیشہ رہو، یہی بڑی کامیابی ہے۔" (ترجمہ کنز الایمان حدید: ۱۲)

ثابت ہوا کہ موصوف کا لفظ "فقط" کے ذریعے حصر پیدا کرتے ہوئے یہ کہنا کہ صرف خرچ اور جہاد مراد ہے۔ باطل ہے۔

پھر دیکھیں کس دیدہ دلیری کے ساتھ ایک خود ساختہ قانون ہی وضع کر دیا کہ:

"اگر کوئی شخص قدیم الاسلام تو ہو مگر قدیم الانفاق نہ ہو تو اس کا شمار بعد میں خرچ کرنے اور جہاد کرنے والوں میں ہو گا۔" (صلح الامام الحسن ص ۳۳۵)

ہم کہتے ہیں اگر تو تمھارے پاس اس پر کوئی دلیل صحیح ہو تو پیش کریں ورنہ قرآن و سنت پہ یوں جرأت کر کے اپنی آخرت برباد نہ کریں۔ جہاں تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا معاملہ ہے تو وہ قدیم الاسلام ہوں یا غیر قدیم الاسلام قدیم الانفاق والجہاد ہوں یا غیر قدیم الانفاق والجہاد ہوں، ان کا رب ان سب سے جنت کا وعدہ فرما چکا ہے۔

وحشی ہمیشہ نشے میں دھت رہتا اور حالت نشہ میں ہی اس کی موت ہوئی (قاری ظہور):

دیگر کئی صحابہ کی طرح حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کا شمار بھی ان صحابہ میں ہوتا ہے۔ جن کی موصوف قاری نے صریح توہین کا ارتکاب کیا ملاحظہ ہو لکھتا ہے:

"خود وحشی بھی اموی غلام تھا۔ یہ وہی ہے جس نے سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے منہ نہیں لگاتے تھے یہ اکثر نشہ میں دھت رہتا تھا۔ حتیٰ کہ اس کی موت بھی حالت نشہ میں ہوئی تھی۔"

۞ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مازالت لِوَحشی فی نفسی حتی اخذ قد شرب الخمر فجلد الحد، فحطت عطاءه الی ثلث مائة، وکان فرض له عمر فی الفیئن

"ہمیشہ میرے دل میں وحشی کے لئے کچھ کھٹکا سا رہا، یہاں تک کہ وہ پکڑا گیا۔ اس نے شام میں شراب پی تو اس کو حد لگائی، پھر میں نے اس کا وظیفہ تین سو تک محدود کر دیا، راوی کہتے ہیں اس سے قبل سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے دو ہزار وظیفہ والوں میں شامل رکھا تھا۔"

(تهذیب الکمال ج ۳۰، ص ۴۳۰، تهذیب التهذیب ج ٤، ص ۷۱۰)

امام علاء الدین مغلطائی حنفی لکھتے ہیں: قال ابن شهاب: مات غرقا فی الخمر زعموا

"ابن شہاب فرماتے ہیں: لوگوں نے کہا: وہ شراب میں غرق ہونے کی حالت میں مرا تھا۔"

(اکمال تهذیب الکمال ج ۱۲، ص ۲۱۱)

پھر ایک مقام پر یوں لکھا:

"راقم الحروف کا خیال ہے کہ بعض کذاب قسم کے لوگوں نے اس حدیث (اللّٰھم املاۂ علماء و حلما) کو وضع کر کے اسے وحشی کی طرف منسوب کر دیا ہوگا، ورنہ نشہ میں دھت رہنے والے شخص کو ایسے دھندے سے کیا سروکار؟

(الاحادیث الموضوعہ ص ۹۸)

جواب نمبر ۱: حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کو نشے کا عادی قرار دینا قطعاً درست اور حقیقت نہیں ہے:

موصوف نے جو آپ رضی اللہ عنہ کی طرف نشہ کرنے کی نسبت کی ہے یہ بھی برخلاف حقیقت اور موصوف کے رفض زدہ ذہن کی پیداوار ہے، ورنہ علماء محققین نے صاف طور پر اس کی تردید کی ہے۔ ملاحظہ ہو:

فقیہ اعظم ہند شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"مجھے اس (نشہ والی) روایت میں کلام ہے، غالباً دشمنان صحابہ نے صحابہ کرام کی عظمت کو داغدار کرنے کے لئے اسے گڑھا ہے، اس عہد مبارک میں جب کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا دور عروج تھا یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ کوئی شخص مسلسل شراب پیتا رہے۔ انتہائی سختی سے حدود جاری کئے جاتے تھے۔ اس میں کسی کی رعایت نہیں کی جاتی تھی، پھر یہ کیسے ممکن ہے وہ بھی حمص جیسے شہر میں کہ ایک شخص مسلسل شراب پئے اور اس سے مواخذہ نہ ہو، کتب سیر و تاریخ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ناموس کو داغدار کرنے کے لئے بے شمار روایتیں دشمنانِ صحابہ نے گڑھ کر پھیلا دی ہیں، انہیں میں سے یہ روایت بھی ہے۔"

(نزھۃ القاری شرح بخاری ج ٤، ص ۷۷۸)

جواب نمبر ۲: موصوف کی پیش کردہ روایات سنداً مجروح اور ناقابل استدلال ہیں:

موصوف نے جو روایات ذکر کی ہیں ان کا درایۃً موضوع ہونا جواب نمبر ۱ ایک میں واضح ہو چکا، اب یہ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ یہ روایات سنداً بھی مجروح اور ناقابل استدلال ہیں۔ اس بابت علامہ غلام حسین قادری صاحب زید شرفہ لکھتے ہیں:

"ان کے نشے کے بارے میں موصوف فیضی نے دو روایات ذکر کی ہیں اور دونوں ہی سنداً مجروح ہیں۔ ان پر تو سند صحیح سے الزام ثابت نہیں کر سکے، البتہ خود نجانے کون سے نشے میں تھے کہ پوتے اور دادا میں فرق ہی نہ کر سکے۔"

پہلا قول موصوف نے لکھا:

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: ... واذا لت راه حشو ... في نفسه حتى اخذ قد شرب الخمر...

اقول وباللہ التوفیق

التہذیب الکمال میں یہ قول یونس بن ابو اسحاق سے مروی ہے اور وہ اپنے والد یعنی عمرو بن عبداللہ [illegible] سے نقل کرتے ہیں:

اور عمرو بن عبداللہ کی ولادت ہی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری دو سال ہوئی۔

(تہذیب التہذیب ج ۶، ص ۱۱۲، رقم [illegible])

تو انہوں نے کہاں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان سن لیا؟ نیز یہ قول باسند تاریخ دمشق میں مذکور ہے۔

(تاریخ دمشق ۲۱۹ [illegible])

اور وہاں اس میں ایک راوی احمد بن عبدالجبار العطاردی ہیں جو ضعیف راوی ہیں۔

(تقریب التہذیب ص ۱۱۹ [illegible])

لہٰذا اس قول کی تو سند ابھی کوئی حیثیت نہ رہی۔

دوسرا قول موصوف ذکر کرتے ہیں: ...مات غرقا فی الخمر زعموا...

ابن شہاب زہری کا یہ قول حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے الاستیعاب میں نقل کیا ہے اور موسیٰ بن عقبہ سے حکایت کیا ہے۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ج ۴، ص [illegible])

حافظ ابن عبدالبر اور موسیٰ بن عقبہ کے مابین تقریباً سو سال سے زیادہ کا وقفہ ہے۔ (موسیٰ بن عقبہ کا وصال ۱۴۱ھ میں [illegible] حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۳۶۸ھ میں ہوئی) درمیان سے سند موجود ہی نہیں۔ پھر ابن شہاب زہری بھی زعموا کا گمان بتا رہے ہیں۔ پھر امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت بھی سن ۵۱ھ میں حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد ہوئی۔ یہ [illegible] کا حال ہے اور موصوف ایسی مردودات لے کر ایک صحابی رضی اللہ عنہ پہ طعن کر رہے ہیں۔ (الصوارم الہندیہ ص ۳۶ [illegible])

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اسے (وحشی کو) منہ نہیں لگاتے تھے۔ (قاری ظہور)

موصوف نے یہ تاثر قائم کرنے کی بھی سعی مذموم کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت وحشی رضی اللہ عنہ سے نفرت کرتے تھے

ملاحظہ ہو:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان (وحشی) کو منہ نہیں لگاتے تھے۔" (الاحادیث الموضوعہ ص ۹۶)

ایک اور جگہ لکھا:

"ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحمۃ للعالمین ہونے کے باوجود سید الشہداء سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے بارے میں چاہا تھا کہ وہ آپ کے سامنے نہ آیا کرے۔"

بخاری شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا:

فهل تستطيع ان تغيب وجهك عني

"تو کیا تم اپنا چہرہ مجھ سے غیب رکھ سکتے ہو۔" (بخاری ص ۶۸۹، رقم ۴۰۷۲، مسند احمد ج ۳، ص ۵۰۲)

بعض مقامات پر توصراحتاً آیا ہے: غيب عنی وجهك "مجھ سے اپنا چہرہ غیب رکھا کرو۔"

(السيرة النبويه لابن هشام ج ۳، ص ۲۱)

۞ اسی لئے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم فرمایا تھا کہ وہ اپنا چہرہ آپ سے پوشیدہ رکھا کرے۔"

(الاصابہ ج ۶، ص ۴۷۰)

کیا حضرت وحشی مسلمان نہیں تھے؟ کیا ان پر الاسلام یجب بما قبلہ (اسلام اپنے ماقبل کو مٹا دیتا ہے) کا اطلاق نہیں ہوتا؟ کیا وہ "کلا وعد اللہ الحسنیٰ" میں شامل نہیں تھے؟

پھر یہ پہلو بھی قابل توجہ ہے کہ ان سے سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا قتل حالت کفر میں ہوا اور اسلام قبول کرنے پر وہ ان کا گناہ مٹ گیا... (مناقب الزهره ص ۲۰۲.۲۰۳)

جواب نمبر ا:

یہ درست نہیں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کو منہ نہیں لگاتے تھے:

موصوف کا یہ منفی تاثر قائم کرنا درست نہیں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کو منہ نہیں لگاتے تھے۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شائد آپ d حضرت وحشی سے نفرت کرتے تھے کیونکہ اگر ایسا ہی ہوتا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں دعوت اسلام ہی نہ دیتے۔ پھر کوئی کتنا ہی بڑا گنہگار کیوں نہ ہو کلمہ پڑھ لینے کے بعد اس کے سابقہ گناہ (وہ بھی جو معاف ہو چکا ہو) کی وجہ سے اس سے نفرت کرنا تو عام مسلمانوں کے لئے جائز نہیں ہے۔ نبوت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہستی کا مقام تو اس سے ویسے ہی وراء الوراء ہے، یہ اس لئے بھی ہے کہ آپ یہ خود فرما چکے کہ:

الاسلام يهدم ما كان قبله "اسلام ماقبل کے گناہ مٹا دیتا ہے۔"

(مسلم، حدیث ۱۲۱، مشکوٰۃ، حدیث نمبر ۲۴)

بلکہ یہاں تو اسلام کی خیر و خوبی کا یہ عالم ہے کہ سو بندوں کا قاتل ولیوں کی بستی کی طرف چل پڑے اور پہنچے بغیر راستے میں ہی مر جائے تو رب تعالیٰ اس کی بھی مغفرت فرما دیتا ہے تو پھر ان خوش بختوں کی عظمت کا کون اندازہ لگائے جو امام الانبیاءؑ کی زیارت وصحبت سے مشرف ہوئے ہوں۔

بفرض محال اگر ایسی نفرت ہوتی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ پڑھا گیا کلمہ قبول ہی نہ فرماتے۔ حالانکہ بعض روایات میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ ان کا اسلام لانا قبول فرمایا ہے بلکہ انہیں جہاد جیسی نیکی کمانے کا خود حکم بھی دیا ہے۔

بحوالہ طبرانی فتح الباری میں ہے:

فقال یاوحشی ! اخرج فقاتل فی سبیل اللہ کما کنت تصد عن سبیل اللہ

"اے وحشی! جاؤاور اللہ کی راہ میں جہاد کرو، جیسے تم راہ خدا سے روکنے کے لئے لڑا کرتے تھے۔"

(فتح الباری ج ۷، ص ۴۷۱)

بلاشبہ اس فرمان نبوی کی برکت تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے وقت کے سب سے بڑے کافر اور جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب واصل جہنم کیا تھا۔ (ج ۷، ص ۴۷۱، نعمۃ الباری ج ۷، ص ۴۰۵)

بلکہ آپ کے یہ الفاظ تو بخاری کی اسی زیر بحث حدیث میں بھی ہیں کہ:

قلت لاخرجن الی مسیلمۃ لعلی اقتلہ فاکافی بہ حمزۃ

"میں نے کہا: میں مسیلمہ کی طرف نکلوں گا، شائد کہ میں اس کو واصل جہنم کر کے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کا کفارہ ادا کر سکوں۔" (بخاری حدیث نمبر ۴۰۷۲)

اُس کافر اعظم کو قتل کرنے کے بعد آپ فرمایا کرتے تھے: فقتلت خیر الناس وشر الناس

"(جب میں حالت کفر میں تھا تو) میں نے لوگوں میں سے بہترین شخص کو شہید کیا تھا اور (جب میں حالت اسلام میں آیا تو) سب سے بدترین شخص کو (بھی) میں نے ہی قتل کیا۔" (فتح الباری ج ۷، ص ۴۷۱)

یونہی جو رومیوں کے خلاف سب سے بڑا اور فتح کن معرکہ ہوا تھا جسے جنگ یرموک کہا جاتا ہے۔ آپ اس میں بھی شریک تھے۔ (نزھۃ القاری ج ٤، ص ۷۷۱)

جواب نمبر ۲:

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کو برا کہنے سے خود منع فرمایا ہے:

بعض روایات میں صراحتاً موجود ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنے اور ان کے درپے ہونے سے خود منع فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو:

"حضرت وحشی رضی اللہ عنہ جب مدینہ پاک آئے تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا گیا: یارسول اللہ! یہ وحشی ہے۔

تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: دعوہ فلا سلام رجل واحد احب الی من قتل الف کافر

اس کو چھوڑ دو۔ کیونکہ ایک شخص کا اسلام قبول کرنا، میرے نزدیک ہزار کافر کو قتل کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔"

(فتح الباری ج ۷، ص ۴۷۰، الروض الانف ج ۳، ص ۱۶۳، نعمۃ الباری ج ۷، ص ۴۰۶)

فرمان نبوی "دعوہ" (اس کو چھوڑ دو) یہ ایسے ہی ہے جیسے آپ نے ایک دوسرے مقام پہ فرمایا ہے:

دعوالی اصحابی "تم میرے لئے میرے صحابہ کو چھوڑ دو۔" (مسند احمد حدیث نمبر ۱۳۷۴۶)

سو جس طرح دیگر صحابہ کو برا کہنے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے اسی طرح حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کو بھی برا کہنے سے منع فرمایا ہے۔

جواب نمبر ۳:

حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کی تسلی ودلجوئی کے لئے قرآنی آیات نازل ہوئی ہیں:

حضرت وحشی رضی اللہ عنہ وہ جلیل القدر صحابی ہیں کہ جن کی تسلی ودلجوئی کے لئے قرآنی آیات نازل ہوئیں ہیں جیساکہ مفسرین کی ایک رائے کے مطابق درج ذیل آیت کریمہ آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

"تم فرماؤ اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، بیشک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔" (ترجمہ کنز الایمان، الزمر، :۵۳)

حوالاجات ملاحظہ ہوں:

(تفسیر مدارک ج ۳، ص ۱۸۷، تفسیر روح المعانی جزء ۲۳، ج ۱۲، ص ۲۳، تفسیر کبیر ج ۶، ص ۴۶۵، تفسیر ماوردی ج ۵، ص ۱۳۱ وغیرہ)

بلکہ تفاسیر کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ رب تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کی تشفی ودلجوئی کے لئے اور آیات بھی نازل فرمائی ہیں۔ اس بابت اک دلنشین روایت ملاحظہ ہو:

❁ تفسیر قرطبی وغیرہ میں ہے کہ:

"قل یا عبادی الذین اسرفوا"... آیت کا سبب نزول وہ روایت ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی کی طرف دعوتِ اسلام کا پیغام بھیجا تو وحشی نے جواب میں کہاکہ:

آپ مجھ کو اپنے دین کی کس طرح دعوت دیتے ہیں حالانکہ آپ کا اعتقاد تو یہ ہے کہ جس کسی نے قتل کیا یا شرک کیا یا زنا کیا تو اس نے بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا (جس کی وجہ سے) اسے کئی گنا عذاب دیا جائے گا؟

اور میں تو ان سب گناہوں کا ارتکاب کر چکا ہوں۔ تو رب تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی:

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰۤىِٕكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۝

"مگر جو تائب ہوئے اور ایمان لائے اور اچھے کام کیے تو یہ لوگ جنت میں جائیں گے اور انہیں کچھ نقصان نہ دیا جائے گا۔" (ترجمہ کنزالایمان۔ مریم: ۶۰)

(یہ سن کر) حضرت وحشی نے کہا یہ ایسی سخت شرط ہے شائد میں اس پہ قدرت نہ رکھ پاؤں تو کیا اس کے علاوہ کوئی اور ہے؟

تو رب تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ وَمَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰہِ فَقَدِ افْتَرٰۤی اِثْمًا عَظِیْمًا

"بیشک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرمادیتا ہے اور جس نے خدا کا شریک ٹھہرایا اس نے بڑا گناہ کا طوفان باندھا۔" (النساء:۴۸)

(یہ سن کر) حضرت وحشی نے کہا: "میں (اب بھی) اس فکر میں مبتلاء رہتا ہوں کہ نا معلوم میری بخشش ہو یا نہ ہو۔"

تو (اس کے بعد) رب تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمادی:

"قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ"

(یہ سن کر) حضرت وحشی نے کہا: "ہاں! میں اس شرط کو مشکل نہیں دیکھتا تو پھر آپ مسلمان ہو گئے۔

(تفسیر قرطبی ج ۱۵، ص ۲۳۵، تفسیر بغوی ج ٤، ص ۲۲، تفسیر روح البیان، ج۸، ص ۱٦۹، تفسیر جمل ج ٦، ص ٤۳۹، تفسیر صاوی ج ٥، ص ۱۸۰۲، مع لباب النزول، تفسیر مظھری ج ٦، ص ۱۷۷، وغیرھا)

"ایسے جلیل القدر صحابی کہ جن کو دعوت اسلام خود مصطفیٰ کریم ﷺ دیں اور ان کے حق میں قرآنی آیات نازل ہوں، ان پہ کوئی سیاہ بخت ہی طعن کر سکتا ہے۔ کسی مسلمان کو یہ زیبا نہیں کہ ایسی حرکت کرے۔"

جواب نمبر ۴:

"فَهَلْ تَسْتَطِیْعُ اَنْ تُغَیِّبَ وَجْهَكَ عَنِّیْ" فرمان نبوی کی حکمت:

جہاں تک فرمان نبوی "فہل تستطیع ان تغیب عنی وجہک عنی" اور "غیب وجہک عنی" جیسے فرامین کا تعلق ہے تو یہ نفرت کی وجہ سے نہیں تھے جیسا کہ موصوف قاری نے ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے، بلکہ گزشتہ جوابات کے پیش نظر اس کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ بھی حضرت وحشی رضی اللہ عنہ پر رحمت نبوی کی ایک صورت ہے۔ گویا یہ فرما کر آپ ﷺ نے حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے دین و ایمان کی حفاظت فرمادی، اس لئے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو بڑی بے دردی سے شہید کیا گیا تھا۔ حتیٰ کہ آپ کے جسم مبارک کا مثلہ تک کر دیا گیا تھا تو یہ ایک فطری عمل ہے کہ اگر کسی پیارے کے ساتھ ایسا معاملہ پیش آیا ہو تو بتقاضائے بشریت ایسا کرنے والے کے بارے دل میں کوئی ملال آسکتا ہے۔

پھر یہاں تو معاملہ ہی بڑا نازک ہے کہ اگر کسی کے بارے نبی کریم ﷺ کے دل اقدس میں کوئی ایسا خیال آجائے تو سامنے والے بندے کے ایمان کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہے تو گویا سرکار ﷺ نے انہیں یہ فرما کر ان کے دین و ایمان کی حفاظت فرمادی۔ یہی وجہ ہے کہ اس فرمان نبوی کے بعد وصال نبوی تک حضرت وحشی رضی اللہ عنہ سرکار ﷺ کے سامنے نہیں آئے۔ (دیکھئے فتح الباری ج ۷، ص ٤۷۰)

جواب نمبر ۵:
حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کا صحابی اور جنتی ہونا جب موصوف کو خود بھی تسلیم ہے تو پھر طعن کس بنیاد پر؟

حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کا جنتی اور صحابی ہونا جب خود موصوف کو بھی تسلیم ہے تو پھر ان پر طعن کس منہ سے کرتے ہیں؟ آپ کے نام کے ساتھ "رضی اللہ عنہ" موصوف خود بھی کئی بار لکھ چکے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

"سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل حضرت وحشی رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے۔" (مناقب زہرہ ص ۲۲)

اسی کتاب کے صفحہ ۲۰۲ اور ۲۰۳ پر بھی لکھا:

"بلکہ استفہام تقریر کے طور پر آپ کے مسلمان اور "وکلا وعد اللہ الحسنیٰ" میں بھی شامل ہونے کو خود تسلیم کیا، ملاحظہ ہو۔

"کیا حضرت وحشی مسلمان نہیں تھے؟ کیا ان پر الاسلام یجب ماقبلہ (اسلام اپنے ماقبل کو مٹا دیتا ہے) کا اطلاق نہیں ہوتا تھا؟ کیا وہ "وکلا وعد اللہ الحسنیٰ" میں شامل نہیں تھے؟" (مناقب زہرہ ص ۲۰۳)

پھر اگلی سطر میں لکھا:

"پھر یہ پہلو بھی قابل توجہ ہے کہ ان سے سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا قتل حالت کفر میں ہوا اور اسلام قبول کرنے پر ان کا وہ گناہ مٹ گیا۔" (مناقب زہرہ ص ۲۰۳)

ہم کہتے ہیں جب تم نے خود حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کا مسلمان اور ہونا صحابی اور "کلا وعد اللہ الحسنیٰ" میں شامل مان لیا تو اب اُن پہ طعن و تشنیع کس منہ سے کرتے ہو؟ کیا کسی صحابی اور جنتی شخصیت کے بارے میں بد عقیدگی و بد لفظی استعمال کرنا مناسب ہے جو تم نے کی؟ ع خوفِ خدا شرم نبی یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

جواب نمبر ۶: لو آپ اپنے جال میں صیاد آگیا:

موصوف نے ایڑھی چوٹی کا زور لگا کر یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی تھی کہ فتح مکہ کے بعد والے صحابہ "وکلا وعد اللہ الحسنیٰ" میں شامل نہیں ہیں۔ مگر خدا کی کرنی دیکھئے کہ اس مقام پہ خود تسلیم کر گئے کہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ بھی "وکلا وعد اللہ الحسنیٰ" میں شامل ہیں۔ حالانکہ آپ بھی فتح مکہ کے مسلمانوں میں سے ہیں، موصوف خود لکھتے ہیں:

"یاد رہے کہ وحشی بھی فتح مکہ کے مسلمانوں میں سے تھا۔" (الاحادیث الموضوعہ ص ۹۶)

دروغ گو را حافظہ نباشد

بہر حال کچھ بھی کہیں موصوف کے اس اعتراف نے ان کے اس دعویٰ کہ "فتح مکہ کے بعد والے صحابہ "وکلا وعد اللہ الحسنیٰ" میں داخل نہیں" کو ایکدم توڑ کے رکھ دیا ہے۔ کیونکہ یہ طے شدہ قانون ہے کہ:

"اثبات جزی سلب کلی کے دعوے کو توڑ دیتی ہے۔" اس لئے ہم کہتے ہیں کہ جب تم نے فتح مکہ والے صحابہ میں سے ایک صحابی کو وعدۂ حسنیٰ میں شامل مان لیا تو پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سمیت فتح مکہ والے باقی صحابہ کے بھی اس وعدۂ حسنیٰ میں شمولیت کے مانع کوئی چیز نہ رہی۔"

جواب نمبر ۷:

اہلسنّت کے نزدیک دیگر صحابہ کی طرح حضرت وحشی رضی اللہ عنہ پر بھی طعن و تشنیع کرنے والا رافضی ہوتا ہے:

یاد رکھیں حضرت وحشی رضی اللہ عنہ پر تبرا کا قائل اور طعن و تشنیع کا عامل رافضی ہوتا ہے۔ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"حتیٰ کہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ جنہوں نے قبل اسلام حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور بعد اسلام اخبث الناس مسیلمہ کذاب ملعون کو واصل جہنم کیا۔ وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں نے خیر الناس و شر الناس کو قتل کیا، ان (صحابہ) میں سے کسی کی شان میں گستاخی تبرا ہے اور اس کا قائل رافضی ہے اگرچہ حضرات شیخین کی توہین کی مثل نہیں۔" (بہار شریعت حصہ ۱ ص ۲۵۳)

صحابیت کوئی ایسا لائسنس نہیں ہے کہ آدمی جو چاہے کرتا پھرے اور اس کا مواخذہ حساب نہ ہو (قاری ظہور):

موصوف بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ لکھتے ہیں:

"یاد رہے کہ وحشی بھی فتح مکہ کے مسلمانوں میں سے تھا۔ لہٰذا اس کا شمار طلقاء میں ہوتا ہے۔ جبکہ عند المحدثین اسے صحابی سمجھا جاتا ہے اور بلا شبہ صحابیت ایک رتبہ عظمیٰ تو ہے لیکن ایسا لائسنس نہیں کہ آدمی جو چاہے کرتا رہے اس سے کوئی مواخذہ ہو گا اور نہ ہی کوئی حساب۔" (الاحادیث، الموضوعہ ص ۹۶)

جواب: جس خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں مؤاخذہ و حساب ہے وہ خود ہی سب صحابہ کو جنتی قرار دے چکا ہے:

قارئین کرام! مسئلہ کی وضاحت اپنی جگہ مگر آپ ملاحظہ کریں کہ بدبخت کے قلم میں ترشی و خشکی کس گھٹیا درجے کی ہے:

علامہ غلام حسین صاحب قادری صاحب، موصوف کی اس یاوہ گوئی کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

کیا یہ اہلسنّت کا عقیدہ ہے کہ بالفرض اگر کسی صحابی رضی اللہ عنہ کا کوئی گناہ ثابت ہو تو اس وجہ سے ان پر طعن و تشنیع کی جائے، یہاں تو آپ نے صرف تہمتیں ہی لگائی ہیں۔ ضعیف اور منقطع اسانید سے اقوال ضعیفہ مردودہ ذکر کئے ہیں۔ اگر مواخذہ ہو گا تو یہ مواخذہ کیا آپ کریں گے؟ یا ان کا رب عزوجل؟ اگر فیصلہ ان کا رب کرے گا تو سنیں ان کا رب کیا ارشاد فرماتا ہے۔"

وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا ۚ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ (الحدید: ۱۰)

"اور تمہیں کیا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو حالانکہ آسمانوں اور زمین میں سب کا وارث اللہ ہی ہے، تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا، وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا، اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔"

(الصوارم الحیدریہ ص ۱۶۹)

فتح مکہ کے بعد والے صحابہ کی شان میں کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہوئی۔ (قاری ظہور)

موصوف ایک جاہلانہ بونگی ہانکتے ہوئے لکھتے ہیں:

"میرے سرسری مطالعہ کے مطابق ان ڈھائی سالوں میں (بقولہ فتح مکہ کے بعد سے لے کر وصال نبوی تک، راقم) اس خاندان (یعنی خاندان امیر معاویہ) کے علاوہ دو ہزار سے زائد طلقاء میں سے کسی کی بھی شان میں زبان نبوی سے کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں۔" (الاحادیث الموضوعہ ص ۲۵)

جواب:

بالفرض تسلیم اگر ان کی شان میں کوئی صحیح حدیث نہ بھی ہوتی تو ان کی عظمت کے لئے یہی کافی تھا کہ وہ مقام صحابیت پہ فائز ہیں:

محسوس ہوتا ہے موصوف کو رافضیت کا ہیضہ کچھ زیادہ ہی اثر انداز ہو چکا ہے کہ جو بھی من میں آتا ہے لکھے جاتے ہیں۔ بندہ اس جہل مرکب سے پوچھے کہ کیا فضیلت و شان صحیح حدیث سے کم درجہ کی کسی حدیث سے ثابت نہیں ہو سکتی؟

اگر ہو سکتی ہے تو پھر "صحیح" کی قید کیوں؟

اگر نہیں ہو سکتی تو پھر مسلمات اہلسنّت کی روشنی میں کوئی دلیل صحیح پیش کریں۔ ہم کہتے ہیں بالفرض اگر ان کی شان میں صحیح تو صحیح کوئی ضعیف حدیث بھی نہ ہوتی تو بھی ان کی عظمت و شان کے لئے یہی کافی تھا کہ وہ مقامِ صحابیت پر فائز ہیں اور "وکلا وعد اللہ الحسنیٰ" جیسے انعامات سے نوازے گئے ہیں۔

احادیث میں لفظ اصحابی جہاں بھی آیا ہے اس سے فقط "سابقون اولون صحابہ" مراد ہیں نہ کہ ان کے بعد والے بھی (قاری ظہور):

چونکہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بالعموم جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور بالخصوص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت بیان کرتے ہوئے دیگر دلائل کے ساتھ ساتھ اس حدیث "ستکون لاصحابی بعدی زلۃ" سے بھی استدلال کیا تھا تو یہ بات موصوف قاری کی طبیعت پہ بہت ناگوار گزری، وہ اعلیٰ حضرت کے اس استدلال کی تردید کرنے کی ناکام کوشش میں لکھتے ہیں:

فاضل بریلوی نے مذکور الصدر حدیث (اذا ذکر اصحابی فامسکوا) اور درج ذیل حدیث کو معاویہ کے دفاع میں نقل کیا ہے۔ کیونکہ سوال فقط معاویہ کے متعلق تھا، لیکن ان کا یہ استدلال بہت سی احادیث کے خلاف ہے۔ کیونکہ احادیث مبارکہ میں جہاں بھی لفظ "اصحابی" سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی فضیلت، تنبیہ یا نصیحت فرمائی ہے۔ وہاں طلقاء مراد نہیں بلکہ سابقون صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین مراد ہیں۔" (صلح الامام الحسن ص ۳۰۷)

ایک اور جگہ لکھا:

اصحابی کے اصل مصداق کون؟

یاد رکھنا چاہئے کہ ہر وہ حدیث جس میں امر یا نہی لفظ "اصحابی" سے خطاب کیا گیا ہے۔ اس کے اولین مخاطب وہ لوگ ہیں جو صلح حدیبیہ کے بعد مسلمان ہوئے۔ مثلاً "احفظوا فی اصحابی" کے الفاظ بعض ضعیف احادیث میں آئے ہیں یا "لاتسبوا اصحابی" کے سے جو بعض صحیح احادیث میں منقول ہیں۔ ان میں جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے خیال رکھنے کا حکم ہے۔ وہ السابقون الاولون اور مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں اور یہ وہ حضرات ہیں جو حدیبیہ کی صلح سے قبل مشکل وقت میں مشرف باسلام ہوئے اور جو لوگ ان کے بعد مسلمان ہوئے وہ ایسی تمام احادیث پر عمل کرنے کے پابند ہیں اور پوری امت کی طرح وہ قدیم صحابہ کی تعظیم و توقیر اور ان کی اتباع کے مکلف ہیں۔" (الاحادیث الموضوعہ ص ۱٦٤)

ایک اور مقام پہ لکھا: لا تسبوا اصحابی: "میرے صحابہ کو برا نہ کہو۔"

اس ممانعت کے اولین مخاطب وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین تھے جو بعد میں مسلمان ہوئے تھے اور چونکہ وہ ابھی غیر تربیت یافتہ تھے۔ اس لئے ان سے افراط و تفریط ہو جاتی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے مقابلہ میں سابقین اولین حضرات کو "اصحابی" (میرے صحابہ) فرمایا ہے۔" (شرح خصائص علی ص ٤٩١)

ان تمام عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظ اصحابی جہاں کہیں بھی آیا ہے۔ اس سے صرف اور صرف سابقون اولون صحابہ مراد ہیں نہ کہ ان کے بعد والے

جواب نمبرا:

موصوف کا "اَصْحَابِی" سے غیر سابقین صحابہ کو مستثنیٰ قرار دینا قطعاً درست نہیں۔کیونکہ یہ لفظ تمام صحابہ کو شامل ہے:

موصوف نے یہاں پر بھی حسب عادت خیانت، دھوکہ دہی اور کتمان حق سے کام لیا ہے۔ اس لئے کہ یہ ہرگز کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ لفظ" اصحابی" سے صرف اور صرف سابقون اولون صحابہ مراد ہیں۔ ان کے بعد والے صحابہ مراد نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ایسی احادیث سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین (عام ازیں کہ سابقون اولون ہوں یا ان کے بعد والے) مراد لئے گئے ہیں۔ اس پہ تصریحات ملاحظہ ہوں، حضرت امام عینی وامام کرمانی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

قوله "لاتسبوا اصحابی" خطاب لغير الصحابة من المسلمين المفروضين فى العقل، جعل من سيوجد كالموجود ووجودهم المترقب كالحاضر

"یہ خطاب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے سوا ان تمام مسلمانوں کو ہے جنہیں عقلی طور پر فرض مانا گیا، اور عنقریب پائے جانے والوں کو موجود کی طرح اور ان کے وجود منتظر کو حاضر کی طرح قرار دیا گیا۔"

(عمدة القاری ج١٦، ص٢٦١)

اس کو سابقین کے ساتھ خاص قرار دینے والوں کی تردید میں تفسیر روح المعانی میں فرمایا گیا ہے:

بانه على هذا لايختص بالسابقين الاولين كما اشار فى الكشاف اليه، وهو مبنى على الخطاب فى "لاتسبوا" ليس للحاضرين ولا للموجودين فى عصره ﷺ بل لكل من يصلح للخطاب كما فى قوله تعالىٰ ولو ترى اذا وقفوا الآية

"بلاشبہ اس بنیاد پر یہ سابقین اولین کے ساتھ خاص نہیں ہوگا جیسا کہ کشاف میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور یہ اس پر مبنی ہے کہ "لاتسبوا" میں جو خطاب ہے یہ نبی کریم ﷺ کے ظاہری زمانہ میں حاضر اور موجود لوگوں ہی کے لئے نہ ہو، بلکہ ہر اس کے لئے ہو جو بھی اس کی صلاحیت رکھے۔ جیسا کہ اس فرمان باری تعالیٰ میں ہے: ولو ترى اذ وقفوا: "(اور کبھی تم دیکھو جب اپنے رب کے حضور کھڑے کئے جائیں گے)۔"

(تفسیر روح المعانی ج١٤، ص٢٦٥)

✿ حضرت امام آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اس پر اپنا اور فیصلہ کن موقف دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

واقول: شاع الاستدلال بهذا الحديث على فضل الصحابة مطلقاً بناء على ماقالوا: ان اضافة الجمع تفيد الاستغراق وعليه صاحب الكشف

"اور میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے ذریعے مطلقاً تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی فضیلت پر استدلال کرنا مشہور و معروف ہے۔ اس قاعدے کی بنا پر جو علماء نے بیان کیا ہے کہ: جمع کی اضافت استغراق کا فائدہ دیتی ہے۔ صاحب کشف اسی کے قائل ہیں۔" (بمرجع سابق)

حضرت امام ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

یمکن ان یکون الخطاب للامة الاعم من الصحابة حیث علم بنور النبوة ان مثل هذا یقع فی اهل البدعة فنهاهم بهذه السنة

"یہ ممکن ہے کہ یہ خطاب صحابہ کی نسبت عموماً تمام امت کے لئے ہو اس حیثیت سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نور نبوت سے یہ جان لیا ہو کہ اس طرح کی قباحتیں اہل بدعت میں واقع ہوں گی تو آپ d نے اس انداز سے انہیں اس سے منع فرمادیا۔" (مرقاة شرح مشکوة، ج ۱۱، ص ۱۵۲)

پھر اگلے صفحہ پر جاکر فرمایا:

لکن یعلم نهی سب غیر الصحابی للصحابی من باب الاولیٰ

"لیکن اس سے غیر صحابی کے کسی صحابی کو برا کہنے کی ممانعت بدرجہ اولیٰ معلوم ہوتی ہے۔" (ایضاً ص ۱۵۳)

موصوف قاری ظہور کے استاد شارح صحیحین مفسر قرآن علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

"اس حدیث میں صحابہ کو برا کہنے سے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ مسلمان کو گالی دینا حرام اور اس پر لعنت کرنا گناہ کبیرہ ہے اور جتنے بڑے مرتبہ کے مسلمان کو گالی دی جائے گی۔ اتنا زیادہ بڑا گناہ ہوگا۔" ...اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین انبیاء اور رسل کے بعد روئے زمین پر سب سے افضل بشر ہیں اور ان کا قرن خیر القرون ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے درمیان جنگیں ہوں گی اور اختلافات ہوں گے اور بعد کے لوگ ان کی جنگوں اور اختلافات کی وجہ سے ان میں سے کسی ایک فریق پر طعن کریں گے اور اس کی مذمت کریں گے اور اس پر لعنت کریں گے تو آپ نے اس کا سدِباب کرنے کے لئے انہیں پہلے ہی صحابہ کو برا کہنے سے منع فرمادیا۔ سو بعد کے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ صحابہ کے مشاجرات اور تنازعات میں نہ پڑیں اور ان میں سے کسی فریق کو برا نہ کہیں اور ان کی نیکیوں اور اسلام کے لئے کی خدمات کا ذکر کریں اور ان کی باہمی جنگوں میں ان کی مناسب تاویل کریں اور سوائے خیر کے ان کا ذکر نہ کریں۔" (نعمة الباری شرح بخاری ج ۶، ص ۷۲۳)

قارئین کرام! یہ تو تھیں وہ تصریحات جن میں "اصحابی" میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو مراد لیا گیا۔ اب آیئے ہم موصوف کے دعویٰ کو جڑ سے اکھیڑ پھینکنے کے لئے ایک اور حوالہ ملاحظہ کرتے ہیں۔

موصوف کے بھی مسلم امام علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ حدیث نبوی "اکرموا اصحابی" (میرے صحابہ کی عزت کرو) کی

شرح میں فرماتے ہیں:

اکر موا اصحابی ای السابقین واللاحقین احیاء و امواتا

"میرے صحابہ کی عزت کرو یعنی تمام سابقین ولاحقین کی، وہ ظاہری حیات میں ہوں پھر بھی وصال کر جائیں پھر بھی۔" (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۱۱، ص ۱۵۸)

ان تصریحات سے ثابت ہوا کہ:

۱۔ "لاتسبوا" کا خطاب صحابہ وغیر صحابہ سب کو ہے۔

۲۔ "اصحابی" سے صرف سابقون اولون ہی نہیں بلکہ ان کے ساتھ ساتھ ان کے بعد والے بھی جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین مراد ہیں۔

جواب نمبر ۲: "لاتسبوا اصحابی" کا مورد خاص ہونے کے باوجود یہ جمیع صحابہ کو شامل ہے:

یہ بات بھی یاد رہے کہ "لاتسبوا اصحابی" کا مورد اگرچہ خاص ہے لیکن اس کی مراد عام ہے یعنی "اصحابی" کے تحت تمام صحابہ شامل ہیں، وہ اس طرح کہ کسی موقع پر حضرت خالد بن ولید اور حضرت عبدالرحمان بن عوف i کے مابین کچھ تکرار ہوگئی۔ جس وجہ سے حضرت خالد نے حضرت عبدالرحمان کو کوئی برا کلمہ کہہ دیا تو اس موقع پر سرکار d نے فرمایا: میرے صحابہ کو برا نہ کہو۔ (خلاصہ روائیت صحیح مسلم، حدیث ٦٤٨٨)

اور یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ: خصوص السبب لا ینافی عموم اللفظ

"سبب کا خاص ہونا لفظ کے عموم کے منافی نہیں ہوتا۔" (روح البیان ج۸، ص ١٦٩، صاوی ج۵، ص ۱۸۰۲)

اسی لئے علامہ غلام رسول سعیدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے واشگاف الفاظ میں لکھا ہے کہ:

"اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کا مورد خاص ہے، لیکن اس کا حکم سب کے لئے عام ہے۔ یعنی کوئی شخص میرے اصحاب کو برا نہ کہے خواہ برا کہنے والا میرے اصحاب میں سے ہو یا بعد کے لوگوں میں سے۔"

(نعمۃ الباری شرح بخاری ج٦،، ص ۷۲۲)

یہی وجہ ہے کہ جن ائمہ کرام (جیسے ابن حجر عسقلانی وغیرہ) نے اس سے مخصوص صحابہ مراد لئے ہیں۔ ان کے پیش نظر بھی یہ مورد خاص تھا، لیکن باوجود اس کے انہوں نے بھی دوسرے صحابہ کو "اصحابی" سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا، مثلاً حضرت امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ فرمایا ہے:

فیه اشعار بان المراد اولاً "اصحابی" اصحاب مخصوص

"یعنی اس میں یہ بتانا مقصود ہے کہ اصحابی سے اولاً مخصوص صحابہ مراد ہے۔"

✿ تو ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا ہے کہ:

ومع ذلك فنهى بعض من ادرك النبی ﷺ وخاطبه بذلك عن سب من سبقه يقتضى زجر من لم يدرك النبی ﷺ ولم يخاطبه عن سبّ من سبقه من باب الاولى

"باوجود اس کے کہ جب ان بعض کو منع کیا گیا کہ جنہوں نے نبی کریم ﷺ کا ظاہری زمانہ پایا اور آپ نے ان سے یہ خطاب فرمایا کہ وہ سابقین کو برا نہ کہیں تو یہ (اسلوب) تقاضا کرتا ہے کہ ان لوگوں کو بدرجہ اولیٰ سابقین کو برا کہنے سے زجر و توبیخ کی جائے جنہوں نے نہ تو زمانہ نبوی پایا اور نہ ہی (بلاواسطہ) ان سے یہ خطاب ہوا۔"

(فتح الباری ج ۷، ص ۴۲، ...)

ثابت ہوا کہ اس سے اولاً مراد تو سابقین ہیں مگر ان کی اتباع میں ثانیاً ان کے بعد والے صحابہ بھی مراد ہیں۔ موصوف نے فتح الباری سے اپنے مقصد کا حصہ شرح خصائص علی ص ۴۹۲ میں نقل کر دیا۔ مگر اس وضاحت کو شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گئے۔ یونہی مرقات سے یہ وضاحت ہم نقل کر چکے ہیں کہ وہ بھی سابقین صحابہ کے ساتھ ساتھ دیگر تمام صحابہ کو بھی لیتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ وہ اولاً یہ وضاحت خود کر چکے ہیں کہ:

لا تسبوا اصحابی. . . فالمراد باصحابی اصحاب مخصوصون وهم سابقون

"یعنی اس حدیث میں "اصحابی" سے مراد مخصوص یعنی سابقین صحابہ مراد ہیں۔"

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۱۱، ص ۱۵۸)

اور تو اور ہمارے دلیل بنائے گئے قاعدے کو موصوف نے خود بھی تسلیم کیا ہے۔ اس کی عبارت ملاحظہ ہو:

"ہر چند کہ یہ آیت (سیجعل لهم الرحمٰن ودا) تمام مومنین کے لئے عام ہے لیکن شانِ نزول کے لحاظ سے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی مخصوص محبت کا ہونا بھی مسلم ہے۔" (تفسیر غریب القرآن ص ۲۴۶)

ان تصریحات سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ مخصوص یعنی سابقین صحابہ کا مراد ہونا اس حدیث سے ہے نہ کہ جہاں پر بھی "اصحابی" کا لفظ آئے گا وہاں صرف یہی مخصوص صحابہ مراد ہوں گے۔

جواب نمبر ۳: فتح الباری سے پیدا ہونے والے ایک اشکال کا حل:

موصوف قاری نے "شرح خصائص علی" میں ایک عبارت نقل کی جس سے ظاہراً یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ شائد "لا تسبوا" کا خطاب غیر صحابہ کے لئے ثابت کرنا غلط ہے۔ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں جس کی وجہ ہماری نقل کردہ تصریحات ہیں۔ مزید آگے بھی آپ پڑھیں گے۔

فتح الباری کی وہ عبارت یہ ہے:

"اس حدیث میں لطیف رمز ہے اور حضور اکرم ﷺ کا ارشاد "اصحابی" (میرے صحابہ) سے مراد مخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔ اگر یہ مراد نہ ہو تو پھر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو خطاب کا کیا معنی؟ اور جس شخص نے کہا: یہ

خطاب غیر صحابہ کو ہے وہ اس معنیٰ سے غافل ہے۔

(شرح خصائص علی ص ۴۹۱، بحوالہ فتح الباری ج ۷، ص ۳۸۶)

ہمارا بھی یہ دعویٰ نہیں ہے کہ اس کے مخاطب صرف غیر صحابہ ہیں۔ بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں اصحابی سے مراد تمام صحابہ ہیں۔ بلکہ "لا تسبوا" کا خطاب صحابہ وغیر صحابہ سب کو ہے۔ علامہ بدرالدین عینی اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ولا یبعد ان یکون الخطاب لغیر الصحابة کما قاله الکرمانی و یدخل فیه خالد ایضا لانه ممن سب علی تقدیر ان یکون خالد اذا ذاک صحابیا، والدعوی بأنه کان من الصحابة الموجودین اذ ذاک بالاتفاق یحتاج الی دلیل ولا یظهر الا من التاریخ

"یہ بھی بعید نہیں ہے کہ یہ خطاب غیر صحابہ کو (بھی) ہو، جیساکہ امام کرمانی نے فرمایا اور حضرت خالد بھی اس میں داخل ہوں کیونکہ یہ فعل آپ سے بھی سرزد ہوا ہے، اس تقدیر پر کہ آپ اس وقت صحابی ہوں، اور یہ دعویٰ کرنا کہ بالاتفاق وہ اس خطاب کے وقت موجود صحابہ کرام میں سے تھے۔ یہ دلیل کا محتاج ہے اور یہ دلیل تاریخ سے ہی ظاہر ہو سکتی ہے۔" (عمدۃ القاری ج ۱۶، ص ۲۶۰)

اس تصریح سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ فتح الباری میں صرف ان لوگوں کا رد کرنا مقصود ہے جو صرف غیر صحابہ کو خطاب کے قائل ہیں نہ کہ ان کا جو صحابہ وغیر صحابہ سب کو خطاب کے قائل ہیں۔

جواب نمبر ۴:

موصوف کا یہ انداز استدلال فقہاء احناف کے نزدیک وجوہِ فاسدہ میں شمار ہوتا ہے:

اگر غور کیا جائے تو موصوف کا یہ انداز استدلال فقہاء احناف کے نزدیک وجوہ فاسدہ (یعنی مردود استدلال) سے شمار ہوتا ہے۔ لکھتے ہیں:

"احادیث مبارکہ میں جہاں بھی لفظ "اصحابی" سے نبی کریم ﷺ نے کوئی فضیلت، تنبیہہ یا نصیحت فرمائی ہے۔ وہاں مطلقاً مراد نہیں بلکہ سابقون صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین مراد ہیں۔" (صلح الامام الحسن ص ۳۰۷)

درحقیقت یہ اس استدلال سے ماخوذ ہے:

الکلام المذکور للمدح او الذم لا عموم له و ان کان اللفظ عاما

"جو کلام مدح یا ذم کے لئے ذکر کیا گیا ہو اس کے لئے عموم نہیں ہوتا۔ اگرچہ لفظ عام ہی کیوں نہ ہو۔"

(نور الانوار ص ۱۶۳)

لیکن اس استدلال کو ہمارے ائمہ احناف نے فاسد قرار دیا ہے۔ رئیس الاصولیین امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی اس استدلال کے بارے فرماتے ہیں:

وعندنا هذا فاسد "اور یہ استدلال ہمارے نزدیک فاسد ہے۔"

(منار مع شرح افاضۃ الانوار ونسمات الاسحار ص ۱۶۰، و نور الانوار ص ۱۶۳)

❁ اس استدلال کے بارے حضرت امام ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے:

هذا هو الوجه السادس من الوجوه الفاسدة

"وجوہ فاسدہ میں سے یہ چھٹی وجہ ہے۔" (نور الانوار ص ۱۶۳)

❁ حضرت امام علاء الدین حصنی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اس کے فاسد ہونے پر دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

لعدم التنافی فلا یختص العام عندنا

"تنافی نہ ہونے کی وجہ سے پس ہمارے نزدیک (ایسا) عام خاص نہیں ہوگا۔" (افاضۃ الانوار ص ۱۶۱)

❁ اس کی شرح کرتے ہوئے امام الفقہاء حضرت ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ای بین دلالته علی العموم بصيغته و بين دلالته علی المدح او الذم

یعنی صیغہ عام کے اپنے عموم پر دلالت کرنے اور مدح یا ذم پر دلالت کرنے کے درمیان (تنافی و تضاد نہ ہونے کی وجہ سے)۔ (نسمات الاسحار ص ۱۶۱)

❁ یونہی صاحب نور الانوار فرماتے ہیں:

"وعندنا فاسد" لان اللفظ دال علی العموم فلا ينافيه دلالته علی المدح او الذم ايضاً

"اور ہمارے نزدیک یہ استدلال فاسد ہے اس لئے کہ لفظ کا عموم پر دلالت کرنا اس کے مدح یا ذم پر بھی دلالت کرنے کے منافی نہیں ہے۔" (نور الانوار ص ۱۶۳)

نتیجہ یہ ہے کہ کسی بھی لفظ کا اپنے عموم پر دلالت کرنا اس کے مدح پر دلالت کرنے کے مخالف و منافی نہیں ہے۔ لہٰذا تمام احادیث کو "السابقون الاولون" کے ساتھ خاص جاننا نری جہالت اور مخالفت احناف ہے۔

جواب نمبر۵: وجہ فاسد کے حقیقی قائلین بھی اس فساد کے مرتکب و قائل نہیں ہیں کہ جس کے موصوف ہیں:

یاد رہے زیر بحث وجہ فاسد کے جو لوگ حقیقی قائل ہیں (جیسا کہ بعض شوافع) وہ بھی اس خرابی و فساد کے مرتکب و قائل نہیں ہیں۔ جیسا کہ موصوف ہیں۔ کیونکہ اس کے قائلین کے نزدیک بھی معاملہ یہ ہے کہ جن لوگوں کے لئے وہ کلمہ مدح آیا ہے۔ اس مدح و وصف میں صرف اور صرف وہی متعلقہ افراد مراد ہو سکتے ہیں۔ ہاں اس وصف کے مالک دوسرے افراد اگر اس مدح میں شامل کرنا ہو تو کسی اور نص یا پھر ان پر قیاس کرتے ہوئے شامل کیا جائے گا۔ ملاحظہ ہو اسی کی وضاحت کرتے ہوئے نور الانوار میں فرمایا:

قولہ تعالیٰ ان الابرار لفی نعیم و ان الفجار لفی جحیم مما یستدل بہ علی حال
فلا یکون عندھم قولہ تعالیٰ علی من نزل فی حقھم و الباقی یقاس علیھم او یثبت بنص آخر

کل بر و فاجر بل علی من نزل فی حقھم و الباقی یقاس علیھم او یثبت بنص آخر
"بے شک ابرار جنت میں ہوں گے اور فجار دوزخ میں ہوں گے۔ ان دلائل میں سے نہیں ہے کہ جس کے ذریعے ہر نیک اور بد کی حالت پر استدلال کیا جائے۔ بلکہ اس کے ذریعے صرف ان کی حالت پر استدلال کیا جائے گا۔ جن کے حق میں یہ نازل ہوئی (ہاں) باقیوں کو (اس حکم میں شامل کرنے کے لئے) یا تو ان پر قیاس کیا جائے گا یا پھر کسی اور نص کے ذریعے ثابت کیا جائے گا۔" (نور الانوار ص ۲۶۳)

ہم کہتے اولاً تو ہمارے نزدیک یہ استدلال ہی معتبر نہ تھا اور اگر ایک لمحے کے لئے تسلیم بھی کر لیا جائے تو پھر اس فی نفسہ اس استدلال سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ السابقون الاولون صحابہ کرام کے لئے جو "اصحابی" کا کلمہ مدح استعمال ہوا، اس میں غیر سابقین صحابہ بھی شامل ہیں۔ وصف و علت جامع "ایمان" کی وجہ سے ان پر قیاس کی وجہ سے یا پھر قرآن و سنت کی دیگر بے شمار نصوص کی وجہ سے۔ مگر ادھر موصوف قاری صاحب جہالت و بغض صحابہ کے پستیوں میں اس قدر گر گئے ہیں کہ وہ ایک دم اس کے منکر ہیں کہ دوسرے صحابہ بھی "اصحابی" میں شامل ہوں۔

جواب نمبر ۶: غیر سابقین صحابہ کا "اصحابی" میں شامل ہونا از قاعدہ مسلّمہ ظہور فیضی:

ہم کہتے ہیں غیر سابقین صحابہ بھی "اصحابی" کے عموم میں داخل ہیں جس کی ایک دلیل وہ قاعدہ بھی ہے جو موصوف نے نہ صرف تسلیم کیا بلکہ خود نقل بھی کیا، وہ قاعدہ یہ ہے:

"اہل علم کے نزدیک اصول یہ ہے کہ اگر کسی آیت میں حکم نہی، مدح یا ذم کا بیان ہو اور اس کی شان نزول معین ہو تو ایسے ہر حکم ہر نہی ہر مدح اور ہر ذم کا اطلاق اس شخص پر بھی ہو گا جس کے بارے میں وہ آیت نازل ہوئی اور اس کے مانند دوسرے افراد پر بھی ہو گا۔" (اہل کساء کا مقام، حقائق و اوھام ص ۱۳، ۱۲)

بفرض تسلیم اگر مان لیا جائے کہ "اصحابی" کا لفظ صرف سابقین صحابہ ہی کے لئے آیا ہے تو موصوف کا یہ مسلمہ اصول تقاضا کرتا ہے کہ دوسرے صحابہ بھی اس میں شامل ہوں، کیونکہ فرق مراتب کے باوجود وہ نفس ایمان و نفس صحابیت میں سابقین ہی کی مانند ہیں۔ [انتہی۔ منقول از تمام صحابہ قطعی جنتی]

پیش کردہ تفصیلی تحریر علامہ مفتی سجاد احمد فیضی صاحب کی کتاب تمام صحابہ قطعی جنتی سے پیش کی گئیں ہیں۔ جس میں انہوں نے فیضی کے بدلتے ہوئے باطل نظریات کا علمی و تحقیقی جواب دیا ہے۔ اب ہم تفضیلیہ کے بدلتے ہوئے نظریات کی طرف بڑھتے ہیں۔

تفضیلیہ کا نظریہ نمبر ۳

طلقاء والے نظریہ کے بطلان کے پیش نظر اس میں پنکچر لگانے کی کوشش کی۔ جس کو سرانجام دینے کے لیے قاری ظہور فیضی کچھ یوں لکھتا ہے۔

"یعنی فقط طلقاء کا اطلاق تو فتح مکہ کے بعد مجبوراً اسلام لانے والے تمام لوگوں پر ہوتا ہے مگر مولفۃ القلوب کا اطلاق سب طلقاء پر نہیں بلکہ فقط ان پر ہوتا ہے جن سے مستقبل میں کسی قسم کا ضرر کا اندیشہ تھا۔۔۔۔ فتح مکہ کے موقع پر اکثر لوگ تو مجبوراً اسلام لائے تھے مگر بعض خوب بختوں کی قسمت نے یاوری فرمائی تو انہیں دل سے ایمان لانا نصیب ہوا۔ انہی میں سے حضرت عتاب بن اسید اور ان کے تین ساتھی ہیں"۔ الخ

(صلح امام حسن ص ۲۸)

فیضی کی قلابازیاں

قاری فیضی مزید لکھتا ہے۔

"اسی طرح حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ بھی اگرچہ فتح مکہ کے دن اسلام لائے تھے مگر مجبوراً نہیں بلکہ دل سے اسلام قبول کیا تھا"۔ الخ (صلح امام حسن ص ۲۹)

فیضی کے نزدیک اچھے اور خراب طلقاء

پھر قاری فیضی موصوف اس میں مزید پنکچر لگاتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"خلاصہ یہ ہے کہ سب طلقاء مجبوراً مسلمان ہوئے تھے اور نہ ہی سب طلقاء یکساں تھے بلکہ ان میں سے کچھ اچھے تھے اور کچھ خراب اور جو زیادہ خراب تھے وہی مولفۃ القلوب تھے۔۔۔۔ معاویہ طلقاء میں سے بھی تھے اور مولفۃ القلوب میں سے بھی اور ایسے لوگ کسی منصب کے اہل نہیں تھے"۔ الخ

(صلح امام حسن ص ۴۰)

اس عبارت میں فیضی نے طلقاء میں سے زیادہ خراب کو مولفۃ القلوب تک مقید کر دیا۔

کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ طلقاء اور موکفۃ القلوب میں سے ہیں؟

علامہ ظفر القادری بکھروی صاحب کی تحقیق سے چند اقتباسات

دور حاضر کے ایک نام نہاد مصنف جس کی تحریر میں اکابرین اہل سنت پر الزامات اور الزامات سے بھری ہوئی ہیں اپنی کتاب صلح امام حسن ص ۳۸ تا ص ۶۶ تک پورا زور لگا دیا ہے کہ طلقاء اور موکفۃ القلوب کسی بھی عہدہ کے اہل نہیں اس لیے موصوف نے حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو طلقاء اور موکفۃ القلوب میں

ثابت کرنے کی ایک ناکام کوشش کی۔
مگر جب خود اپنی تحقیق میں پھنس گئے وہ اس لیے کہ انہوں نے اپنی کتاب صلح امام حسن میں اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ جن کا اسلام اچھا تھا وہ طلقاء اور مولفۃ القلوب میں سے بھی ہو کر حکمرانی کے اہل ہوتے ہیں اور انہوں نے چند صحابہ کرام جیسے حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان بن طلحۃ رضی اللہ عنہ کے نام بھی ذکر کیے۔

موصوف کی تحقیق سے ہمیں طلقاء کے اطلاق سے صحابیت کو خارج کرنے سے اتفاق تو نہیں مگر موصوف اپنی تحقیق میں خود ہی اسناد کر بیٹھے ہیں، کیونکہ ان کی تحقیق کے مطابق حکمرانی کی اہلی اور نااہلی کا تعلق طلقاء یا مولفۃ القلوب ہونے سے نہیں بلکہ ان کے اچھے اسلام پر موقوف ہے۔

[لفظ طلقاء کے اطلاق سے صحابیت کی نفی نہیں ہوتی]

ایک نکتہ ذہن میں رہے کہ طلقاء کا لفظ کسی قباحت کے لیے نہیں بلکہ اس بات کو ظاہر کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ فتح مکہ کے دن اسلام لائے، جیسے مہاجرین کا لفظ ہجرت کرنے والوں کے لیے اور انصار کا لفظ ہجرت کرنے والوں کی مدد کے لیے آیا ہے، طلقاء سے کسی کی صحابیت کی نفی نہیں ہوتی اور نہ اس سے صحابیت کے شرف و مقام کی نفی ہوتی ہے جبکہ اعتراض کرنے والے خود حضرت عثمان بن طلحۃ رضی اللہ عنہ اور حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کے شرف صحابیت کے قائل ہیں جو کہ طلقاء میں سے تھے۔

عصر حاضر کا کہانی نویس لکھاری لکھتا ہے کہ طلقاء میں سے کچھ اچھے اور کچھ اچھے نہ تھے جبکہ مولفۃ القلوب میں سارے ہی برے تھے موصوف لکھاری کی یہ کہانی بھی دجل و فریب پر ہی مبنی ہے اس لیے مولفۃ القلوب میں چند صحابہ کرام کے نام پیش خدمت ہیں جن کے بارے میں علماء نے حسن الاسلام یعنی اچھے اسلام کی وضاحت کی ہے۔

[چند طلقاء اور مولفۃ القلوب صحابہ کے نام]

حضرت الحارث بن ہشام، حضرت عکرمہ بن أبي جہل، حضرت سہیل بن عمرو، حضرت صفوان بن أمیہ، حضرت حکیم بن حزام، حضرت جبیر بن مطعم، اور حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ کرام کو علماء نے مولفۃ القلوب میں لکھا ہے۔ موصوف جن صحابہ کرام کو طلقاء کہہ کر ان پر طعن کرتا ہے اس پر تفصیلی بحث تو طلقاء کے موضوع پر لکھی جانے والی کتاب میں آئے گی مگر اس مقام پر اتنی گذارش ضرور ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر تو طلقاء کا اطلاق بھی محل نظر ہے۔[1] موصوف کے اصول کے مطابق اگر حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ اور حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو طلقاء میں سے مان بھی لیا جائے تو ان کے حسن اسلام کے بارے میں تو بہت ساری روایات اور اقوال موجود ہیں جب طلقاء میں سے ہوتے ہوئے

(1) کیونکہ علماء نے فرمایا ہے کہ فتح مکہ سے قبل ایمان قبول کر لیا تھا مگر اظہار فتح مکہ پر کیا۔ فیصل رضوی

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ حکمرانی کے اہل تھے تو حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ حکمرانی کے اہل کیوں نہیں؟ اگر اس عقدہ کا حل موصوف فیضی صاحب قارئین کے سامنے پیش کردیں تو بہت مناسب ہوگا۔

طلقاء منصب کے اہل تھے؟

عصر حاضر کے موصوف لکھاری نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو طلقاء اور مولفۃ القلوب میں شامل کر کے انہیں کسی بھی منصب کے لیے نااہل قرار دینے کی کوشش کی اور امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے صلح کو بامر مجبوری معاویہ رضی اللہ عنہ کو ملک سونپنے کی بات کی، اور ملک سونپنے کو اہلیت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بات کرنے والوں پر دل کھول کر تبراء کیا اور اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ رضویہ ۲۹/ ۳۴۳ کی عبارت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اگر خلافت کے اہل نہ ہوتے تو امام مجتبیٰ ہرگز انہیں تفویض نہ فرماتے، غفلت کی علامت لکھا۔

ظہور فیضی کا اکابرین صحابہ پر طعن کی کوشش

عرض ہے کہ معترض کا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی عبارت کو غفلت کی علامت لکھنا جہاں حقائق کے خلاف اور غلط ہے، وہیں انہوں نے اس فتویٰ کا اطلاق صلح امام حسن ص ۵۲، ۵۱ پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر بھی فہم کی عدم رسائی، سے کیا ہے کیا یہ اکابرین صحابہ پر جرات نہیں کہ ان کی فہم پر اعتراض کیا جائے؟ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسے مدبر اور عظیم خلیفہ پر حرف گیری کی جائے؟ موصوف نے صرف اعلیٰ حضرت کے بغض میں غفلت کی علامت جیسے مکروہ ورکیک الفاظ تو لکھ دیے، مگر ان کو یہ معلوم نہیں کہ ان الفاظ کا اطلاق کن کن اکابرین صحابہ پر ہوتا ہے، انہی اکابرین صحابہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دمشق کی گورنری دی اور ان کو برقرار رکھا، اگر یہ لوگ کسی عہدہ کے لائق نہیں تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف فتح مکہ کے مسلمانوں کو گورنری دی بلکہ اہم عہدہ پر بھی فائز کیا اور بقول معترض ان میں طلقاء اور مولف القلوب بھی شامل تھے۔

عہد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں طلقاء کے اہم عہدے

قارئین کرام کے سامنے چند صحابہ کرام کے اسماء گرامی اور ان کے اہم عہدہ کی تفصیل پیش خدمت ہے تاکہ وہ ملاحظہ کریں اور جناب معترض کی کذب بیانی کی کچھ جھلک کو دیکھ سکیں۔

۱	حضرت عبداللہ بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ	الجند	(الاستیعاب: ۱/ ۳۵۱)
۲	حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ	نجران	(الاستیعاب: ۱/ ۳۱۹)
۳	حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ	نجران	(الاستیعاب: ۱/ ۳۱۹)

۴	حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ	کاتب	(الاستیعاب:۱/ ۳۳۶)
۵	حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابوجہل	قبیلہ ہوزان	(الاستیعاب: ۲/ ۵۰۶)
۶	حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ	مکہ	(الاستیعاب: ۲/ ۵۰۸)
۷	حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ	یمن	(الاستیعاب: ۱/ ۹۰)
۸	حضرت زبرقان بن بدر رضی اللہ عنہ	خزانچی	(الاستیعاب: ۱/ ۱۰۴)
۹	حضرت مالک بن عوف رضی اللہ عنہ	قیس	(الاستیعاب: ۱/ ۲۴۷)
۱۰	حضرت صرد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ	الازد	(الاستیعاب: ۱/ ۳۲۳)

عہد نبوی ﷺ میں طلقاء جنہیں سابقین اولین پر ترجیح دی گئی

۱) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ عمان (الاستیعاب: ۲/ ۴۳۴)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے صرف ۶ مہینے قبل اسلام قبول کیا۔

۲) حضرت سعید بن سعید ابن العاص رضی اللہ عنہ مکے کی منڈی پر مقرر کیا گیا۔ (الاستیعاب: ۲/ ۵۴۰)

کیا موصوف اس بات کا جواب دینا مناسب سمجھیں گے کہ اگر طلقاء اور مؤلفۃ القلوب کسی عہدہ یا حکمرانی کے اہل نہ تھے تو ان کو نبی کریم ﷺ نے عہدہ اور مختلف علاقوں کی حکمرانی کیوں عطا کی؟ اگر موصوف یہ جواب دیں کہ جن کا اسلام اچھا تھا تو وہ حکمرانی کے اہل تھے تو عرض یہ ہے کہ اس جواب سے تو موصوف کا اپنا بنایا ہوا اصول غلط ثابت ہوا کہ طلقاء کسی حکمرانی کے اہل نہ تھے دوسرا یہ کہ حسن اسلام والوں کو ہی حکمران بنایا تو علت حکمرانی حسن الاسلام اور اہلیت ہوئی، جس سے اس دعویٰ کا غلط ہونا ثابت ہوا کہ طلیق یا طلقاء حکمرانی کے اہل نہیں اور یہ اصول واضح ہوا جس کو حکمرانی ملی ان کا اسلام اچھا تھا کسی مجبوری کے تحت نہ تھا حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکمرانی ملنا اس بات کا ثبوت ہوا کہ ان دونوں صحابہ کا قبول اسلام اچھا تھا اور اس بات کی تصریح تو متعدد علماء اپنی تصانیف میں کر چکے ہیں۔

کیا حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے مجبوری میں اسلام قبول کیا؟

چند لوگ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کو مشکوک بنانے کے لیے کہتے ہیں کہ انہوں نے مجبوراً اسلام قبول کیا مگر ان کے اسلام اور ایمان کے بارے میں محدثین کرام اور علماء نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔

الجواب بعون الوہاب:

ابن سعد نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بارے میں ایک روایت نقل کرتے ہیں:

أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْوَلِيدِ الْأَزْرَقِيُّ الْمَكِّيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الرِّجَالِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُلْتَحِفًا بِثَوْبٍ مِنْ بَعْضِ بُيُوتِ نِسَائِهِ وَأَبُو سُفْيَانَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ أَبُو سُفْيَانَ: مَا أَدْرِي بِمَ يَغْلِبُنَا مُحَمَّدٌ؟، فَأَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى ضَرَبَ فِي ظَهْرِهِ وَقَالَ بِاللهِ يَغْلِبُكَ قَالَ أَبُو سُفْيَانَ: أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللهِ. (الجزء المتمم الطبقات ابن سعد: ۱/ ۹۰ رقم ۱۳)

ترجمہ: عبداللہ بن ابی بکر بن حزم فرماتے ہیں کہ۔۔۔۔ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اپنے دل میں کہا معلوم نہیں محمد ﷺ ہم پر غالب کس وجہ سے آجاتے ہیں تو نبی کریم ﷺ نے اس کی پشت پر ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا اللہ کی مدد سے وہ تم پر غالب آجاتے ہیں، تو حضرت ابوسفیان کہنے لگا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

محدث ابن عساکر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب تاریخ دمشق: ۲۳/ ۵۸ ہ کر حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بارے میں یہ مرسل روایت نقل کی ہے۔اس کے علاوہ حسن اسلام پر محدثین کی تصریحات بھی موجود ہیں۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا حسن اسلام

❁ علامہ ذہبی رحمہ اللہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے ایمان کے بارے میں لکھتے ہیں۔

وَكَانَ يَوْمَئِذٍ قَدْ حَسُنَ إِنْ شَاءَ اللهُ إِيمَانُهُ فَإِنَّه كان يومئذ يحرض على الجهاد.

یعنی: جس دن سے ابوسفیان نے اسلام قبول کیا ان کا ایمان حسن ہے اور اس دن سے وہ جہاد کرنے پر حریص بھی تھے۔ (سير أعلام النبلاء: ۳/ ٤٠٦)

[حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے ایمان پر شک وشبہ اور طلقاء کہہ کر ان کے ایمان کی نفی کرنے والے کو نظر ثانی کرنی چاہیے۔]

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا حسن اسلام

ابن سعد رحمہ اللہ ایک روایت نقل کرتے ہیں:

أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ قَالَ أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ خَمَدَتِ الْأَصْوَاتُ يَوْمَ الْيَرْمُوكِ وَالْمُسْلِمُونَ يُقَاتِلُونَ الرُّومَ، إِلَّا صَوْتَ رَجُلٍ يَقُولُ يَا نَصْرَ اللهِ اقْتَرِبْ، يَا نَصْرَ اللهِ اقْتَرِبْ، فَرَفَعْتُ رَأْسِي أَنْظُرُ فَإِذَا هُوَ أَبُو سُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ تَحْتَ رَايَةِ ابْنِهِ يَزِيدَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ.

ترجمہ: حضرت سعید بن مسیب اور انکے والد کے طریق سے روایت مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جنگ یرموک کے دن کی آوازیں کم ہو گئیں، سوائے ایک آدمی کے، وہ آدمی کہہ رہا تھا اے اللہ کی مدد قریب آ، راوی کہتا ہے کہ جب

میں نے اس کی طرف دیکھا تو وہ ابو سفیان رضی اللہ عنہ تھے جو اپنے بیٹے یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے جھنڈے کے نیچے تھے۔

(الجزء المتمم لطبقات ابن سعد: ۱/ ۹۰، رقم ۱۸)

ابن سعد کی روایت سے حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے اچھے اسلام کا اثبات ہوتا ہے۔ اس روایت کو ابن ابی خیثمہ نے اپنی کتاب التاریخ الکبیر المعروف بتاریخ ابن أبي خیثمۃ: ۲/۱۲۱ میں اور یعقوب بن سفیان الفسوی نے المعرفۃ والتاریخ: ۳/۳۰۰ پر بھی صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا حسن اسلام

علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

یزید بن أبي سفیان بن حرب الاموي الامیر من الطلقاء حسن إسلامه۔

ترجمہ: یزید بن ابی سفیان اموی الامیر طلقاء یعنی فتح مکہ کے دن ایمان لائے اور ان کا اسلام اچھا تھا۔

(الکاشف فی معرفة من له روایة فی الکتب الستة: ۲/ ۳۸۳، رقم ۶۳۰۹)

اس تحقیق سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا ایمان و اسلام بھی اچھا تھا اور اسی لیے نبی کریم ﷺ اور خلفاء راشدین نے حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو اہم عہدے اور حکمرانی بھی عطا کی، موصوف لکھاری کا اعلیٰ حضرت کے فتویٰ کو غفلت لکھنا غلط بلکہ مردود و باطل ہے۔

نبی کریم ﷺ کا حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو اہم عہدہ دینا۔

حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ نے بنی فراس کے صدقات پر نگران مقرر کیا۔

⊛ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

واستعمله النبيّ صلّى اللّٰه علیه وآله وسلّم على صدقات بني فراس۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو بنی فراس کے صدقات پر نگران مقرر کیا۔

(الاصابة فی تمیز الصحابة، رقم ۹۲۸۵)

اس کے علاوہ حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو حضرات شیخین کریمین نے شام اور فلسطین کا گورنر بھی بنایا۔

کیا لکھاری موصوف اس بات کا جواب دینا پسند کریں گے کہ طلقاء کے حسن اسلام کے بارے میں کون فیصلہ کرے گا؟

موصوف نے پوری کتاب میں رٹ لگا کر رکھی ہوئی تھی کہ طلقاء کو کوئی منصب دینا حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہم کے عدم توجہ اور عدم تدبر کی بنا پر تھا اور نہ جانے اس بارے میں موصوف نے کیا کیا کہانیاں گھڑنے کی کوشش کی؟، مگر حق بات حق ہی ہوتی ہے، لکھاری (اظہور فیضی) اس طرح کی کہانیوں سے اپنے حواریوں کو تو بے وقوف بنا سکتے ہیں مگر تحقیق کے میدان میں ایسی باتیں باطل اور مردود ہوتی ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں طلقاء کی حیثیت

(۱) حضرت مثنی بن حارثہ شیبانی رضی اللہ عنہ ۹ھ یا ۱۰ھ میں مسلمان ہوئے اور انہیں ۱۱ھ میں عراق کی جنگ کا امیر بنا کر بھیجا گیا۔ (الاستیعاب: ۱/ ۲۹۰)

(۲) حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حلوان پر عامل بنا کر بھیجا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں یمن اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صنعاء کا عامل بنایا۔

(الاستیعاب: ۲/ ۶۱۴)

(۳) حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں شام اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں فلسطین کے گورنر بنے۔ (الاستیعاب: ۲/ ۶۱۰)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں طلقاء کا مقام

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے زیادہ تر عمال وہی برقرار رکھے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں تھے سوائے چند ایک کے، ان کے دور میں ان صحابہ کرام کو بھی گورنر یا عامل بنایا جو سابقین اولین میں سے نہیں تھے۔

(۱) حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کوفہ میں عامل تھے۔

(سیر الاعلام النبلاء: ۳/ ۹۵)

(۲) حضرت عدی بن نوفل رضی اللہ عنہ فتح مکہ والے سال مسلمان ہوئے، انہیں عامل بنایا۔

(الاستیعاب: ۲/ ۵۰۲)

(۳) حضرت ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ والے دن مسلمان ہوئے، جنگ قادسیہ میں ان کا اہم عہدہ اور کردار رہا۔

(الاستیعاب: ۲/ ۶۰۰)

(۴) جزی بن معاویہ ان کا صحابی ہونا معلوم نہیں مگر اھواز کے گورنر رہے۔

(الاستیعاب: ۱/ ۹۹)

(۵) حکم بن ابی العاص جن کی صحابیت مختلف فیہ ہے بحرین کی گورنر تھے۔

(الاستیعاب: ۱/ ۱۱۸)

(۶) حضرت قنفذ بن عمیر رضی اللہ عنہ گورنر مکہ تھے۔

(الاستیعاب ۱/ ۱۵۵)

(۷) حضرت کعب بن سئور الازدی صحابی نہیں تھے، مگر بصرہ کے قاضی تھے۔

(الاستیعاب: ۱/ ۲۲۱)

(۸)حضرت عبداللہ بن عتبہ صحابی نہیں تھے مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں گورنر تھے۔

(الاستیعاب: ۱/ ۳۷۸)

(۹)قاضی شریح بن الحارث صحابی نہیں تھے مگر کوفہ کے قاضی تھے۔

(الاستیعاب: ۲/ ۵۹۰)

(۱۰)حضرت عبدالرحمن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بھی گورنر تھے۔

(الاستیعاب: ۲/ ۴۰۰)

(۱۱)حضرت عتبہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے طائف کا والی بنایا۔

(الاستیعاب: ۲/ ۴۹۵)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں شہروں کے والی اور ان کی شرائط

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ شہروں کا گورنر یا والی بناتے وقت جو شرائط ملحوظ خاطر رکھتے وہ ملاحظہ کریں۔

امام مسلم رحمہ اللہ روایت نقل کرتے ہیں:

اللهُمَّ إِنِّي أُشْهِدُكَ عَلَى أُمَرَاءِ الْأَمْصَارِ، وَإِنِّي إِنَّمَا بَعَثْتُهُمْ عَلَيْهِمْ لِيَعْدِلُوا عَلَيْهِمْ، وَلِيُعَلِّمُوا النَّاسَ دِينَهُمْ، وَسُنَّةَ نَبِيِّهِمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيَقْسِمُوا فِيهِمْ فَيْئَهُمْ، وَيَرْفَعُوا إِلَيَّ مَا أَشْكَلَ عَلَيْهِمْ مِنْ أَمْرِهِمْ،

ترجمہ: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا اللہ! میں تجھ کو گواہ کرتا ہوں ان لوگوں پر جن کو میں نے ملکوں کی حکومت دی ہے (یعنی نائبوں اور صوبہ داروں اور عالموں پر) میں نے ان کو اسی لئے بھیجا کہ وہ انصاف کریں اور لوگوں کو ان کا دین اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سکھائیں اور ان کے درمیان مال فئے [غنیمت] تقسیم کریں۔ اور جس بات میں ان کو مشکل پیش آئے اس کو مجھ سے دریافت کریں۔

(صحیح مسلم: ۲/ ۸۱رقم الحدیث ۱۲۸۶)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فرمان سے یہ معلوم ہوا کہ وہ شہروں کا والی یا گورنر یا عمال ایسے شخص کو بناتے جو عادل، ثقہ و مستند اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا متبع ہو، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں شام کا گورنر برقرار رکھا جو اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں حکومت کرنے کی شرائط موجود تھیں اور وہ حکومت کے اہل تھے اس لیے پندرھویں صدی کا ایک لکھاری کھڑا ہو کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کو چیلنج کرے، تو یہ باطل اور مردود عمل ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے دور کے طلیق اور ابن طلیق حکمران

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے بھانجے حضرت جعدہ بن ہبیرہ کو خراسان کا گورنر بنایا جو کہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے صاحبزادہ تھے۔| اور حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا طلقاء میں سے ہیں۔|

|حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے زیاد بن سمیہ جس کو زیاد بن عبید بھی کہا جاتا ہے، جس کو مخالفین وتفضیلیہ ولدالزنا کہتے نہیں تھکتے، مگر حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے فارس کا حکمران یا گورنر بنا کر بھیجا۔ علامہ نووی لکھتے ہیں۔

ثم استعمله علي بن أبي طالب، رضي الله عنه، على بلاد فارس، فلم يزل معه إلى أن قتل۔

(تهذيب الاسماء و اللغات ۱/ ۱۹۸)

کیا حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا زیاد بن سمیہ کو فارس کا گورنر بنانے پر ظہور احمد فیضی اس کو فہم کا عدم تدبر کہنے کی ہمت جرات کر سکتا ہے؟ اور اس فیصلہ کو غیر مناسب لکھ سکتا ہے؟ ایسی جرات کوئی سنی نہیں مگر فیضی جیسا جری شخص ضرور کر سکتا ہے۔ اللہ تعالی ہمیں صحابہ کرام اور اکابرین پر طعن و تشنیع کرنے سے محفوظ فرمائے۔ آمین]

ظہور احمد فیضی یہ بتانے کی زحمت تو کرے کہ اگر طلقاء اور ابن طلقاء کسی حکومت کے حق دار یا اہل نہ تھے تو حضرت جعدہ بن ہبیرہ کو خراسان کا گورنر کیوں بنایا گیا؟ لکھاری نے جو تدبر کی عدم فہم کا اطلاق شیخین کریمین پر کیا، وہ کیا حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ پر کرنے کی ناپاک جسارت کر سکتا ہے؟

کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حکمرانی کے اہل نہ تھے؟

عصر حاضر کے موصوف لکھاری نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکمرانی کے اہل نہ ہونے پر چند اقوال صحابہ کرام اور تابعین کرام سے پیش کیے ہیں۔

(۱) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا موقف — صلح امام حسن ص ۴۱

(۲) عبد الرحمن بن غنم الاشعری رضی اللہ عنہ کا موقف — صلح امام حسن ص ۴۸

(۳) حضرت صعصعہ بن صوحان رضی اللہ عنہ کا موقف — صلح امام حسن ص ۴۹

(۴) مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا موقف — صلح امام حسن ص ۵۰

ان پیش کردہ اقوال کا علماء نے کیا مطلب بیان کیا ہے؟ اس کا تفصیلی جواب تو طلقاء کے موضوع پر لکھی جانے والی کتاب میں ہی ملاحظہ کیجئے گا، مگر اختصار کے ساتھ اس پیش کردہ روایات کی اسنادی حیثیت واضح کی جا رہی ہے تا کہ ان روایات کی حیثیت کا تعین ہو سکے ان دلائل کا تحقیقی جائزہ قارئین کرام کے سامنے پیش کر کے نتیجہ ان کی علمی استعداد پر ہی چھوڑتے ہیں کہ انہوں نے ایسے دلائل کو قبول کرنا ہے یا ان کی حیثیت کے مطابق رد کرنا ہے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا طلقاء کے بارے میں قول کی تحقیق

موصوف قاری ظہور احمد فیضی اپنی کتاب صلح امام حسن ص ۱۴۱ پر لکھتا ہے:

أخبرنا عفان بن مسلم قال أخبرنا أبو عوانة، عن حسين بن عمران، عن شيخ، عن عبد الرحمن بن أبزى، عن عمر قال هذا الأمر في أهل بدر ما بقي منهم أحد، ثم في أهل أحد ما بقي منهم أحد، وفي كذا وكذا، وليس فيها لطليق ولا لولد طليق ولا لمسلمة الفتح شيء.

ترجمہ: یہ امر اہل بدر میں رہے گا جب تک ان میں سے کوئی ایک باقی رہا، پھر یہ اہل احد میں رہے گا جب تک ان سے کوئی ایک باقی رہا، پھر درجہ بدرجہ چلتا رہے گا، اور اس میں طلقاء، طلقاء کی اولاد اور فتح مکہ کے مسلمانوں کا کوئی حصہ نہیں۔ (الطبقات الکبریٰ: ۳/ ۳۴۲)

جواب:

موصوف نے جو اثر پیش کیا، اس کے ضعف کے ساتھ شانِ ورود سے شاید وہ ناواقف ہیں یا پھر عوام الناس کو دھوکا دینے کی ایک کوشش ہے اس اثر میں جو الفاظ "ھذا الامر" یعنی یہ امر اس سے مراد کیا ہے؟ خلافت یا حکومت اور کون سی قسم ہے؟ اور اس امر کے لائق صرف بقول لکھاری طلقاء ہی نہ تھے؟ یا دیگر صحابہ کرام کی جماعت بھی اس حکم میں شامل ہے؟ اس پہ تفصیلی بحث طلقاء کے موضوع پر کتاب میں ہوگی۔ (۱)

اس مقام پر اتنی بات سمجھ لی جائے تو معاملہ واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ اگر حکومت یا امارت کے اہل نہ ہوتے تو خود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ انہیں شام اور یمن کے منصب حکومت پر قائم نہ کرتے۔ ملاحظہ کریں (الطبقات الکبریٰ: ۵/ ۴۴۴)

اور اگر یہ تقرری پہلے سے تھی تو ایسے لوگوں کو تقرر ہی کیوں کیا گیا؟ اور اگر اس تقرری سے دین اسلام کی بنیاد ہی لڑکھڑا رہی تھی تو ان دونوں صحابہ کرام کو معزول کیوں نہ کیا؟ کیا یہ دونوں اصحاب ہی گورنر یا عمال میں سے تھے جو کہ فتح مکہ یا اس کے بعد اسلام لائے؟ یا دیگر اسلام لانے والے صحابہ کرام بھی حکومت کا حصہ بنائے گئے اور مختلف علاقوں کے گورنر بھی بنے؟ ان اشکالات کو حل کیے بغیر موصوف کا ایسی روایات کو پیش کرنا بد دیانتی اور بدنیتی پر مبنی ہوگا۔

---

(۱) یہ نکتہ ذہن نشین رہے کہ خلافت راشدہ کے لیے قریشی ہونا اور مہاجرین میں سے ہونا شرط تھی۔ جب "فی ھذا الامر" کے تعلق ہی خلافت سے ہے تو پھر غیر قریشی اور غیر مہاجرین کے ساتھ فتح مکہ کے بعد ہونے والے مسلمان صحابہ بھی ان خلافت راشدہ کے منصب کے لیے خارج از بحث تھے۔ طبقات الکبری کی پیش کردہ روایت میں پہلے اہل بدر اور اہل احد کا ذکر کرنا بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بحث کا تعلق خلافت راشدہ کی شرائط کے ساتھ ہے جو کہ صرف مہاجرین کے لیے مختص ہے۔ فیصل رضوی

مزید یہ کہ لکھاری صاحب کے پیش کردہ اثر میں حسین بن عمران کے شیخ مجہول ہیں اور جناب کو ان دیگر کتابوں میں مجہول راویوں کی روایت کے ضعف پر جو لکھا وہ اثر میں ضرور یاد ہوگا، اگر موصوف مطالبہ کریں تو ان کے لیے عبارات پیش کی جا سکتی ہیں اس لیے ایسی ضعیف روایات سے استدلال کیسے کیا جا سکتا ہے جس کا مدلول اور شانِ ورود ہی الگ ہو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ طلقاء کے بارے دوسرے قول کی تحقیق

ظہور فیضی صلح امام حسن ص ۴۲ پر لکھتا ہے۔

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ایک اور قول بھی اسی طرح منقول ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

إن عمر قال لأهل الشورى لا تختلفوا فإنكم إن اختلفتم جاءكم معاوية من الشام وعبد الله بن أبي ربيعة من اليمن فلا يريان لكم فضلا لسابقتكم وإن هذا الأمر لا يصلح للطلقاء ولا لأبناء الطلقاء فهذا يقتضي أن يكون عبد الله من مسلمة (الفتح)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مجلس شوریٰ سے فرمایا اختلاف میں نہ پڑنا، اگر تم اختلاف میں پڑ گئے تو معاویہ شام سے اور عبداللہ بن ربیعہ یمن سے آجائے گا، پھر وہ دونوں تمہارے سابقین ہونے کی فضیلت کو نہیں دیکھیں گے اور یہ معاملہ خلافت طلقاء اور اولاد طلقاء کے لیے درست نہیں ہے حافظ فرماتے ہیں: اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ بن ربیعہ فتح مکہ کے مسلمانوں طلقاء میں سے تھا۔ (الاصابہ فی تمییز الصحابۃ ابن حجر: ۷۹/۴)

مذکورہ پیش کردہ روایت کی سند قاری ظہور احمد فیضی نے نہ لکھنے میں ہی عافیت جانی اور دھوکا دینے کے لیے صلح امام حسن ص ۴۳ پر لکھتا ہے:

"ہر چند کہ اس روایت کی سند معلوم نہیں تاہم اس کا متن سورہ انفال کی آیت ۷۲ اور ایک صحیح حدیث سے موید ہے۔"

جواب:

موصوف کو اگر سند نہیں معلوم تو ان کی خدمت میں روایت کی سند پیشِ خدمت ہے۔ ابن سعد نے اسکی سند یوں بیان کی ہے۔

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنِي كَثِيرُ بْنُ زَيْدٍ، عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَنْطَبٍ، وَأَبِي جَعْفَرٍ قَالَا قَالَ عُمَرُ لِأَهْلِ الشُّورَى۔ (الجزء المتمم ابن سعد: ۳۳۹/۱)

۱۔ پیش کردہ روایت کی سند میں محمد بن عمر واقدی ضعیف ہے۔

- احمد بن حنبل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ کذاب ہے۔
- ابن معین رحمہ اللہ انہیں ثقہ نہیں سمجھتے اور کہتے ہیں کہ ان کی روایت کبھی نہ لکھو۔

- امام بخاری رحمہ اللہ اور ابو حاتم رحمہ اللہ انہیں متروک قرار دیتے ہیں۔
- ابن المدینی رحمہ اللہ، ابو حاتم رحمہ اللہ اور نسائی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ روایتیں گھڑا کرتے تھے،
- دار قطنی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ان میں ضعف پایا جاتا ہے۔
- ابن المدینی کہتے ہیں کہ یہ صاحب تیس ہزار ایسی احادیث سنایا کرتے تھے جو کہ بالکل ہی اجنبی تھیں۔

(تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، جز: ۲۶/ ۱۸۰ تا ۱۸۷ رقم ۵۵۰۱)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ نے بھی مورخین کے مثالب صحابہ کی تاریخی روایات پر سخت جرح وقدح کی ہے۔ (۱)

(۱)۔ کوئی شاطر قسم کا لکھاری واقدی کی توثیق اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے پیش کر کے عوام الناس کو دھوکا دینے کی کوشش نہ کرے کیونکہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ تو کسی ثقہ راوی کی روایت کو شان صحابہ کی روایت کو مرجوع اور موول قرار دیتے ہیں اور مثالب صحابہ میں کسی ثقہ راوی کی روایت کو بھی علی الاطلاق تسلیم نہیں کرتے۔

- اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں۔

کلبی سے اکثر طور پر لوگوں کے انساب واحوال، عربوں کے شب وروز اور ان کی سیرت یا اسی طرح کے دیگر معاملات مروی ہیں جو کثرت کے ساتھ ایسے لوگوں سے لے لیے جاتے ہیں جن سے احکام نہیں لیے جاتے اور جن لوگوں سے اس معاملہ میں اجازت منقول ہے وہ امام احمد ہیں۔(ت)

ثالثاً: (امام واقدی ہمارے علماء کے نزدیک ثقہ ہیں) امام واقدی کو جمہور اہل اثر نے چنیں وچناں کہا جس کی تفصیل میزان وغیرہ کتبِ فن میں مسطور، لاجرم تقریب میں کہا: متروك مع سعة علمه (علمی وسعت کے باوجود متروک ہے۔ت) اگرچہ ہمارے علماء کے نزدیک اُن کی توثیق ہی راجح ہے۔ کما افادہ الامام المحقق فی فتح القدیر^ع^ (جیسا کہ امام محقق نے فتح القدیر میں اس کو بیان کیا ہے۔ت) باایں ہمہ یہ جرح شدید ماننے والے۔ (فتاوی رضویہ ۵/ ۵۳۸)

- اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

فائدہ ۲: مہمہ عظیمہ) مشاجرات صحابہ میں تواریخ وسیر کی موحش حکایتیں قطعاً مردود ہیں) افادہ ۲۳ پر نظر تازہ کیجئے وہاں واضح ہو چکا ہے کہ کتب سیر میں کیسے کیسے مجروحوں میں مطعونوں شدید الضعفوں کی روایات بھری ہیں وہیں کلبی رافضی متہم بالکذب کی نسبت سیرت عیون الاثر کا قول گزرا کہ اُس کی غالب روایات سیر وتواریخ ہیں جنہیں علما ایسوں سے روایت کر لیتے ہیں وہیں سیرت انسان العیون کا ارشاد گزرا کہ سیر موضوع کے سوا ہر قسم ضعیف وسقیم وبے سند حکایات کو جمع کرتی ہے پھر انصافاً یہ بھی انہوں نے سیر کا منصب بتایا جو اُسے لائق ہے کہ موضوعات تو اصلاً کسی کام کے نہیں انہیں وہ بھی نہیں لے سکتے ورنہ بنظر واقع سیر میں بہت اکاذیب واباطیل بھرے ہیں کمالایخفی بہر حال فرق مراتب نہ کرنا اگر جنوں نہیں تو بدمذہبی ہے بدمذہبی نہیں تو جنون ہے، سیر جن بالائی باتوں کے لئے ہے اُس میں حد سے تجاوز نہیں کر سکتے اُس کی روایات مذکورہ کسی حیض ونفاس کے مسئلہ میں بھی سننے کی نہیں نہ کہ معاذ اللہ اُن واہیات ومعضلات وبے سروپا حکایات سے صحابہ کرام حضور سید الانام علیہ وعلی آلہ وعلیہم افضل الصلاۃ والسلام پر طعن پیدا کرنا اعتراض نکالنا اُن کی شان رفیع میں رخنے ڈالنا کہ اس کا ارتکاب نہ کرے گا مگر گمراہ بددین مخالف ومضاد حق تعیین آج کل کے بدمذہب مریض القلب منافق شعار ان جزافات سیر وخرافات تواریخ وامثالہا سے حضرات

عالیہ خلفائے راشدین وام المومنین وطلحہ وزبیر ومعاویہ وعمرو بن العاص ومغیرہ بن شعبہ وغیرہم اہلبیت وصحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنہم کے مطاعن مردودہ اور ان کے باہمی مشاجرات میں موحش ومہمل حکایات بیہودہ جن میں اکثر تو سرے سے کذب وواحض اور بہت الحاقات ملعونہ روافض چھانٹ لاتے اور اُن سے قرآن عظیم وارشادات مصطفی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم واجماعِ امت واساطین ملّت کا مقابلہ جانتے ہیں بے علم لوگ انہیں سُن کر پریشان ہوتے یا فکر جواب میں پڑتے ہیں اُن کا پہلا جواب یہی ہے کہ ایسے مہملات کسی ادنیٰ مسلمان کو گنہگار ٹھہرانے کیلئے مسموع نہیں ہوسکتے نہ کہ اُن محبوبانِ خدا پر طعن جن کے مدائح تفصیلی خود اجمالی سے کلام اللہ وکلام رسول اللہ مالامال ہیں جل جلالہ، وصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ۔۔۔ (فتاوی رضویہ ۵/۵۷۵)

اعلی حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ مزید لکھتے ہیں۔

حاش للہ اگر مورخین وامثالہم کی ایسے حکایات ادنٰی قابلِ التفات ہوں تو اہل بیت وصحابہ درکنار خود حضرات عالیہ انبیاء ومرسلین وملائکہ مقربین صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہم اجمعین سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے کہ ان مہملات مخذولہ نے حضرات سعادتنا ومولٰنا آدم صفی اللہ و داؤد خلیفۃ اللہ وسلیمان نبی اللہ ویوسف رسول اللہ سے سیدالمرسلین محمد حبیب اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم تک سب کے بارہ میں ناپاک بیہودہ حکایات موحشہ نقل کی ہیں کہ اگر اپنے ظاہر پر تسلیم کی جائیں تو معاذاللہ اصل ایمان کو رد بیٹھنا ہے ان ہولناک اباطیل کے بعض تفصیل مع رد جلیل کتاب مستطاب شفا شریف امام قاضی عیاض اور اس کی شروح وغیرہا سے ظاہر لاجرم ائمہ ملت وناصحان امت نے تصریحیں فرمادیں کہ ان جہال وضلال کے مہملات اور سیر وتواریخ کی حکایت پر ہرگز کان نہ رکھا جائے شفاوشروح شفاومواہب وشرح مواہب ومدارج شیخ محقق وغیرہامیں بالاتفاق فرمایا، جسے میں صرف مدارج النبوۃ سے نقل کروں کہ عبارت فارسی ترجمہ سے غنی اور کلمات ائمہ مذکورین کا خود ترجمہ ہے فرماتے ہیں رَحمۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ:

ازجملہ توقیر وبر آنحضرت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم توقیر اصحاب وبر ایشاں است وحسن ثنا ورعایت ادب بایشاں ودُعا واستغفار مرایشاں راوحق است مرکسے راکہ ثنا کردہ حق تعالٰی بروے وراضی ست ازوے کہ ثنا کردہ شو بروے وسب وطعن ایشاں اگر مخالف اولہ قطعیہ است، کفر والا بدعت وفسق، وھمچنیں امساک وکف نفس ازذکر اختلاف ومنازعات ووقائع کہ میان ایشاں شدہ وگزشتہ است واعراض واضراب ازاخبار مورخین وجہلہ رواۃ وضلال شیعہ وغلاۃ ایشاں ومبتدعین کہ ذکر قوادح وزلالت ایشاں کنند کہ اکثر آں کذب وافترا است وطلب کردن درآنچہ نقل کردہ شدہ است ازایشاں ازمشاجرات ومحاربات باحسن تاویلات واصوب خارج وعدم ذکر ہیچ یکے از یشاں بہ بدی وعیب بلکہ ذکر حسنات وفضائل وعمائد صفات ایشاں ازجہت آنکہ صحبت ایشاں باآنحضرت صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمیقینی ست وماورائے آں ظنی است وکافیست دریں باب کہ حق تعالٰی برگزید ایشاں را برائے صحبت حبیبہ خود صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمطریقہ اہل سنت وجماعت دریں باب این است درعقائد نوشتہ اند لاتذکر احدا منہم الابخیر ف۱ وآیات واحادیث کہ درفضائل صحابہ عمومًا وخصوصًا واقع شدہ است دریں باب کافی است [1] اھ مختصرا.

نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تعظیم واحترام درحقیقت آپ کے صحابہ کا احترام اور ان کے ساتھ نیکی ہے ان کی اچھی تعریف اور رعایت کرنی چاہیے اور ان کے لئے دعا وطلب مغفرت کرنی چاہیے بالخصوص جس جس کی اللہ تعالٰی نے تعریف فرمائی ہے اور اس سے

راضی ہوا ہے اس سے وہ اس بات کی مستحق ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے پس اگر ان پر طعن وسب کرنے والا دلائل قطعیہ کا منکر ہے تو کافر ورنہ مبتدع وفاسق، اسی طرح ان کے درمیان جو اختلافات یا جھگڑے یا واقعات ہوئے ہیں ان پر خاموشی اختیار کرنا ضروری ہے اور ان اخبار واقعات سے اعراض کیا جائے جو مورخین، جاہل راویوں اور گمراہ وغلو کرنے والے شیعوں نے بیان کیے ہیں اور بدعتی لوگوں کے ان عیوب اور برائیوں سے جو خود ایجاد کرکے ان کی طرف منسوب کردیئے اور ان کے ڈگمگا جانے سے کیونکہ وہ کذب بیانی اور افترا ہے اور ان کے درمیان جو محاربات ومشاجرات منقول ہیں ان کی بہتر توجیہ وتاویل کی جائے، اور ان میں سے کسی پر عیب یا برائی کا طعن نہ کیا جائے بلکہ ان کے فضائل کمالات اور عمدہ صفات کا ذکر کیا جائے کیونکہ حضور علیہ السلام کے ساتھ ان کی محبت یقینی ہے اور اس کے علاوہ باقی معاملات ظنی ہیں اور ہمارے لئے یہی کافی ہے کہ اللہ تعالٰی نے انہیں اپنے حبیب علیہ السلام کی محبت کے لئے منتخب کرلیا ہے اہل سنت وجماعت کا صحابہ کے بارے میں یہی عقیدہ ہے اس لئے عقائد میں تحریر ہے کہ صحابہ میں سے ہر کسی کا ذکر خیر کے ساتھ ہی کیا جائے اور صحابہ کے فضائل میں جو آیات واحادیث عموماً یا خصوصاً وارد ہیں وہ اس سلسلہ میں کافی ہیں اھ مختصراً (ت)

امام محقق سنوسی وعلامہ تلمسانی پھر علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں: ماتقله المؤرخون قلة حياء وادب [2] (مؤرخین کی نقلیں قلت حیاوادب سے ہیں) امام اجل ثقہ ثبت حافظ متقن قدوہ یحیٰی بن سعید قطان نے کہ اجلّہ ائمہ تابعین سے ہیں عبداللہ قواریری سے پوچھا کہاں جاتے ہو؟ کہا وہب بن جریر کے پاس سیر لکھنے کو، فرمایا: تکتب کذبا کثیرا [3] (بہت سا جھوٹ لکھوگے) ذکرہ فی المیزان عـــہ (اس کا ذکر میزان میں ہے۔ت) تفصیل اس مبحث کی اُن رسائل فقیر سے لی جائے کہ مسئلہ حضرت امیر معٰویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ میں تصنیف کیے یہاں شاہ عبدالعزیز صاحب کی ایک عبارت تحفہ اثنا عشریہ سے یادرکھنے کی ہے مطاعن افضل الصدیقین رضی اللہ تعالٰی عنہ سے طعن سوم تخلف جیش اسامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے رَد میں فرماتے ہیں:

عـــہ: فی ترجمۃ محمد بن اسحٰق حیث قال: (اس کا ذکر محمد بن اسحاق کے ترجمہ میں ہے جہاں)

ماله عندی ذنب الاماقد حشانی فی السیرة من الاشیاء المنکرة المنقطعة والاشعار المکذوبة، قال الفلاس سمعت یحیی القطان یقول لعبیدالله القوار یری الی این تذهب، قال الی وهب بن جریر اکتب السیرة قال تکتب کذبا کثیرا ۱۲ منه (م)

انہوں نے کہا میرے نزدیک اس کا کوئی گناہ نہیں ماسوائے اس کے کہ انہوں نے سیرت میں منکر و منقطع روایات اور جھوٹے اشعار شامل کرنے ہیں، فلاس نے کہا میں نے یحیٰی قطان کو عبیداللہ قواریری سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ کہاں جارہے ہو، انہوں نے کہا وہب بن جریر کی طرف سیرت لکھنے کیلئے، اس نے کہا تو وہاں بہت زیادہ جھوٹ لکھے گا ۱۲ منہ (ت)

ف ۱: مدارج النبوۃ مطبوعہ سکھر میں "وآیات" کا لفظ نہیں ہے

جملہ لعن اللہ من تخلف عنہا ہرگز در کتب اہل سنت موجود نیست قال الشہرستانی فی الملل والنحل ان ہذہ الجملۃ موضوعۃ ومفتراۃ و بعضے فارسی نویسان کہ خود را محدثین اہل سنت شمردہ اند و در سیر خود ایں جملہ را اوردہ برائے الزام اہل سنت کفایت نمی کند زیراکہ اعتبار حدیث نزد اہل سنت یافتن حدیث در کتب مسندہ محدثین نزد اہل سنت یافتن حدیث در کتب مسندہ محدثین است مع الحکم بالصحۃ وحدیث بے سند نزد ایشان شتربے مہار است کہ اصلاً عـــہ گوش بآں نمی نہند۔ =

۲۔روایت میں ایک راوی المطلب بن عبداللہ بن المطلب مدلس اور مرسل روایت کرنے والے ہیں۔
حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

صدوق كثير التدليس والإرسال۔(تقريب التهذيب: 1/ 534)

۳۔مزید یہ کہ پیش کردہ روایت میں المطلب بن عبداللہ کا سماع حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے نہیں ہے۔
اس لیے ایسی منقطع و مرسل اور متروک راویوں کی روایت پیش کر کے عوام الناس کو دھوکا دینے کے مترادف ہے موصوف کو معلوم تھا کہ اگر سند پیش کی تو روایت کا پول کھل جائے گا اس لیے سند کے معلوم نہ ہونے کا بہانہ کیا۔

عبدالرحمٰن بن غنم الاشعری رضی اللہ عنہ کا طلقاء کے بارے قول کی تحقیق

موصوف لکھاری صلح امام حسن ص ۴۸ پر لکھتے ہیں۔

وأي مدخل لمعاوية في الشورى، وهو من الطلقاء الذين لا تجوز لهم الخلافة، وهو وأبوه من رءوس الأحزاب.

معاویہ کا شوریٰ سے کیا واسطہ؟ وہ ان طلقاء میں سے ہے جن کے لیے خلافت جائز نہیں، وہ اور اس کا باپ غزوہ احزاب کے سرغنہ لوگوں میں سے تھے۔ (الاستيعاب فى معرفة الأصحاب: ۲/ ۸۵۱)

جواب:

ایسے اقوال پر علماء کرام کی آراء کو بیان نہ کر کے موصوف نے بدیانتی سے کام لیا ہے۔ لکھاری صاحب نے اپنی کتاب میں سند کی حیثیت اور حجیت پر بڑا لیکچر دیا تھا اور روایات میں اسانید کی اہمیت کو اجاگر کیا تھا، لگتا ہے شاید موصوف دوسروں کو نصیحت اور خود میاں فصیحت کے قول پر عمل کر رہے ہیں، اگر تو اس کی سند کسی کتاب میں موجود ہے تو پیش کریں وگرنہ علمی و تحقیقی میدان میں ایسے اقوال قابل استدلال نہیں ہوتے۔

بلا سند روایت:

علامہ ذہبی رحمہ اللہ اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

=جملہ "لعن اللہ من تخلف عنها" کتب اہل سنت میں ہر گز موجود نہیں، شہرستانی نے الملل والنحل میں کہا کہ یہ جملہ موضوع اور جھوٹا ہے، اور بعض فارسی لکھنے والوں نے خود کو محدثین اہلسنت ظاہر کیا ہے اور اہل اسنت کو الزام دینے کے لئے اپنی کتب میں اس جملہ کو شامل کر دیا لیکن یہ قابل اعتبار نہیں، اہلسنت کے ہاں حدیث وہی معتبر ہے جو محدثین کی کتب احادیث میں صحت کے ساتھ ثابت ہو، ان کے ہاں بے سند حدیث ایسے ہی ہے جیسے بے مہار اونٹ، جو کہ ہر گز نا قابل سماعت نہیں۔(ت)۔ (فتاوی رضویہ ۵/ ۵۶۸)
حاشیہ از۔ فیصل رضوی

قلت: هكذا أورده ابن عبد البر بلا إسناد، وهو منكر من القول۔
یعنی ابن عبدالبر نے بغیر سند کے اس قول کو بیان کیا ہے اور یہ منکر قول میں سے ہے۔
(تهذيب الكمال: ۱۷/ ۳۴۳ تحت رقم ۳۹۲۸ حاشیہ نمبر ۲، تذهيب التهذيب ص ۲۲۵)
ایسی ضعیف اور متروک روایت کے بل بوتے صحابہ کرام پر اعتراض کرنا کون سی تحقیق ہے؟ کیا یہ بغض صحابہ کا اثر ہے؟ یہ قارئین کرام ہی فیصلہ کریں۔

حضرت صعصعہ بن صوحان رضی اللہ عنہ کا طلقاء کے بارے میں قول کی تحقیق

طلبھاری موصوف صلح امام حسن ص ۴۹ پر پر لکھتا ہے

حدث مصور بن وحشي عن أبي الفياض عبد الله بن محمد الهاشمي عن الوليد بن البختري العبسي عن الحارث بن مسمار البهراني قال ، قال جبس معاوية صعصعة بن صوحان العبدي وعبد اللهّ بن الكوّاء اليشكري ورجالاً من أصحاب علي مع رجال من قريش، فدخل عليهم معاوية يوماً فقال نشدتكم باللهّ إلا ما قلتم حقاً وصدقاً، أيَ الخلفاء رأيتموني—، وإنما أنت طليق ابن طليق، أطلقكما رسول اللهّ صلى الله عليه وسلم فأنى تصلح الخلافه لطليق.

معاویہ تم نے کلام کیا تو پورا کیا، تمہارا جو ارادہ تھا اس میں کمی نہیں کی اور معاملہ ایسا نہیں جیسا کہ تم نے ذکر کیا ہے بھلا وہ شخص کیسے ہو سکتا ہے جو جبراً لوگوں پر غالب ہو جائے اور اسباب باطلہ کے ذریعے مکر و کذب کے ساتھ قابض ہو بیٹھے؟ تم محض طلیق ابن طلیق ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں آزاد کیا تھا، سو خلافت کسی طلیق کے لیے کیسے جائز ہو سکتی ہے؟۔ (مروج الذهب: ۱/ ۳۶۶)

جواب:

ایسے اقوال پر علماء کرام کی آراء کو بیان نہ کر کے موصوف نے بددیانتی سے کام لیا ہے جس کی تفصیل طلقاء پر لکھی جانے والی کتاب ملاحظہ کیجئے گا۔

تاریخ مسعودی کا شیعہ و معتزلی مصنف

اس قول کو جس کتاب سے نقل کیا گیا ہے اس کے مصنف مسعودی کا تعارف پیش خدمت ہے۔
ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ، لسان المیزان جلد ۵ صفحہ ۵۳۲ پر لکھتے ہیں۔
كان شيعيا معتزليا: مسعودی معتزلی شیعہ تھا۔ (لسان المیزان جلد ۵ صفحہ ۵۳۲)

سند کے مجہول راوی

پیش کردہ روایت میں چند راویوں کے حالات واضح نہیں ہیں۔

۱) منصور بن وحشی،

۲) أبي الفياض عبداللہ بن محمد الهاشمي

۳) عن الولبد بن البختري العبسي

۴) اور الحارث بن مسمار البهراني

ان راویوں کا تعارف اور اس کی توثیق پیش کی جائے تاکہ اصول اسماء الرجال پر پرکھا جائے وگرنہ ایسی روایت کو پیش کرتے ہوئے بھی کچھ تو شرم کریں۔ موصوف نے جو عوام الناس کو دھوکا دینے کا اصول اپنایا ہوا وہ قابل تردید ہے۔

مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا طلقاء کے بارے میں قول کی تحقیق

موصوف لکھاری صلح امام حسن ص ۵۰ پر لکھتا ہے۔

واعلم أنك من الطلقاء الذين لا تحل لهم الخلافة

اور جان لو کہ تم ان طلقاء میں سے ہو جن کی لیے خلافت جائز نہیں ہے۔

(اکمال اکمال المعلم شرح صحیح مسلم للوشتانی الابی ٦/ ٤٤٥)

جواب:

جن لوگوں کے لیے خلافت جائز نہیں، اس کے بارے تفصیل اور اسکا پس منظر تو طلقاء پر کتاب میں ملاحظہ کیجئے گا۔ روایت کی سند موصوف نے بیان نہیں کی اور اکمال اکمال المعلم کا حوالہ دینے پر ہی عافیت جانی مگر شاید لکھاری صاحب یہ نہیں جانتے کہ اس کی سند محدث ابن عساکر نے اپنی کتاب تاریخ دمشق میں بیان کر کے اس روایت کی اصلیت کو آشکار کیا۔

حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ اس روایت کو اپنی سند سے بیان کرتے ہیں:

أخبرنا أبو عبد الله البلخي أنا أحمد بن الحسن بن خيرون أنا الحسن بن أحمد بن إبراهيم أنا أحمد بن إسحاق الطيبي نا أبو إسحاق إبراهيم بن الحسين نا أبو سعيد يحيى ابن سليمان الجعفي نا نصر بن مزاحم نا عمر بن سعد الأسدي عن نمير بن وعلة عن عامر الشعبي أن عليا بعد قدومه الكوفة نزع جرير بن عبد الله البجلي ـــ واعلم يا معاوية أنك من الطلقاء الذين لا تحل لهم الخلافة.

(تاريخ دمشق ٥٩/ ١٢٨)

اس روایت میں ایک راوی نصر بن مزاحم ہے اس کے بارے میں اسماء الرجال کی ماہرین کے رائے ملاحظہ کیجئے۔

نصر بن مزاحم پر محدثین کرام کی جرح

علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ رافضي جلد، تركوه.

ترجمہ: یعنی کٹر قسم کا رافضی تھا اور اس سے روایت لینا ترک کر دیا گیا تھا۔ (ميزان الاعتدال: ٤/ ٢٥٣)

عمر بن سعد الاسدی پر جرح

موصوف لکھاری کی پیش کردہ روایت کے ایک دوسرے راوی عمر بن سعد الاسدی کے بارے میں تحقیق ملاحظہ کریں۔

محدث ابوحاتم رازی لکھتے ہیں۔ من عتق الشيعة متروك الحديث. (الجرح والتعديل: ٦/ ١١٢)

یعنی وہ شیعہ کے سرداروں میں سے تھا اور متروک الحدیث تھا۔

نمیر بن وعلۃ راوی کی جہالت

روایت کے تیسرے راوی نمیر بن وعلۃ کے بارے میں تحقیق ملاحظہ کریں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ مجهول. یعنی مجہول راوی ہے۔ (لسان الميزان: ٨/ ٢٩٢)

قارئین کرام پر یہ بات آشکار ہوگئی ہے کہ جس مقام پر لکھاری صاحب نے سند کے بغیر کوئی حوالہ دیا، اس روایت میں راویوں کا ضعف ضرور پایا جاتا ہے ایسی متروک راویوں سے مروی روایت جناب لکھاری صاحب ہی استدلال کرنے کے اہل ہیں اور عوام الناس کو دھوکا دینے میں چکربازی کرتے ہیں موصوف نے بہترین طریقہ نکالا ہے کہ سند کے بغیر اقوال پیش کیے جاؤ اور اپنے باطل موقف پر لوگوں کو راغب کرو، عوام الناس نے کونسا روایت کی تحقیق کرنی ہے، خواص بھی مصروفیات اور عدم توجہی کی وجہ سے تحقیق نہیں کرینگے اسی طریقہ سے قاری صاحب اپنا کام کیے جا رہے ہیں اور اہل سنت کے ایمان پر نقب زنی لگائے جا رہے ہیں اس طریقہ کار پر اہل سنت کے اکابرین کو خود گرفت بھی کرنی چاہیے اور عوام الناس کو آگاہ بھی کرنا چاہیے کیونکہ عام لوگ تو ان جیسے قاری اور مفتیوں پر اعتماد کرتے ہوئے ان کی بات کا یقین کر لیتے ہیں مگر حقیقت اس کے برعکس ہوتی ہے اور خاص کر شیعوں اور رافضیوں راویوں کی روایتیں جن کے یہ طرف دار ہیں پیش کرتے ہیں اور خود کو اہل سنت بنا کر پیش کرتے ہیں ایسے سنیوں سے عوام و خواص کو بچ کر رہنا چاہیے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ کا طلقاء پر نادم ہونے والے قول کا جائزہ؟

جناب لکھاری صاحب امام حسن سے روایت لکھتا ہے۔

والله لا جعلت فيها أحدا حمل السلاح على رسول الله صلى الله عليه وسلم وإن هذا الأمر لا يصلح للطلقاء، ولا لأبناء الطلقاء، ولو استقبلت من أمري ما استدبرت ما جعلت ليزيد بن أبي سفيان ومعاوية بن أبي سفيان ولاية الشام

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے شوریٰ میں شمولیت کی آرزو کی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا وہیں رہو، جہاں اللہ نے تمہیں رکھا ہے، بخدا، میں اس معاملہ میں کسی ایسے شخص کو شامل نہیں کروں گا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں ہتھیار اٹھائے تھے نیز فرمایا: طلقاء اور طلقاء کی اولاد حکومت کے لائق نہیں، اور اگر مجھے موجودہ صورت حال پہلے سمجھ آجاتی تو میں یزید بن ابوسفیان اور معاویہ بن سفیان کے لیے شام کی حکومت جمع نہ کرتا۔

(اکمال اکمال المعلم: ۲/ ٤٧٤، الکوکب الوہاج شرح صحیح مسلم: ۸/ ۲۰۷)

جواب:

کہانی نویس نے جو مذکورہ روایت پیش کی ہے اس کی سند الانساب الاشراف میں موجود ہے۔

(حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الْوَاقِدِيِّ عَنْ كَثِيرِ بْن زَيْد عَن الْمُطَّلِبِ بْن عَبْدِ الله قَالَ: قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ: إن هذا الأمر لا يصلح للطلقاء ولا لأبناء الطلقاء. ولو استقبلت من أمري ما استدبرت ما طمع يزيد بن أبي سفيان ومعاوية أن أستعملهما على الشام)

بے شک یہ امر طلقاء اور ان کی اولاد کے لیے مناسب نہیں ہے اور اگر مجھے اس بات کا پہلے علم ہو جاتا جس کا بعد میں ہوا ہے تو یزید بن ابوسفیان اور معاویہ بن ابوسفیان مجھے یہ خواہش نہ کرتے کہ میں ان کو شام کا حاکم بنادوں۔

(أنساب الأشراف للبلاذری: ۱۰/ ٤٣٤)

واقدی کا ضعف:

پیش کردہ روایت کی سند میں محمد بن عمر الواقدی ضعیف ہے۔

۱) احمد بن حنبل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ کذاب ہے۔

۲) ابن معین رحمہ اللہ انہیں ثقہ نہیں سمجھتے اور کہتے ہیں کہ ان کی روایت کبھی نہ لکھو۔

۳) امام بخاری رحمہ اللہ اور ابوحاتم رحمہ اللہ انہیں متروک قرار دیتے ہیں۔

۴) ابن المدینی رحمہ اللہ، ابوحاتم رحمہ اللہ اور نسائی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ روایتیں گھڑا کرتے تھے، دار قطنی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ان میں ضعف پایا جاتا ہے۔

۵) ابن المدینی کہتے ہیں کہ یہ صاحب تیس ہزار ایسی احادیث سنایا کرتے تھے جو کہ بالکل ہی اجنبی تھیں۔

(تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، جز: ۲٦/ ۱۸۰ تا ۱۸۷ رقم ۵۵۰۱)

منقطع روایت

المطلب بن عبد اللہ کا سیدنا عمر رضی اللہ سے سماع نہیں ہے۔

منکر، متروک اور منقطع روایت سے صحابہ کرام کی شان پر رکیک حملہ کرنا باطل و مردود عمل ہے۔ [ایسی متروک اور واہی روایات کے بل بوتے پر شور مچانا عجب ہے۔]

اقتدار کے لیے معاویہ رضی اللہ عنہ کی خواہش اور تیاریاں

عصر حاضر کے کہانی نویس لکھاری نے صلح امام حسن ص ۲۳ پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو شیخین کریمین کے دور خلافت کی جستجو کرنے والا ثابت کرنے کے بارے میں چند روایات سے استدلال کرتے ہیں جن کی استنادی حیثیت سے موصوف بخوبی واقف تھے، اس لیے روایت لکھنے کے فوراً بعد نعیم بن حماد پر جرح کو تسلیم کرتے ہوئے دوسری روایت کی طرف گئے۔

حدثنا محمد بن مُنيب، عَنِ السَّرِيِّ بْنِ يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ بْنِ رُشَيْدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، قَالَ والله إني لأراه كان يتصنع لها، يَعْنِي مُعَاوِيَةَ عَلَى عَهْدِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، يَعْنِي للخلافة۔

محمد بن سیرین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، اللہ کی قسم میں سمجھتا ہوں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے دور میں خلافت کے لیے تیاری کرتے تھے۔ (کتاب الفتن: ۱/ ۱۲۸)

حدثنا محمد بن منيب الْعَدَنِيُّ، عَنِ السَّرِيِّ بْنِ يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ بْنِ رُشَيْدٍ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الخطاب، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ يَا أَصْحَابَ رَسُولِ اللهِ، تَنَاصَحُوا فَإِنَّكُمْ إِنْ لَا تَفْعَلُوا غَلَبَكُمْ عليها، يعني الخلافة، مِثْلُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، وَمُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں، باہم اتحاد رکھو، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو خلافت کے معاملہ میں عمرو بن العاص اور معاویہ بن ابو سفیان تم پر غالب آجائیں گے۔ (کتاب الفتن: ۱/ ۱۲۸)

جواب:

مذکورہ دونوں روایتیں نعیم بن حماد کی کتاب الفتن سے پیش کی تھیں اس لیے جناب نے خود ہی ان روایت کے ضعف کو تسلیم کرتے ہوئے دوسری روایت سے استدلال کیا۔

نعیم بن حماد قابل حجت نہیں

علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قلت: لا يجوز لأحد أن يحتج به، وقد صنف كِتَابَ (الفتن)، فَأَتَى فِيهِ بِعَجَائِبَ وَمَنَاكِيْرَ.

ترجمہ: میں کہتا ہوں، کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ان سے دلیل پکڑے اور انہوں نے کتاب الفتن کتاب لکھی اور اس میں عجائب اور منکر روایت دیکھیں۔ (سیر أعلام النبلاء: ۹/ ۲۷)

اس روایات کی تصحیح کے بارے میں موصوف لکھاری خود مطمئن نہیں بلکہ تردد کا شکار ہیں اس لیے دوسروں پر الزام لگاتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اگر کسی شخص کو امام نعیم بن حماد کی روایت میں تردد ہو تو ہم اسے درج ذیل عبارت میں غور وفکر کی دعوت دیتے ہیں۔"

ظہور احمد فیضی نے دوسری روایت جو اپنے دعویٰ میں پیش کی اس کے راویوں کی توثیق صلح امام حسن ص ۶۴، ۴۳ پر کوشش کی مگر اس میں بھی جناب نے دجل وفریب سے کام لیا۔

حدثني حرملة قال أخبرنا ابن وهب عن ابن لهيعة عن يزيد بن أبي حبيب قال أقام عبد الله بن سعد بعسقلان بعد قتل عثمان، وكره أن يكون مع معاوية، وقال لم أكن لأجامع رجلاً قد عرفته أنه كان يهوى قتل عثمان، فكان بها حتى مات.

ترجمہ: مجھے حرملہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں ابن وہب نے از ابن لہیعہ از یزید بن ابی حبیب روایت کی کہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد عسقلان میں رہنے لگے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہنا پسند نہ کیا اور کہا کہ میں اس شخص کے ساتھ نہیں رہوں گا جس کے بارے میں مجھے معلوم ہے کہ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل کا خواہاں تھا۔ (المعرفة والتاريخ: ١/ ١٠٢)

جواب:

اگر موصوف اس روایت کو پیش کرنے سے پہلے خود کسی جید عالم سے غور وفکر کروا لیتے تو ایسی ہزیمت کا شکار نہ ہوتے۔

عبداللہ بن لھیعہ پر مفسر جرح

(۱) موصوف نے تو رجال کی توثیق پیش کی مگر اس روایت کے راویوں کی علت قادحہ سے بالکل ہی ناواقف معلوم ہوتے ہیں۔ جناب نے عبداللہ بن لھیعہ سے ابن وھب کی روایات پر کچھ طبع آزمائی کرنے کی کوشش کی ہے مگر کوئی فائدہ نہیں کیونکہ عبداللہ بن لھیعہ کے حافظہ خراب ہونے سے قبل اور حافظہ خراب ہونے کے بعد مرویات کے بارے میں محدثین کرام نے بہت تفصیل سے لکھا ہے، مگر اس مقام پر اختصار سے چند حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔

(۱) امام ابن معین رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ابن لهيعة ليس بشيء، تغير أو لم يتغير.

امام ابن معین رحمہ اللہ کے نزدیک ابن لھیعہ کی روایات کچھ نہیں، چاہے اس کا حافظہ خراب ہوا یا نہ ہو۔

(کلام ابی زکریا یحیی بن معین فی الرجال روایة طهمان رقم 342)

ابن لھیعہ کے حافظہ خراب ہونے سے قبل عبادلہ نے روایت کی ہو یا بعد میں، محدث ابن معین رحمہ اللہ کے نزدیک ضعیف ہیں۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قلت العمل علی تضعیف حدیثه - یعنی اس کی حدیث کی تضعیف پر ہی عمل ہے۔

(الکاشف فی معرفة من له روایة في الکتب الستة، رقم ۲۹۳٤)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ ابن لھیعہ کی یہ روایت ضعیف ہے۔

سند میں ارسال

(۲) قاری صاحب نے جو روایت پیش کی ہے اس میں ایک راوی یزید بن أبي حبیب مرسل روایت بیان کرتا تھا:

❖ امام دارقطنی رحمہ اللہ اس راوی کے بارے میں لکھتے ہیں:

قال الدَّارَقُطْنِيّ لم یسمع یزید بن أبي حبیب من ابن عمر، ولا سمع من أحد من الصحابة، إلا من عبد الله بن جزء.

ترجمہ: یعنی یزید بن ابی حبیب نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا، اور نہ کسی ایک صحابی سے سنا سوائے ایک صحابی کے کسی سے نہیں سنا۔ (العلل: ٤/ ۹۸)

مرسل روایت کی حیثیت

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ روایات مرسل ہے۔ کہانی نویس نے اس مرسل روایت سے استدلال کرنے کے لیے، احناف کے نزدیک مرسل کے لیے وسعت کی بات کی جو کہ ایک مذاق سے کم نہیں اور وہ اس لیے یہ روایت کوئی حنفی شافعی اختلاف کی صورت میں نہیں پیش کی جارہی بلکہ یہ روایت تو عقیدہ کے باب میں پیش کی جارہی ہے جس میں حنفی شافعی کی تخصیص نہیں ہوتی، ان کے اس بچگانہ جواب سے یہ معلوم ہوتا ہے انہیں شاید احناف کے نزدیک مرسل کی وسعت اور دائرہ کار معلوم نہیں، کہانی نویس، صحابی کی مخالفت پر مرسل وضعیف روایت کو حجت بنا کر پیش کر رہا ہے جبکہ اسی سند سے اپنی ہی کتاب کے دوسرے مقام پر صحابی کی شان میں اسی سند سے مروی سند کو ضعیف کہہ کر رد کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ کیا تضاد ہے کہ مناقب صحابہ میں مرسل روایت کو رد کرنا اور صحابہ کرام کے مثالب یا ان کی شان کے مخالف مرسل وضعیف روایات سے احتجاج کرنا؟

مزید یہ بھی ذہن نشین رہے کہ موصوف کی پیش کردہ روایت نہ صرف مرسل ہے بلکہ ابن لھیعہ کی وجہ سے ضعیف بھی ہے اس طرح اس روایت میں مرسل کے ساتھ راوی کا ضعف بھی ہے جس کی وجہ سے اس روایت سے استدلال کرنا باطل ہے یہ کوئی کہانی نہیں ہے بلکہ عقیدہ کی بات ہے اس لیے جناب کا ایسی روایات کو پیش کرنا دجل، مردود اور قابل رد ہے۔

نوٹ:

یہاں تک تو سلسلہ وار ان اعتراضات کا تعلق تھا جو کہ فتح مکہ کے قبل و بعد، صلح امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اہلبیت پر تھے مگر معترض لاکھاری نے اس کے بعد اپنی کتاب میں امور صلح امام حسن اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اہلیت پر مزید اعتراضات کیے ان کا ناقدانہ جائزہ پیش خدمت ہے ہماری یہ کوشش ہے کہ تحقیق کو خالصتاً علمی انداز سے پیش کیا جائے کیونکہ مقصد حقیقت کو واضح کرنا ہے۔

کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو عہدہ سے بوجہ طلقاء معزول کیا؟

موصوف ظہور فیضی نے صلح امام حسن ص ۹۱ پر لکھا ہے کہ۔

امام ابن عبد البر لکھتے ہیں۔۔۔۔اس پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے امام حسن کو فرمایا:

إن أقررت معاوية عَلَى مَا فِي يده كنت متخذ المضلين عضدا.

اگر میں معاویہ کو اس کی موجودہ حالت واختیار پر قائم رکھوں تو میں گمراہ کن کو معاون بنانے والا ٹھہروں گا۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب: ۴/ ۱۴۴۷)

جواب:

موصوف کی اس پیش کردہ روایت کا کیا جواب دیا جائے، جس کی کوئی نہ سند اور نہ کوئی علمی وفنی حیثیت بغیر سند کے مردود اقوال پیش کیے جارہے ہیں اور بھولے بھالے سنیوں کو دھوکا دیے جارہے ہیں اور ایک الگ طرح کا دھوکا ہے جس میں اکابرین کا نہ کوئی خیال اور نہ ہی لحاظ، ابن عبد البر کی اس کتاب پر محققین اور محدثین نے مضبوط اعتراضات کیے ہیں کہ ایسی روایات کی بھرمار ہے جس سے صحابہ کرام کی شان پر طعن کیا جاتا ہے اور ایسی تمام روایات کی اسانید سخت ضعیف اور متروک راویوں سے بھری پڑی ہیں ایسی بے سند روایات سے استدلال مردود و باطل امر ہے موصوف علمی جواب دینے کی بجائے شاذ باتوں کی آڑ لے کر ادھر ادھر کی باتیں کریں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی گورنری کے بارے میں رائے

کہانی نویس لاکھاری نے صلح امام حسن ص ۹۳، ۹۲ مذکورہ روایت کی مزید تفصیل کے لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ایک قول نقل کیا ہے۔

اس پہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أمّا ما ذكرت من إقرارهم؛ فما أشكُّ أنّه خيرٌ في عاجل الدنيا وصلاحها، وأمّا الذي يَلزمُني من الحق والمعرفة بهم فلا يحلّ لي أن أُبقي منهم واحدًا ساعةً من نهار.

آپ نے جو انہیں مقرر رکھنے کا کہا ہے تو مجھے کوئی شک نہیں کہ فی الحال اس میں دنیوی فائدہ اور اس کی درستگی مضمر ہے، لیکن مجھ پر جو حق لازم ہے اور جو ان لوگوں کی حقیقت عیاں ہے تو میرے لیے حلال نہیں کہ میں ان میں سے کسی کو دن کے ایک گھنٹہ کے لیے بھی مقرر رکھوں۔ (بحوالہ مراۃ الزمان: ٦/ ٥٧، ٥٦)

جواب:

لکھاری موصوف نے جو روایت پیش کی، اس کی سند کو چھپالیا اور روایت کی سند پر تبصرہ نہ کرنے میں ہی عافیت سمجھی ویسے تو موصوف ضعیف اور موضوع روایات کے سخت خلاف ہیں، مختلف لوگوں کی کتابوں میں ضعیف اور موضوع روایات کی نشاندہی کرتے ہیں اور دوسروں کو لیکچر بھی دیتے ہیں مگر اپنی کتب میں جناب نے موضوع روایات کی جو بھرمار کی ہوئی ہے اس کے بارے میں کیا خیال ہے موصوف نے خصائص علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے لے کے صلح امام حسن کتاب تک اتنی موضوع روایات اپنی کتابوں میں بغیر کسی نقد کے نقل کیں ہیں کہ اگر اس پر لکھا جائے تو دو جلدوں پر ایک کتاب تیار ہو جائے گی، کیا اس رویہ پر انصاف پسند علماء بھی کچھ نہیں کہتے، تحقیق کے نام پر اہل سنت کے بھولے بھالے عوام کو جو گمراہ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اس پر انصاف اور تحقیق کے داعی خاموش کیوں؟

موصوف نے جو روایت پیش کی اس کی سند سبط ابن الجوزی نے کچھ یوں نقل کی ہے۔

وهذه رواية الواقدي. وقال هشام: لما قال له ابن عباس:

واقدی کا ضعف:

پیش کردہ روایت کی سند میں محمد بن عمر الواقدی ضعیف ہے۔

٦) احمد بن حنبل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ کذاب ہے۔

٧) ابن معین رحمہ اللہ انہیں ثقہ نہیں سمجھتے اور کہتے ہیں کہ ان کی روایت کبھی نہ لکھو۔

٨) امام بخاری رحمہ اللہ اور ابو حاتم رحمہ اللہ انہیں متروک قرار دیتے ہیں۔

٩) ابن المدینی رحمہ اللہ، ابو حاتم رحمہ اللہ اور نسائی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ روایتیں گھڑا کرتے تھے، دارقطنی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ان میں ضعف پایا جاتا ہے۔

١٠) ابن المدینی کہتے ہیں کہ یہ صاحب بیس ہزار ایسی احادیث سنایا کرتے تھے جو کہ بالکل ہی اجنبی تھیں۔

(تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، جز: ٢٦/ ١٨٠ تا ١٨٧ رقم ٥٥٠١)

ہشام بن محمد الکلبی متروک راوی

١) امام دارقطنی فرماتے ہیں یہ متروک ہے۔

۲) حافظ ابن عساکر کہتے ہیں کہ یہ رافضی لیس بثقہ ہے۔

۳) امام یحیٰی بن معین نے کہا کہ یہ ضعیف ہے۔

۴) امام الاصمعی نے اسے جھوٹ بولنے سے متہم کیا ہے۔

۵) محدث عقیلی، ابن الجارود، اور ابن سکن نے سے کو ضعیف لکھا ہے۔

(لسان المیزان ۶/ ۱۹۶ رقم ۷۰۰)

۶) حافظ ذہبی نے کہا:

احد المتروکین لیس بثقہ ۔۔ الرافضی: یعنی متروک، ضعیف اور رافضی ہے۔

(تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۲۵۰)

قارئین کرام خود ہی فیصلہ کریں کہ واقدی اور ہشام بن محمد الکلبی جیسے متروک وضعیف راویوں کی منقطع روایت پر کیا لکھا جائے اور کن کن علماء کے حوالہ پیش کیے جائیں؟ ایسی متروک روایت سے صحابہ کرام کی شان پر اعتراض کرنا کیا لا دینیت نہیں؟

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ و حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں جسارت

بغض صحابہ میں مبتلا لکھاری کتاب صلح امام حسن ص ۹۳ پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں دل آزار جملہ کچھ یوں لکھتا ہے۔

"خلاصہ یہ ہے کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم ویسے بھی بنو امیہ کے طلقاء کی فطرت سے آگاہ تھے اور سیدنا عمرو عثمان رضی اللہ عنہما کے دور میں بھی معاویہ سے جو کتاب وسنت کی خلاف ورزی ہوتی رہی اس سے بھی باخبر تھے اس لیے انہوں نے شروع ہی سے معاویہ کو گورنری کی سیٹ پر قائم رکھنا جائز نہ سمجھا۔ (صلح امام حسن ص ۹۳)

جواب:

کہانی نویس صاحب کے اس دل آزار جملہ پر جتنی بات کی جائے کم ہے ان کو خود بھی ان اکابرین کا خیال نہیں بھولی بھالی عوام سے یہ سوال ہے کہ کیا کوئی سنی ایسے جملہ لکھ سکتا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ موصوف نے جملہ لکھا نہیں بلکہ کسا ہے تو بے جا نہ ہوگا اس مردود جملہ کی حساسیت کا اندازہ یہ لگائیں کہ اس کے اطلاق کن کن اکابرین پر ہوگا؟

(۱) اس عبارت میں حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے دور میں خلاف سنت کام کا ہونا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ان کاموں پر خاموش رہنے جیسے نکات کا اثبات ہو رہا ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے عادل خلیفہ کے دور میں کسی شخص کا بھی خلاف سنت کام کرنے کی تو کسی کو ہمت نہیں تھی، اور اگر کسی سے کوئی خلاف اولیٰ بات بھی صادر ہوتی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کو جس سختی کے ساتھ نپٹتے اس کا ذکر کتب احادیث کی متعدد روایات میں واضح ثبوت ہیں، موصوف نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں خلاف سنت کام ہونے کا الزام لگایا اور موصوف نے صلح امام حسن ص ۱۰۶ پر یہ بات بھی لکھی

ہے کہ حکومت میں جو بھی غلط کام ہو، اس کا ذمہ دار حکومت کا سربراہ ہی ہوتا ہے موصوف کی اس تحریر سے جو نتائج ثابت ہوتی ہیں، اس کے شر سے اللہ محفوظ فرمائے۔

(۲) موصوف نے جہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی خلاف سنت کام کے صادر ہونے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی خلاف سنت امور کے سرانجام ہونے کا جو دل آزار فتویٰ دیا ہے، وہ ایک بات عوام الناس کو بھی بتائیں کہ خلفاء راشدین کے دور میں شوریٰ کے ممبران میں کون کون سی جلیل القدر ہستیاں تھیں؟ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ان ادوار میں کس عہدہ پر فائز ہونا روایات میں منقول ہے؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تو کسی بھی خلاف سنت کام پر خاموش رہتے نہیں تھے، آپ نے یہ بات لکھ کر تو اس عبارت کی سنگینی کو مزید زیادہ کر دیا ہے۔

(۳) کہانی نویس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکمرانی پر اعتراض کرتے ہوئے یہ بات اپنی کتاب صلح امام حسن میں لکھی ہے کہ ان سے امام حسن اور دیگر جلیل القدر صحابہ کرام نے بیعت سیرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر عمل پیرا ہونے کی شرط پر بیعت لی تھی، کیا لکھاری نویس موصوف یہ بتانا بھی پسند کریں گے کہ ایسی حکمرانی یا دور حکومت جس میں خلافِ سنت (نعوذ باللہ من ذلک) کام ہوتا ہو، اس سیرت پر عمل پیرا ہونے کے لیے امام حسن رضی اللہ عنہ نے بیعت لی تھی؟۔ الخ

(منقول از تحریر علامہ ظفر بکھروی صاحب)

طلقاء کو حکمران بنانے پر الزامی جواب

ظہور فیضی نے اپنی کتاب صلح امام حسن ص ۵۲ پر حضرت یزید بن ابی سفیان اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو طلقاء کہ کران کے حکمران بنائے جانے کو خلفاء راشدین کی عدم توجہ اور کم فہمی جیسے غیر مناسب فیصلہ کا عنوان بنانے کی جرات کی۔ ظہور فیضی کے ان دل خراش جملوں کی قباحت وشناعت اتنی زیادہ ہے کہ اس کی عبارت کی زد میں جلیل القدر ہستیاں آتی ہیں۔ جن کے بارے میں ایسے جملوں کا اطلاق تو کرنا دور کی بات ایسی بات سوچنا بھی ایمان کے لیے خطرہ ہے۔

امام حسن المجتبیٰ رضی اللہ عنہ کا طلقاء کو حکمرانی دینا

اگر طلقاء صحابہ کو حکمران بنانا درست نہ ہوتا تو پھر امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ کو حکومت سونپ کر بیعت بھی کی تو اس پر کیا حکم لگے گا؟ کیا کوئی بدبخت اور جری شخص یہ ہمت کر سکتا ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرف فہم کی عدم رسائی یا غیر مناسب فیصلہ کے طرف نسبت کرے؟ یہ یاد رہے کہ اس مقام پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو طلقاء صحابی کہنا بالفرض محال یا احتمال ہے۔

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے طلیق کی حکمرانی پر استدلال

امام بخاری روایت لکھتے ہیں۔

حدثنا صدقة، حدثنا ابن عيينة، حدثنا أبو موسى، عن الحسن، سمع أبا بكرة، سمعت النبي صلى الله عليه وسلم على المنبر والحسن إلى جنبه ينظر إلى الناس مرة وإليه مرة، ويقول "ابني هذا سيد، ولعل الله أن يصلح به بين فئتين من المسلمين"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا "میرا یہ بیٹا سردار ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرائے گا۔"

صحيح البخاري: ٣٧٤٦ باب مناقب الحسن و الحسين رضي الله عنهما، سنن الترمذي (١٠٧...)، سنن النسائي (١٧٣٠)، مسند أحمد (٢٠٣٩٢)، صحيح ابن حبان (٦٩٦٤)، سنن أبو داود ٤٦٦٢، معجم الطبراني ٢٥٩١، مسند البزار ٢٦٣٩، حلية الاولياء ٢/ ٣٥، مجمع الزوائد ٩/ ١٧٥۔

امام بخاری ایک دوسرے مقام پر یہ روایت بیان کرتے ہیں۔

"إن ابني هذا سيد ولعل الله أن يصلح به بين فئتين عظيمتين من المسلمين۔

آپ ﷺ نے فرمایا تھا "میرا یہ بیٹا سردار ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو عظیم گروہوں میں صلح کرائے گا۔" (صحیح بخاری ٣/ ١٨٦ رقم ٢٧٠٤)

پیش کردہ صحیح روایت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جنت کے سردار امام حسن بن علی المجتبیٰ رضی اللہ عنہ کو سید کہا۔ اور اس لیے کہا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرائی۔ اب ایک گروہ تو امام حسن رضی اللہ عنہ اور دوسرا گروہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا تھا۔

علامہ بدر الدین العینی لکھتے ہیں۔

(فئتين عظيمتين) ووصفهما بالعظيمتين لأن المسلمين كانوا يومئذ فرقتين: فرقة مع الحسن رضي الله تعالى عنه، وفرقة مع معاوية،

عظیم گروہوں، ان دونوں گروہوں پر وصف عظیم اس لیے کہ یہ دونوں مسلمان تھے اور اس دن دو گروہ تھے ایک امام حسن رضی اللہ عنہ کا گروہ اور دوسرا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا گروہ۔ (عمدة القاری ١٣/ ٢٨٣)

امام حسن رضی اللہ عنہ نے یہ صلح اس طرح کرائی کہ مسند حکمرانی پر بقول اغیار ایک طلیق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بٹھایا اور ایک صحابی کی بیعت بھی کی۔ جس عمل کی تحسین نبی کریم ﷺ نے کی تو کس طرح کوئی جری شخص اس عمل پر حرف گیری کر سکتا ہے؟

❖ یہ نکتہ بھی اہم ہے کہ نبی کریم ﷺ کے فرمان عالی شان سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا گروہ مسلمان ہے۔ جو لوگ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی شہادت والی روایت سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے گروہوں پر جہنمی ہونے کا اطلاق کرتا ہے وہ نظر ثانی کرے۔ ادھر کوئی شاطر یہ نکتہ اٹھا سکتا ہے کہ ہم نے تو خود ہی گروہ کو

...کی حدیث نبوی ﷺ سے ہی ثابت ہے۔ اس نکتہ کے دو جواب ہیں۔

...حدیث میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے مخالفین پر جہنم کی طرف بلانے والے کے الفاظ ہیں، اس کی صحت ...کے معنی پر محدثین وعلماء کرام نے تفصیلی جواب دیے ہیں۔

...تسلیم بطور احتمال ان دونوں روایات کو مان لیا جائے تو پھر بھی امام حسن رضی اللہ عنہ کے صلح والی حدیث ناسخ ہوگی اس ...علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے لڑائی اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ والا واقعہ جنگ صفین کے موقع کا ہے جو کہ پہلے ہو ...حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی صلح بعد کا واقعہ ہے۔ اس لیے متاخر قول وعمل وترجیح وفوقیت کا اصول موجود ...اس کے علاوہ خود حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گروہ پر ...جنتی ہونے کی وضاحت صحیح احادیث میں موجود ہے۔

طلقاء اور مولفۃ القلوب میں فرق؟

...ظہور لکھتا ہے۔

"...فتح مکہ کے بعد جن لوگوں کو غلام بنانے کی بجائے آزاد کر دیا گیا تھا ان سب کو طلقاء کہا جاتا ہے پھر ان میں سے جن ...سے سازشوں اور شرارتوں کا اندیشہ تھا اور اسی وجہ سے انہیں دوسرے لوگوں کی بہ نسبت مال زیادہ دیا گیا، انہیں ...کے ساتھ ساتھ مولفۃ القلوب بھی کہا جاتا ہے۔ یعنی لفظ طلقاء کا اطلاق تو فتح مکہ کے بعد مجبوراً مسلمان ہونے ...والے تمام لوگوں پر ہوتا ہے مگر مولفۃ القلوب کا اطلاق سب طلقاء پر نہیں بلکہ فقط ان طلقاء پر ہوتا ہے جن سے مستقبل میں کسی کے ضرر کا اندیشہ تھا"۔ الخ (صلح امام حسن ص ۳۸)

جواب

...ارش ہے کہ ظہور فیضی نے مبہم بات کر کے دجل کیا ہے کیونکہ طلقاء ان قریش کے مسلمانوں پر فتح مکہ کے دن پر ہوا جس کو ...فرمایا یعنی تم آزاد ہو کہ کر نبی کریم ﷺ نے اپنے کرم کا اظہار کیا۔ اس لیے فتح مکہ کے بعد کے الفاظ کو مبہم لکھ کر اپنا یہ ...مطلب نکالنا کہ فتح مکہ کے بعد جس نے بھی اسلام قبول کیا وہ طلقاء میں سے تھے ایک علمی خیانت سے زیادہ کچھ نہیں۔

...فیضی کے نزدیک اچھے اور خراب طلقاء

پھر قاری فیضی موصوف اس میں مزید خچر لگاتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"فتح مکہ کے موقع پر اکثر تو مجبوراً اسلام لائے تھے مگر بعض خوش بختوں کی قسمت نے یاوری فرمائی تو انہیں دل سے ایمان لانا نصیب ہوا۔" الخ (صلح امام حسن ص ۳۸)

پھر قاری صاحب مزید لکھتے ہیں۔

"خلاصہ یہ ہے کہ سب طلقاء مجبوراً مسلمان ہوئے تھے اور نہ ہی سب طلقاء یکساں تھے بلکہ ان میں سے کچھ اچھے تھے اور کچھ خراب اور جو زیادہ خراب تھے وہی مولفۃ القلوب تھے۔۔۔۔ معاویہ طلقاء میں سے بھی تھے اور مولفۃ القلوب میں سے بھی اور ایسے لوگ کسی منصب کے اہل نہیں تھے"۔ الخ (صلح امام حسن ص ۴۰)

پیش کردہ عبارات میں فیضی نے طلقاء میں اچھے اور خراب کی تقسیم خود کر کے اپنے اصول کے بخیے ادھیڑ دیے ہیں قاری ظہور فیضی نے خراب طلقاء میں سے زیادہ خراب کو مولفۃ القلوب تک مقید کر دیا۔ مطلب یہ کہ خراب طلقاء میں سے بھی سب سے خراب مولفۃ القلوب تھے جنہوں نے مجبوراً اسلام قبول کیا یا جن سے مستقبل میں کسی ضرر کا اندیشہ تھا۔ قاری ظہور کے اس مردود موقف کے بارے میں تحقیق پیش کی جاتی ہے، جس سے واضح ہو جائے گا کہ جس طبقہ مولفۃ القلوب کو سب سے زیادہ خراب بیان کیا جاتا ہے، ان کی کیا تفصیل ہے؟ اور ان کے بارے میں مورخین، محدثین و محققین کی کیا رائے ہے؟

کیا مولفۃ القلوب مجبوراً مسلمان ہوئے؟

علماء و محققین نے مولفۃ القلوب کی ایک فہرست میں ۱۸ اور دوسری فہرست میں ۲۸ لوگوں کو شمار کیا اگر مکرر ناموں کو رد کر دیا جائے تو مولفۃ القلوب کی کل تعداد ۳۶ بنتی ہے۔ ان مولفۃ القلوب میں کل ۳۶ میں سے ۲۶ کا تعلق قریش سے اور تقریباً ۱۰ کا تعلق عرب کے قبائل سردار کے ساتھ ہے۔ یہ نکتہ قابل غور ہے کہ فیضی اور حسن فرحان مالکی مولفۃ القلوب کا تعلق فتح مکہ کے دن اسلام قبول کرنے والوں کے ساتھ دانستہ طور پر کرتے ہیں جبکہ یہ بات تحقیقی طور پر غلط اور مردود ہے۔ کیونکہ ۳۶ مولفۃ القلوب میں تقریباً ۱۸ کے قریب لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے ایمان قبول کیا۔ اور باقی ۱۸ لوگوں نے فتح مکہ کے دن ایمان قبول کیا۔ چند لوگوں کا تذکرہ ملتا ہے کہ جو فتح مکہ کے بعد بھی ایمان لائے۔

کیا خوف کی وجہ سے اسلام قبول کیا؟

اول: پہلا نکتہ یہ ہے کہ طلقاء میں سے مولفۃ القلوب پر یہ اعتراض کرنا کہ کسی ڈر کی وجہ سے اسلام قبول کیا تو یہ بات بھی غلط اور باطل ہے۔ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ اور حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مولفۃ القلوب میں ذکر کیا گیا ہے۔ ان پر یہ اتہام ہے کہ انہوں نے کسی ڈر کی وجہ سے اسلام قبول کیا۔

فتح مکہ کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اوباش لوگوں کے علاوہ عام معافی کے اعلان کے علاوہ حضرت ابو سفیان کے گھر میں داخل ہونے والے کو امن دی۔

حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَبَاحٍ، قَالَ: وَفَدْنَا إِلَى مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، وَفِينَا أَبُو هُرَيْرَةَ، فَجَاءَ أَبُو سُفْيَانَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أُبِيدَتْ خَضْرَاءُ قُرَيْشٍ لَا قُرَيْشَ بَعْدَ الْيَوْمِ، قَالَ أَبُو سُفْيَانَ: قَالَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: «مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ، وَمَنْ أَلْقَى السِّلَاحَ فَهُوَ آمِنٌ، وَمَنْ أَغْلَقَ بَابَهُ فَهُوَ آمِنٌ»۔

جو شخص ابو سفیان کے گھر کے اندر چلا جائے اس کو امن ہے۔ اور جو ہتھیار ڈال دے اس کو بھی امن ہے اور جو اپنا دروازہ بند کر لے اس کو بھی امن ہے۔ (صحیح مسلم ۳/ ۱۴۰۷ رقم ۱۷۸۰ باب فتح مکہ)

حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہونے والے ہر شخص کو جان کی امان تھی تو پھر یہ ممکن ہی نہیں کہ حضرت ابو سفیان اور ان کے بیٹوں حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو اپنی جانوں کا ڈر ہو، اور اس ڈر کی وجہ سے انہوں نے اسلام قبول کیا ہو۔؟

اس سے یہ بحث تو واضح ہوا کہ مؤلفۃ القلوب صحابہ کا تعلق فتح مکہ کے دن سے اور اس دن جان کے خطرہ کے پیش نظر یا دولت کی وجہ سے انہوں نے اسلام قبول کرنے والی بات باطل و مردود ہوئی۔ فتح مکہ کے دن اسلام قبول کرنے والوں کے بارے میں جان کے خطرہ والی بات کسی طرح منطقی طور پر تسلیم کر بھی لی جائے مگر فتح مکہ کے دن ان لوگوں کا لالچ یا طمع یا غنائم حاصل کرنے کی وجہ سے اسلام قبول کرنے والی بات عقلی اور منطقی طور پر بھی غلط ہے۔ اب فتح مکہ کے دن جان کے خطرہ یا جان بچانے کی خاطر اسلام قبول کرنے والے صرف ۱۸ لوگ یا شخصیات رہ گئی۔ فتح مکہ کے دن ۱۸ لوگوں کا اسلام قبول کرنا جان بچانے کی غرض سے اس لیے نہیں ہو سکتا کہ انہیں تو امان مل گئی تھی، جب جان کی امان مل گئی تھی تو پھر جان کا خطرہ ہونا تو دور ہو گیا پھر ان کا اسلام قبول کرنا اس کو ظاہر کرتا ہے کہ انہوں نے اپنی مرضی اور بغیر کسی خوف و لالچ کے اسلام قبول کیا تھا۔

کیا مال کے لالچ کی وجہ سے اسلام قبول کیا؟

وہم مؤلفۃ القلوب کا مال کی لالچ سے ایمان قبول کرنے والی بات بھی غلط اور باطل ہے۔ اس لیے کہ جنہوں نے اسلام قبول کیا ان کو کیا معلوم تھا کہ ان کو مال دیا جائے گا؟ یا کیا معلوم تھا کہ جنگ و غزوہ سے بچ جائیں گے تو ان کو مال غنیمت دیا جائے گا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی یہ اعلان نہیں کیا تھا کہ جو کوئی اسلام قبول کرے گا اس کو مال و دولت و غنائم دیے جائیں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو غزوہ حنین میں غنائم دیے مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ فتح مکہ کے دن انہوں نے غنائم کی خاطر اسلام قبول کیا اس لیے کہ غزوہ حنین تو فتح مکہ کے بعد وقوع پذیر ہوا اور ان مؤلفۃ القلوب کو اس غزوہ اور اس میں شرکت اور حصول غنائم کا کیسے معلوم ہو سکتا ہے؟ اس لیے ایسے بودے اعتراضات کرنا بھی علمی مذاق سے کم نہیں۔ بلکہ ہم نے پہلے واضح کر دیا تھا کہ تقریباً ۳۶ کے قریب مؤلفۃ القلوب میں سے ۱۸ تو فتح مکہ سے پہلے سے ایمان لے آئے تھے تو ان کو نہ جان کا خطرہ تھا اور نہ کسی طرح کی لالچ۔ اس لیے فیضی کا استدلال زمین بوس ہو گیا۔

مؤلفۃ القلوب کے اسلام کے بارے میں تحقیق

مؤلفۃ القلوب کی تشریح میں امام ابو یعلی الفراء الحنبلی نے مؤلفۃ القلوب کی چار اقسام بیان کی ہیں۔

۱۔ وہ لوگ جن کے دل مسلمانوں کو مدد دینے کے لیے راغب کیے جاتے۔

۲۔ وہ لوگ جن کی تالیف قلبی اس لیے کی گئی وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے سے باز رہیں۔

۳۔ وہ لوگ جن کو اسلام قبول کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔

۴۔ وہ لوگ جن کی تالیف قلبی سے ان کی قوم اور خاندان والوں کو اسلام لانے کی ترغیب ہوتی ہے۔

امام ابو یعلی کے قول سے معلوم ہوا کہ مولفۃ القلوب سارے کے سارے ایک قسم پر نہیں بلکہ ان کے تالیف قلب کے مقاصد الگ الگ تھے۔

مخالفین کی طرف سے مولفۃ القلوب کے بارے میں اکثر یہ پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اسلام کسی ڈر یا خوف یا لالچ میں کیا۔ ان کے اس بے ہودہ اعتراض کے دو طرح جواب ہیں۔

مولفۃ القلوب کا حسن اسلام

ظہور احمد فیضی کی طرح چند لوگ دن رات مولفۃ القلوب صحابہ کرام کی عظمت و شان پر طعن و تشنیع کرتے رہتے ہیں حالانکہ ان ۳۶ مولفۃ القلوب صحابہ کے حسن اسلام کے بارے میں تفضیلیہ یا مخالفین کے نزدیک معتبر کتب "المعارف" اور "الاستیعاب" سے اقوال پیش خدمت ہیں۔

۱) حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ — حسن اسلامه

(المعارف ۱/ ۳۴۲)

علامہ ذہبی رحمہ اللہ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے ایمان کے بارے میں لکھتے ہیں۔

وَكَانَ يَوْمَئِذٍ قَدْ حَسُنَ إِنْ شَاءَ اللهُ إِيْمَانُهُ فَإِنَّه كان يومئذ يحرض على الجهاد.

یعنی: جس دن سے ابو سفیان نے اسلام قبول کیا ان کا ایمان حسن ہے اور اس دن سے وہ جہاد کرنے پر حریص بھی تھے۔

(سير أعلام النبلاء: ۳/ ۴۰٦)

۲) حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ — حسن اسلامه (المعارف ۱/ ۳۴۲)

علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

يزيد بن أبي سفيان بن حرب الاموي الامير من الطلقاء حسن إسلامه.

ترجمہ: یزید بن ابی سفیان اموی الامیر طلقاء یعنی فتح مکہ کے دن ایمان لائے اور ان کا اسلام اچھا تھا۔

(الكاشف في معرفة من له رواية في الكتب الستة: ۲/ ۳۸۳ رقم ٦۳۰۹)

۳) حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ — حسن اسلامه

(المعارف ۱/ ۳۴۲)

حضرت خالد بن اسید رضی اللہ عنہ

(الاستیعاب ۲/ ۴۳۱، اسد الغابہ ۱/ ۵۶۶، الاصابہ ۲/ ۱۹۳)

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ حسن اسلامہ

(المعارف ۱/ ۳۴۲، الاستیعاب ۱/ ۳۶۲، اسد الغابہ ۱/ ۲۷۸)

حضرت مخرمہ بن نوفل رضی اللہ عنہ حسن اسلامہ

(الاستیعاب ۳/ ۱۳۸۰)

حضرت شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ وهو من فضلائهم

(الاستیعاب ۲/ ۷۱۲)

حضرت عکرمہ بن عامر العبدری رضی اللہ عنہ

(الاستیعاب ۳/ ۱۰۶۵، اسد الغابہ ۳/ ۵۷۰، الاصابہ ۴/ ۴۴۴)

حضرت حارث بن حارث بن کلدہ رضی اللہ عنہ اشراف قبیلہ

(المعارف ۱/ ۳۴۲)

حضرت حارث بن حارث رضی اللہ عنہ کو اپنے قبیلہ میں شرف حاصل تھا جس کی وجہ سے انہیں غنائم عطا کیے۔

وكان من أشراف قومه،

(الاستیعاب ۱/ ۲۸۳، اسد الغابہ ۱/ ۳۸۴)

حضرت حارث بن ہشام المخزومی حسن اسلامہ

(الاستیعاب ۱/ ۳۰۲، اسد الغابہ ۱/ ۲۲۳)

حضرت خالد بن ہشام بن مغیرہ رضی اللہ عنہ حسن اسلامہ

(المعارف ۱/ ۳۴۲)

مگر حضرت خالد بن ہشام بن مغیرہ رضی اللہ عنہ کے مؤلفۃ القلوب ہونے میں ابن عبد البر نے الاستیعاب ۲/ ۴۳۳ پر کیونکہ بدر کے موقعہ پر گرفتار ہوئے تھے۔

حضرت سعید بن یربوع رضی اللہ عنہ

فتح مکہ سے قبل اسلام لائے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سیادت کے قائل نظر ان کو پچاس اونٹ عطا کیے تھے۔

(الاستیعاب ۲/ ۶۲۷، الاصابہ ۳/ ۹۷)

کہ ان کے مؤلفۃ القلوب ہونے پر بھی اختلاف ہے۔

حضرت زہیر بن ابی امیہ مخزومی رضی اللہ عنہ

حضرت زہیر بن ابی امیہ کو مورخ بلاذری نے متروک سندوں کے ساتھ موذیان رسول ﷺ میں شمار کیا تھا۔ مگر یہ بات بھی پایہ ثبوت تک پہنچتی ہے کہ بعد میں انہوں نے مسلمانوں کے سوشل بائیکاٹ کے خاتمہ کے لیے ہشام بن عمرو عامری کا ساتھ دیا۔ ابن ہشام نے یہ بیان کیا ہے کہ زہیر بن ابی امیہ نے فتح مکہ سے قبل نیق العقاب میں اسلام قبول کیا۔

ابن عبدالبر نے کہا کہ لا اعرفه۔ (الاستیعاب ۲/ ۵۲۰، اسد الغابہ ۲/ ۱۰۹)

۱۴) حضرت ہشام بن الولید بن المغیرہ رضی اللہ عنہ

ابن عبدالبر ان کے مولفۃ القلوب کے محل نظر ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں: وفي ذلك نظر.

(الاستیعاب ٤/ ١٥٤١)

۱۵) حضرت سفیان بن عبدالاسد المخزومی رضی اللہ عنہ

حافظ ابن عبدالبر ان کے مولفۃ القلوب کے درست نہ ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں۔

مذكور في المؤلفة قلوبهم، فيه نظر.

(الاستیعاب ۲/ ٦٣٠، اسد الغابہ ۲/ ۲۵۳، الاصابہ ۳/ ١٠٤)

۱۶) حضرت سائب بن ابی سائب مخزومی رضی اللہ عنہ حسن اسلامه

(الاستیعاب ۲/ ٥٧٤، اسد الغابہ ١/ ٤١٤)

یہ بھی ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے قبول اسلام سے پہلے اسلام کی مخالفت کی۔

۱۷) حضرت مطیع بن الاسود عدوی رضی اللہ عنہ عمد الإسلام.

(الاصابہ ٦/ ١٠٥)

۱۸) حضرت ابو جہم بن حذیفہ عدوی رضی اللہ عنہ وَكَانَ معظمًا فِي قريش

(الاستیعاب ٤/ ١٦٢٣، اسد الغابہ ٥/ ٥٧)

نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ ان کو صدقہ وصول کرنے پر معمور کیا تھا۔

۱۹) حضرت عمیر بن وہب جمحی رضی اللہ عنہ كَانَ لَهُ قدر وشرف فِي قريش

(الاستیعاب ۳/ ۱۲۲۱)

یہ اپنے قبیلہ جمح کے سرداروں میں سے تھے۔ اور ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے اسلام سے پہلے بہت مخالفت اور تکالیف پہنچائیں۔ طبقات ابن سعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک قول مروی ہے جس میں ان کے اسلام کی تعریف اور پسندیدگی ثابت ہے۔ اور یہ تو فتح مکہ سے بہت پہلے اور جنگ بدر کے بعد اسلام قبول کیا اور جنگ احد سے پہلے مدینہ پہنچے اور جنگ احد میں مسلمانوں کے طرف سے کفار کے ساتھ لڑائی کی۔ اپنے قبیلہ کے سردار ہونے کی وجہ سے ان کو

...دیئے گئے۔

۲۰) حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ حسن اسلامه

(المعارف ۱/ ۳۴۲، الاستیعاب ۲/ ۷۲۱)

حضرت صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابی جہل ان لوگوں میں سے تھے جو فتح مکہ میں جان بچانے کی خاطر بھاگ گئے۔ عکرمہ بن ابی جہل کے بارے میں ابن عبدالبر نے اپنی کتاب الاستیعاب ۱۰۸۲/۳ پر " وحسن إسلامه" لکھا ہے۔

...حضرت عمیر ان کو واپس مکہ لائے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو چار ماہ کی مہلت دی کہ اسلام قبول کرلے مگر ۱۵ دن ...غزوہ کے لیے اسلحہ عاریتاً لیا جو کہ فتح حنین کے بعد واپس کر دیا گیا۔ غزوہ خیبر کے موقع پر یہ غیر مسلم ہی تھے اور نبی ...ﷺ کے اخلاق حسنہ سے متاثر ہو کر کہا کہ آج میرا میلان اسلام کی طرف ہو رہا ہے مگر اس غزوہ خیبر کے ۲ سال ...اسلام لائے۔ (سیر الصحابہ جلد ۵)

...) حضرت احیحہ بن امیہ بن خلف الجمحی رضی اللہ عنہ

قبول اسلام کے بعد زیادہ حالات تذکرہ میں نہیں۔

(الاستیعاب ۱/ ۱۳۷، اسد الغابہ ۱/ ۶۹، الاصابہ ۱/ ۱۸۸)

...) حضرت عدی بن قیس سہمی رضی اللہ عنہ

حضرت عدی بن قیس، قریش کے مضبوط ترین خاندان سہم سے تعلق رکھتے تھے۔ مورخین اور سیرت نگاروں ...ان کے حالات کچھ زیادہ ذکر نہیں کیے بلکہ حافظ ابن عبدالبر نے "لا یعرف" لکھا ہے۔

(الاستیعاب ۳/ ۱۰۶۰، اسد الغابہ ۳/ ۵۱۴، الاصابہ ۴/ ۳۹۴)

...) حضرت سہیل بن عمرو العامری رضی اللہ عنہ حسن اسلامه

(المعارف ۱/ ۳۴۲)

حضرت سہیل بن عمر کو بنو عامر کے سردار ہونے کی حیثیت سے خاص مال عطا کیا۔ یہ غنائم اور مال ان عرب ...کو دیا تاکہ وہ اپنے قبیلہ کے لوگوں کا بہترین نظام ونسق سنبھال سکیں نہ کہ ان کو یہ مال دے کر مسلمان کیا جائے یا اس ...لیے نہیں دیا کہ یہ کہیں اسلام سے پلٹ نہ جائیں، یہ تمام اعتراضات باطل و مردود ہیں۔ کفار و مشرکین کے قائد صفوان ابن ...امیہ اور عکرمہ بن ابی جہل جب قتل ہونے کی وجہ سے بھاگ گئے تو حضرت سہیل بن عمر العامری نے اپنے بیٹے کو خط لکھ ...کر امان کی درخواست کی جس کو قبول کر لیا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے بیٹے سے کہا کہ سہیل بن عمر جیسا صاحب عقل و ...شعور جیسا شخص اسلام سے ناواقف نہیں رہ سکتا۔ جب یہ فرمان نبوی ﷺ سہیل بن عمر کے بیٹے نے حضرت سہیل بن ...عمر تک پہنچایا تو ان پر بہت اثر ہوا۔ (الاستیعاب ۲/ ۶۶۹)

امام شافعی فرماتے ہیں۔

وذكر ابن أبي حاتم، عن عبد الله بن أحمد عن أبيه عن الشافعي: كان سهيل محمود الإسلام من حين أسلم.

سہیل بن عمرو العامری جب سے اسلام لایا اس کا اسلام اچھا یا قابل تعریف تھا۔ (الاصابہ ۳/ ۱۷۷، رقم ۳۵۸۶)

۲۴) حضرت حویطب بن عبد العزی العامری رضی اللہ عنہ حسن اسلامه

(المعارف ۱/ ...)

۲۵) حضرت ہشام بن عمرو العامری رضی اللہ عنہ لا أعرفه

(الاستیعاب ۴/ ۱...)

۲۶) حضرت العلاء بن جاریہ الثقفی رضی اللہ عنہ

حضرت العلاء بن جاریہ بنو ثقیف کے سرداروں میں سے تھے۔ اور انہیں قریش میں بڑی قدر و منزلت حاصل تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عبد القیس کے صدقات اور جزیہ پر مامور کیا۔

(الاستیعاب ۳/ ۱۰۸۵، اسد الغابہ ۳/ ۵۷۱، الاصابہ ۴/ ...)

۲۷) حضرت مالک بن عوف النصری رضی اللہ عنہ حسن اسلامه

(الاستیعاب ۳/ ۱۳۵۶-۱۳۵۷، اسد الغابہ ۴/ ۲۶۶)

حضرت مالک بن عوف کی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام دیا کہ اسلام قبول کر لے تو اس کے خاندان ... اور ... غنائم دیے جائیں گے۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمہ اور فہم کے قبائل پر عامل مقرر کیا اس کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قبیلے اور قیس عیلان کا عامل مقرر کیا۔ جبکہ قبیلہ ہوازن کے بعض ماتحتوں کا عامل بنایا۔ معاہدہ نجران ۹ھ میں مسلمانوں کی طرف معتبر گواہ میں شامل تھے۔

۲۸) حضرت نوفل بن معاویہ الدیلی رضی اللہ عنہ

حضرت نوفل بن معاویہ الدیلی نے فتح مکہ سے پہلے ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔

(الاستیعاب ۴/ ۱۵۱۳)

کیونکہ بنی بکر کے سردار تھے اس لیے ان کی سیادت کے پیش نظر ان کو ایک سو اونٹ عطا کیے۔

۲۹) حضرت عباس بن مرداس السلمی رضی اللہ عنہ حسن اسلامه

(المعارف ۱/ ۳۴۲، الاستیعاب ۲/ ۸۱۷، اسد الغابہ ۱/ ۵۷۷)

حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے پہلے اپنے خاندانی بت کو توڑ کر اسلام لائے۔ ان کو غنائم میں سے اونٹ عطا ہوئے۔ کیونکہ یہ اپنے قبیلے کے متفقہ سردار نہیں تھے اس لیے ان کو ایک روایت میں ۴۰ اور دوسری روایت میں

۔۔۔دینے کی تصریح ہے۔

۳۰) حضرت اقرع بن حابس التمیمی حسن اسلامہ

(الاصابہ ۱/ ۲۵۲)

ان کے اسلام قبول کرنے کی متعدد روایات ہیں مگر یہ تمام روایات محل نظر ہیں۔ تقسیم غنائم تک ان کا اسلام لانا ثابت نہیں۔ فتح مکہ، غزوہ حنین اور طائف میں ان کی شرکت ایسے غیر مسلم کی حیثیت سے تھی جو کہ مسلمانوں کے اتحادی تھے۔ جس سے یہ نکتہ واضح ہوتا ہے کہ اکثر غزوہ میں ایسے کفار و منافقین بھی شریک ہوتے تھے جو کہ مسلمانوں کے حواری اور اتحادی ہونے کی حیثیت سے شرکت کرتے تھے۔ اس لیے ایسے واقعات سے بہت سارے لوگوں ان بعض نامعلوم شرکاء کے مارے جانے پر شہید یا مسلمان ہونے کا اطلاق بھی عدم واقفیت شخصیت کی وجہ سے کرتے تھے۔ اس لیے غزوہ میں مارے جانے والے ہر شخص پر مسلمان اور اس کی وجہ سے شہید کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ اسی ضمن میں کرکرہ نامی شخص کا غزوہ خیبر کے بعد تیر لگ کر مارے جانے کی روایت قابل غور ہے۔ علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انہی کے بارے میں لکھا ہے کہ جو جاہلیت میں اچھے تھے وہ اسلام میں بھی اچھے ہیں جب وہ اسے سمجھ جائیں۔ حضرت خالد بن ولید نے مقدمۃ الجیش کا امیر بھی بنا کر بھیجا۔ حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ جنگ جوزجان میں شہید ہوئے۔

(فتوح البلدان ص ٥٨٤)

۳۱) حضرت عینیہ بن حصن فزاری

ان کے اسلام کے بارے میں مورخین اور علماء میں اختلاف ہے۔ فتح مکہ سے قبل اسلام قبول کرنے کی بات کی جاتی ہے۔ مگر ان کے قبول اسلام کے بارے میں معاملات محل نظر ہیں۔ تاریخ طبری ص ۷۸ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے جب پیش کیا گیا تو عینیہ بن حصن فزاری نے یہ کہا کہ میں نے تو کبھی اللہ پر ایمان ہی نہیں لایا تھا۔ جس کی نسبت ان کے اصطلاحی صحابی ہونے پر مزید تحقیق ہونی اہم ہے۔ کیونکہ اس باب میں روایات محل نظر ہیں۔ ابن قتیبہ الدینوری نے المعارف ص ۱۳۲ میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تبلیغ پر انہوں نے اسلام قبول کیا جس پر ان کو امان دی گئی۔

۳۲) حضرت خالد بن ہوذہ رضی اللہ عنہ محمود الاسلام

یہ غزوہ حنین کے بعد مسلمان ہوئے۔ ابن عبد البر نے الاستیعاب ۴۳۲/۲ میں لکھا ہے کہ یہ اپنے قوم کے سردار تھے اور نبی کریم ﷺ ان کے ایمان لانے پر بہت خوش ہوئے تھے۔

(اسد الغابہ ۱/ ۳۱٤، الاصابہ ۲/ ۲۱۵)

۳۳) حضرت حرملہ بن ہوذہ رضی اللہ عنہ محمود الاسلام

یہ غزوہ حنین کے بعد مسلمان ہوئے۔ ابن عبد البر نے الاستیعاب میں لکھا ہے کہ یہ اپنے قوم کے سردار تھے اور نبی

کریم ﷺ ان کے اور ان کے بھائی خالد بن ہوذہ رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے پر بہت خوش ہوئے تھے۔

(الاستیعاب ۱/ ۳۳۸، اسد الغابہ ۱/ ۲۵۲، الاصابہ ۲/ ۴۶)

۳۴) حضرت علقمہ بن علاثہ حسن اسلامہ (اسد الغابہ ۱/ ۷۸۷)

حضرت علقمہ بن علاثہ کے قبول اسلام کے بارے میں روایات محل نظر ہیں۔ یہ نکتہ بھی قابل تحقیق ہے کہ ان کا نبی کریم ﷺ کے دور میں اسلام قبول کرنا بھی ثابت ہے یا نہیں؟ حافظ ابن حجر عسقلانی نے لسان المیزان میں درج لکھا ہے کہ جس سند سے صحابیت کا اثبات کیا گیا ہو وہ اگر سند ضعیف ہے تو وہ صحابی شمار نہیں ہوتا اگر چہ متعدد علماء یا مورخین میں صحابہ کا ذکر ہی کیوں نہ کیا ہو۔ اور یہ نکتہ بھی ذہن نشین رہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں قبول اسلام کرنے والے جنہوں نے دیدار یا زیارت نہ کی ہو انہیں مخضرم کہتے ہیں۔ مخضرم پر صحابی کا اطلاق نہیں ہوتا۔

ان کے ارتداد کے بارے میں بھی اقوال مختلف اور محل نظر ہیں، کسی میں غزوہ طائف کے بعد کا ارتداد کتب میں منقول ہے اور کسی میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں شراب پینے پر حد جاری کرنے پر ارتداد کا ذکر ہے۔ مگر ان تمام اقوال کے اسانید محل نظر ہیں۔ مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو معاف کیا جس پر وہ اسلام لے آئے۔ ابن الاثیر نے اپنی کتاب اسد الغابہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلام لانے کے بعد وہ حسن اسلام پر ہی فائز رہے۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں حوران کا عامل مقرر کیا۔

۳۵) حضرت لبید بن ربیعہ الکلابی رضی اللہ عنہ حسن اسلامہ (الاستیعاب ۳/ ۱۳۳۵)

یہ عرب کے مشہور شاعر تھے جن کے کلام کی نبی کریم ﷺ نے خود تعریف کی۔ انہوں نے ۹ھ میں اسلام قبول کیا۔

۳۶) حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ حسن سلامہ (المعارف ۱/ ۳۴۲، الاستیعاب ۱/ ۲۳۳)

۳۷) حضرت قیس بن مخزمہ رضی اللہ عنہ حسن اسلامہ (المعارف ۱/ ۳۴۲، الاستیعاب ۳/ ۱۲۹۹)

مذکورہ پیش کردہ تفصیلی حوالہ جات سے یہ بات واضح ہوئی کہ کتب تاریخ و سیر میں ۳۶ سے ۴۰ تک مولفۃ القلوب کی اسماء موجود ہیں۔ ان تمام مولفۃ القلوب کے حسن اسلام کے بارے میں انتہائی اختصار کے ساتھ بحوالہ ذکر کیا ہے۔

تقریباً ۲۲ مولفۃ القلوب کا حسن اسلام کا ثبوت

اب ان پیش کردہ ۳۶-۴۰ مولفۃ القلوب کی فہرست میں "۲۲ مولفۃ القلوب" کے بارے میں تو حسن اسلام یا محمود اسلام کی تصریح محدثین و مورخین نے خود کی ہے۔

تقریباً ۶ مولفۃ القلوب اپنے قبیلہ کے سردار اور شرفاء

- پھر باقی رہ جانے والے مولفۃ القلوب کی فہرست میں ۶ "مولفۃ القلوب" اپنے قبیلہ کے سردار تھے جن میں اکثر فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے۔ اور ان کی اسلام لانے پر نبی کریم ﷺ نے تعریف بھی کی۔

تقریباً ۶ مولفۃ القلوب کو مورخین نہیں پہچانتے

پھر ۶" مولفۃ القلوب " کے بارے میں ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ میں نہیں پہچانتا۔

تقریباً ۲ مولفۃ القلوب کی تفصیلی حالات ہی موجود نہیں

مولفۃ القلوب کی فہرست میں " ۲ مولفۃ القلوب " کے تفصیلی حالات کتب تاریخ یا سیر میں موجود نہیں ہیں۔

حاصلِ تحقیق

کل ۳۶ سے ۴۰ تک تعداد کے مولفۃ القلوب میں ۲۸ مولفۃ القلوب معروف، ۶ مولفۃ القلوب کو مورخین پہچانتے نہیں اور ۲ مولفۃ القلوب کی تفصیل معلوم نہیں۔ معروف مولفۃ القلوب میں سے اکثر کے حسن اسلام پر علما و محدثین نے جب تصریح پیش کردی ہے تو تو پھر کس طرح مولفۃ القلوب صحابہ کو خراب ہونے کی جسارت کی جاتی ہے۔ عوام الناس کے سامنے چائے کی پیالی میں طوفان ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ قاری ظہور بتائے کہ ان ۳۶ یا ۴۰ مولفۃ القلوب میں سے کس نے مجبوراً اسلام قبول کیا؟ ان میں سے کس نے مال و دولت کی لالچ میں اسلام قبول کیا؟ اور ان میں سے کس نے اسلام لانے کے بعد مسلمانوں کو کوئی نقصان پہنچایا؟ پھر قاری ظہور صاحب یہ بھی بتائیے کہ طلقاء کی تنقیص اور پھر ان میں بھی مولفۃ القلوب پر اپنا غصہ نکالنے کے لیے ان کو کسی عہدہ یا منصب کے لیے نااہل ہونے کی بات کی۔ آپ کو نہ علمی شرم ہے اور نہ اکابرین کا حیا۔ طلقاء سمیت مولفۃ القلوب کی اکثریت کو خود نبی کریم ﷺ نے اپنے زمانے میں مختلف عہدہ یا منصب دیے۔ پھر علیکم بالسنتی و خلفاء راشدین سے متصف چاروں خلفاء نے انہیں طلقاء اور مولفۃ القلوب کو اپنے دور خلافت میں اہم عہدہ اور منصب پر فائز کیا۔ آپ کیسے عوام الناس کو ان حقائق کے پیش نظر گمراہ کر سکتے ہیں؟ کچھ خدا کا خوف کیجئے جناب۔

مولفۃ القلوب یا طلقاء کو دیے گئے عہدے یا منصب

ان پیش کردہ مولفۃ القلوب صحابہ کرام یا طلقاء صحابہ عظام کو جو عہدہ دے کر ان کی صلاحیت و عظمت کا بیان کیا گیا وہ بھی ملاحظہ کیجئے۔

۱۔۲۔۳۔۴۔ حضرت شیبہ بن عثمان اور حضرت ابوسفیان بن الحارث، حضرت عتبہ بن ابی لھب، حضرت معتب بن ابی لھب نے غزوہ حنین میں کمال ثابت قدمی دکھائی۔

۵۔ حضرت مالک بن عوف رضی اللہ عنہ کی وجہ سے اہل طائف نے اسلام قبول کیا۔

۶۔ حضرت عکرمہ بن ابو جھل کے ہاتھ ۴۰۰ اہل مکہ نے جہاد کے لیے بیعت کیا۔

۷۔ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے شام اور لبنان کے ساحلی علاقے فتح کیے۔

۸_۹_۱۰_۱۱_ حضرت حویطب، حضرت سعید بن یربوع اور حضرت مخرمہ بن نوفل رضی اللہ عنھم بیت اللہ کے اعلام کی تنصیبات پر مامور ہونے والے مولفۃ القلوب تھے۔

۱۲_۱۳_۱۴_۱۵ حضرت شیبہ بن عثمان، حضرت عثمان بن عبدالمطلب اور حضرت مخذورہ رضی اللہ عنھم بھی مولفۃ القلوب یا طلقاء میں سے تھے جن کے پاس خانہ کعبہ کا نظام و چابیاں رہیں۔

عہد نبوی ﷺ میں طلقاء کے اہم عہدے

قارئین کرام کے سامنے چند صحابہ کرام کے اسماء گرامی اور ان کے اہم عہدہ کی تفصیل پیش خدمت ہے تاکہ وہ ملاحظہ کریں اور جناب معترض کی کذب بیانی کی کچھ جھلک کو دیکھ سکیں۔

۱) حضرت عبداللہ بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ	الجند	(الاستیعاب: ۱/ ۳۵۱)
۲) حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ	نجران	(الاستیعاب: ۱/ ۳۱۹)
۳) حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ	نجران	(الاستیعاب: ۱/ ۳۱۹)
٤) حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ	کاتب	(الاستیعاب: ۱/ ۳۳٦)
۵) حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابو جہل	قبیلہ ہوزان	(الاستیعاب: ۲/ ۵۰٦)
٦) حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ	مکہ	(الاستیعاب: ۲/ ۵۰۸)
۷) حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ	یمن	(الاستیعاب: ۱/ ۹۰)
۸) حضرت زبرقان بن بدر رضی اللہ عنہ	خزانچی	(الاستیعاب: ۱/ ۱۰٤)
۹) حضرت مالک بن عوف رضی اللہ عنہ	قیس	(الاستیعاب: ۱/ ۲٤۷)
۱۰) حضرت صرد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ	الازد	(الاستیعاب: ۱/ ۳۲۳)

عہد نبوی ﷺ میں طلقاء جنہیں سابقین اولین پر ترجیح دی گئی

(۱۱) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

عمان (الاستیعاب: ۲/ ٤۳٤)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے صرف ٦ مہینے قبل اسلام قبول کیا۔

(۱۲) حضرت سعید بن سعید ابن العاص رضی اللہ عنہ کو مکے کی منڈی پر مقرر کیا گیا۔ (الاستیعاب: ۲/ ۵٤۰)

اس تحقیق سے یہ واضح ہوا کہ جن شخصیات نے اسلام قبول کر کے اسلام کی ساری زندگی خدمت میں گذاری، جن کی وجہ سے اسلام دنیا کے کونے کونے میں پھیلا، انہی شخصیات کے ایمان کو غنائم کے ساتھ تولہ جا رہا ہے۔ جنہوں نے میدان جنگ میں کفار کے دانت کھٹے کر دیے اور رومیوں جیسے بڑی سلطنت کے سامنے اپنی جان کی جنہوں نے پرواہ نہیں کی انہیں جان کے خطرہ کی وجہ سے ایمان لانے کا طعنہ آج بھی دے کر اپنی بھڑاس نکالی جاتی ہے۔

تفضیلیہ کا نظریہ نمبر ۴

قریب فتح مکہ کے ماقبل اور مابعد اسلام لانے پر صحابی کی بنیاد رکھنے پر بھی ان کی تسلی نہ ہوئی، تو انہوں نے فتح کو حدیبیہ کے دورانیہ تک محدود کر کے صلح حدیبیہ و بیعت رضوان سے قبل ایمان لانے والے مہاجرین اور انصار کو ہی صحابہ ماننے کی بچگانہ ... مگر خود اس تعریف سے ان کی تسلی نہ ہوئی اور نہ دلائل ان کے اس موقف کے موئید تھے مزید یہ کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو الغادیہ الجھنی رضی اللہ عنہ بیعت رضوان کے شرکاء میں سے تھے۔ جبکہ یہ لوگ ان دونوں صحابہ کو بھی اپنے اعتراضات کے تیر چلانے میں مصروف ہیں۔ بلکہ پھر انہوں نے بیعت رضوان کے شرکاء کو ہی ہدف تنقید بنایا اور بیعت رضوان کے شرکاء صحابی جن کے بارے میں نصوص واضح اور کثیر ہیں، ان میں شامل صحابہ کرام کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ذمہ دار کہہ کر ان کو بھی زیر بحث لا کر محل نظر بنانے کی کوشش کی حالانکہ خود اپنی تصانیف میں قرآن کے آیت کے واضح مدلول و نص کو حدیبیہ تک مخصوص کر کے اللہ کے وعدہ الحسنیٰ یعنی جنتی ہونا بھی لکھا مگر اپنے مخالف بر ان لوگوں کی بے چینی رہی۔

اصحاب بیعت رضوان کے جنتی ہونے پر قاری فیضی کی بے چینی

ان کے بارے میں قاری ظہور فیضی اپنی کتاب صلح امام حسن ص ۱۰۰ پر کچھ یوں طبع آزمائی کرتا ہے۔

"یاد رکھنا چاہیے کہ صحیح احادیث سے نام زد شدہ کسی فرد کو جنتی قرار دینا الگ بات ہے اور جماعت یا طبقات کے لیے جنت کی بشارت کا ہونا الگ بات ہے جب کسی فرد کو جنتی قرار دیا گیا تو اس فرد کو جنتی ماننا لازم ہوگا لیکن نام لیے بغیر کسی طبقہ یا جماعت کا ذکر کیا گیا تو پھر اس طبقہ یا جماعت کے ہر شخص کے خاتمہ کا اعتبار ہوگا قرآن مجید میں متعدد ایسی آیات ہیں جس میں طبقات اور جماعت کے لیے اجر عظیم اور جنت کی بشارت کا ذکر ہے اور عموماً خیال کیا جاتا ہے کہ اس جماعت یا طبقہ کے ہر ہر فرد کا جنتی ہونا ضروری ہے لیکن در حقیقت یہ خیال درست نہیں۔۔۔ آیت مبارکہ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ، (الفتح ۱۸) کو مد نظر رکھتے ہوئے بیعت رضوان میں شامل اکثر کو نہیں بلکہ تمام لوگوں کو جنتی تصور کیا جاتا ہے حالانکہ یہ درست نہیں بلکہ رضاء الٰہی کا یہ مژدہ ان لوگوں کے لیے تھا جنہوں نے عہد کو نبھایا اور اس بیعت پر قائم رہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ کے بعد ارشاد فرمایا فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ (الفتح ۱۸) تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان اتارا۔" الخ۔ (صلح امام حسن ص ۱۰۰)

قاری ظہور احمد فیضی صاحب جوش تصنیف میں یہ کر لکھتے ہیں۔

"اس صورت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین میں سے بعض سرغنوں کو بھی جنتی ماننا ہوگا کیونکہ وہ بھی فتح مکہ کے بعد اسلام لانے والوں میں سے تھے بلکہ بعض تو بیعت رضوان میں بھی شامل تھے جیسا کہ عبدالرحمن بن عدیس۔۔۔" الخ (صلح امام حسن ص ۳۲۱)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت میں صحابہ کرام پر الزامات کا جائزہ

کتب سیر و تاریخ میں چند صحابہ کرام کا نام آتا ہے کہ وہ شہادت عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں ملوث یا شامل تھے۔ مگر یہ یاد رہے کہ کتاب میں بغیر سند یا ضعیف روایت کے نقل کرنے سے وہ بات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی اور نہ وہ صاحب تصنیف کا موقف ہوتا ہے۔ اس مقام پر اختصار کے ساتھ ان صحابہ کرام کے ملوث ہونے کے رد میں تحقیق پیش خدمت ہے۔

۱۔فروہ بن عمرو الانصاری پر اعتراض

جو بیعت عقبہ میں بھی موجود تھے اور السابقون الاولون کے رضی اللہ عنھم میں سے ہیں۔ (استیعاب ۳/ ۱۲۵۹)

ابن عبدالبر نقل کرتے ہیں۔

كَانَ ممن أعان على قتل عُثْمان رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. یعنی وہ شہادت عثمان میں شامل تھے۔

(الاستيعاب في معرفة الأصحاب ۳/ ۱۲۵۹، اسد الغابہ ۴/ ۵۷)

جواب:

اس اعتراض کو خود محدث ابن عبدالبر نے رد کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔:

قل ابو عمر : هذا لا يعرف ،ولا وجه لما قالاه فی ذلک ، و لم یکن لقائل هذا علم بمع کان من الانصاری یو م الدار.

"مفہوم: یہ بات غیر معروف ہے اور ان دونوں [ابن وضاح اور ابن مزین] نے جو الزام لگایا ہے اس کی کوئی دلیل نہیں، اور اس قول کے قائل کو انصار کا اس فتنے میں جو طرز عمل تھا اس کی کوئی خبر نہیں"۔

(الاستيعاب في معرفة الأصحاب ۳/ ۱۲۵۹)

۲۔محمد بن عمرو بن حزم انصاریؒ پر اعتراض:

یہ وہ صحابی رسول ﷺ ہیں جن کا نام بھی خود رسول اللہ ﷺ نے رکھا تھا. (استیعاب ۳: ۲۳۴)

ابن عبدالبر نقل کرتے ہیں۔

"يقال انه كان اشد الناس على عثمان المحمدون ، مُحَمَّد بْن أَبِي بَكْر، مُحَمَّد بْن أَبِي حذيفة، وَمُحَمَّد بْن عَمْرو بن حزم.

کہا جاتا ہے کہ محمد نام کے یہ بزرگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بہت سخت نکتہ نگاہ رکھتے تھے یعنی محمد بن ابی بکر، محمد بن ابی حذیفہ، اور محمد بن عمرو بن حزم. (استیعاب ۳: ۲۳۴)

جواب:

محمد بن عمرو بن حزم الانصاری کی تاریخ ولادت دس ہجری ہے حوالہ ہے۔

(طبقات ابن سعد ۵/ ٦٩، الاستیعاب، الاصابہ ابن حجر)

- طبقات ابن سعد میں انہیں تابعین میں شمار کیا گیا اور لکھتے ہیں۔

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صلّى الله عليه وسلم قَدِ اسْتَعْمَلَ عَمْرَو بْنَ حَزْمٍ عَلَى نَجْرَانَ الْيَمَنِ فَوُلِدَ لَهُ هُنَالِكَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صلّى الله عليه وسلم سَنَةَ عَشْرٍ مِنَ الْهِجْرَةِ غُلَامٌ فَأَسْمَاهُ مُحَمَّدًا وَكَنَّاهُ أَبَا سُلَيْمَانَ وَكَتَبَ بِذَلِكَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ فَكَتَبَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ أَنْ سَمِّهِ مُحَمَّدًا۔

جب یہ پیدا ہوئے ان کے والد نجران کے عامل تھے، یہ پیدا ہوئے تو ان کے والد نے خط لکھ کے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ بچے کا کیا نام رکھوں تو آپ نے "محمد" تجویز کیا۔ ان کی نبی کریم سے اس شیر خوارگی میں بھی ملاقات ثابت نہیں۔ (الطبقات الکبری ۵/ ٦٩)

- علامہ ابن العراقی نے انہیں تابعی لکھا ہے۔ (تحفة التحصيل في ذكر رواة المراسيل ١/ ٢٨٤)
- حافظ العلائی نے انہیں تابعی لکھا ہے۔

فهو تابعي ,ليس ,إلا وحديثه مرسل , (جامع التحصيل ,فى أحكام المراسيل ,1/ 267)

استیعاب میں قتل عثمان میں شرکت کا ذکر ہی نہیں ہے، صرف اتنی سی بات ہے کہ وہ سیدنا عثمان کے شدید ناقد تھے۔

محدث ابن عبد البر لکھتے ہیں۔

يقال انه كان اشد الناس على عثمان المحمدون محمد بن أبي بكر. محمد بن أبي حذيفة . محمد بن عمرو بن حزم. (استيعاب٣: ٢٣٤)

ذکرہ عبارت میں "[illegible]" کے الفاظ [illegible] کے ضعف پر دلالت کررہے ہیں۔

۳۔ جبلہ بن عمرو ساعدی پر الزام

ان پر اعتراض ہے کہ یہ وہ صحابی تھے جنہوں نے حضرت عثمانؓ کے جنازہ کو بقیع میں دفن نہیں ہونے دیا تھا۔

تاریخ مدینہ ابن شبہ میں ان کے بارے میں ایک روایت ہے۔

حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ دَابٍ، عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَزْهَرَ: " لَمْ أَدْخُلْ فِي شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَإِنِّي لَفِي بَيْتِي إِذْ أَتَانِي الْمُنْذِرُ بْنُ الزُّبَيْرِ فَقَالَ: عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوكَ، فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ قَاعِدٌ إِلَى جَنْبِ غِرَارَةِ حِنْطَةٍ فَقَالَ: هَلْ لَكَ إِلَى دَفْنِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ؟ فَقُلْتُ: مَا دَخَلْتُ فِي شَيْءٍ مِنْ أَمْرِهِ، وَمَا أُرِيدُ ذَاكَ، فَاحْتَمَلُوهُ، مَعَهُمْ مَعْبَدُ بْنُ مَعْمَرٍ، فَانْتَهَوْا

بِهِ إِلَى الْبَقِيعِ، فَمَنَعَهُمْ مِنْ دَفْنِهِ جَبَلَةُ بْنُ عَمْرٍو السَّاعِدِيُّ۔" (تاریخ المدینة لابن شبة ۱/ ۱۱۲)

- مورخ ابن شبہ ایک دوسری سند نقل کرتے ہیں۔

قَالَ عَلِيٌّ، عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ بَعْضِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ قَالَ: قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَزْهَرَ: لَمْ أَدْخُلْ فِي شَيْءٍ مِنْ أَمْرِهِ، فَإِنِّي لَفِي بَيْتِي إِذْ أَتَانِي الْمُنْذِرُ بْنُ الزُّبَيْرِ فَقَالَ: عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوكَ، فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ قَاعِدٌ إِلَى جَنْبِ غِرَارَةِ حِنْطَةٍ فَقَالَ: هَلْ لَكَ إِلَى دَفْنِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ؟ فَقُلْتُ: مَا دَخَلْتُ فِي شَيْءٍ مِنْ أَمْرِهِ وَمَا أُرِيدُ ذَلِكَ، فَاحْتَمَلُوهُ وَمَعَهُمْ مَعْبَدُ بْنُ مَعْمَرٍ، فَانْتَهَوْا بِهِ إِلَى الْبَقِيعِ فَمَنَعَهُمْ مِنْ دَفْنِهِ جَبَلَةُ بْنُ عَمْرٍو السَّاعِدِيُّ۔

(تاريخ المدينة لابن شبة ٤/ ١٢٤٠)

یعنی۔ جبلہ بن عمرو ساعدی انصاریؓ بدری۔ یہ وہ صحابی تھے جنہوں نے حضرت عثمانؓ کے جنازہ کو بقیع میں دفن نہ ہونے دیا تھا۔

جواب:

ابن شبہ کی بیان کردہ پہلی روایت میں علی بن دابہ کا تعین نہیں اور اس کی توثیق معلوم نہیں۔

شرحبیل بن سعد کا ضعف

اس سند میں شرحبیل بن سعد کو جمہور محدثین کرام نے ضعیف کہا ہے اور اُن کا حافظہ بھی خراب تھا، جب تک یہ واضح نہ ہو، مختلط راوی کا شاگرد قبل از اختلاط مرویات بیان کرتا ہے تو ایسی روایات سے استدلال بھی نہیں کیا جاتا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

شرحبيل بن سَعْد، أبو سعد المدني، مولى الأنصارِ: صدوقٌ اختلَطَ بأَخَرة،

(تقريب التهذيب، رقم ٢٧٦٤)

- اس پہ محققین شعیب الارنووط اور بشار العواد لکھتے ہیں۔

بل: ضعيفٌ، ضعّفه ابن أبي ذئب، ومالك بن أنس، ويحيى بن معين، وأبو حاتم وأبو زرعة الرازيان، والنسائي، والدارقطني، وما علمنا أحدًا ذكره في الثقات سوى ابن حبان، بل خبر ابن عدي أحاديثه، وقال: "وفي عامة ما يرويه إنكار ... وهو إلى الضعف أقرب".

(تحرير تقريب التهذيب للحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني ٢/ ١١٠ رقم ٢٧٦٤)

یعنی: بلکہ یہ ضعیف ہے۔ ابن ابی ذئب، مالک بن انس، یحییٰ بن معین، ابو حاتم، ابو زرعہ الرازی، نسائی اور دارقطنی نے اس کو ضعیف کہا ہے اور ابن حبان کے علاوہ کسی کی توثیق پہ مطلع نہیں ہیں۔ بلکہ ابن عدی اس کے احادیث کے

بارے میں کہتے ہیں کہ عام طور پر یہ جو بیان کرے اس کا محدثین انکار کرتے ہیں۔۔۔
دوسری روایت میں شرحبیل بن سعد موجود ہے جس کے ضعف پر جمہور علماء کی تصریحات اختصار کے ساتھ نقل کردی گئی ہیں اور پھر شرحبیل بن سعد اس روایت کو بعض اہل مدینہ سے نقل کررہے ہیں، اس لیے اس مجہول بعض اہل مدینہ کی وجہ سے بھی یہ روایت ضعیف ہے۔ ابن جریر طبری نے واقدی کی سند سے ان پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرنے والا لکھا ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مطعون کرنے کا الزام:

حضرت جبلہ بن عمرو الساعدی پر الزام یہ بھی ہے وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں طعن و تشنیع کیا کرتے تھے۔

پہلی سند:

ابن جریر لکھتے ہیں۔

قال محمد بن عمر وحدَّثني محمد بن صالح عن عبيد الله بن رافع بن نقاخة عن عثمان بن الشَّريد قال مرّ عثمان علىٰ جَبلة بن عمرو الساعديّ وهو بفناء داره، ومعه جامعة فقال يا نعثل

یعنی: "جب سیدنا عثمان پر اعتراضات ہوئے ان اعتراض کرنے والوں میں حضرت جبلہ بھی تھے۔"

(تاريخ الطبري ٤/ ٣٦٥)

جواب:

ان حوالہ جات میں واقدی راوی متروک ہے۔ اس لیے مثالب صحابہ میں تو اس کی روایت کسی طور پر قابل قبول نہیں ہوتی۔ جیسے کہ علماء نے وضاحت کررکھی ہے۔ کتاب کے شروع میں تفصیل سے ایسے مجروح و متروک راویوں پر محدثین کرام کی تحقیق پیش کردی گئی ہے۔ واقدی کے بارے میں صرف حافظ ابن حجر عسقلانی کے قول پیش خدمت ہیں۔

واقدی کے بارے میں ابن حجر عسقلانی کا موقف:

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی مختلف تصانیف میں واقدی پر اپنی جرح کو واضح بیان کیا ہے۔

۱۔محمد بن عمر بن واقد الأسلمي الواقدي - متروك مع سعة علمه -(تقريب التهذيب رقم ٦١٧٥)

۲۔"ليس بمعتمد". "هدي الساري" (٤١٧)

۳۔"لا يحتج به". "فتح الباري" (٤/ ٧٣)

٤۔"لا يحتج به إذا انفرد فكيف إذا خالف؟!". "فتح الباري" (٨/ ٤٨)

٥۔"ضعيف". "المطالب العاليه" (٢/ ٦١)

٦- ضعيف "النكت" (٢/ ٦٦٦)

٧-ضعيف "فتح الباري "(٥/ ١٦٦)

٨-ضعيف "تلخيص الحبير "(٤/ ١٩١)

٩- "غير حجة". "تهذيب التهذيب" (٣/ ٦١٧)

١٠- "معروف بالضعف". "تلخيص الحبير" (٣/ ٢٧٨)

١١- "حسبك به في الضعف". "المهرة" (٦/ ١٣٤)

١٢- "ضعيف جدًا". "المطالب العاليه" (١/ ١٢٢)

١٣- "شديد الضعف إذا انفرد فكيف إذا خالف". "فتح الباري " (٨/ ١٥٧)

١٤- "على طريقة أهل المدينة في الإنحراف على أهل العراق". "هدي الساري"(٤٤٣)

١٥- "واه". "الدراية" (٢/ ١٢١)

١٦- "واه". "الإصابة" (٥/ ٥٦٥)

١٧- "ليس بحجة وقد تعصب مغلطاي للواقدي فنقل كلام من قواه ووثقه، وسكت عن ذكر من واتهمه وهم أكثر عددًا وأشد إتقانًا وأقوى معرفة به من الأولين، ومن جملة ما قواه به أن الشافعي روى عنه، وقد أسند البيهقي عن الشافعي: "أنه كذبه"، ولا يقال فكيف روى عنه؟! لأنا نقول: رواية العدل ليست بمجردها توثيقًا، فقد روى أبو حنيفة عن جابر الجعفي، وثبت عنه أنه قال: ما رأيت أكذب من "فتح الباري "(٩/ ٣

١٨- "لو قبلنا قوله في المغازي مع ضعفه فلا يرد به الأحاديث الصحيحة والله الموفق". تهذيب التهذيب "(٣/ ٦٢٦

١٩- "متروك". "فتح الباري " (٨/ ١٣٩)

٢٠- "متروك". "التلخيص الحبير" (١/ ٣٣٩)

٢١- "متروك". "المهرة" (١٧/ ٢٦٠)

٢٢- "متروك". "التغليق" (٢/ ٢٨٦)

٢٣- "متروك الحديث". "النكت" (٢/ ٧٢٢)

٢٤- "من الكذابين". "لسان الميزان" (٥/ ٧٠٧). ترجمة: ابن النديم.

٢٥- "كذاب". "الإصابة" (٢/ ٢٦٦).

٢٦- "ما كان يستحي من الكذب فسبحان من خذله حتى روى هذه الأشياء المتناقضة". "إتحاف المهرة" (٤/ ١٨٦)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی مختلف کتب میں تقریبا۲۶ مقامات پر اس کے متروک وضعیف ہونے کی تصریح ہے،

اور ہمارے مہربان اس سے فضائل سے درکنار مثالب صحابہ پر استدلال کررہے ہیں۔

محمد بن صالح کا تعین نہیں

مذکورہ روایت کے دوسرے راوی محمد بن صالح کا تعین اور توثیق بھی نہیں ہے۔

دوسری سند:

ابن جریر طبری لکھتے ہیں۔

حدثني محمد، قال: حدَّثني أبو بكر بن إسماعيل عن أبيه، عن عامر بن سعد، قال: كان أوّل من اجترأ على عثمان بالمنطق السيِّء جبَلة بن عمرو الساعديّ، مرّ به عثمان وهو جالس في نديّ قومه، وفي يد جبلة بن عمرو جامعة، فلما مرَّ عثمان سلَّم، فردّ القوم! ، فقال جبلة: لم تردون على رجل فعل كذا وكذا! قال: ثم أقبل على عثمان- (تاريخ الطبری٤/ ٣٦٥)

مفہوم:"جب سیدنا عثمان پر اعتراضات ہوئے ان اعتراض کرنے والوں میں حضرت جبلہ بھی تھے۔"

جواب:

تاریخ طبری کی دوسری سند میں بھی متعدّد علتیں موجود ہیں۔

۱) واقدی متروک

۲) ابوبکر بن اسماعیل کی توثیق ثابت نہیں

۳) عامر بن سعد کا اس فتنہ کے وقت ہونا ثابت بھی نہیں۔

اس لیے ایسی روایات سے کسی لاعلم شخص کو تو گمراہ کیا جاسکتا ہے مگر علمی میدان میں اس کے حجت ہرگز نہیں۔

الزامی جواب:

مخالفین کو صحابہ کرام پر طعن کرنے میں یہ نکتہ شاید ذہن سے خارج ہوجاتا ہے کہ جن صحابہ کرام کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ پر طعن و تشنیع اور انہیں شہید کرنے کا الزام تھا وہ تمام شخصیات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ یا ان کے ساتھ جنگ جمل یا جنگ صفین میں شامل تھے۔

❖ محدث ابن حبان لکھتے ہیں۔

جبلة بن عَمرو الأنصاريّ أخو أبي مَسْعُود الأنصاريّ كَانَ مَعَ علي بصفين-

یعنی جبلہ بن عمرو الانصاری جب کے بھائی حضرت ابو مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ اور یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم

کے ساتھ جنگ صفین میں تھے۔ (الثقات ۳/ ۵۸ رقم ۱۸۷)

بالفرض بالفرض اگر ان صحابہ کرام پر یہ الزام درست مان لیا جائے تو پھر یہ الزام تو صحیح ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھی تھے۔ اور اسی وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے قصاص کا مطالبہ کیا۔ پھر تو ان کا مطالبہ درست ثابت ہوتا ہے؟ اور جب ان بدری اور اولین صحابہ کرام پر یہ الزام بالفرض مان لیا جائے کہ انہوں نے خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تو ایسے لوگوں کو خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے لشکر میں ہی کیوں شامل فرمایا؟ یہ الزام تو پھر نعوذ باللہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ذات پر آتا۔ اس لیے ان الزامات کی کوئی حقیقت نہیں جیسا کہ ان کی مرویات کی استنادی حیثیت سے واضح ہوتا ہے۔

4۔ عبداللہ بن بدیل بن ورقاء خزاعیؓ پر اعتراض

یہ فتح مکہ سے پہلے اسلام لا چکے تھے۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

رَوَى الْبُخَارِيّ فِي "تاريخه" أنه ممن دخل على عُثْمان، فطعن عُثْمان فِي وَدَجِه، وعلا التنوخي عثمان بالسيف.

امام بخاری کے بقول یہ وہی ہیں جنہوں نے حضرت عثمانؓ کا گلا کاٹا تھا۔ (سير أعلام النبلاء ۲/ ۵۳۲)

جواب:

علامہ ذہبی نے جس روایت کی طرف اشارہ کیا اس کو امام بخاری نے تاریخ الاوسط میں کچھ اس سند سے نقل کیا ہے۔

حَدَّثَنَا محمد قال: حدثنا محمد بن أبي بكر المقدمي، قال: حَدَّثَنَا حصين بن نمير، قال: حدثنا جبير [1] قال: حدثني جهيم الفهري قال أنا شاهد الأمر كله قال عثمان ليقم أهل كل مصر كرهوا صاحبهم حتى أعزله عنهم وأستعمل الذي يحبون فقال أهل البصرة رضينا بعبد الله بن عامر فأقره وقال أهل الكوفة اعزل عنا سعيد بن العاص واستعمل أبا موسى ففعل وقال أهل الشام قد رضينا بمعاوية فأقره وقال أهل مصر اعزل عنا بن أبي سرح واستعمل علينا عمرو بن العاص ففعل فدخل علينا أبو عمرو بن بديل الخزاعي والبجوي أو التنوخي فطعنه أبو عمرو في ودجه وعلاه الآخر بالسيف فقتلاه فأخذهم معاوية فضرب أعناقهم.

(التاريخ الأوسط ۱/ ۵۷۲ رقم ۳۰۵)

[1] حصین بن نمیر کے شیوخ میں جبیر نہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ حصین بن عبدالرحمن ہے۔ امام بخاری نے تاریخ الکبیر ۲/ ۱۰۴ رقم ۲۰ حصین بن نمیر کے شیوخ میں حصین بن عبدالرحمن کو لکھا ہے۔ واضح ہوتا ہے کہ قلمی مخطوط میں ناسخ کی خطاء ہے۔

حصین بن عبدالرحمن کا حافظہ خراب

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

حصين بن عبد الرحمن السلمي أبو الهذيل الكوفي ثقة تغير حفظه في الآخر۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کے حوالہ سے یہ واضح ہوگیا کہ آخر میں اس کا حافظہ متغیر ہوگیا تھا۔

(تقريب التهذيب، رقم ۱۳۶۹)

اس کے حافظہ متغیر ہونے سے پہلے اور بعد کے راویوں کے بارے میں ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

"متفق على الاحتجاج به إلا أنه تغير في آخر عمره، وأخرج له البخاري من حديث شعبة والثوري وزائدة وأبي عوانة وأبي بكر بن عياش وأبي كدينة وحصين بن نمير وهشيم وخالد الواسطي وسليمان بن كثير العبدي وأبي زيد عبثر بن القاسم وعبد العزيز العمي وعبد العزيز بن مسلم ومحمد بن فضيل عنه.

فأما شعبة والثوري وزائدة وهشيم وخالد فسمعوا منه قبل تغيره، وأما حصين بن نمير فلم يخرج له البخاري من حديثه عنه سوى حديث واحد، وأما محمد بن فضيل ومن ذكر معه فأخرج من حديثهم ما توبعوا عليه".

یعنی اس سے احتجاج کرنے پر اتفاق ہے مگر یہ کہ اس کا حافظہ آخری عمر میں خراب ہوگیا تھا، اس کی حدیث امام بخاری نے شعبہ، ثوری، زائدہ، ابو عوانہ، ابو بکر عیاش اور ابن کدینہ، حصین بن نمر، ھشیم، خالد الواسطی، سلیمان بن کثیر، ابی زید عبثر بن القاسم، عبدالعزیز العمی اور عبدالعزیز بن مسلم اور محمد بن فضیل سے بیان کی۔

مگر شعبہ، ثوری، زائدہ، ھشیم، خالد سے اس سے حافظہ خراب ہونے سے پہلے سنا، اور حصین بن نمیر سے سوائے ایک حدیث کے علاوہ کوئی روایت اس کے واسطہ سے نہیں اور محمد بن فضیل اور اس کے ساتھ دیگر کے ساتھ حدیث کا اخراج کیا جس کی متابعت تھی۔ (هدي الساري ۳۹۸)

اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ حصین بن عبدالرحمن سے روایت کرنے والا حصین بن نمیر قدیم السماع شاگرد نہیں بلکہ اس سے حافظہ خراب ہونے کے بعد کا راوی ہے اور صحیح بخاری میں جو حصین بن عبدالرحمن سے حصین بن نمیر سے روایت لی، اس کی متابعت موجود ہے۔ اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ روایت حصین بن عبدالرحمن کے حافظہ خراب ہونے اور جھیم الفہری کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

الزامی جواب:

ناصبیین کو صحابہ کرام پر طعن کرنے میں یہ نکتہ شاید ذہن سے خارج ہو جاتا ہے کہ جن صحابہ کرام کو حضرت عثمان غنی رضی

اللہ پر طعن و تشنیع اور انہیں شہید کرنے کا الزام تھا وہ تمام شخصیات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ یا ان کے ہمراہ جنگ جمل یا جنگ صفین میں شامل تھے۔

حضرت عبداللہ بن بدیل رضی اللہ عنہ کا جنگ صفین میں شرکت

محدث ابن حبان لکھتے ہیں۔

عبد الله بن بديل بن ورقاء الخزاعي يروي عن جماعه من أصحاب رسول الله صلى الله عليه و سلم قتل يوم صفين في أصحاب علي بن أبي طالب۔

یعنی عبداللہ بن بدیل بن ورقاء۔۔۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ جنگ صفین میں تھے۔

(الثقات –ابن حبان ۵/ ۱۲ رقم ۳۵۹۰)

بالفرض بالفرض اگر ان صحابہ کرام پر یہ الزام درست مان لیا جائے تو پھر یہ الزام تو صحیح ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ تھے۔ اور اسی وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے قصاص کا مطالبہ بھی کیا۔ پھر تو ان کا مطالبہ درست ثابت ہوتا ہے؟ اور جب ان بدری اور اولین صحابہ کرام پر یہ الزام بالفرض مان لیا جائے کہ انہوں نے خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تو ایسے لوگوں کو خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے لشکر میں ہی کیوں شامل فرمایا؟ یہ الزام تو پھر نعوذ باللہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذات گرامی پر آتا ہے۔ اس لیے ان الزامات کی کوئی حقیقت نہیں جیسا کہ ان کی مرویات کی استنادی حیثیت سے واضح ہوتا ہے۔

۵۔ محمد بن ابو بکرؓ پر اعتراض

یہ حجۃ الوداع کے سال میں پیدا ہوئے۔

علامہ ذہبی نقل کرتے ہیں۔

وَقَالَ الْوَاقِدِيُّ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدٍ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ أَبِي بَكْرٍ تَسَوَّرَ مِنْ دَارِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَلَى عُثْمَانَ، وَمَعَهُ كِنَانَةُ بْنُ بِشْرٍ، وَسُودَانُ، وَعَمْرُو بْنُ الْحَمِقِ، فَوَجَدُوهُ عِنْدَ نَائِلَةَ يَقْرَأُ فِي الْمُصْحَفِ، فَتَقَدَّمَهُمْ مُحَمَّدٌ، فَأَخَذَ بِلِحْيَتِهِ وَقَالَ: يَا نَعْثَلُ قَدْ أَخْزَاكَ اللَّهُ، فَقَالَ: لَسْتُ بِنَعْثَلٍ، وَلَكِنِّي عَبْدُ اللَّهِ، وَأَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ،

مفہوم: محمد بن ابی بکر نے نے حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کیا اور ان کی داڑھی کو پکڑ کر کہا: اے یہودی! خدا تمہیں ذلیل و رسوا کرے۔۔۔ (تاریخ الإسلام ۲/ ۲۴۲، تاریخ طبری ٤/ ۳۹۳-٤٩٤)

جواب:
محمد بن ابی بکر حجۃ الوداع کے سفر میں پیدا ہوئے، اس لیے ان کا صحابی ہونے پر علماء مختلف نظریہ رکھتے ہیں۔ پیش کردہ روایت کے راوی پر اعتماد نہیں ہو سکتا۔

واقدی پر تو علماء محققین متروک ہونے کے قائل ہیں، اور پھر یہ روایت مشاجرات صحابہ کے بارے میں ہے اس لیے واقدی کی روایت صحابہ کرام کے خلاف قابل قبول ہرگز نہیں ہوتی۔

عبدالرحمن بن عبدالعزیز کا ضعف

اور اس کے دوسرے راوی عبدالرحمن بن عبدالعزیز کو حافظ ابن حجر عسقلانی ضعیف قرار دیتے ہیں۔

(فتح الباری ۳/ ۲۱۰، ھدي الساری ۳۵۶)

محمد بن ابی بکر کا شہادت عثمان سے برات

قال أسد بن موسى: حدثنا محمد بن طلحة قال: نا كنانة مولى صفية بنت حيي، وكان شهد يوم الدار، أنه لم يند محمد بن أبي بكر، من دم عثمان بشيء. قال محمد بن طلحة: فقلت لكنانة: فلم قيل إنه قتله؟ قال: معاذ الله أن يكون قتله إنما دخل عليه فقال له عثمان: يا ابن أخي لست بصاحبي، وكلمه بكلام فخرج ولم يند من دمه بشيء، فقلت لكنانة: فمن قتله؟ قال رجل من أهل مصر يقال له: جبلة بن الأيهم۔

مفہوم: کنانہ مولی صفیہ سے محمد بن طلحہ نے پوچھا: کیا محمد بن ابی بکر نے اپنے خون میں سے کچھ خون بہایا۔ یعنی عثمان کو۔ اور اس نے کہا: خدا نہ کرے وہ اس پر داخل ہوا، اور عثمان نے اس سے کہا: بھتیجے، تم میرے دوست نہیں ہو؟ اور محمد بن ابی بکر نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے باتیں کیں اور وہ باہر چلا گیا اور اس کا کوئی خون نہ بہایا۔

(الاستیعاب لابن عبد البر ۳/ ۳۴۹ اسنادہ حسن)

❖ حضرت محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ پہ الزام کے برعکس مورخ خلیفہ بن خیاط نے صحیح سند سے نقل کیا ہے۔

حدثنا المعتمر عن أبيه الحسن: أن ابن أبي بكر أخذ بلحيته فقال عثمان: لقد أخذت مني مأخذا أو قعدت مني مقعدا ما كان أبوك ليقعده، فخرج وتركه.

جب محمد بن ابی بکر نے داڑھی پکڑی تو عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے مجھ سے جگہ لی یا تم نے مجھ سے ایسی جگہ لی کہ تمہارے والد نہ لیتے ہوں گے، چنانچہ وہ باہر نکلے اور اسے چھوڑ دیا۔ (تاریخ خلیفة/ ۱۷۴، الطبري ٤/ ۳۸۳)

حضرت عثمان کی شہادت میں مہاجرین اور انصار شامل نہ تھے۔

خلیفہ بن خیاط نے سند صحیح سے امام حسن بصری کا قول نقل کیا ہے۔

حدثنا عبد الأعلى بن هيثم قال = حدثني أبي قال: قلت للحسن: أكان فيمن قتل عثمان أحد من المهاجرين والأنصار؟ قال: لا كانوا أعلاجا من أهل مصر

مفہوم: امام حسن بصری سے پوچھا گیا کہ کیا حضرت عثمان کو قتل کرنے والے مہاجرین اور انصار میں سے تھا؟ امام حسن بصری نے کہا: نہیں۔۔۔ (تأريخ خليفة/ ١٧٦)

ان نکات سے واضح ہوا کہ شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں کوئی صحابی مہاجرین اور انصار میں سے نہ تھا۔

الزامی جواب: جنگ جمل اور جنگ صفین میں شرکت

مخالفین کو صحابہ کرام پر طعن کرنے میں یہ نکتہ شاید ذہن سے خارج ہو جاتا ہے کہ جن صحابہ کرام کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ پر طعن و تشنیع اور انہیں شہید کرنے کا الزام تھا وہ تمام شخصیات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ یا ان کے ساتھ جنگ جمل یا جنگ صفین میں شامل تھے۔

- حافظ ابن عبد البر اپنی کتاب الاستیعاب میں محمد بن ابی بکر الصدیق کے بارے میں لکھتے ہیں۔

يَوْمَ الْجَمَلِ، وَشَهِدَ مَعَهُ صِفِّينَ۔

یعنی حضرت محمد بن ابی بکر جمل کے دن اور صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ شریک تھے۔

(الاستيعاب فى معرفة الأصحاب ٣/ ١٣٦٦)

بالفرض بالفرض بالفرض اگر ان صحابہ کرام پر یہ الزام درست مان لیا جائے تو پھر یہ الزام تو صحیح ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ تھے۔ اور اسی وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے قصاص کا مطالبہ بھی کیا۔ پھر تو ان کا مطالبہ درست ثابت ہوتا ہے؟ اور جب ان بدری اور اولین صحابہ کرام پر یہ الزام بالفرض مان لیا جائے کہ انہوں نے خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تو ایسے لوگوں کو خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے لشکر میں ہی کیوں شامل فرمایا؟ یہ الزام تو پھر نعوذ باللہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذات گرامی پر آتا ہے۔ اس لیے ان الزامات کی کوئی حقیقت نہیں جیسا کہ ان کی مرویات کی استنادی حیثیت سے واضح ہوتا ہے۔

۶: حضرت عمرو بن حمق پر اعتراض

یہ بھی صحابی رسول تھے جنہوں نے امام مزی کے بقول حجۃ الوداع کے موقع پر محمد رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی تھی۔

اعتراض اول: فتنہ کے سر دار

ابن سعد نقل کرتے ہیں۔

"أخبرنا محمد بن عمر حدثني إبراهيم بن جعفر عن أم الربيع بنت عبد الرحمن بن محمد بن مسلمة، عن أبيها قال: وحدثني يحيى بن عبد العزيز عن جعفر بن محمود عن محمد بن مسلمة قال: وحدثني ابن جريج داود بن عبد الرحمن العطار، عن عمرو بن دينار عن جابر بن عبد الله، أن المصريين لما أقبلوا من مصر يريدون عثمان، ونزلوا بذي خشب دعا عثمان محمد بن مسلمة فقال: اذهب إليهم فارددهم عني، وأعطهم الرضى، وأخبرهم أني فاعل بالأمور التي طلبوا، ونازع عن كذا من الأمور التي تكلموا فيها. فركب محمد بن مسلمة إليهم إلى ذي خشب. قال جابر: وأرسل معه عثمان خمسين راكباً من الأنصار أنا فيهم. وكان رؤساؤهم أربعة: عبد الرحمن بن عديس البلوي، وسودان بن حمران المرادي، وابن البياع، وعمرو بن الحمق الخزاعي، لقد كان الاسم غلب حتى يقال: جيش عمرو بن الحمق.—

مفہوم:۔۔۔اور ان کے سربراہ چار تھے، جن میں عبدالرحمن بن عدیس البلوی، سودان بن حمران المرادی، ابن البیاع اور عمرو بن الحمق الخزاعی۔۔۔(الطبقات ۳/ ٦٤)

جواب:

ابن سعد نے اس روایت کو تین طرق سے نقل کیا ہے مگر ان تمام طرق میں محمد بن عمر الواقدی ہے۔ جس کے متروک اور ضعیف ہونے میں کس طرح کا شک وشبہ نہیں۔ اور اگر تاریخی حیثیت کو تسلیم کریں تو کسی صحابہ پر طعن و تشنیع اور مثالب کے باب میں بھی واقدی کی روایت ہر گز حجت نہیں۔ اس لیے ایسی مردود مرویات سے لوگوں کو بے وقوف نہ بنایا جائے۔

اعتراض دوم: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر وار کرنے والے

علامہ ذہبی نقل کرتے ہیں۔

وقال الواقدي: حدثني عبد الرحمن بن عبد العزيز،—قال عبد الرحمن بن عبد العزيز: فسمعت ابن أبي عون يقول: ضرب كنانة بن بشر جبينه بعمود حديد، وضربه سودان المرادي فقتله، ووثب عليه عمرو بن الحمق، وبه رمق، وطعنه تسع طعنات، وقال: ثلاث لله، وست لما في نفسي عليه.

حضرت عمرو بن حمق نے حضرت عثمانؓ پر خنجر کے پے در پے نو وار کرتے ہوئے کہا: تین خنجر خدا کے لئے مار رہا ہوں اور چھ اس نیت کے بارے میں جو تیرے بارے میں میرے دل میں ہے!۔(سیر اعلام النبلاء ۲/ ٤٨٤)

• اس متن کو ابن سعد نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔

قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، ـــقال عبد الرحمن بن عبد العزيز: فسمعت ابن أبي عون يقول: ضرب كنانة بن بشر جبينه بعمود حديد، وضربه سودان المرادي فقتله، ووثب عليه عمرو بن الحمق، وبه رمق، وطعنه تسع طعنات، وقال: ثلاث لله، وست لما في نفسي عليه. (الطبقات الكبرى ۳/ ۷٤)

مفہوم: حضرت عمرو بن حمق نے حضرت عثمانؓ پر خنجر کے پے در پے نو وار کرتے ہوئے کہا: تین خنجر خدا کے لئے مار رہا ہوں اور چھ اس چیز کے بارے میں جو تیرے بارے میں میرے دل میں ہے۔

• اسی روایت کو واقدی کی سند سے مورخ ابن جریر طبری نے تاریخ طبری جلد ۴ ص ۳۹۴ پر بھی نقل کیا ہے۔

اسی متن کو ابن شبہ نے اپنی کتاب میں بھی سند سے نقل کیا ہے۔

حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، عَنْ عِيسَى بْنِ يَزِيدَ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ قَالَ: دَخَلَ عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ بِشَرْيَانَ كَانَ مَعَهُ فَضَرَبَهُ فِي حَشَائِهِ حَتَّى وَقَعَتْ فِي أَوْدَاجِهِ فَخَرَّ، وَضَرَبَ كِنَانَةُ بْنُ بِشْرٍ جَبْهَتَهُ بِعَمُودٍ، وَضَرَبَهُ أَسْوَدَانُ بْنُ حُمْرَانَ بِالسَّيْفِ، وَقَعَدَ عَمْرُو بْنُ الْحَمِقِ عَلَى صَدْرِهِ فَطَعَنَهُ تِسْعَ طَعَنَاتٍ. وَقَالَ: عَلِمْتُ أَنَّهُ مَاتَ فِي الثَّانِيَةِ فَطَعَنْتُهُ سِتًّا لِمَا كَانَ فِي قَلْبِي عَلَيْهِ

مفہوم: حضرت عمرو بن حمق نے حضرت عثمانؓ پر خنجر کے پے در پے نو وار کرتے ہوئے کہا: تین خنجر خدا کے لئے مار رہا ہوں اور چھ اس چیز کے بارے میں جو تیرے بارے میں میرے دل میں ہے۔

(تاريخ المدينة لابن شبة ٤/ ١٢٣٢)

جواب:

گذارش ہے کہ مذکورہ اعتراض کی کوئی سند صحیح اور قابل قبول نہیں۔

طبقات ابن سعد کی سند ضعیف و متروک

روایت کی مکمل سند ابن سعد نے اپنی کتاب طبقات ابن سعد ۳/ ۴۷ پر واقدی کی سند سے نقل کیا ہے۔ اس لیے اس پر چند نکات پیش خدمت ہیں۔

اول: واقدی متروک راوی ہے اور مثالب صحابہ میں اس کی روایت ہرگز قابل قبول نہیں ہوتی ہے۔ صحابہ کرام کے خلاف مثالب بیان کرنے میں جری ہے۔

دوم: اور اس کے دوسرے راوی عبد الرحمن بن عبد العزیز کو حافظ ابن حجر عسقلانی ضعیف قرار دیتے ہیں۔

(فتح الباری ۳/ ۲۱۰، هدي الساري رقم ۳۵۶)

تاریخ ابن شبہ کی روایت متروک وضعیف

سوم دوسری سند تاریخ ابن شبہ کی روایت میں ابن شبہ کے شیخ علی کا تعین نہیں ہے، قطع نظر اس کے تعین کہ اس کی سند میں عیسیٰ بن یزید المدنی راوی ماہر انساب ہونے کے باوجود بھی متروک ومنکر الحدیث راوی ہے۔

ملاحظہ کیجئے لسان المیزان ٤/ ٤٠٨ رقم ١٢٥٠

اس تحقیق سے ایسی روایات کا ضعف اور ناقابل حجت ثابت ہوتا ہے۔

الزامی جواب: جنگ صفین میں شرکت

مخالفین کو صحابہ کرام پر طعن کرنے میں یہ نکتہ شاید ذہن سے خارج ہوجاتا ہے کہ جن صحابہ کرام کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ پر طعن وتشنیع اور انہیں شہید کرنے کا الزام تھا وہ تمام شخصیات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ یا ان کے ساتھ جنگ جمل یا جگ صفین میں شامل تھے۔

حافظ ابن عبدالبر اپنی کتاب الاستعیاب میں لکھتے ہیں۔

يَوْمَ الْجَمَلِ، وَشَهِدَ مَعَهُ صِفِّينَ۔

یعنی حضرت محمد بن ابی بکر جمل کے دن اور صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ شریک تھے۔

(الاستیعاب فی معرفة الأصحاب ٣/ ١٣٦٦)

بالفرض بالفرض اگر ان صحابہ کرام پر یہ الزام درست مان لیا جائے تو پھر یہ الزام توصحیح ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ تھے۔ اور اسی وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے قصاص کا مطالبہ بھی کیا۔ پھر تو ان کا مطالبہ درست ثابت ہوتا ہے؟ اور جب ان بدری اور اولین صحابہ کرام پر یہ الزام بالفرض مان لیا جائے کہ انہوں نے خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تو ایسے لوگوں کو خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے لشکر میں ہی کیوں شامل فرمایا؟ یہ الزام تو پھر نعوذ باللہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ذات گرامی پر آتا ہے۔ اس لیے ان الزامات کی کوئی حقیقت نہیں جیسا کہ ان کی مرویات کی استنادی حیثیت سے واضح ہوتا ہے۔

اہم نکتہ:

مزید یہ کہ مخالفین حضرت عمرو بن الحمق کو ایک مقام پر قاتلین عثمان میں شامل کرتے ہوئے نہیں تھکتے وہ اس لیے کہ وصف صحابیت اور مقام صحابیت کی شان میں آیات ومرویات کے خلاف جو لکھنا ہوتا ہے۔ جب صحابی کی شان اور مقام پر کوئی آیت یا روایت ہو تو پھر ان کو غلط ثابت کرنے کے لیے حضرت عمرو بن الحمق جیسے صحابہ کرام کا نام پیش کیا جاتا ہے کہ دیکھیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والوں میں ایک صحابی شامل ہیں، اور اس حوالہ سے مقصد ان کا ایک صحابی کے کردار

اور عمل کو داغدار ہونا معاذ اللہ ثابت کرنا ان مخالفین کا مقصد ہوتا ہے مگر جب حضرت عمرو بن الحمق کو کسی واقعہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے قتل کرنے کا حوالہ آجائے تو پھر مخالفین حضرت عمرو بن الحمق رضی اللہ عنہ کے فضائل اور شان و مرتبت بیان کرتے ہوئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع کرنا شروع کر دیتے ہیں حالانکہ اس مقام پر یہ خود بھول جاتے ہیں کہ مقام صحابیت کو داغدار ثابت کرنے کے لیے حضرت عمرو بن الحمق کا غیر ثابت شدہ عمل کو عوام کے سامنے پیش کر چکے ہیں اور خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ پر ظلم کرنے والے اور شہید کرنے کے الزام میں ان کی کردار کشی کر چکے ہیں اب ان سے یہ کوئی پوچھے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ پر ظلم اور شہید کرنے والوں کے کردار میں تم صحابہ کرام کا نام لوگوں کو دکھاتے ہو اور ان ظلم اور بربریت کے غیر ثابت شدہ اقوال کو مقام و شان صحابیت کے منافی گردانتے ہوئے صحابہ کرام پر طعن کرتے ہو کہ ایسا صحابہ کیسے جنتی یا مغفور ہو سکتا ہے جو خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے میں شامل ہو مگر دوسرے ہی مقام پر اپنی شاطرانہ چال سے حضرت عمرو بن الحمق رضی اللہ عنہ کی شان و مرتبت بیان کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرتے ہو۔ ایسی حرکتوں سے اللہ محفوظ رکھے۔

❖ حافظ ابن عبد البر اپنی کتاب الاستیعاب میں حضرت عمرو بن الحمق کے بارے میں لکھتے ہیں۔

ثُمَّ صار من شيعة علي رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، وشهد معه مشاهده كلها: الجمل، والنهروان، وصفين، وأعان حجر بن عدي۔

مفہوم: پھر وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیروکاروں میں سے ہو گئے، اور اس کے ساتھ ان کے تمام حالات کا مشاہدہ کیا یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ تھے جیسے کہ جنگ الجمل، جنگ النہروان، جنگ صفین، اور پھر یہ حجر بن عدی کے ساتھیوں اور مددگاروں میں ہوئے۔ (الاستيعاب في معرفة الأصحاب ٣/ ١١٧٣)

۷۔ عبد الرحمن بن عدیس رضی اللہ عنہ پر الزامات

حضرت عبد الرحمن بن عدیس پر چند اعتراضات کیے گئے ہیں ان میں تحقیق پیش خدمت ہے۔

اعتراض، باغیوں کے سرغنہ

حضرت عبد الرحمن بن عدیس رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ اعتراض کیا گیا کہ وہ باغی لوگوں کے سردار تھے۔ اس بارے میں روایات نقل کی گئی ہیں کہ

كان الأمير على الجيش الذي قدم من مصر الذين حاصروه وقتلوه. ولم يقل أحد أنه كان هو قاتل عثمان۔

یعنی: یہ مصر ان کے ان لوگوں کے سردار تھے جنہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔

الاستیعاب ۱۴۴۵ والجرح والتعدیل۲۴۸/۵ تاريخ الاسلام۳/ ۳۱۹ الاعلام ۳:۳۱۶ تبصیر المنتبه۳/ ۱۰۰۲۹ بقي بن مخلد۹۱۶ المعرفة والتاريخ۳/ المصنف لابن أبي شيبة : ۷/ ۴۹۲ ، إكمال لابن ماكولا : ۶/ ۱۵۰ ، الإصابة لابن حجر : ۴/ ۲۸۱ .۳۵۸، المعرفة والتاريخ ۲/ ۴۸۸- كشف الأستار في زوائد البزار ۳/ ۱۷۷ -۱۷۸)

جواب:

حضرت عبدالرحمن بن عدیس رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسی جتنی بھی مرویات ہیں کہ انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کیا۔ان مرویات میں چند علتیں واضح موجود ہیں، جس پر ان کے ضعف اور ناقابل استدلال ثابت ہوتی ہیں۔

پہلی روایت کی تحقیق:

محدث ابن سعد لکھتے ہیں۔

"أخبرنا محمد بن عمر قال: أخبرنا عبد الرحمن بن أبي الزناد عن أبي جعفر القارئ مولى ابن عباس المخزومي، قال: كان المصريون الذين حصروا عثمان ستمائة، رأسهم عبد الرحمن بن عديس البلوي، وكنانة بن بشر بن عتاب الكندي، وعمرو بن الحمق الخزاعي، والذين قدموا من الكوفة مائتين رأسهم مالك الأشتر النخعي، والذين قدموا من البصرة مائة رجل رأسهم حكيم بن جبلة العبدي، وكانوا يداً واحدة في الشر، وكان حثالة من الناس قد ضووا إليهم، قد مزجت عهودهم وأماناتهم، مفتونون، وكان أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم الذين خذلوه كرهوا الفتنة، وظنوا أن الأمر لا يبلغ قتله، فندموا على ما صنعوا في أمره، ولعمري لو قاموا أو قام بعضهم، فحثا في وجوههم التراب؛ لانصرفوا خاسرين۔

(الطبقات ابن سعد۳/ ۷۱)

جواب:

ابن سعد،الطبقات الکبری، ج ۳ص ۷۱ - ۷۲ ،والبلاذري، أنساب الأشراف، ج ۲ص ۲۹۶ ،وابن عساکر، تاریخ مدینہ دمشق، ج ۳۹ص ۳۰۲کی روایت میں محمد بن عمر الواقدی متروک وضعیف راوی ہے۔

ابوجعفر یزید بن القعقاع کا ارسال

اس کو بیان کرنے والا راوی ابوجعفر یزید بن القعقاع القاری نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔

دوسری روایت کی تحقیق

محدث ابن سعد لکھتے ہیں۔

"أخبرنا محمد بن عمر حدثني إبراهيم بن جعفر عن أم الربيع بنت عبد الرحمن بن محمد بن مسلمة، عن أبيها قال: وحدثني يحيى بن عبد العزيز عن جعفر بن محمود عن محمد بن مسلمة قال: وحدثني ابن جريج وداود بن عبد الرحمن العطار، عن عمرو بن دينار عن جابربن عبد الله، أن المصريين لما أقبلوا من مصر يريدون عثمان، ونزلوا بذي خشب دعا عثمان محمد بن مسلمة فقال: اذهب إليهم فارددهم عني، وأعطهم الرضى، وأخبرهم أني فاعل بالأمور التي طلبوا، ونازع عن كذا من الأمور التي تكلموا فيها. فركب محمد بن مسلمة إليهم إلى ذي خشب. قال جابر: وأرسل معه عثمان خمسين راكباً من الأنصار أنا فيهم.وكان رؤساؤهم أربعة: عبد الرحمن بن عديس البلوي، وسودان بن حمران المرادي، وابن البياع، وعمرو بن الحمق الخزاعي، لقد كان الاسم غلب حتى يقال: جيش عمرو بن الحمق. (الطبقات ٣/ ٦٤)

جواب:

ابن سعد، الطبقات الکبری، ج۳ص ۶۴-۶۵، تاریخ مدینہ دمشق، ج۹۳ص ۳۲۲پر جو روایت نقل کی ہے وہ ضعیف ہے۔

واقدی متروک راوی

اول: اس میں بھی محمد بن عمر الواقدی، متراوک راوی ہے۔

ام الربیع بنت عبد الرحمن کی توثیق واضح نہیں

دوم: ام الربیع بنت عبد الرحمن بن محمد بن مسلمہ کی توثیق ثابت کیجئے۔

یحیی بن عبد العزیز بن سعید کی توثیق درکار ہونا

سوم: یحیی بن عبد العزیز بن سعید کی توثیق ثابت کیجئے۔

تیسری روایت کی تحقیق

مورخ طبری روایت نقل کرتے ہیں۔

قال محمد بن عمر: وحدثني شرحبيل بن أبي عون، عن يزيد بن أبي حبيب عن أبي الخير قال: لما خرج المصريون إلى عثمان رضي الله عنه، بعث عبد الله بن سعد رسولاً أسرع السير، يعلم عثمان بمخرجهم. ويخبره أنهم يظهرون أنهم يريدوه العمرة. فقدم الرسول على عثمان بن عفان يخبرهم، فتكلم عثمان، ويعث إلى أهل مكة يحذر من هناك هؤلاء المصريين، ويخبرهم أنهم قد طعنوا على إمامهم. ثم إن عبد الله ابن سعد خرج إلى عثمان في آثار المصريين - وقد كان كتب إليه يستأذنه في القدوم عليه، فأذن له - فقدم ابن سعد، حتى إذا كان بأيلة بلغه أن المصريين قد رجعوا إلى عثمان، وأنهم قد حصروه، ومحمد بن أبي حذيفة بمصر، فلما بلغ محمداً حصر عثمان وخروج عبد الله- (تاريخ الأمم والملوك، ج ٦ ص ٦٦٨)

جواب:

طبری نے تاریخ الامم والملوک، ج۶ص ۶۶۸ میں جوسند نقل کی ہے اس میں محمد بن عمر بن الواقدی متروک راوی ہے۔ اور شرحبیل بن ابی عون کی توثیق بھی ثابت کیجئے۔

چوتھی روایت کی تحقیق

مورخ بلاذری روایت نقل کرتے ہیں۔

وَحدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الْوَاقِدِيِّ عَنْ (عَبْد الله) بْن أَبِي سَبْرَةَ عَنْ عَبْد المجيد بْن سهيل قَالَ، قَالَ سَعْد بْن أَبِي وقاص حِينَ رأى الأشتر وحَكيم بْن جهلة وعَبْد الرَّحْمَنِ بْن عديس: إن أمرا هؤُلاءِ أمراؤه لأمر سوء. (أنساب الأشراف، ج ٢ ص ٢٩٦، نسخه ٥/ ٥٩٠)

جواب:

البلاذری نے، انساب الاشراف، ج ۲ ص ۲۹۶ ،دوسرا نسخہ ۵/۵۹۰ پر جوروایت نقل کی ہے، اس میں محمد بن عمر الواقدی متروک ضعیف راوی موجود ہے۔

پانچویں روایت کی تحقیق

مورخ طبری روایت بیان کرتے ہیں۔

قال محمد: وحدثني إبراهيم بن سالم عن أبيه عن بُسر ابن سعيد، قال: وحدثني عبد الله بن عياش بن أبي ربيعة، قال: دخلت على عثمان رضي الله عنه فتحدثت عنده ساعة-

(تاريخ الأمم والملوك، ج ٦ ص ٦٦٨)

جواب:

الطبري نے تاریخ الامم والملوک، ج۶ ص ۶۶۸ پر جو روایت نقل کی ہے اس میں محمد بن عمر الواقدی متروک وضعیف موجود ہے۔

چھٹی روایت کی تحقیق

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي سَبْرَةَ، عَنْ عَبْدِ الْمَجِيدِ بْنِ سُهَيْلٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَبِي عَامِرٍ قَالَ: خَرَجَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ حَتَّى دَخَلَ عَلَى عُثْمَانَ، رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ، وَهُوَ مَحْصُورٌ، ثُمَّ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهِ فَرَأَى عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عُدَيْسٍ وَمَالِكًا الْأَشْتَرَ وَحَكِيمَ بْنَ جَبَلَةَ فَصَفَقَ بِيَدَيْهِ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى، ثُمَّ اسْتَرْجَعَ، ثُمَّ أَظْهَرَ الْكَلَامَ فَقَالَ: «وَاللهِ، إِنَّ أَمْرًا هَؤُلَاءِ رُؤَسَاؤُهُ لَأَمْرُ سُوءٍ»۔ (الطبقات الکبری، ج ۳ ص ۷۲، تاریخ دمشق ج ۳۹ ص ۳۹۹)

جواب:

ابن سعد، نے الطبقات الکبری، ج ۳ ص ۷۲، وابن عساکر، نے تاریخ دمشق ج ۳۹ ص ۳۹۹ پر جو روایت نقل کی ہے اس میں محمد بن عمر الواقدی متروک وضعیف راوی موجود ہے۔

ساتویں روایت کی تحقیق

حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ لَهِيعَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ عَمْرٍو الْمُعَافِرِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا ثَوْرٍ الْفَهْمِيَّ يَقُولُ: قَدِمَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عُدَيْسٍ الْبَلَوِيُّ وَكَانَ مِمَّنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ ذَكَرَ عُثْمَانَ فَقَالَ أَبُو ثَوْرٍ: فَدَخَلْتُ عَلَى عُثْمَانَ وَهُوَ مَحْصُورٌ، فَقُلْتُ: إِنَّ فُلَانًا ذَكَرَ كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ عُثْمَانُ: وَمِنْ أَيْنَ وَقَدِ اخْتَبَأْتُ عِنْدَ اللهِ عَشْرًا۔

جواب:

ابن ابی شیبہ نے المصنف، ج۶ ص ۳۶۴، ج ۷ ص ۱۴ و ۳۳۸، ابن شبہ نے تاریخ المدینہ، ج ۴ ص ۱۱۵۶ و ۱۲۱۸، وابن ابی عاصم نے السنۃ، ج ۲ ص ۲۷۴، ج ۳ ص ۳۱۱، ج ۵ ص ۴۷، والبزار نے البحر الزخار، ج ۱ ص ۲۹۵، وابو نعیم نے معجم الصحابہ، ج ۳ ص ۱۹۲، وابن عساکر نے تاریخ مدینہ دمشق، ج ۳۵ ص ۱۱۳، ج ۳۹ ص ۳۲۳، والذہبی نے تلخیص الموضوعات، ص ۵۵، والسیوطی نے اللآلي المصنوعة في الأحاديث الموضوعة، ج ۱ ص ۴۰۶ نے جو روایت نقل کی ہیں۔ ان سب روایات میں ابن لہیعہ راوی ہے جو کہ سخت ضعیف اور شیعہ راوی ہے، اس کی روایت قابل قبول نہیں۔

آٹھویں روایت کی تحقیق

طبری لکھتے ہیں۔

حدثني أحمد بن عثمان بن حكيم قال: حدثنا عبد الرحمن بن شريك، قال: حدثني أبي عن محمد بن إسحاق عن يعقوب بن عتبة بن الأخنس، عن ابن الحارث بن أبي بكر، عن أبيه أبي بكر بن الحارث بن هشام قال: كأني أنظر إلى عبد الرحمن بن عديس البلوي وهو مسند ظهره إلى مسجد النبي صلى الله عليه وسلم وعثمان بن عفان رضي الله عنه محصور، فخرج مروان بن الحكم، فقال: من يبارز؟ فقال عبد الرحمن بن عديس لفلان بن عروة:—

جواب:

طبری نے تاریخ الامم والملوک، ج ۲ ص ۶۷۰ پر جو سند نقل کی ہے وہ ضعیف ہے۔

اول اس میں محمد بن اسحاق مدلس راوی ہے اور عنعنہ سے روایت کر رہا ہے اور محدثین نے اس کے عنعنہ اور تشیع کی وجہ سے اس کی روایات پر جرح کی ہوئی ہے جس کی تفصیل کتاب کے ابتدائیہ میں موجود ہے۔

دوم ابن الحارث بن ابی بکر بن عبدالرحمن کی توثیق بھی ثابت کرنی ہے۔

نویں روایت کی تحقیق

وَبَلَغَنِي عَنْ أَبِي حَامِدِ بْنِ الشَّرْقِيِّ أَنَّهُ قَالَ: حَدَّثُونَا أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ الْبَلَوِيَّ هَذَا خَطَبَ حِينَ حُصِرَ عُثْمَانُ فَقَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: عُثْمَانُ أَضَلُّ عَيْبَةٍ بِفَلَاةٍ عَلَيْهَا قُفْلٌ ضَلَّ مِفْتَاحُهَا فَبَلَغَ ذَلِكَ عُثْمَانُ فَقَالَ: كَذَبَ الْبَلَوِيُّ مَا سَمِعَهَا مِنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَلَا سَمِعَهَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

جواب:

بیہقی نے دلائل النبوۃ، ج ۷ ص ۲۲۸ میں جو عبارت نقل کی ہے اس میں انہوں نے ابن حامد الشرقی تک سند نقل نہیں کی اس لیے اس کی سند بھی قابل قبول نہیں۔

اول منسوب محمد بن عمر واقدی کی سند سے ہیں۔

دوم ان تمام حوالہ جات میں بنیادی راوی عبداللہ بن لہیعہ راوی ہے جس کا حافظہ خراب بھی تھا اور اس کی کتابیں جل گئی تھیں اس لیے اس کی مرویات کو محدثین نے قبول نہیں کیا۔ اس پر تفصیل کے ساتھ کتب اسماء الرجال میں لکھا گیا ہے۔

سوم اس کے علاوہ ... بشر بن آدم کے بارے میں حافظ ابن حجر اپنی کتاب تقریب التہذیب رقم ۶۷۵

یہ صدوق فیہ لین لکھتے ہیں۔

دوسری روایت کی تحقیق:

تاریخ الطبری ۳۸۱/۴ پر بھی اس طرح کی مفہوم کی ایک روایت نقل کی گئی ہے۔

حدثني أحمد بن عثمان بن حكيم قال: حدثنا عبد الرحمن بن شريك، قال: حدثني أبي عن محمد بن إسحاق عن يعقوب بن عتبة بن الأخنس، عن ابن الحارث بن أبي بكر، عن أبيه أبي بكر بن الحارث بن هشام (التاريخ الطبري ٤/ ٣٨١)

مذکورہ روایت میں چند راویوں کے ضعف پر محدثین کی رائے پیش خدمت ہیں۔

اول۔ عبدالرحمن بن شریک بن عبداللہ النخعي الكوفي۔ صدوق يخطىء .(التقريب/ ٣٨٩٣).

دوم۔ شریک بن عبداللہ النخعي: صدوق يخطىء كثيرا تغير حفظه. (تقريب التهذيب ١/ ٢٦٦ رقم ٢٧٨٧

سوم۔ محمد بن اسحاق بن یسار المطلبی المدنی

إمام المغازي، صدوق يدلس، ورمي بالتشيع والقدر- (التقريب/ ٥٧٢٥).

چہارم۔ الحارث بن أبي بكر بن عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام المخزومی۔ مجهول. (الجرح والتعديل ٣/ ٧٠)

تیسری روایت کی تحقیق:

معجم الکبیر طبرانی ۸۳/۱ میں أن رجلا من الأنصار اور حضرت محمد بن ابی بکر کا ذکر ہے۔ مگر اس میں بھی مبارک بن فضالہ تیسرے طبقہ کے مدلس ہیں، جس کی وجہ سے یہ روایت بھی ضعیف ہے۔

چوتھی روایت کی تحقیق:

مؤرخ خلیفہ بن خیاط نے تاریخ خلیفہ بن خیاط ص ۱۵۸ پر ابوالحسن المدائنی کے قول کو نقل کیا ہے۔ مگر ان کا قول بھی بطور مورخ ہی ہے۔ اور انہوں نے یہ دور نہیں پایا تھا۔ اس لیے ان کی بغیر سند کے ایسی باتوں کو کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے؟

دوسرا الزام: [حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کا صحابہ پر الزام]

حضرت عبدالرحمن بن عدیس کے بارے میں یہ بھی الزام ہے کہ انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔

جواب:

گزارش ہے کہ ایسی روایات جس میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے میں حضرت عبدالرحمن بن عدیس شامل تھے ان کے اسانید کا علمی حال پیش خدمت ہے۔

ابن شبہ نے تاریخ المدینہ، ج ۴ ص ۳۰۲ - ۳۰۳ پر جو سند نقل کی ہے وہ زہری کی مرسل ہے۔

۲- البیہقی نے دلائل النبوۃ، ج ۷ ص ۲۲۷ پر جو سند نقل کی ہے اس میں ولید بن مسلم مدلس راوی ہے، اس میں عبداللہ بن لہیعہ ضعیف اور سئی الحفظ راوی، یزید بن ابی حبیب اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں انقطاع ہے۔

۳- البیہقی نے دلائل النبوۃ، ج ۷ ص ۲۲۷ پر دوسری سند نقل کی ہے، اس میں بھی ابن لہیعہ ضعیف اور سئی الحفظ راوی ہے۔

۴- البیہقی نے دلائل النبوۃ، ج ۷ ص ۲۲۷ میں جو تیسری سند نقل کی ہے اس میں یزید بن ابی حبیب نے حضرت عبدالرحمن بن عدیس سے سماع نہیں کیا

۵- ابن شبہ نے تاریخ المدینہ، ج ۴ ص ۱۲۸۱ پر جو سند نقل کی ہے اس میں ابرہیم بن الیقظان الیمامی اور یحیی بن ابی حفصہ کی توثیق ثابت کیجیے۔

۶- الطبری کی تاریخ الامم والملوک، ج ۲ ص ۶۸۸-۶۸۹ پر درج کردہ سند میں شعیب بن ابراہیم بن التیمی کے توثیق راوی ثابت کرنا ضروری ہے، اور اسی سند میں سیف بن عمر التیمی ضعیف ہے، اور اس کے شیوخ محمد، طلحہ، ابو حارثہ، ابو عثمان کا تعین موجود نہیں ہے اس لیے توثیق بھی نہیں ہو سکتی۔

۷- الطبری نے تاریخ الامم والملوک، ج ۲ ص ۶۸۸ پر جو سند نقل کی ہے اس میں بھی محمد بن عمر الواقدی متروک راوی ہے، عبداللہ بن موسی المخزومی کا تعین نہیں ہے۔

۸- الطبری نے تاریخ الامم والملوک، ج ۲ ص ۶۸۸ پر جو الگ سند سے روایت نقل کی ہے اس میں بھی محمد بن عمر الواقدی متروک اور ضعیف راوی ہے اور سعد بن راشد کی توثیق بھی موجود نہیں۔

اصحاب شجرہ کے قطعی جنتی ہونے پر روایت:

حضرت عبدالرحمن بن عدیس کے اصحاب شجرہ ہونے پر جتنی مرویات نقل کی جاتی ہیں ان سب میں ابن لہیعہ ضعیف، متروک راوی ہے، اور اگر بالفرض عبدالرحمن بن عدیس کو اصحاب شجرہ میں تسلیم کرنا ہے تو پھر اصحاب شجرہ کے بارے میں نص صریح کو ماننے سے انکار کیوں؟ مرویات میں اصحاب شجرہ یا اصحاب بیعت رضوان میں شامل صحابہ کرام کو قطعی جنتی کہا گیا۔ اصحاب شجرہ جنہوں نے بیعت رضوان میں بیعت کی تھی، ان کے بارے میں نص قطعی قران اور احادیث رسول ﷺ کی موجود ہے۔

حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ: أَخْبَرَتْنِي أُمُّ مُبَشِّرٍ، أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ عِنْدَ حَفْصَةَ: «لَا يَدْخُلُ النَّارَ، إِنْ شَاءَ اللهُ، مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ أَحَدٌ، الَّذِينَ بَايَعُوا تَحْتَهَا» قَالَتْ: بَلَى، يَا رَسُولَ اللهِ فَانْتَهَرَهَا، فَقَالَتْ حَفْصَةُ: {وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا} [مريم:

71] فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: {ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا} [مريم: 72]-

ابوزبیر نے خبر دی کہا: انھوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا، کہہ رہے تھے۔ مجھے ام مبشر رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خبر دی کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں یہ فرتے ہوئے سنا، "ان شاءاللہ اصحاب شجرہ (درخت والوں) میں سے کوئی ایک بھی جس نے اس کے نیچے بیعت کی تھی جہنم میں داخل نہ ہو گا۔ وہ (حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کہنے لگیں۔ اللہ کے رسول ﷺ! کیوں نہیں! (داخل تو ہوں گے۔) آپ ﷺ نے انھیں جھڑک دیا تو حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آیت پڑھی: "تم میں سے کوئی نہیں مگر اس پر وارد ہونے والا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فریا: "(اس کے بعد) اللہ تعالیٰ نے یہ (بھی) فرمایا ہے۔ پھر ہم تقویٰ اختیار کرنے والوں کو (جہنم میں گرنے سے) بچالیں گے اور ظالموں کو اسی میں گھٹنوں کے بل پڑا رہنے دیں گے۔" (صحيح مسلم رقم الحديث ٦٥٦٩)

قطعی نصوص کے مدمقابل ضعیف، متروک اور مورخین کے غیر ثابت اقوال کیسے قبول کیے جاسکتے ہیں؟ علمی میدان میں جس کی کوئی نہ حیثیت نہ وقعت۔

الزامی جواب: کتب تاریخ میں مثالب صحابہ کی روایات کیوں؟

اگر کوئی بدعتی شخص بضد ہو کہ جرح وتعدیل کو ہم نہیں مانتے اور اگر یہ ضعیف ہیں تو پھر ان روایات کو مورخین اور علماء نے کتابوں میں نقل ہی کیوں کیا ہے۔ تو پھر ایسے شخص کے لیے الزامی جواب یہ ہے کہ اس طرح کی مرویات تو آپ کے نزدیک بھی صحابی حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی ہے۔ پھر شوق پورا کیجئے اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو بھی حضرت عثمان رضی اللہ کے خلاف ہونے اور خلیفہ راشد پر لعن طعن کرنے والے کا فتویٰ جڑ دیجئے۔

الزامی طور پر چند حوالہ جات حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی پیش خدمت ہیں۔

١) المسند امام احمد بن حنبل (بتحقيق أحمد شاكر ١/ ٣٤٩)
٢) ٢أسد الغابة (٣/ ٤٨٧)
٣) تاريخ دمشق (ترجمة عثمان ٢٤٦)
٤) حلية الأولياء (١/ ١٤٠)

واضح ہوا کہ صحابی رسول ﷺ کے بارے میں ایسی مرویات سے استدلال کرنا باطل و مردود ہے، اگرچہ اس کو متعدد کتب میں ہی نقل کیوں نہ کیا گیا ہو۔ قاری ظہور احمد فیضی کے ایک اعتراض کے ضمن میں دیگر صحابہ کرام کے بارے میں بھی اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے، تحقیق پیش کی ہے تاکہ حقائق واضح ہو سکیں اور بھولی بھالی عوام الناس کو صرف کتاب دکھا کر

...ہش نہ کرے۔ یہ علماء کی ذمہ داری ہے کہ جو بھی صحابہ کرام کے خلاف ایسے اقوال پیش کرے، ان کی تحقیق ضرور ... یہ کہ قرآن اور احادیث کے نص کے مقابلہ میں مثالب صحابہ کی کوئی حیثیت نہیں۔

بیعت رضوان کے شرکاء کے جنتی ہونے پر فیضی کا اعتراض

... فیضی لبنی رسوائے زمانہ کتاب صلح امام حسن ص ۱۰۰ پر لکھتے ہیں۔

... یہ کہ صحیح احادیث سے نام زد شدہ کسی فرد کو جنتی قرار دینا الگ بات ہے اور جماعت یا طبقات کے لیے ... بشارت کا ہونا الگ بات ہے جب کسی فرد کو جنتی قرار دیا گیا تو اس فرد کو جنتی ماننا لازم ہوگا لیکن نام لیے بغیر ... یا جماعت کا ذکر کیا گیا تو پھر اس طبقہ یا جماعت کے ہر شخص کے خاتمہ کا اعتبار ہوگا قرآن مجید میں متعدد ... آیات ہیں جس میں طبقات اور جماعت کے لیے اجر عظیم اور جنت کی بشارت کا ذکر ہے اور عموماً خیال کیا جاتا ہے کہ اس جماعت یا طبقہ کے ہر ہر فرد کا جنتی ہونا ضروری ہے لیکن در حقیقت یہ خیال درست نہیں۔۔۔۔ آیت ... لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ، الفتح ۱۸ کو مد نظر رکھتے ہوئے بیعت رضوان میں شامل اکثر کو نہیں بلکہ تمام لوگوں کو جنتی تصور کیا جاتا ہے حالانکہ یہ درست نہیں بلکہ رضاء الٰہی کا یہ ... لوگوں کے لیے تھا جنہوں نے عہد کو نبھایا اور اس بیعت پر قائم رہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ کے ... فرمایا فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ (الفتح ۱۸) تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ... پر اطمینان اتارا۔" الخ (صلح امام حسن ص ۱۰۰)

... موصوف فیضی لکھتا ہے۔

... أخرج ابن أبي حاتم عن ابن عباس في قوله {فعلم ما في قلوبهم فأنزل السكينة عليهم} قال إنما أنزلت السكينة على من علم منه الوفاء۔ اطمینان فقط ان پر اتارا گیا جن سے وفا جانی گئی۔ (الدر المنثور: ۱۳/ ۴۸۳)

... ابن عباس کی یہ تفسیر، تفسیر قرآن بالقرآن ہے، اس لیے کہ اس سے قبل جس آیت میں اس بیعت کو بیعت الٰہی ... ساتھ یہ بھی فرمایا گیا ہے۔

... فَمَنْ نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفٰى بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ أَجْرًا عَظِيْمًا۔ (الفتح ۱۰)

... عہد توڑا اس نے اپنے بڑے عہد کو توڑا، اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اس نے اللہ سے کیا تھا تو بہت جلد ... ثواب دے گا۔

(صلح امام حسن ص ۱۰۱)

جواب:

عرض یہ ہے کہ موصوف کا یہ استدلال اتنا بھونڈا ہے کہ حیرانگی ہوتی ہے تفسیر بالقرآن کی روایت نقل کی مگر حسب عادت نہ
کی سند اور نہ اس کی تحقیق، چلیں اس بغیر سند کے قول پر مختصر اگذارش ہے کہ پہلے آپ پوری آیت ملاحظہ کیجیے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا۔ (الفتح ۱۸)

بے شک اللہ تعالیٰ خوش ہوا ایمان والوں سے جب وہ بیعت کر رہے تھے تجھ سے درخت کے نیچے، سو جان لیا اللہ نے جو ان کے دل میں تھا، پھر اتارا ان پر اپنا سکون اور انعام دیا ان کو ایک قریب کی فتح۔

اب اس آیت سے ثابت ہونے والے نکات ملاحظہ کیجیے۔

(۱) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیعت رضوان کے شرکاء کے ایمان کی تصدیق کر دی۔

(۲) بیعت رضوان کے تمام شرکاء صحابہ کو مومنین کہا۔

(۳) بیعت رضوان کے شرکاء تمام صحابہ کرام کی دلی سلامتی کا حکم بیان کیا۔

(۴) بیعت رضوان میں شریک تمام صحابہ کرام کے دلوں پر سکون نازل کیا۔

(۵) بیعت رضوان کے شرکاء صحابہ کرام کو فتح سے سرفراز فرمایا۔

بیعت رضوان میں بیعت کی شرط کیا تھی؟

اس طرح اگر موصوف قاری صاحب یہ واضح کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے کس بات پر عہد لیا تھا تو ان کے تمام استدلال ھباء منثورا ہو جاتے، جو آیت نقص عہد یعنی بیعت کو توڑنے کے بارے میں پیش کی اس آیت کو اگر مکمل پیش کرتے تو بات واضح ہو جاتی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيْهِمْ فَمَنْ نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ أَوْفٰى بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ أَجْرًا عَظِيْمًا۔ (الفتح ۱۰)

ترجمہ: تحقیق جو لوگ بیعت کرتے ہیں تجھ سے وہ بیعت کرتے ہیں اللہ سے، ان کے ہاتھوں کے اوپر اللہ کا ہاتھ ہے پھر جو کوئی عہد توڑے سو وہ اسے توڑنے سے اپنا ہی نقصان کرتا ہے اور جو پورا کرتا ہے، وہ عہد جو وہ اللہ سے کر چکے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو اجر عظیم دے گا۔

سورہ فتح میں بیعت کرنا ہی عہد تھا جس کو پورا کیا گیا

آیت کریمہ سورۃ فتح: ۱۰ سے چند نکات واضح ہوتے ہیں۔

(۱) سورۃ الفتح: ۱۰ میں جس بیعت کا ذکر ہوا، اسے بیعت رضوان یا بیعت الشجرۃ کہا جاتا ہے۔

(۲) یہ بیعت رضوان کس لیے تھی؟ بیعت رضوان حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے تھی۔ حضرت عثمان کا بدلہ لینے کے لیے ۱۴۰۰ صحابہ کرام مدینہ سے چلے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں بیعت کی تھی۔

(۳) بیعت کیونکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں مشہور کی گئی شہادت کے بدلے کی جنگ کے لیے تھی۔ مگر مسلمانوں اور کفار کے درمیان صلح کے بعد جنگ نہ ہوئی تھی، اس لیے بیعت میں نکث کیسے ہوا؟ جب جنگ ہی نہ ہوئی تو عہد کو کیسے توڑنا ثابت ہوا؟ عہد کو توڑنا تو اس وقت ہوتا کہ جب جنگ ہوتی اور پھر کچھ لوگ اس جنگ میں شامل نہ ہوتے یا فرار ہوتے۔

(۴) سورہ فتح: ۱۰ میں آیت میں کوئی دوسری شرط نہیں جس کو پورا کرنے پر یا عمل کرنے پر ہی جنت کا وعدہ لیا گیا۔ جنت کا وعدہ صرف بیعت میں شرکت پر کیا گیا، اس لیے کسی دوسری بات پر ان کے جنتی ہونے کا رد نہیں ہوتا۔ بیعت رضوان پر ہی جنت کا وعدہ تھا جو اس بیعت میں شریک تھے، ان کو ہی قطعی جنتی قرار دیا گیا۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی تحقیق

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں:

"حق تعالی نے رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ فرمایا نہ کہ عن بیعة المومنین اور پھر فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوْبِهِمْ اس کے ساتھ ملا دیا اور ظاہر ہے کہ قصد واخلاص اور نیات کا ٹھکانہ دل ہے رضا، صاحبِ فعل سے متعلق ہے نہ کہ فعل کے ساتھ۔" الخ

شاہ صاحب کی تحریر سے چند نکات ثابت ہوئے۔

(۱) اللہ تعالی خوش ہوا ایمان والوں سے نہ کہ مومنین کی بیعت سے۔

(۲) اور اللہ تعالی نے جانا جو ان کے دل میں تھا۔

(۳) اللہ تعالی کی رضامندی فاعل کے ساتھ تھی یعنی صحابہ کرام کے ساتھ خاص تھی نہ کہ اللہ تعالی کی رضامندی فعل کے ساتھ یعنی بیعت کے ساتھ تھی۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی تحریر نے موصوف فیضی کے تمام اشکالات کی جڑ ہی اکھیڑ کر رکھ دی ہے۔

شرکاء بیعت رضوان نصوص کی روشنی میں

بیعت رضوان یا شرکاء صلح حدیبیہ اس وقت زمین پر رہنے والے لوگوں سے بہتر اور جنتی ہیں۔ صحیح روایات میں کوئی شرط یا نکث بیعت کا تذکرہ نہیں ہے۔

تمام صحابی شرکاء حدیبیہ جنتی، سوائے ایک منافق کے

امام مسلم روایت لکھتے ہیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، سَمِعَ جَابِرًا، يَسْأَلُ، كَمْ كَانُوا يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ؟ قَالَ: «كُنَّا أَرْبَعَ عَشْرَةَ مِائَةً، فَبَايَعْنَاهُ، وَعُمَرُ آخِذٌ بِيَدِهِ تَحْتَ الشَّجَرَةِ، وَهِيَ سَمُرَةٌ، فَبَايَعْنَاهُ غَيْرَ جَدِّ بْنِ قَيْسٍ الْأَنْصَارِيِّ، اخْتَبَأَ تَحْتَ بَطْنِ بَعِيرِهِ»

تابعی ابوالزبیر نے بتایا کہ انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ حدیبیہ کے دن آپ لوگوں کی تعداد کتنی تھی؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ہم چودہ سو تھے، فرمایا کہ ہم نے ایک درخت کے نیچے آپ ﷺ سے بیعت کی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم ﷺ کا کا ہاتھ مبارک تھام رکھا تھا، وہ ببول کا درخت تھا۔ ہم سب نے آپ ﷺ سے بیعت کی۔ سوائے جد بن قیس انصاری کے، (اس نے آپ سے بیعت نہیں کی) وہ اپنے اونٹ کے پیٹ کے نیچے چھپ گیا۔

(صحیح مسلم ۳/ ۱٤۸۳ رقم الحدیث ۱۸۵٦)

صحیح مسلم کی پیش کردہ روایت میں تو تمام طرح کی استثناء کی راہ بھی مسدود ہو کر رہ گئیں کیونکہ حدیث میں ایک منافق جد بن قیس کی استثناء کے ساتھ باقی تمام صحابہ کرام کو جنت کی بشارت دی گئی۔ جب حدیث میں ایک منافق کے نام کا بھی ذکر کر کے باقی کو جنت کی بشارت دے دی گئی تو پھر کوئی دوسری تاویلات خود ہی باطل و مردود ثابت ہو گئیں۔

اصحاب بیعت رضوان سے تمام اہل زمین سے بہتر

امام بخاری رحمہ اللہ روایت بیان کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ أَنْتُمْ خَيْرُ أَهْلِ الْأَرْضِ وَكُنَّا أَلْفًا وَأَرْبَعَ مِائَةٍ۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حدیبیہ کے دن فرمایا کہ تم لوگ زمین پر سب سے بہتر ہو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہماری تعداد ۱٤۰۰ تھی۔

(صحیح بخاری: ٥/ ١٥٧ رقم ٤١٥٤، صحیح مسلم، رقم ١٨٥٦)

تخریج

مسند الشافعي ٢/ ١٩٨، مسند الحميدي (١٢٢٥)، مصنف ابن أبي شيبة ١٤/ ٤٣٩-٤٤٠، مسند عبد بن حميد (١١٠٤)، صحيح البخاري (٤١٥٤) و (٤٨٤٠)، صحيح مسلم (١٨٥٦) (٧١)، سنن النسائي "الكبرى" (١١٥٠٧)، مسند أبو عوانة ٤/ ٢٥١ و٤٨٨، سنن البيهقي ٥/ ٢٣٥ و٢٣٦، الدلائل النبوة ٤/ ٩٧، سنن سعيد بن منصور ٢/ ٣٦٦ رقم ٢٨٨٥، الخلافيات للبيهقي ٥/ ٢٧٠ رقم ٣٨٦٩، الخراج ليحيى بن آدم ١/ ٧٨ رقم ٩٨، معرفة الصحابه ١/ ٣١ رقم ٢٢

اصحاب بیعت رضوان میں کوئی بھی جہنم نہیں جائے گا

...ابن حبان روایت لکھتے ہیں۔

أخبرنا ابن قتيبة، حدثنا يزيد بن موهب، حدثني الليث، عن أبي الزبير، عن جابر، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يدخل النار أحد ممن بايع تحت الشجرة۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی ان میں سے کوئی جہنم میں نہیں جائے گا۔

(الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۴۸۰۲)

تخریج

مسند أحمد (۳/ ۳۵۰، رقم ۱٤۸۲۰)، سنن أبو داود (٤/ ۲۱۳، رقم ٤٦٥۳)، سنن الترمذی (.../ ٦۹٥، رقم ۳۸٦۰) قال: حسن صحيح، صحيح مسلم (٤/ ۱۹٤۲، رقم ۲٤۹٦)، صحيح مسلم (۱/ ٤۹۸، رقم ۱٤۱۷)، مسند أحمد (٦/ ٤۲۰، رقم ۲۷٤۰۲) سنن النسائی الكبرى (.../ ۳۹٥، رقم ۱۱۳۲۱)، الآحاد والمثانی ابن أبی عاصم (٦/ ۱۰۲، رقم ۳۳۱۷)، معجم الطبرانی (۲.../ ۱۰۳، رقم ۲٦۹)، شعب الإيمان البيهقی (۱/ ۳۳۷، رقم ۳۷۱)۔

بدر اور صلح حدیبیہ میں شریک صحابہ کبھی آگ میں داخل نہیں ہونگے

...مسلم ایک روایت کرتے ہیں۔

حدثنا قتيبة بن سعيد، حدثنا ليث، ح وحدثنا محمد بن رمح، أخبرنا الليث، عن أبي الزبير، عن جابر، أن عبدا لحاطب جاء رسول الله صلى الله عليه وسلم يشكو حاطبا فقال: يا رسول الله ليدخلن حاطب النار، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «كذبت لا يدخلها، فإنه شهد بدرا والحديبية»

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک غلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی (کسی بات کی) شکایت کرتے ہوئے کہا: اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حاطب ضرور دوزخ میں جائے گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم جھوٹ کہتے ہو۔ وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ بدر اور حدیبیہ میں شریک ہوا ہے۔ (صحیح مسلم ٤/ ۱۹٤۲ رقم ۲٤۹٥)

بیعت رضوان کے شرکاء کے بارے میں تواتر کے ساتھ نصوص مروی ہیں۔ اور ان نصوص کے بعد اصحاب بیعت رضوان پر کسی طرح کی حرف گیری کرنے والے کو کچھ شرم آنی چاہیے۔

بیعت رضوان کے شرکاء کا خاتمہ بالخیر ہونا

یہ نکتہ ذہن نشین رہے کہ بیعت رضوان کے تقریباً ۱۴۰۰ شرکاء کو جنت کی بشارت دی گئی اور اس جنت کی بشارت کا تعلق مستقبل کے ساتھ ہے اور اس بیعت کے عہد کے پورے کرنے پر ان کو قطعی جنتی کا درجہ ملا، اس عہد کا تعلق نہ جنگ خیبر میں شریک ہونے سے تھا اور نہ جنگ حنین میں شریک ہونے سے تھا۔ جیسے جنگ بدر میں شرکاء کو قطعی جنتی ہونے کا شرف ملا اور شرف ملنے کے بعد اس سے یہ شرف زائل نہیں ہوتا۔ اور اسی بشارت کی برکت سے ہی ان کا خاتمہ بالخیر، ایمان پر ہی ہوا۔ ثابت ہوا کہ جنت کی بشارت ہی ان صحابہ کرام کے خاتمہ بالایمان والخیر ہونے کی واضح دلیل ہے۔

فیضی کا مردود موقف

ایسے ہی تمام اصحاب و سارے شرکاء بیعت رضوان صحابہ کے لیے جنت کی بشارت قرآن و احادیث کی نصوص واضح موجود ہیں۔ ان نصوص کے ہوتے ہوئے، قاری فیضی کا صلح امام حسن ص ۱۰۳ پر یہ لکھنا کہ "صحابی ہو یا غیر صحابی ہر ایک کا معاملہ الاعمال بالخواتیم یعنی انجام کے مطابق ہی ہوگا۔" [کا صلح امام حسن ص ۱۰۳] بھی باطل و مردود ہے۔

تفضیلیہ کا نظریہ نمبر ۵

پھر جب تفضیلیہ کا قرآن و نصوص و آثار کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان و فضیلت کی آیات سامنے آئیں تو انہوں نے صحابی کا تحقق اور اثبات صلح حدیبیہ سے قبل مہاجرین و انصار تک مخصوص کر دیا اور صرف انہی کو صحابہ کی فہرست میں شمار کیا جنہوں نے ہجرت کی اور یا وہ انصار میں سے تھے ان کے علاوہ پر انہوں نے طلقاء کا اطلاق کر دیا جیسے کہ عرب عالم حسن فرحان مالکی یا قاری ظہور احمد فیضی۔ کتاب ہذا اسی عرب تفضیلی حسن فرحان مالکی اور ظہور فیضی کی کتاب و استدلال کا جواب ہے۔

قاری ظہور فیضی کا پنکچر لگانا

مگر اپنی دوسری کتاب الاحادیث الموضوعہ میں اس نکتہ کو پنکچر لگانے سے پہلے کچھ یوں لکھا۔

"دراصل مہاجرین و انصار کے بعد کسی شخص کا محض قافلہ صحابیت میں شامل ہونا ہی کافی نہیں مانا گیا بلکہ اس کے عمل کو دیکھنے کی بات بھی کی گئی ہے اور اس پر مہاجرین و انصار کی اتباع بالاحسان بھی لازم کی گئی ہے"۔ الخ

(الاحادیث الموضوعہ فی فضائل معاویہ ص ۲۲-۲۳)

اس مذکورہ بالا عبارت میں الفاظ "مہاجرین و انصار کے بعد" سے واضح اور ثابت ہے کہ موصوف ظہور فیضی، مہاجرین و انصار کو قافلہ صحابیت میں شامل ہونے کو کافی مانتا ہے اور ان کے اعمال کو دیکھنے کی کوئی بات نہیں کرتا۔

مگر تفضیلیہ کو یہ نظریہ بھی من نہ بھایا تو انہوں نے مہاجرین و انصار کی عظمت و شان و جنتی ہونے کے واضح نصوص پر بھی اعتراضات کیے۔ جیسے کہ اللہ رب العزت نے فرمایا:

وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ -(التوبہ ۱۰۰)

ترجمہ: اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔

آیت مبارکہ کے بارے میں قاری ظہور احمد فیضی لکھتا ہے۔

"نیز اولین وہ طبقے یعنی مہاجرین و انصار تو وہ بھی تمام کے تمام رضائے الٰہی اور جنت کے مستحق نہیں بلکہ فقط وہ مہاجرین و انصار مستحق ہیں جن کا خاتمہ ایمان پر ہوا کیونکہ من المھاجرین والانصار میں لفظ من تبعیضیہ ہے لہذا معاذ اللہ اگر کوئی مہاجر یا انصاری خاتمہ بالایمان سے محروم رہا ہو تو وہ اس آیت کے مصداق نہیں ہو گا اور یقیناً بعض اولین مہاجرین ایمان سے محروم ہو گئے تھے۔۔۔" (صلح امام حسن ص ۱۰۳)

قاری ظہور احمد اپنی کتاب صلح امام حسن میں سورہ التوبہ:۱۰۰ کا اطلاق تمام مہاجرین و انصار پر نہیں کرتا بلکہ ان میں سے جن کے اعمال بہتر ہوں پر کرتا ہے۔

ظہور فیضی ایک دوسرے مقام پر تمام مہاجرین اور انصار کے جنتی نہ ہونے کے بارے میں لکھتا ہے۔

"سورۃ توبہ کی آیت میں نہ تو تمام مہاجرین و انصار کا ذکر ہے اور نہ ہی ان کے بعد آنے والے تمام لوگوں کو ذکر ہے بلکہ فقط ان کا ذکر ہے جنہوں نے ان کی اتباع بالاحسان کی، اس طرح سورہ الحدید کی آیت میں تمام صحابہ کا ذکر نہیں بلکہ فتح مکہ سے پہلے یا بعد انفاق وقتال کرنے کا ذکر ہے۔۔۔" (صلح امام حسن ص ۳۵۳)

لہٰذا اہل علم و ذوق مطالعہ لوگوں کے لیے مفتی سجاد احمد فیضی صاحب کی کتاب تمام صحابہ قطعی جنتی سے سورہ توبہ کی آیت مبارکہ کے بارے میں قاری ظہور احمد کے تمام باطل و مردود اعتراضات کے جوابات پیش خدمت ہیں۔

سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۱۰۰ پر ظہور فیضی کے تمام اشکالات کا ناقدانہ جائزہ

مولانا مفتی سجاد احمد فیضی صاحب کی کتاب تمام صحابہ قطعی جنتی سے چند اقتباس پیش خدمت ہیں۔ لکھتے ہیں۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۱۰۰ ۔ (سورۃ توبہ: ۱۰۰)

"اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور ان کے لیے تیار کر رکھے ہیں باغ جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں، یہی بڑی کامیابی ہے۔" (ترجمہ کنزالایمان)

یہ آیت کریمہ بھی صاف طور پر بتارہی ہے کہ:

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ

خٰلِدِيْنَ فِيْهِ آ اَبَدًا ۞

ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۞

کے انعامات جلیلہ رب تعالیٰ نے جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مقدر میں کر رکھے ہیں، آیئے اس کی تفصیل کے لئے درجہ ذیل امور کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

۱۔ "من المہاجرین والانصار" میں کلمہ "من" کس معنی میں استعمال ہوا ہے؟

۲۔ "السابقون الاولون" سے کون لوگ مراد ہیں؟

۳۔ "والذین اتبعوہم باحسان" سے کون لوگ مراد ہیں؟

کلمہ "من" کا پہلا احتمال، اس کا تبعیضیہ ہونا:

مفسرین نے کلمہ "من" کے دو احتمال بیان کیا ہیں:

نمبر۱۔ تبعیضیہ نمبر۲: بیانیہ

"مِنْ" تبعیضیہ کا مطلب یہ ہے کہ ایسا "من" جو کسی چیز کے بعض حصے پر دلالت کرے، یعنی اس کی بعضیت کو بیان کرے۔ اس احتمال کی روشنی میں آیت کریمہ کا معنی یہ ہوگا کہ مہاجرین و انصار میں سے وہ جو سابقین اولین ہیں اور وہ صحابہ و تابعین وغیرہ جنہوں نے بھلائی کے ساتھ ان کی اتباع کی اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں....

"السابقون الاولون" کے مصداق کے لحاظ سے درج ذیل اقوال بیان کئے گئے ہیں۔

۱۔ اس سے مراد وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں، جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف منہ کرکے نماز ادا کرنے کا شرف حاصل کی۔

۲۔ اس سے مراد شہداء بدر ہیں۔

۳۔ اس سے مراد بیعت رضوان والے صحابہ ہیں۔

۴۔ اس سے مراد وہ صحابہ ہیں جنہوں نے ہجرت سے پہلے کلمہ پڑھا۔

۵۔ اس سے وہ آٹھ صحابہ مراد ہیں کہ جن کے بعد دوسرے لوگ اسلام میں داخل ہوئے (اور وہ آٹھ صحابہ یہ ہیں) حضرت ابوبکر، حضرت علی، حضرت زید بن حارثہ، حضرت عثمان بن عفان، حضرت زبیر بن عوام، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد بن وقاص اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

(دیکھئے تفسیر مدارک ج۱، ص۷۰۵، تفسیر روح المعانی ج۶، ص۱۱، تفسیر مظہری، ج۳، ص۱۰۳، وغیرہا)

ان معنی کے لحاظ سے یہ آیت کریمہ بھی سورۂ حدید کی آیت نمبر ۱۰ "لا یستوی منکم" کے ہم معنی قرار پاتی ہے کہ جس طرح اس آیت میں سابقین اولین کے لئے "اعظم درجۃ" کے اعزاز سے نوازنے کے ساتھ ساتھ دیگر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو بھی جنتی قرار دیا گیا۔ بالکل اسی طرح اس آیت میں بھی سابقین اولین کو "اتبعوھم باحسان" کی شرط کے بغیر ذکر کرتے ہوئے انہیں دیگر صحابہ کی نسبت متبع و مقتدا ہونے کے عمدہ اعزاز سے نوازا گیا اور آیت کریمہ میں مذکور نعمات کا ان کے ساتھ ساتھ دیگر تمام صحابہ کو بھی مستحق قرار دیا گیا۔ اسی وجہ سے مفسرین کرام نے اس آیت کریمہ کی اس سے پہلے والی آیت سے مناسبت اور ربط بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ" بيان لفضائل اشراف المسلمين اثر بيان طائفة منهم

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ آیت کریمہ اہل اسلام کے سب سے معزز حضرات (سابقین اولین) کے فضائل بیان کرنے کے لئے ہے بعد اس کے کہ جب صحابہ میں سے ایک گروہ کی فضیلت کا بیان (اس سے پچھلی آیت میں) کیا گیا۔

(روح المعانی)

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۹﴾

اور کچھ گاؤں والے وہ ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو خرچ کریں اسے اللہ کی نزدیکیوں اور رسول سے دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھیں ہاں ہاں وہ ان کے لیے باعث قرب ہے اللہ جلد انہیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔" (التوبہ: ۹۹)

لیکن ان دونوں آیات (آیت حدید اور آیت توبہ) میں ظاہری طور پر فرق یہ ہے کہ آیت حدید "آیت توبہ کی نسبت جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے جنتی ہونے پر زیادہ صراحت سے دلالت کرتی ہے۔ جبکہ آیت توبہ میں اس علمی بحث (کہ کلمہ "من" تبعیضیہ ہے یا بیانیہ) کے ہونے کی وجہ سے عوام الناس کے لحاظ سے آیت حدید میں صراحت نہیں ہے۔ بامعہ صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں۔

قلت: والاولى بالاحتجاج على كون جميع الصحابة فى الجنة قوله تعالىٰ "لا يستوى منكم من انفق من قبل الفتح و قاتل اولٰئك اعظم درجة من الذين انفقوا من قبل الفتح و قاتل اولٰئك اعظم درجة من الذين انفقوا من بعد و قاتلوا و كلا وعد الله الحسنى" فانها صريح فى ان جميع الصحابة اولهم و آخرهم وعد الله تعالى الحسنى

میں کہتا ہوں تمام صحابہ کے جنتی ہونے پر اس آیت "لایستوی منکم" سے استدلال کرنا زیادہ بہتر ہے۔ (بنسبت آیت توبہ کے) کیونکہ یہ آیت کریمہ اس بارے پوری صراحت سے دلالت کرتی ہے کہ اول تا آخر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے رب نے جنت کا وعدہ فرما رکھا ہے۔" (تفسیر مظہری، ج ۳، ص ۳۵۳)

تنبیہ:

[illegible] صاحب تفسیر مظہری نے دونوں آیات سے صرف اور صرف اولیت بالاستدلال کی نشاندہی کی ہے، ورنہ تمام صحابہ کے جنتی ہونے کی وہ اس عبارت میں خود بھی وضاحت فرما چکے ہیں، مگر راقم عرض کرتا ہے کہ تمام صحابہ کے جنتی ہونے پر یہ آیت بھی پوری صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہے (اگرچہ آیت حدید جیسی نہ سہی) جس کی کئی وجوہات ہیں۔

۱۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اولیت بالاستدلال کے لحاظ سے آیت حدید کو مفضل اور آیت توبہ کو مفضل علیہ قرار دیا ہے، جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ تمام صحابہ کرام کے جنتی ہونے پر دونوں آیات ہی صریح ہیں مگر اولیٰ بالاستدلال آیت حدید ہے۔

۲۔ ہماری گزشتہ تقریر سے واضح ہو چکا ہے کہ یہ آیت بھی آیت حدید کے ہم معنی ہے۔

۳۔ پوری تاریخ اسلامی میں جس مفسر نے بھی کلمہ "مِن" کے احتمالِ تبعیض کو بیان کیا ہے تقریباً اس نے اس کے [illegible] احتمال اس کے بیانیہ ہونے کا بھی ذکر کیا ہے۔ (جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے) اور اس کے بیانیہ ہونے کی صورت میں [illegible] آیت حدید کی طرح تمام صحابہ کے جنتی ہونے پر صراحتاً دلالت کرتی ہے۔

۴۔ [illegible] "من" کو تبعیضیہ ماننے کی صورت میں بھی پوری آیت کریمہ میں کوئی ایک بھی لفظ ایسا نہیں ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں کسی کے استثناء کو ثابت کرتا ہو یا کسی صحابی کے جنتی ہونے کی نفی کرتا ہو۔

۵۔ جب قرآن مجید کی کئی دوسری آیات میں بھی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے جنتی ہونے کا مضمون موجود ہے تو پھر انہیں اس آیت کی مؤید قرار دے کر اسے بھی اولیٰ بالاستدلال کیوں نہیں کہا جا سکتا؟

اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے خلیفہ اعلیٰ حضرت مفتی حشمت علی خاں رضوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"[illegible] السابقون الاولون سے کون لوگ مراد ہیں؟) "والذین اتبعوھم" سے اٹھ جاتا ہے کہ اس میں تمام صحابہ مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم اجمعین داخل ہیں۔ خواہ وہ پہلے ہوں یا پچھلے ہوں، خدا ان سے راضی اور وہ خدا سے راضی۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔" (تفسیر رضوی ج ۲، ص ۱۷۸)

خلاصہ کلام:

[illegible] "من" کو تبعیضیہ ماننے کی صورت میں "والذین اتبعوھم باحسان" کے تحت سابقین اولین کے [illegible] ایک صورت مراد ہوں کہ ان الفاظ سے سابقین کے سوا باقی تمام صحابہ ہوں اور ثانیاً یہ صورت [illegible] الاولون" سے مراد تمام صحابہ ہوں ان الفاظ سے صحابہ کے سوا قیامت تک کے مخلص متبعین مراد ہوں [illegible] تفسیر صاوی میں یوں فرمائی گئی:

[illegible] الی یوم القیامۃ [illegible]

"اور وہ لوگ جو قیامت تک سابقین اولین کی بھلائی کے ساتھ پیروی کریں گے یعنی ہر زمانے کے صلحا اس حکم میں شامل ہیں۔" (صاوی ج ٤، ص ۸۳۱)

⑨ یونہی تفسیر بیضاوی میں ہے:

والذین اتبعوهم باحسان، اللاحقون بالسابقین من القبلتین او من اتبعوهم بالایمان و الطاعة الی یوم القیامة

"والذین اتبعوهم باحسان" سے وہ صحابہ مراد ہیں جو دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھنے میں سابقین کے پیروکار ہیں۔یا وہ لوگ جو قیامت تک ایمان اور اطاعت کے ساتھ صحابہ کی پیروی کرنے والے ہیں۔"

(تفسیر بیضاوی زیر آیت السابقون الاولون...)

اب اگر کوئی یتیم الفکر آدمی یہاں کلمہ "من" کو تبعیضیہ مراد لے کر کسی صحابی کے جنتی ہونے کی نفی کا مدعی ہو تو اس پہ لازم ہے کہ اپنے دعوے پر کوئی دلیل صحیح از نصوص قرآن و حدیث اور کوئی مستند تفسیری شہادت پیش کرے، مع ہذا ان تمام نصوص کا بھی جواب صحیح پیش کرے کہ جن میں بغیر کسی استثناء کے سب صحابہ کرام کو جنتی قرار دیا گیا ہے۔

کلمہ "مِن" کا دوسرا احتمال، اس کا بیانیہ ہونا:

"من" کے بیانیہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ یہ اپنے ماقبل کی وضاحت کر دیتا ہے، جیسے "فاجتنبو الرجس من الاوثان" تم گندگی یعنی بتوں سے بچو (حج:۳۰) کلمہ "مِن" کے بیانیہ ہونے کی صورت میں یہ آیت بھی بغیر کسی اشکال کے ہو بہو آیت حدید کی ہم معنی قرار پاتی ہے اور تمام صحابہ کے جنتی ہونے کو اس صراحت سے بیان کرتی ہے کہ کسی قسم کے شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔اس احتمال کی روشنی میں آیت کریمہ کا معنی یوں ہوگا:

"اور سب میں اگلے پچھلے یعنی تمام مہاجرین و انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور وہ لوگ (تابعین و تبع تابعین وغیرہ قیامت تک کے صلحاء) جنہوں نے ان (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین) کی اتباع کی۔"

اب اس پہ تفسیری شواہد ملاحظہ ہوں:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وهم من شهد بدرا او جميع الصحابة

"سابقون اولون سے مراد یا بدری صحابہ ہیں (بر بنائے "مِن" کے تبعیضیہ ہونے کے) یا تمام صحابہ مراد ہیں (بر بنائے "مِن" کے بیانیہ ہونے کے)" (تفسیر جلالین ص ۱۶۵)

⑪ تفسیر مدارک میں ہے:

والذین اتبعوهم باحسان من المهاجرین و الانصار فکانوا سائر الصحابة وقیل هم الذین اتبعوهم بالایمان و الطاعة الی یوم القیامة

"اور مہاجرین و انصار میں سے وہ جنہوں نے سابقون اولون کی اتباع کی پس (اس لحاظ سے "اتبعوہم باحسان سے مراد) تمام صحابہ کرام ہوں گے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد قیامت تک کے وہ لوگ مراد ہیں جو ایمان اور اطاعت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی پیروی کریں گے۔" (ج۱، ص۷۰۵)

روح المعانی میں ہے:

او الذین اتبعوهم بالایمان و الطاعة الی یوم القیامة فالمراد بالسابقین جمیع المهاجرین والانصار رضی الله عنهم و معنی کونهم سابقین انهم اولون بالنسبة الی سائر المسلمین و کثیر من الناس ذهب الی هذا

"یا پھر "الذین اتبعوہم باحسان" سے قیامت تک کے وہ لوگ مراد ہیں جو ایمان اور اطاعت میں ان کی پیروی کریں گے۔ پس سابقین سے تمام مہاجرین وانصار صحابہ مراد ہوں گے، اور ان کے سابقین ہونے کا معنی یہ ہے کہ بلاشبہ وہ تمام امت مسلمہ کی نسبت (کلمہ پڑھنے میں) اولین ہیں، کثیر مفسرین اسی طرف گئے ہیں۔"

(روح المعانی ج۶، ص۱۱)

تفسیر کبیر میں ہے:

ومنهم من قال: بل یتناول جمیع الصحابة لا ن جملة الصحابة موصوفون بکونهم اولین بالنسبة الی سائر المسلمین، وکلمة "من" فی قوله من المهاجرین والانصار لیست للتبعیض بل للتبیین، ای والسابقون الاولون الموصوفون بوصف کونهم مهاجرین و انصارا کما فی قوله تعالی "فاجتنبوا الرجس من الاوثان" وکثیر من الناس ذهبوا الی هذا القول

"مفسرین میں سے ایک جماعت نے کہا ہے کہ بلکہ یہ آیت کریمہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو شامل ہے۔ اس لئے کہ دیگر تمام مسلمانوں کی نسبت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہی (کلمہ پڑھنے میں) "اولین" سے موصوف ہیں اور رب کے فرمان "من المهاجرین والانصار" میں کلمہ "من" تبعیضیہ نہیں بلکہ بیانیہ ہے۔ (اب آیت کا معنی یوں ہوگا۔ فیضی) یعنی سابقون اولون صحابہ جو مہاجر اور انصار ہونے کی صفت سے متصف ہیں۔" جیسا کہ اس فرمان الٰہی میں (بھی کلمہ "من" بیانیہ ہے) "فاجتنبوا الرجس من الاوثان

(ج۴، ص۱۲۹)

:ابی سعود ج۳، ص۱۸۵، جمل ج۳، ص۳۰۳، بغوی ج۲، ص۳۱۹، مظہری ج۳، ص۳۵۲)

اس بابت تفسیر بیضاوی کا حوالہ پہلے ہی نقل کیا جا چکا ہے۔ تفسیر المحرر الوجیز اور البحر المحیط میں ہے:

"والذین اتبعوهم باحسان" یرید سائر الصحابة و یدخل فی هذا اللفظ التابعون وسائر الامة لکن بشرط الاحسان

"والذین اتبعوھم باحسان" سے مراد تمام صحابہ کرام ہیں اور اس لفظ میں تابعین اور باقی ساری امت بھی داخل ہے، لیکن احسان کی شرط کے ساتھ۔" (زیر آیت مبحوث عنھا، ج ۵، ص ۱۲۲)

تفسیر زادالمسیر میں "السابقون الاولون" کے بارے چھ اقوال نقل کئے گئے ہیں جن میں سے چوتھا یوں ہے:

والرابع، انھم اصحاب رسول اللہ ﷺ حصل لھم السبق لصحبته

چوتھا قول یہ ہے کہ اس سے مراد تمام اصحاب رسول ہیں (اس لئے کہ) انہیں صحبت رسالت مآب ﷺ سبقت میسر آئی ہے۔ پھر چند سطور کے بعد مزید فرمایا ہے:

قوله تعالیٰ! "والذین اتبعوھم باحسان" من قال: ان السابقین جمیع الصحابة، جعل ھوء لاء تابعی الصحابة وھم الذین لم یصحبوا رسول اللہ ﷺ، وقدروی عن ابن عباس انه قال: والذین اتبعوھم باحسان الی ان تقوم القیامة

"رب تعالیٰ کا فرمان "والذین اتبعوھم باحسان" کے بارے جن مفسرین نے یہ کہا ہے کہ سابقین سے مراد تمام صحابہ کرام ہیں، انہوں نے "...اتبعوا" سے مراد تابعین لئے ہیں۔ یعنی وہ لوگ کہ جنہیں صحبت نبوی میسر نہیں آئی۔ (اسی بابت) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "اتبعوا" سے مراد قیامت تک کے وہ لوگ مراد ہیں جو بھلائی کے ساتھ صحابہ کی پیروی کریں گے۔"

(تفسیر زاد المیسر زیر آیت "السابقون الاولون...")

۞ تفسیر خازن میں ہے:

قوله تعالیٰ! "والذین اتبعوھم باحسان" قیل: ھم بقیة المھاجرین و الانصار سوی السابقین الاولین فعلی ھذا القول. یکون الجمیع من الصحابة، وقیل الذین سلکوا سبیل المھاجرین والانصار فی الایمان والھجرۃ والنصرۃ الی یوم القیامة

"رب کے فرمان: "والذین اتبعوھم باحسان" کے بارے کہا گیا ہے کہ سابقین کے علاوہ اس سے بقیہ مہاجرین وانصار صحابہ مراد ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد قیامت تک کے وہ لوگ مراد ہوں جو ایمان، ہجرت اور نصرت میں مہاجرین وانصار صحابہ کے رستے پر چلیں گے۔"

(زیر آیت "السابقون الاولون")

"من" کے بیانیہ ہونے کی تائید ایک روایت سے:

"من" کے بیانیہ ہونے کی تائید درج ذیل روایت سے بھی ہوتی ہے:

حمید بن زیاد سے مروی ہے کہ ایک دن میں نے محمد بن کعب قرظی سے عرض کیا: "کیا آپ مجھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین

کے مابین رونما ہونے والے مشاجرات کے بارے کچھ بتائیں گے؟" تو آپ نے فرمایا:

ان اللہ تعالیٰ قد غفر لجمیعھم و اوجب لھم الجنۃ فی کتابہ محسنھم و مسیئھم

"بلا شبہ رب تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن مجید) میں تمام صحابہ کی مغفرت فرمادی ہے اور ان کے لئے جنت واجب کردیا ہے۔" عام ازیں کہ ان کے محسنین ہوں یا خطاء اجتہادی والے۔

میں نے عرض کیا: "قرآن مجید کے کس مقام پر ان کے لئے جنت واجب قرار دی گئی ہے؟" تو آپ نے (از حیرانگی) فرمایا: سبحان اللہ! "کیا تو نے رب تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں پڑھا؟

السابقون الاولون "اچھی طرح جان لو کہ"

انہ تعالیٰ اوجب لجمیع اصحاب النبی ﷺ الجنۃ و الرضوان و شرط علی التابعین شرط

"رب تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے تمام صحابہ کو جنت اور اپنی رضا سے نواز رکھا ہے اور ان کی پیروی کرنے والوں پر ایک شرط مقرر کردی۔" "میں نے عرض کیا:" وہ شرط کیا ہے؟" فرمایا: "یہ کہ وہ بھلائی کے ساتھ ان کی اتباع کریں، اس طرح کہ ان کے اعمال حسنہ میں ان کی اقتداء کی جائے اور ان کے خلافِ اولیٰ اعمال میں اقتداء نہ کی جائے۔ (یعنی آپس کی جنگوں کے معاملات میں پڑنے سے گریز کیا جائے)"

یا یوں کہا جائے کہ:

ان یتبعوھم باحسان فی القول، و ان لا یقولوا فیھم سوء و ان لا یوجھوا الطعن فیما اقدموا علیہ

"گفتگو کرنے میں بھلائی سے اقتداء کی جائے یعنی ان کے اقدامات کی وجہ سے ان پر طعن و تشنیع نہ کی جائے۔"

حمید بن زیاد کہتے ہیں: "(محمد بن کعب قرظی کا یہ جواب سن کر مجھے یوں لگا۔)

فکانی ماقرات ھذہ الایۃ قط "گویا کہ یہ آیت کریمہ میں نے کبھی پڑھی ہی نہیں۔"

(تفسیر روح المعانی ج۶، ص۱۱، تفسیر کبیر ج۶، ص۱۲۹، تفسیر درمنثور ج۴، ص۲۴۷، تفسیر بغوی ج۲، ص۳۱۹، تفسیر مظہری ج۳، ص۳۵۲، وغیرھا)

جس کو قرآن پڑھ کے بھی تمام صحابہ کا جنتی ہونا سمجھ نہ آئے گویا اس نے قرآن پڑھا ہی نہیں:

اس روایت میں مذکور حمید بن زیاد کے قول "فکانی ماقرأت ھذہ الایۃ قط" سے ثابت ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو قرآن پڑھ کے بھی تمام صحابہ کا جنتی ہونا سمجھ نہ آئے وہ سمجھ لیں کہ انہوں نے قرآن کو پڑھا ہی نہیں ...

"مِن" کے بیانیہ ہونے والی تفسیر ہی راجح ہے:

تفسیر کبیر اور تفسیر روح المعانی کی عبارات "و کثیر من الناس ذھبوا الی ھذا القول" سے ثابت ہوتا ہے کہ یہی قول راجح ہے۔ اس کے راجح ہونے پہ دوسرا قرینہ یہ بھی ہے کہ اس صورت میں یہ بغیر کسی اشکال کے سورۂ حدید کی آیت ۱۰ کے ہم معنی قرار پاتی ہے۔

نتیجہ کلام:

زیر بحث آیت میں کلمہ "من" خواہ تبعیضیہ ہو خواہ بیانیہ ہو دونوں صورتوں میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین آیت ہذا کے انعامات کے مستحق و مصداق قرار پاتے ہیں۔ فرق بس اتنا سا ہے کہ اگر "مِن" تبعضیہ ہو تو سابقین اولین کی فضیلت کے حاملین سے مراد مخصوص صحابہ ہوں گے مگر "ان الذین سبقت لھم منا الحسنی" کا انعام سب کے لئے ہوگا جیسا کہ آیت حدید میں "اعظم درجۃ" کی فضیلت کے حاملین تو فتح مکہ سے قبل والے صحابہ تھے لیکن "وکلا وعد اللہ الحسنی" کا انعام سب کے لئے تھا۔ اس کی تائید میں امام اہلسنّت الامام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر ملاحظہ ہو:
آپ رحمۃ اللہ علیہ زیر بحث آیت کریمہ کی تفصیل تفسیر بیان کرنے کے بعد نتیجۃً فرماتے ہیں:

"فیہ (دلالۃ) جواز تقلید الصحابۃ والاتباع (لھم) والاقتداء بھم لانہ مدح عزوجل من اتبع المھاجرین والانصار بقولہ "والذین اتبعوھم باحسان ثم اخبر عن جملتھم ان اللہ راض عنھم (دل) ان التقلید لھم لازم والاقتداء واجب و اذا اخبروا بخبر او حدثوا بحدیث یجب العمل بہ ولا یسع ترکہ

"اس آیت کریمہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تقلید ان کی اتباع اور اقتداء کرنے کے جواز پر دلیل ہے۔ اس لئے کہ رب تعالیٰ نے اپنے اس قول "والذین اتبعوھم باحسان" میں مہاجرین و انصار کی اتباع کرنے والوں کی تعریف فرمائی ہے۔ پھر رب تعالیٰ نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے خبر دی ہے کہ وہ ان سب سے راضی ہے، (رب تعالیٰ کا یہ خبر دینا) دلالت کرتا ہے کہ صحابہ کرام کی تقلید لازم اور ان کی اقتداء واجب ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جب کوئی خبر دیں یا حدیث بیان کریں تو اس پر عمل کرنا واجب ہے، اس کو ترک کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔" (تفسیر تاویلات اھلسنت والجماعۃ ج ۵، ص ٤٦١)

زیر بحث آیت کی فیصلہ کن تفسیر:

مفسر شہیر حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت سے حاصل ہونے والے فوائد کے تحت لکھتے ہیں:
"اس آیت کریمہ سے چند فوائد حاصل ہوئے:....

"نواں فائدہ: کوئی مسلمان کسی درجہ پر پہنچ کر صحابی کی گرد قدم کو نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ وہ حضرات سابقین ہیں
، تاقیامت تمام اقسام کے مومنین ان کے تابع ہیں۔ یہ اس آیت کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا
جبکہ "والذین اتبعو" سے تاقیامت مومنین مراد ہیں۔"

آٹھواں فائدہ: تاقیامت وہی مسلمان حق پر ہیں جو حضرات صحابہ یعنی مہاجرین و انصار کے پیروکار ان سے
خوان ان کا ذکر خیر سے کرنے والے ہیں۔ یہ فائدہ "والذین اتبعوھم" کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا جب رب
تعالیٰ حضرات صحابہ کے غلاموں پیروکاروں سے راضی ہے تو خود ان سے کتنا راضی ہوگا۔ لہٰذا روافض، خوارج
باطل پر ہیں۔

نواں فائدہ: سارے صحابہ عادل، ثقہ، متقی ہیں ان میں کوئی فاسق نہیں، یہ فائدہ "رضی اللہ عنہم" سے حاصل ہوا
دوسری جگہ فرماتا ہے، "وکلا وعد اللہ الحسنیٰ" جو تاریخی واقعہ ان کا فسق ثابت کرے وہ جھوٹا ہے قرآن سچا ہے۔

(تفسیر نعیمی ج ۱۱، ص ۲۹۔۳۰، تفسیر نور العرفان ص ۲۳۶)

سابقین صحابہ کا سچا پیروکار وہی مسلمان ہے جو کسی بھی صحابی پر طعن و تشنیع نہ کرے

ہماری اس تحقیق سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قیامت تک صرف اور صرف وہی سچے اور برحق مسلمان اور سابقین صحابہ
کے مخلص پیروکار ہوں گے جو کسی بھی صحابی پر طعن و تشنیع نہ کریں بلکہ سب کے بارے خوش اعتقادی رکھنے والے ہوں
حضرت امام عطاء رحمۃ اللہ علیہ اس کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

الذین اتبعوھم باحسان ھم یذکرون الصحابۃ بالترحم والدعاء

"یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی بھلائی کے ساتھ اتباع کرنے والے صرف وہ لوگ ہیں جو (صحابہ
کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا جب بھی ذکر کرتے ہیں) تو ان کے لئے رب سے رحم و رضامندی کی دعا کرتے ہیں
(یعنی رضی اللہ عنہم اجمعین اور رحمۃ اللہ علیہم وغیرہا کلماتِ توصیفیہ، دعائیہ استعمال کرتے ہیں)۔

(تفسیر مظہری ج ۳، ص ۳۵۲، تفسیر بغوی ج ۲، ص ۲۱۹)

اس بابت تفسیر نعیمی اور امام محمد بن قرظی کی تصریحات ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔ (۱)

آیت ہذا کے ضمن میں قاری ظہور کے پیش کردہ اشکالات کا رد بلیغ:

قاری ظہور نے سورہ توبہ کی زیر بحث آیت کی بھی من چاہی و بے سروپا تفسیر اور کچھ احادیث کی غلط تشریح کرنے کی بھی بھرپور

(۱)۔ اور اتباع بالاحسان کی دلیل قرآن کی آیت ہے۔
(وَالَّذِينَ جَاءُو مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْاِيمَانِ ...)

کوشش کی ہے۔ بتوفیقہ تعالیٰ اب اس کے ان دلائل و اشکالات کے جوابات دیئے جاتے ہیں تاکہ ہمارے قارئین مزید جان سکیں کہ موصوف "ریسرچ اسکالر" کے نام پہ کتنا بڑا دھبہ ہے۔

اس آیت میں تین طبقات کا ذکر ہے اور فتح مکہ کے بعد والے صحابہ "اتبعوہم" میں شامل نہیں ہیں (قاری موصوف):

موصوف فتح مکہ کے بعد والے صحابہ کو "رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ" جیسے انعامات ربانی سے خارج قرار دیتے ہوئے پہلی دلیل یوں پیش کرتے ہیں:

"دراصل اس آیت میں تین طبقات کا ذکر ہے۔

۱۔ مہاجرین ۲۔انصار ۳۔ نیکی میں ان دونوں کی پیروی کرنے والے

اس آیت میں جس تیسرے طبقہ کا ذکر ہے اس کے لئے رضائے الٰہی اور جنت کو مہاجرین وانصار کی۔ اتباع باحسان سے مشروط کیا گیا ہے لہٰذا جو لوگ مہاجرین وانصار کے بعد طوعاً وکرہاً اسلام لائے اور ان کی اتباع سے محروم رہے وہ تیسرے طبقہ میں شامل نہیں۔" (صلح الامام الحسن ص ۱۰۲۔۱۰۳)

جواب نمبر۱:

آیت ہذا میں تین طبقات نہیں، دو طبقات یعنی صحابہ وغیرہ صحابہ کا ذکر ہے:

موصوف کی یہ تقسیم ہی غلط ہے کہ آیت ہذا میں تین طبقات کا ذکر ہے:

۱۔ مہاجرین

۲۔ انصار

۳۔ نیکی میں ان دونوں کی پیروی کرنے والے۔

کیونکہ ہم کثیر تفسیری حوالہ جات سے ثابت کر چکے ہیں کہ آیت ہذا میں دو طبقات یعنی صحابہ وغیر صحابہ صلحا کا ذکر ہے۔ "مِنْ" کے بیانیہ ہونے کی صورت میں تو بالکل واضح ہے کہ سابقین اولین سے مراد جمیع صحابہ ہوں گے اور "الذین اتبعوھم باحسان" سے مراد غیر صحابہ صلحاء ہیں اور "مِنْ" کے تبعیضیہ ہونے کی صورت میں بھی "ان الذین سبقت لھم منا الحسنیٰ" کے لحاظ سے جمیع صحابہ طبقہ اولیٰ میں ہوں گے اور "اتبعوا" سے مراد غیر صحابہ صلحاء ہوں گے۔ لیکن اس صورت میں سابقین مہاجرین وانصار اعظم درجۃ کی مانند فضیلت کے حامل ہوں گے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ "مِنْ" کے دونوں معانی کے لحاظ سے آیت کریمہ میں دو طبقات کا ذکر ہے۔

۱۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین

۲۔ غیر صحابہ صلحاء

جواب نمبر ۲: فتح مکہ کے بعد والے صحابہ بھی آیت میں شامل ہیں:

موصوف کا یہ کہنا کہ "فتح مکہ کے بعد والے صحابہ سابقین کی اتباع سے محروم رہے اور وہ "اتبعوہم" میں بھی شامل نہیں" (خلاصہ عبارت)

یہ ایک دم باطل اور مردود ہے، اس لئے کہ ہم پیشگی دلائل سے ثابت کر چکے ہیں کہ "ان الذین سبقت لھم الحسنی" اور رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ وغیرہا کرامات کے اول تا آخر جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین مستحق ہیں۔

موصوف کے کذاب اور مفتری بر قرآن ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آج تک کسی بھی مستند مفسر نے نہ ایسی آیت ہذا کی تفسیر کی ہے اور نہ ہی کسی ایک صحابی کو بھی جنت ورضائے الٰہی کے مستحق ہونے سے خارج قرار دیا ہے۔

مگر ادھر کتنی بڑی دیدہ دلیری ہے کہ کسی ایک صحابی نہیں بلکہ مہاجرین وانصار کے بعد والے ہزاروں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نہ صرف ان انعامات الٰہیہ سے غیر مستحق قرار دے دیا بلکہ یہاں تک زہر افشانی کر ڈالی کہ وہ صحابہ سابقین کی اتباع سے محروم رہے اور "اتبعوا" میں بھی شامل نہ ہو سکے۔ ایسے لوگوں کی ان افتراء پردازیوں پر ہم یہ ہی کہہ سکتے ہیں:

لعنۃ اللہ علی شرکم "تمہارے شر پہ اللہ کی لعنت ہو۔"

تمام مہاجرین و انصار صحابہ بھی رضائے الٰہی اور جنت کے مستحق نہیں ہیں، کیونکہ "مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ" میں "مِنْ" تبعیضیہ ہے:

پھر بے شرمی وبد عقیدگی کی حد دیکھیں کہ تمام مہاجرین وانصار صحابہ کے بھی رضائے الٰہی وجنت کے حقدار ہونے کا انکار کر ڈالا، اس کی عبارت یہ ہے:

"رہے اولین دو طبقے یعنی مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم اجمعین تو وہ بھی تمام کے تمام رضائے الٰہی اور جنت کے مستحق نہیں ہیں بلکہ فقط وہ مہاجرین و انصار مستحق ہیں جن کا خاتمہ ایمان پر ہوا۔ کیونکہ "مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ" میں لفظ "من" تبعیضیہ ہے، لہٰذا معاذ اللہ اگر کوئی مہاجر یا انصاری خاتمہ بالایمان سے محروم رہا ہو تو وہ اس آیت کا مصداق نہیں ہوگا۔" (صلح الامام الحسن ص ۱۰۳)

جواب نمبر ۱:

"من" کے تبعیضیہ ہونے کے باوجود بھی صرف مہاجرین وانصار ہی نہیں بلکہ اول تا آخر تمام صحابہ رضائے الٰہی وجنت کے مستحق قرار پاتے ہیں:

زیر بحث آیت کی تفسیر کے تحت ہم براہین قاطعہ سے ثابت کر چکے ہیں کلمہ "من" کے تبعیضیہ ہونے کے باوجود بھی تمام صحابہ جنتی قرار پاتے ہیں۔ پھر غور طلب امر یہ ہے کہ موصوف نے اپنے اس جاہلانہ دعوے اور ادھوری دلیل "من تبعیضیہ ہے۔" پر کسی بھی معتبر مفسر کا کوئی ایسا حوالہ نہیں پیش کیا کہ جس میں "من" کو تبعیضیہ قرار دیتے ہوئے مہاجرین وانصار کے رضائے الٰہی و جنت کے مستحق ہونے سے انکار کیا گیا ہو۔ کیونکہ یہ بات موصوف بھی جانتے تھے کہ جس تفسیر کی طرف بھی رخ کریں گے منہ کی کھانی پڑے گی۔

جواب نمبر ۲:

موصوف اپنے ہی بیان کردہ ضابطے کی روشنی میں غلطی کے مرتکب قرار پاتے ہیں

موصوف نے ایک مقام پر قاضی شوکانی اور نواب صدیق کی اس لئے تردید و تغلیط کی کہ انہوں نے الکوثر کو ایک ہی معنیٰ میں بند کر دیا تھا۔ ملاحظہ ہو:

"ان احادیث مبارکہ اور علماء اسلام کی تصریحات کو مدنظر رکھا جائے تو حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح قاضی صاحب اور نواب صاحب نے لفظ "الکوثر" (جس کی وسعتوں کا اندازہ کرنا ہی ممکن نہیں) کو ایک ہی معنیٰ میں بند کر کے رکھ دیا۔" (انوار العرفان ص ۶۲۵)

ہم کہتے ہیں "الکوثر" کو دیگر معانی کے ہوتے ہوئے ایک معنیٰ میں بند کرنا اگر غلط بلکہ یقیناً غلط ہے اور اس کے قائلین تردید و تغلیط کے مستحق ہیں۔

تو جناب بندہ! یہ جرم تو آپ بھی کئے بیٹھے ہیں، بلکہ ان سے بھی بڑے جرم کا ارتکاب کیا ہے اس لئے کہ انہوں نے تو ایک لفظ کو ایک معنیٰ میں بند کیا تھا۔ تم نے تو نہ صرف یہ کہ "من" کو ایک ہی معنیٰ (تبعیضیہ ہونے) میں بند کیا ہے بلکہ اس کے دوسرے معنیٰ (اس کا بیانیہ ہونا) کو یکسر ہی چھوڑ دیا ہے جسے تقریباً ہر مفسر نے بیان کیا اور وہ تھا بھی راجح جیسا کہ ہم تفصیلاً ثابت کر چکے ہیں۔

جواب نمبر ۳:

"من" کے بیانیہ ہونے کی تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور موصوف نے اس تفسیر کو ٹھکرا کر حضرت ابن عباس کی تغلیط اور فیضان نبوی کی تکذیب کا ارتکاب کیا ہے:

ہم پہلے بھی حوالہ پیش کر چکے ہیں "من" کے بیانیہ ہونے کی تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ بار دیگر ملاحظہ ہو: تفسیر زاد المسیر میں "السابقون الاولون" کی بابت چوتھے قول کے تحت فرمایا:

انهم اصحاب رسول اللهﷺ حصل لهم السبق الصحبة

"اس سے مراد نبی کریم ﷺ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہ ہیں (اس لئے کہ) انہیں صحبت رسالت مآب ﷺ کی سبقت میسر آئی ہے۔" (زیر آیت السابقون الاولون)

پھر چند سطور کے بعد فرمایا:

"والذین اتبعوهم باحسان" من قال: ان السابقين جميع الصحابة، جعل هوءلاء تابعی الصحابة وهم الذين لم يصحبوا رسول اللهﷺ وقدروى عن ابن عباس أنه قال: والذين اتبعوهم باحسان الى ان تقوم يوم القيامة

"رب تعالیٰ کا فرمان: والذین اتبعوهم باحسان" جن مفسرین نے یہ کہا کہ سابقین سے مراد تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔ انہوں نے "اتبعوا سے مراد صحابہ کرام کے پیروکار مراد لئے ہیں اور ان (پیروکاروں) سے وہ لوگ مراد ہیں جن کو صحبت نبوی میسر نہیں آئی، (اس کی تائید وہ روایت کرتی ہے جو) حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آپ فرماتے ہیں: "اتبعوہم" سے مراد قیامت تک کے وہ صلحاء ہیں جو بھلائی کے ساتھ صحابہ کی اتباع کرنے والے ہیں۔" (بمرجع سابق)

اور موصوف قاری یہ ضابطہ خود بیان کر چکے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر کو ٹھکرانا فیضان نبوی کی تکذیب ہے۔ ملاحظہ ہو لکھتے ہیں:

"حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں صاحبان (قاضی شوکانی اور نواب صدیق) نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ تفسیر کو باطل ٹھہرا کر فیضان مصطفیٰ ﷺ کی تکذیب کی ہے۔" (انوار العرفان ص ۶۲۵)

ہم کہتے ہیں "من" کے بیانیہ ہونے اور سابقین میں تمام صحابہ کے شامل ہونے کی تفسیر بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس کو ٹھکرا کر تم نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تغلیط اور فیضان مصطفیٰ ﷺ کی تکذیب کی ہے۔

رضائے الٰہی اور جنت کے مستحق فقط وہ مہاجرین و انصار صحابہ ہیں جن کا خاتمہ ایمان پر ہوا (قاری ظہور):

موصوف لکھتے ہیں:

"رضائے الٰہی اور جنت کے مستحق فقط وہ مہاجرین و انصار ہیں جن کا خاتمہ ایمان پر ہوا۔"

(صلح الامام الحسن ص ۰۳

جواب: سب صحابہ کا خاتمہ ایمان پر ہی ہوا ہے، کیونکہ رب نے انہیں ازل سے ہی اپنی رضا اور جنت کے وعدے سے نواز رکھا ہے:

موصوف نے جو ضابطہ بیان کیا ہے ہمیں اس سے سو فیصد اتفاق ہے اس لئے کہ رب تعالیٰ نے ازل میں ہی یہ وعدہ لیا تھا کہ وہ تمام صحابہ کو اپنی رضا اور جنت سے نوازے گا، یہ اس لئے بھی ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ جن سے رضا و جنت کا وعدہ "لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَاد" والا رب فرما چکا ہو ان ذوات قدسیہ کا خاتمہ بالخیر نہ ہوا ہو؟؟؟ ویسے بھی خاتمہ و انجام کا معاملہ بندے اور اس کے رب کے مابین ہے۔ اس پر رائے زنی کرنے کی کسی دوسرے کی کیا مجال ہو سکتی ہے؟

بطور مسلمان جو ہماری ذمہ داری بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے:

ظنوا بالمومنین خیرا۔ "ایمان والوں کے بارے اچھا گمان رکھو۔"

(تفسیر در منثور ج ۱۰، ص ۶۷۶، معجم کبیر ج ۱۶، ص ۴۹۷)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین صرف مومن ہی نہیں بلکہ بعد از انبیاء سب سے بڑے مومن ہیں۔ اس لئے ان کے بارے اچھا گمان رکھنا تو بدرجہ اولیٰ حق رکھتا ہے۔ معہذا ان کے جنتی ہونے پر قرآن و حدیث کی کئی نصوص بھی موجود ہیں۔

اگر موصوف قاری کے پاس کوئی ایسی قطعی دلیل ہو کہ جس سے بالصراحت ثابت ہوتا ہو کہ فلاں فلاں صحابی رسول کا خاتمہ ایمان پر نہیں ہوا تو وہ دلیل پیش کریں۔ اگر ایسی کوئی دلیل نہیں تو صحابہ کو چھوڑیں اپنے ایمان کی فکر کریں اور وہ کوئی ایک بھی دلیل نہیں پیش کر سکتے کیونکہ صحابی کہتے ہی اسے ہیں جس کا خاتمہ بھی ایمان پر ہوا ہو۔

بعض اوّلین مہاجرین صحابہ خاتمہ بالایمان سے محروم رہے ہیں، جیسے عبید اللہ بن جحش (قاری ظہور):

موصوف اپنے دعوے پہ بے محل دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یقینا بعض اولین مہاجرین ایمان سے محروم ہو گئے تھے۔ مثلاً حضرت ام حبیبہ k (رملہ بنت ابی سفیان) کا سابق شوہر عبید اللہ بن جحش ان اولین مہاجرین میں سے ہے جنہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی مگر وہاں جا کر اس نے نصرانیت اختیار کر لی تھی اور مرتد ہو گیا تھا۔" (صلح الامام الحسن ص ۱۰۳)

جواب:

موصوف کی طرف سے عبید اللہ بن جحش کی مثال پیش کرنا درست نہیں:

موصوف کی طرف سے عبید اللہ بن جحش کا نام ذکر کرنا درست نہیں ہے، اس لئے کہ بقول موصوف، اگر وہ مرتد ہو گئے تھے

تو پھر وہ زمرہ صحابہ سے خارج ہو گئے تھے۔ اور ہماری بحث خاص کر کے صحابہ کے بارے ہے۔(۱)

پھر یہ بات بھی مسلم ہے کہ جب بھی لفظ "مہاجرین" یا "انصار" بولا جاتا ہے۔ اس سے صرف اور صرف صحابہ ہی مراد ہوتے ہیں اور "صحابی" کہتے ہی اس ہستی کو ہیں کہ جس نے حالت ایمان میں نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی اور حالت ایمان پر ہی اس کا خاتمہ ہوا ہو جیسا کہ امام ابن حجر عسقلانی نے بھی لکھا:

من لقى النبی ﷺ مومنا به ومات على الاسلام

"جس نے حالت ایمان میں نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی اور ایمان پر ہی اس کا وصال ہوا وہ صحابی ہے۔"

(الاصابه فی تمیز الصحابه ج ۱ ص

اس طرح موصوف کے استاد علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح تعریف کی ہے، ان کا مکمل حوالہ مقدمہ کے شروع میں نقل کر آئے ہیں۔ بلکہ یہی تعریف خود موصوف نے بھی کی ہے۔ ملاحظہ ہو لکھتے ہیں:

"غور فرمائیے کہ ہر وہ شخص جو اعلان نبوت کے بعد ایمان کے ساتھ حضور ﷺ سے ملاقات کرے اور ایمان پر اس کا خاتمہ ہو تو وہ صحابی ہے۔" (شرح اسنی الطالب ص ۱۴۹، الطبعة الخامسة)

تمام صحابہ کو جنتی قرار دینا عدم تدبر پر مبنی اور معاویہ کا ناجائز دفاع کرنا ہے (قاری ظہور):

موصوف ساری امت کے مفسرین بلکہ صحابہ بلکہ قرآن وصاحب قرآن ﷺ کی تردید و تغلیط کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"معلوم ہوا کہ ان دو آیات (فتح ۱۸: توبہ: ۱۰۰) آیات یا کسی بھی آیت اور صحیح حدیث سے تمام کے تمام صحابہ کو جنتی قرار دینا یا عدم تدبر پر مبنی ہے یا پھر بعض بغاۃ وطلقاء (معاویہ) کو ناجائز (Secure) کرنا اور تحفظ دینا مقصود ہے۔"

(صلح الامام الحسن ص ۰۲

جواب:

موصوف نے صحابہ سمیت ساری امت بلکہ نبی ﷺ کو بھی عدم تدبر کا شکار اور ناجائز کام کے مرتکب قرار دے دیا۔ نعوذ باللہ:

موصوف کو یہ جملہ لکھتے ہوئے کچھ تو خوف خدا سے کام لینا چاہئے تھا، یہ لکھتے ہوئے ذرہ بھر نہ سوچا کہ ان کا یہ رافضیت کے زہر سے آلودہ تیر کس کس کو نشانہ بنائے گا؟ اگر نہیں سوچا تو ہم بتا دیتے ہیں کہ ان کے اس ملحدانہ فتوے کی زد میں۔ تمام

(۱) عبید اللہ بن جحش کا مرتد ہونا کسی معتبر سند سے ثابت نہیں۔ ان کے مرتد و نصرانی ہونے کی تمام روایات کا جائزہ کتاب میں پیش کر دیا گیا ہے۔ رضوی

فقہاء، محدثین، مفسرین، مجتہدین اولیاء، کاملین، تبع تابعین، صحابہ، ساری امت، بلکہ قرآن و صاحب قرآن ﷺ بلکہ رب خدا کی ذات بھی آتی ہے۔ اس لئے کہ تمام صحابہ کا جنتی ہونا اور اُن کا دفاع کرنا، خود قرآن و احادیث سے ثابت ہے اور ہر دور کے علماء و عوام اسلام نے یہی عقیدہ رکھا اور بیان کیا ہے۔ ع

وہ ظالم نگاہیں خدا کی پناہ جدھر اٹھ گئیں فیصلہ ہو گیا

صحابہ میں کچھ منافق صحابہ بھی تھے۔ (قاری ظہور):(۱)

موصوف نے ہرزہ سرائی کرتے ہوئے منافقین کو بھی صحابہ قرار دے دیا۔ معاذاللہ۔ ملاحظہ ہو:

صحابی ہو یا غیر صحابی ہر ایک کا معاملہ "الاعمال بالخواتیم" یعنی انجام کے مطابق ہی ہو گا، ورنہ وہ بھی صحابہ ہی ہوں گے۔ جنہیں حوض کوثر سے دھتکار دیا جائے گا اور وہ بھی صحابہ ہی تھے جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔"

فی اصحابی اثنا عشر منافقا فیھم ثمانیة لا یدخلون الجنة حتی یلج الجمل فی سم الخیاط

"میرے صحابہ میں بارہ منافق ہیں۔ ان میں آٹھ جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔ یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے سوراخ میں داخل ہو۔"

(صلح الامام الحسن ص ۱۰۳.۱۰٤، بحوالہ مسلم)

جواب نمبرا:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں کوئی بھی منافق نہ تھا، حوض کوثر سے مرتدین کو دھتکارا جائے گا، نہ کہ صحابہ کو:

یہ موصوف کے قلم باطل ہی کا کمال ہے کہ پل بھر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے ہے جسے چاہتے ہیں غیر صحابی اور دوزخی قرار دے دیتے ہیں، اور جب چاہتے ہیں مرتدین و منافقین کو بھی صحابی قرار دے دیتے ہیں۔

جہاں تک حوض کوثر سے دھتکارے جانے والے لوگوں کا تعلق ہے تو ان سے بھی ہرگز ہرگز اصطلاحی و حقیقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین مراد نہیں ہیں بلکہ ان سے وہ لوگ مراد ہیں جو بعد میں مرتد ہو گئے تھے اور ان کے لئے صرف لغوی اعتبار سے اس لفظ کا استعمال کیا گیا۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری کے اندر "باب فی الحوض" کے تحت اس مضمون کو حدیث نمبر ۶۵۷۶، ۶۵۸۲ اور ۶۵۸۴ میں اجمالی طور پر بیان کیا ہے، جن کا خلاصہ یہ ہے

"سرکار ﷺ فرماتے ہیں: میرے حوض پہ کچھ لوگوں کو مجھ پر ظاہر کیا جائے گا اور انہیں حوض کوثر سے دور کر

---

(۱)۔ صحابہ میں ۱۲ منافقین کی حدیث پر تفصیلی و تحقیقی کتاب عنقریب شائع ہو گی۔ جس میں پہلی مرتبہ تمام طرق و اسانید اور مسئلہ کے تمام جزئیات پر سیر حاصل بحث ہے۔ رضوی

دیا جائے گا۔ یا انہیں یہ کہا جائے گا دور ہو دور ہو، تو میں عرض کروں گا۔"

اے میرے رب! یہ تو میرے ساتھیوں میں شامل تھے تو جواب دیا جائے گا۔ آپ نہیں جانتے انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا تھا؟ پھر حدیث نمبر ۱۵۸۵، ۱۵۸۱، ۱۵۸۷ اور ۱۵۹۳ میں اس کی تفصیل بیان کر دی گئی کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا تھا، حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

انهم ارتدوا على ادبارهم القهقرى "بے شک یہ لوگ اپنے الٹے پاؤں پھر کر مرتد ہو گئے تھے۔"

تو جب "تفسیر الحدیث بالحدیث" کے تحت صراحتاً ثابت ہو چکا کہ حوض کوثر سے دھتکارے جانے والے وہ لوگ ہوں گے جو مرتد ہو گئے تھے اور مرتد وہ ہوتا ہے جو دین اسلام چھوڑ کر کوئی اور دین قبول کر لے اور اس کا خاتمہ کفر پر ہو، تو پھر مرتدین کو زمرہ صحابہ میں کیسے شمار کیا جا سکتا ہے، حالانکہ بقول موصوف کے بھی صحابی کی تعریف یہ ہے:

"ہر وہ شخص جو اعلان نبوت کے بعد ایمان کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات کرے اور پھر ایمان پہ اس کا خاتمہ ہو تو وہ صحابی ہے۔" (شرح اسنی المطالب ص ۱۴۹)

ثابت ہوا کہ مرتدین کو بھی صحابہ قرار دینا یہ موصوف کی غوایت و حماقت اور سفاہت و ضلالت کا نتیجہ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات پر بہت بڑا بہتان ہے۔

جواب نمبر ۲:

"فِیْ اَصْحَابِیْ اِثْنَا عَشَرَ مُنَافِقًا" سے مراد بھی پکے منافق ہیں نہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین:

موصوف نے صحیح مسلم کی حدیث کے ذریعے بھی روافض کی مکمل ترجمانی کرتے ہوئے دھوکہ دہی اور غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ اس لئے کہ اس حدیث میں بھی حقیقی و اصطلاحی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین مراد نہیں ہیں بلکہ بمعنی ساتھی، یا اصحاب کی طرف منسوب لوگ یعنی منافقین مراد ہیں جو ظاہری طور پر تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ساتھ رہتے تھے لیکن باطنی طور پر پکے کافر تھے، اس پر درج ذیل دلائل پوری صراحت سے دلالت کرتے ہیں:

دلیل نمبر ۱:

حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو جس عنوان کے تحت لے کر آئے آپ نے اس کا عنوان یوں قائم فرمایا ہے:

باب صفات المنافقين و احكامهم "یعنی منافقوں کی صفات اور ان کے احکام کا باب۔"

جس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ اس باب میں صحابہ کا نہیں بلکہ منافقین کا ذکر ان کی صفات اور ان کے احکام بیان کئے جائیں گے

دلیل نمبر۲:

حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

اما قولہ ﷺ فی اصحابی فمعناہ الذین ینسبون الی صحبتی کما قال فی الروایۃ الثانیۃ "فی امتی"

"بہر کیف نبی کریم ﷺ کا فرمان "فی اصحابی" تو اس کا معنی ہے وہ لوگ جو (لغوی طور پر) میری صحبت کو منسوب ہیں جیسا کہ آپ نے ایک دوسری روایت میں فرمایا ہے: "فی امتی (یعنی میری امت میں بارہ منافق ہیں)۔" (شرح صحیح مسلم ج ۲، ص ۳۴۹)

یونہی امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

فی اصحابی الذین ینسبون الی صحبتی وفی روایۃ "فی امتی" وھو اوضح المراد

"فی اصحابی یعنی وہ (منافق) لوگ جو میری صحبت کو منسوب ہیں اور ایک اور روایت میں ہے "فی امتی" (یعنی میری امت میں) یہی معنی زیادہ واضح المراد ہے۔" (فیض القدیر ج ٤، ص ٤٥٤)

محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہ کی ان تشریحات سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ "فی اصحابی" کے ذریعے جن لوگوں کی بات کی جا رہی ہے وہ منافقین ہیں، بلکہ دوسری روایت میں "فی امتی" کے الفاظ کا آنا پھر محدثین کا یہ فرمانا کہ "وھو اوضح المراد" تفسیر الحدیث بالحدیث کے طور پر ثابت کرتا ہے کہ فی اصحابی بمعنی "فی امتی" کے ہے تو جس طرح منافقین کا امت میں ہونا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر طعن کو لازم نہیں کرتا اسی طرح منافقین کے لئے "فی اصحابی" بمعنی "فی امتی" کے الفاظ کا آنا بھی ہرگز ہرگز طعن کا باعث نہیں ہو سکتا۔"

دلیل نمبر۳:

موصوف کے استاد علامہ غلام رسول سعیدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان تشریحات سے ماخوذ اس حدیث کا یوں ترجمہ کیا ہے:

"جو لوگ میرے صحابہ کی طرف منسوب ہیں ان میں بارہ منافق ہیں"۔

(شرح صحیح مسلم ج ۷، ص ۵۷٦)

یہ وہی شرح مسلم ہے جس پر تقریظ لکھتے ہوئے موصوف نے اس کی توصیف و تحسین کرتے ہوئے یہاں تک لکھا ہے:

"اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اس نے شرح صحیح مسلم کی صورت میں ہمیں عظیم نعمت عطا فرمائی۔"

(شرح صحیح مسلم ج ٤، ص ٤٥.٤٦)

دلیل نمبر۴:

یہ بات تو باقاعدہ احادیث میں بھی پائی جاتی ہے کہ منافقین کے لئے (لغوی طور پر) "اصحابی" یا "اصحاب" کا لفظ استعمال

فرمایا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

متفق علیہ حدیث میں ہے کہ کسی موقع پر ذوالخویصرہ نامی منافق نے نبی کریم ﷺ کو کہہ دیا: یا رسول اللہ ﷺ! اعدل "اے رسول خدا انصاف کیجئے۔"

تو سرکار اقدس ﷺ نے فرمایا: "اگر میں نہ انصاف کروں گا تو کون انصاف کرے گا؟

(یہ سن کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ مجھے اجازت دیں میں اس (منافق) کی گردن اتار دوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: دعه فان له اصحابا "اس کو چھوڑ دو، اس کے اور بھی ساتھی ہیں۔"

(یہ صوم و صلوٰۃ کے ایسے پابند ہوں گے کہ) تم میں سے کوئی ان کی نماز کے سامنے اپنی نماز کو اور ان کے روزے کے سامنے اپنے روزے کو حقیر جانے گا، یہ قرآن پڑھیں گے (لیکن) قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔

(بخاری، حدیث نمبر ۳۶۱۰)

صحیح مسلم کی روایت میں یہ ہے کہ سرکار ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جواب میں فرمایا تھا:

معاذاللہ ان یتحدث الناس انی اقتل اصحابی

"اللہ کی پناہ لوگ یہ باتیں کریں گے کہ میں اپنے ساتھیوں کو قتل کروا دیتا ہوں۔" (مسلم، حدیث نمبر ۱۰٦٤)

یونہی رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کے بارے آتا ہے کہ جب اس نے بھی اس طرح کا کوئی نازیبا جملہ بولا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں اس کی گردن بھی اڑانے کی اجازت چاہی تھی، لیکن سرکار d نے فرمایا تھا؟"

دعه لان یتحدث الناس ان محمد یقتل اصحابه

"اس کو چھوڑ دو (ورنہ) لوگ یہ باتیں کریں گے کہ محمد اپنے ساتھیوں کو خود قتل کر دیتا ہے۔"

(بخاری ج ۲، ص ۷۲۸.۲۹، قدیمی کتب خانہ)

اب دیکھئے ان دونوں احادیث میں منافقین ذوالخویصرہ اور عبداللہ بن ابی کے لئے "اصحابی" اور "اصحاب" کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں، تو کیا کوئی عقل کا اندھا ان کو بھی [شرعی و اصطلاحی] صحابہ قرار دے گا؟؟؟

موصوف نے جب زیر بحث حدیث کے صرف ظاہر کو دیکھتے ہوئے منافقین کو بھی "صحابہ" قرار دے دیا ہے تو شاید ان کی نظر میں عبداللہ بن ابی تو بہت بڑا صحابی ہوگا، کیونکہ اس کے لئے تو اس سے بھی آگے کے معاملات ہوئے ہیں۔ مثلاً:

(الف) اس کے کفن کے لئے سرکار ﷺ نے اپنی قمیص مبارک عطا فرمائی تھی۔

(ب) آپ نے اس کی نماز جنازہ بھی پڑھائی تھی۔

تنبیہ:

نبی کریم ﷺ کے اس فعل مبارک سے اس منافق کو تو ذرہ بھر بھی فائدہ نہ ہوا، البتہ آپ کے اس حسن سلوک کی بدولت

عبداللہ بن ابی کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ جو نبی کریم ﷺ کے مخلص صحابی تھے کی دلجوئی ضرور ہوگئی اور ایک ہزار منافقین منافقت چھوڑ کر مخلص و پکے مسلمان ہو گئے تھے۔"

(اس کی تفصیل کے لئے دیکھئے شرح مسلم للسعیدی ج ۷، ص ۵۸۲ تا ۵۸۴)

دلیل نمبر ۵:

جس طرح آیت کا شان نزول ہوتا ہے اسی طرح کبھی حدیث کا بھی شان ورود ہوتا ہے (یعنی وہ وجہ و علت کہ جس کی وجہ سے وہ فرمان جاری ہوا ہو) تو زیر بحث حدیث کا شان ورود بھی اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ حدیث خالصتاً منافقین کے بارے وارد ہوئی ہیں نہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے۔

اس کا شان ورود یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کسی غزوہ سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ کچھ منافقین نے کہا کہ (موقع ملتے ہی) ہم محمد کو قتل کر دیں گے۔ تو اس کے پیش نظر آپ ﷺ نے فرمایا: فی اصحابی اثنا عشر منافقا

نوٹ:

جہاں تک موصوف کی اس بات کا تعلق ہے کہ "صحابی ہو یا غیر صحابی ہر ایک کا معاملہ" الاعمال بالخواتیم "یعنی انجام کے مطابق ہی ہوگا، تو اس پر ہم تفصیلاً گفتگو کر چکے ہیں۔

کیا عبدالرحمٰن بن عدیس، ابوالغادیہ اور بسر بن ابی ارطاۃ صحابی بھی جنتی ہیں ؟ (قاری ظہور):

موصوف پھر بطور خلاصہ کے لکھتے ہیں:

"خلاصہ یہ ہے کہ تمام کے تمام صحابہ کو یا صحابی کہے جانے والے ہر ہر شخص کو جنتی تصور کر لینا عدم تدبر پر مبنی ہے، حسن ظن تو اچھی بات ہے مگر ہر صحابی کو جنتی قرار دینے والے لوگوں سے پوچھئے کہ ان کے نزدیک وہ صحابہ بھی جنتی ہیں جن کو خلیفہ ثالث حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے قاتلین میں ذکر کیا جاتا ہے۔ یعنی عبدالرحمٰن بن عدیس نیز بسر بن ابی ارطاۃ بھی صحابی تھا اور قاتلین عمار بن یاسر بھی صحابی تھے ان کے بارے میں کیا حکم؟ سیدنا عمار بن یاسر کو قتل کرنے کے لئے جو ناپاک ہاتھ استعمال ہوئے تھے وہ ایک صحابی ہی کے ہاتھ تھے اور اس شخص کا قاتل عمار ہونا مشکوک نہیں معلوم ہے اس کو ابوالغادیہ کہا جاتا ہے۔" (صلح الامام الحسن ص ۱۰٤)

جواب:

بالکل یہ بھی جنتی ہیں اور شرف صحابیت کے جملہ عمومی فضائل کے حامل ہیں:

بالکل یہ بھی جنتی ہیں اور شرف صحابیت کے جملہ عمومی فضائل کے حامل ہیں:

بالکل یہ سب بھی جنتی ہیں اور "صحابیت" کے جملہ عمومی فضائل کے حامل بھی ہیں۔ اس لئے کہ جب ان کا صحابی ہونا ثابت اور تمھارے ہاں بھی مسلم ہے تو "وکلا وعد اللہ الحسنیٰ" جیسے انعامات کے مستحق ہوں گے۔

جہاں تک ان سے صادر ہونے والے مشاجراتی معاملات کا تعلق ہے تو اس بابت ہم تفصیلی دلائل نقل کر چکے ہیں کہ یہ سب اللہ کے فضل اور صحبت نبوی کی برکت سے معاف ہو چکے ہیں۔ موصوف کو یہ سوال قائم کرنے سے قبل اس سوال پر غور کرنا چاہئے تھا کہ کیا: ان مشاجراتی معاملات اور لغزشوں کی وجہ سے ان صحابہ کی صحابیت قائم رہی یا زائل ہو گئی تھی؟ اگر تو اس سب کے باوجود بھی قائم رہی بلکہ یقیناً قائم رہی تو پھر ان کے صحابی ہونے کے ناطے "وکلا وعد اللہ الحسنیٰ" میں شمولیت سے کوئی چیز مانع نہ رہی۔ اور اگر کوئی کہے کہ ان معاملات کی وجہ سے ان کی صحابیت زائل ہو گئی تھی تو اس پہ لازم ہے کہ اپنے اس دعوے کو دلائل صحیحہ سے ثابت کرے۔

نوٹ:

حضرت عبدالرحمٰن بن عدیس اور حضرت ابو الغادیہؓ کی بابت گزشتہ صفحات میں تفصیلی کلام ہو چکا ہے۔ حضرت بسر بن ابی ارطاۃ رضی اللہ عنہ کے متعلق آئندہ صفحات پر گفتگو کی جائے گی۔

معاویہ کا پورا گروہ ہی قتل عمار کا ذمہ دار اور داعی الی النار ہے (قاری ظہور):

موصوف مزید انگارہ افشانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حدیث شریف میں سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے قتل میں فقط معاویہ کے سپاہی ابو الغادیہ کو جہنمی نہیں کہا گیا بلکہ جس گروہ میں ابو الغادیہ تھا اس پورے گروہ کو اس "داعی الی النار" فرمایا گیا ہے۔

(صلح الامام الحسن ص ۱۰۶)

جواب:

موصوف کی یہ بات برخلافِ حقائق اور غلط ہے:

موصوف کی یہ بات بھی برخلافِ حقائق اور غلط ہے، اس لئے کہ حدیث نبوی "داعی الی النار" کا صحیح مفہوم ہرگز وہ نہیں ہے جو موصوف بیان کر رہے ہیں بلکہ صحیح مفہوم وہ ہے جو ہم کئی محدثین کی شرح کی روشنی میں بیان کر چکے ہیں۔ موصوف کی یہ بات اس لئے بھی درست نہیں ہے کہ حضرت امیر معاویہ کے گروہ میں ان کے سمیت درجن سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بھی شامل تھے۔ معاذ اللہ وہ سب بھی "داعی الی النار" قرار پائیں گے۔ حالانکہ [illegible] عمومی طور پر

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو قیامت تک کے کلمہ پڑھنے والوں کے لئے یہ فرما کر معیارِ ایمان قرار دیا ہے کہ:

اٰمنوا کما امن الناس "یوں ایمان لاؤ جیسے دوسرے لوگ ایمان لائے۔" (بقرہ: ۱۳)

اگر اکبر بگٹی کے قتل کا ذمہ دار وقت کے حاکم اور بنی اسرائیل کے بچوں کے قتل کا ذمہ دار فرعون کو قرار دیا جاسکتا ہے تو پھر قتل عمار کا ذمہ دار معاویہ کو کیوں نہیں قرار دیا جاسکتا؟ (قاری ظہور):

موصوف قتل عمار کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو براہِ راست ذمہ دار قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"براہ راست سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے قاتل کے بارے میں تو واضح حدیث آگئی۔ کیا اس کے سربراہ اور اس کے عمل پر راضی رہنے والے کے بارے میں بھی کوئی حدیث ہے؟ اس سلسلے میں درج ذیل حدیث سے روشنی حاصل کی جاسکتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب زمین میں کوئی گناہ کیا جائے جو شخص وہاں موجود ہو اور اس گناہ کو پسند نہ کرے تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو وہاں موجود نہ ہو اور جو وہاں سے غائب ہو اور اس گناہ پر راضی ہو تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو وہاں موجود ہو۔" زیادہ تفصیل میں جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ حدیث پاک میں واضح طور پر اصول بیان فرمادیا گیا ہے: "پس وہ شخص جو لوگوں پر حاکم ہے وہ راعی ہے اور اور وہ اپنی رعایا کے متعلق جواب دہ ہوگا۔ سو تم میں سے ہر شخص راع ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے باز پرس ہوگی۔"......بتائیے نواب محمد اکبر بگٹی مرحوم کا قتل تو سپاہیوں کے ہاتھوں سے ہوا مگر اس کی FIR اس دور کے حاکم کے خلاف کیوں درج کرائی گئی؟ اس لئے کہ ریاستی قتل میں عقلاً اور نقلاً اصل قاتل سربراہ مملکت ہی ہوتا ہے، بنی اسرائیل کے بچوں کو فرعون کے سپاہی قتل کرتے تھے مگر اللہ جل شانہ نے اصل قاتل فرعون کو قرار دیا۔

(خلاصہ صلح الامام الحسن ص۱۰۶۔۱۰۵)

جواب: موصوف کا یہ خیال باطل اور قیاس، قیاس مع الفارق ہے:

موصوف کا قلم یہاں پر بھی ٹھوکر کھا گیا ہے یا پھر جان بوجھ کر بغض صحابہ کی زد میں بہہ گیا ہے۔

اس لئے کہ اولاً تو روایت "قاتل عمار وسالبہ فی النار" ضعیف اور ناقابل استدلال ہے اور اگر صحیح اور قابل استدلال بھی ہوتی تب بھی حضرت ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ کا جہنمی ہونا ثابت نہیں ہوتا، اس لئے کہ نص قرآنی "وکلا وعد اللہ الحسنیٰ" انہیں جنتی قرار دے رہی ہے۔ لہٰذا اس تقابل و تضاد کی وجہ سے حدیث کو چھوڑ کر اس نص قرآنی سے ہی استدلال کیا جائے۔ اس کی مزید تفصیل کے لئے گزشتہ صفحات پہ ہماری کی گئی تفصیل ملاحظہ ہو: تو جب بقول تمہارے معین کردہ جو صحابی ہیں وہی دوزخی نہ قرار پائے تو پھر اس وجہ سے ان کے سارے گروہ یا سربراہ گروہ کو ذمہ دار قرار دیتے ہوئے دوزخی قرار دینا کیونکر درست ہو سکتا

ہے؟ثانیاً اکبر بگٹی کے قتل پہ قیاس کرنا بھی ذرا بھر درست نہیں ہے۔اس لئے کہ یہ قتل خالصتاً سیاسی و ملکی معاملات ...
سے تھا۔ جبکہ جنگ صفین میں شریک دونوں طرف کے حضرات اپنے اپنے اجتہاد پر عمل پیرا تھے۔اگرچہ حق حضرت
علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور دوسری جانب کے حضرات اجتہادی خطا پر تھے۔
اور اگر بقول تمھارے بغیر کسی بھی استثناء کے ریاستی قتل میں عقلاً نقلاً اصل قاتل سربراہ مملکت ہی ہوتا ہے تو دل پہ ہاتھ رکھ کر
بتائیے کہ قتل عثمان رضی اللہ عنہ کا ذمہ دار اور اصلی قاتل کون قرار پائے گا؟؟

کسی کو جنتی قرار دینے کے لئے قرآن وسنت سے دلیل کا ہونا ضروری ہے (قاری ظہور)

موصوف ایک ضابطہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"کسی طبقہ یا فرد کو جنت نصیب ہونے پر یا اسے بہشتی خیال کرنے پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا، لیکن اس دنیا میں کسی کا نام لے کر اسے جنتی قرار دینے کے لئے قرآن وسنت سے کسی دلیل کا ہونا ضروری ہے۔"

(صلح الامام الحسن ص ۱۰۰)

جواب: بالکل ٹھیک، مگر یاد رہے قرآن و سنت نے تمام صحابہ کے جنتی ہونے پر کئی دلائل پیشگی ہی بیان فرمادیئے ہیں:

موصوف نے جو ضابطہ بیان کیا ہے ہمیں اس سے ایک سو ایک فیصد اتفاق ہے، مگر یہ بات بھی یاد رہے کہ قرآن وسنت نے تمام صحابہ کے جنتی ہونے پر درجنوں دلائل بیان فرمادیئے ہیں۔ مثلاً: سورۂ حدید کی آیت نمبر ۱۰، سورہ انبیاء کی آیت نمبر ۱۰۱-۱۰۳، اور سورہ توبہ کی آیت ۱۰۰ وغیرہا۔

یونہی حدیث "لاتمس النار مسلمارآنی" وغیرہ لقد رضی اللہ عن المومنین (الفتح:۱۸) آیت سے استدلال کرتے ہوئے بیعت رضوان میں شامل تمام صحابہ کو جنتی قرار دینا درست نہیں ہے: (قاری ظہور):

تمام صحابہ کے جنتی ہونے کی نفی پر موصوف مزید دلیل دیتے ہوئے کہتے ہیں:

"یاد رکھنا چاہئے کہ صحیح احادیث سے نام زد شدہ کسی فرد کو جنتی قرار دینا الگ بات ہے اور جماعت یا طبقات کے لئے جنت کی بشارت کا ہونا الگ بات ہے۔ جب کسی فرد کو جنتی قرار دیا گیا تو اس فرد کو جنتی ماننا لازم ہے، لیکن نام لئے بغیر کسی طبقہ یا جماعت کا ذکر کیا گیا تو پھر اس طبقہ یا جماعت کے ہر شخص کے خاتمہ کا اعتبار ہوگا، قرآن مجید میں متعدد ایسی آیات ہیں جن میں طبقات اور جماعت کے لئے اجر عظیم اور جنت کی بشارت کا ذکر ہے اور عموماً

خیال کیا جاتا ہے کہ اس جماعت یا طبقہ کے ہر ہر فرد کا جنتی ہونا ضروری ہے در حقیقت یہ خیال درست نہیں۔ مثلاً آیت مبارکہ "لَقَدْ رَضِيَ اللهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (الفتح:۱۸) کو مد نظر رکھتے ہوئے بیعت رضوان میں شامل اکثر کو نہیں بلکہ تمام لوگوں کو جنتی تصور کیا جاتا ہے حالانکہ یہ درست نہیں۔"

(صلح الامام الحسن ص ۱۰۱-۱۰۰)

جواب:

اس آیت سے صرف بیعت رضوان والوں کا ہی نہیں بلکہ دیگر بھی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا جنتی ہونا ثابت ہوتا ہے:

ہم کہتے ہیں یہ تمھاری خام خیالی ہے کہ اس آیت سے بیعت رضوان میں شامل تمام صحابہ کا جنتی ہونا ثابت نہیں ہوتا، اس لئے کہ اس سے صرف بیعت رضوان والے ہی نہیں بلکہ دیگر بھی تمام صحابہ کا جنتی ہونا ثابت ہے۔

اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

هذه الاية و ان كان سبب نزولها بيعة الرضوان الا ان العبرة عموم اللفظ فيشمل مبايعة الامام على الطاعة والوفاء بالعهد و مبايعة الشيخ العارف على صحبة الله و رسوله والتزام شروط آدابه

"اس آیت کریمہ کا سبب نزول اگرچہ بیعت رضوان ہے، مگر اعتبار الفاظ کے عموم کا ہوتا ہے، پس یہ (آیت) امام کی بیعت کو اطاعت ووفا سے پورا کرنے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کی شرط پر ہونے والی عارف باللہ مرشد کی بیعت اس کی شرائط وآداب کے لازم ہونے کو بھی شامل ہے۔"

(تفسیر صاوی ج۵، ص ۱۹۷۰)

العبرۃ بعموم اللفظ قاعدے سے ثابت ہوتا ہے کہ جب یہ آیت امام اور مرشد کی بیعت کو بھی شامل ہے تو لامحالہ جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی جانب سے کی جانے والی بیعت کو بھی شامل ہوگی۔

رضاء الٰہی کا یہ مژدہ فقط ان لوگوں کے لئے تھا جنہوں نے عہد کو نبھایا اور اس بیعت پر قائم رہے: (قاری موصوف):

موصوف لکھتے ہیں:

آیت مبارکہ "لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ" کو مد نظر رکھتے ہوئے بیعت رضوان میں شامل اکثر کو نہیں بلکہ تمام لوگوں کو جنتی تصور کیا جاتا ہے حالانکہ یہ درست نہیں بلکہ رضاء الٰہی کا یہ مژدہ فقط ان لوگوں کے

لئے تھا جنہوں نے عہد کو نبھایا اور اس بیعت پر قائم رہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ کے بعد ارشاد فرمایا: فعلم مافی قلوبهم فانزل السکینة علیهم

"تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان اتارا۔"

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: انما انزلت السکینة علی من علم منه الوفاء

"اطمینان فقط ان پر اتار گیا جن سے وفا جانی گئی۔" (در منثور ج ۱۳، ص ۴۸۳)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ تفسیر، تفسیر قرآن بالقرآن ہے، اس لئے کہ اس سے قبل جس آیت میں اس بیعت کو بیعت الٰہی فرمایا گیا ہے وہاں ساتھ یہ بھی فرمایا گیا ہے:

فمن نکث فانما ینکث علی نفسه ومن اوفی بما عاهد علیه الله فسیؤتیه اجرا عظیما

"تو جس نے عہد توڑا اس نے اپنے بڑے عہد کو توڑا اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اس نے اللہ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ اسے ثواب دے گا۔"

(صلح الامام الحسن ص ۱۰۱،۱۰۰)

جواب ا:

موصوف کی بات بالکل درست ہے، مگر یاد رہے کہ تمام صحابہ نے اپنا عہد بھی نبھایا ہے اور بیعت پر بھی قائم رہے ہیں:

ہم موصوف کی اس بات سے کلیتہً اتفاق کرتے ہیں مگر یہ بات بھی مسلم ہے کہ اس بیعت میں جتنے صحابہ کرام شامل تھے سبھی نے اپنا عہد بھی نبھایا اور اس بیعت پر قائم بھی رہے۔ نیز "فمن نکث فانما ینکث علی نفسه" کے مصداق صرف اور صرف منافقین ہیں اس کے تحت کوئی ایک بھی صحابی داخل نہیں ہے۔ اب ہمارے اس دعوے پر دلائل ملاحظہ ہوں:

❀ تفسیر ابن عباس میں ہے:

فلم ینقص منهم احد لانهم کانوا مخلصین وماتوا علی بیعة الرضوان غیر رجل منهم یقال له جد بن قیس وکان منافقا اختبأ یومئذ تحت ابط بعیره ولم یدخل فی بعیتهم فاماته الله علی نفاقه

"بیعت رضوان والے صحابہ کرام میں سے کسی نے بھی عہد نہیں توڑا کیونکہ وہ سب کے سب مخلصین تھے اور ان سب کا وصال بیعت رضوان پر ہی ہوا ہے۔ سوائے اس ایک شخص کے جس کو جد بن قیس کہا جاتا تھا اور وہ منافق تھا۔ یہ شخص اس دن اپنے اونٹ کے پیچھے چھپا رہا اور ان کی بیعت میں داخل نہ ہوا تو رب تعالیٰ نے اسے اس کی

منافقت پر ہی موت دی۔" (ص: ۵۱۲)

صحابیٔ رسول حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

بایعنا رسول اللہ ﷺ تحت الشجرۃ علی الموت وعلی ان لا نفر: فما نکث احد منا البیعۃ الا جد بن قیس وکان منافقا اختبأ تحت ابط بعیرہ ولم یسر مع القوم

"ہم نے موت اور جنگ سے نہ بھاگنے کی شرط پر درخت کے نیچے نبی اکرم ﷺ کی بیعت کی تھی۔ پس ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے کسی ایک نے بھی بیعت کو نہیں توڑا، سوائے منافق جد بن قیس کے۔ وہ (اس دن) اونٹ کی بغل کے نیچے چھپا رہا اور لوگوں کے ساتھ نہ گیا۔"

(مدارک ج ۳، ص ۳۳۹، البحر المحیط ج ۸، ص ۱۳۰، روح البیان، ج ۹، ص ۲۶، روح المعانی جزء ۲۶، ج ۱۳، ص ۷ ۱۰، ابن کثیر ص ۲۸۹، ابن کثیر وغیرہ التفاسیر، مسلم ۱۸۵۶، ترمذی ۱۵۹۱، نسائی ۱۴۰، ۷)

حضرت امام ابن سائب فرماتے ہیں:

فلم ینکث العھد منھم غیر رجل واحد یقال لہ: الجد بن قیس وکان منافقا

"صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے کسی نے بھی عہد نہیں توڑا، سوائے جد بن قیس منافق کے۔"

(تفسیر زاد المیسر لابن جوزی، زیر آیت ۱۰، سورۃ الفتح)

تنبیہ:

حدیث مبارکہ کے کلمات "اِلَّا جَدُّبْنُ قَیْسٍ وَکَانَ مُنَافِقًا" سے ثابت ہوا کہ یہ مستثنیٰ منقطع ہے۔ یعنی جد بن قیس جماعت صحابہ میں شامل ہی نہیں تھا۔ جیسے جَاءَنِی الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا (آئی میری پاس قوم سوائے گدھے کے) کی مثال میں گدھا قوم میں داخل ہی نہیں۔

حدیث مبارکہ میں جد بن قیس کے بیعت نہ کرنے کو ہی عہد توڑنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

جواب نمبر ۲:

بیعت رضوان والے تمام صحابہ "وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا" کے مصداق ہیں:

مذکورہ دلائل کی روشنی میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ بیعت رضوان والے تمام صحابہ اپنے عہد اور بیعت پر تا... اور یہ بھی خوب تر واضح ہو گیا کہ وہ تمام "ومن اوفی بما عاھد علیہ اللہ فَسَیُؤتِیہ اجرا عظیما (اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اس نے اللہ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ اسے بڑا ثواب دے گا، الفتح: ۱۰) کے مصداق اور جنتی ہیں

کیونکہ "اجر عظیم سے مراد جنت ہے۔ حوالاجات ملاحظہ ہوں:
تفسیر قرطبی ج۱۶، ص۲۲۸، جمل ج۷، ص ۲۱۳، بغوی ج ۴، ص۱۶۹، ابی سعود ج۶، ص ۱۰۰، صاوی ج۵، ص ...
ج۶، ص ۳۱۹، روح المعانی ج ۱۳، ص ۱۴۷، وغیرہا۔

جواب نمبر۳:

رب تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے ہمیشہ راضی رہنے اور کبھی ناراض نہ ہونے کو واجب کر رکھا ہے:

زیر بحث آیت کی تفسیر میں علامہ عزالدین عبدالرزاق رسعنی فرماتے ہیں:

الا تری یقول لھم، احل علیکم رضوانی، فلا اسخط علیکم ابدا

"کیا تم نہیں دیکھتے کہ رب تعالیٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو فرماتا ہے: میں نے تمھارے لئے اپنی رضا کو واجب ... ہے اور یہ کہ میں کبھی بھی تم سے ناراض نہیں ہوں گا۔" (زیر آیت مبحوث عنہا)

اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایدخل النار احد ممن بایع تحت الشجرة

"بیعت رضوان والوں میں سے کوئی بھی دوزخ میں داخل نہیں ہوگا۔"

(تفسیر بغوی ص۱۷٤، ابو دائود ج۷، ص۳۱، ترمذی ۳٦۲/ ۱۰، نسائی فی التفسیر ج۲، ص...
مسند احمد ج۳، ص۳۵۰)

جواب نمبر۴:

رضی اللہ عن المومنین پڑھ کے بھی صحابہ کا مقام نہ پہچاننے والے قرآن کے خلاف اعتقاد رکھتے ہیں:

حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں تعجب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ولعمری ان الرجل لم یعرف الصحابة رضی اله عنھم حقھم وحمل کلام اللہ تعالیٰ علی خلاف ظاھره

"میری عمر کی قسم (جاہل و بے ادب رافضی) انسان اب بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے حق کو نہیں پہنچانتا اور کلام الٰہی کو اس کے ظاہر کے خلاف پر محمول کرتا ہے۔" (روح المعانی ج۱۳، ص۱٦٤)

نوٹ:

"والعمری" کاکلمہ تعجب خیزبات کے اظہار کے وقت کہاجاتاہے۔

جواب نمبر۵:

اللہ تعالیٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے ازل تا ابد راضی ہو چکا ہے اور ان کی لغزشوں کی وجہ سے یہ رضائے الٰہی زائل نہیں ہوئی:

حضرت علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ زیر بحث آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

رضی اللہ عنہم فی الازل و سابق علم القدس و یبقی رضاہ الی الابد لان رضاہ صفۃ الازلیۃ الباقیۃ الابدیۃ لاتتغیر بتغیر الحدثان ولا بالوقت ولا بالطاعۃ والعصیان فاذا ھم فی اصطفائیتہ باقون الی الابد لایسقطون من درجاتھم بالذلات ولا بشریۃ والشھوات لان اھل الرضی محروسون برعایتہ لایجری علیھم نعوت اھل البعد وصاروا متصفین بوصف رضاہ فرضوا عنہ کما رضی عنہم

"رب تعالیٰ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے ازل میں ہی راضی ہو چکا ہے اور اس کے علم قدسی نے سبقت فرمائی ہے اس کی رضا ابد تک باقی رہنے والی ہے، کیونکہ اس کی رضا ایسی صفت ازلی ہے کہ جو باقی اور ہمیشہ رہنے والی ہے، جو تغیرات وانقلابات اور وقت وزمانے کے بدلنے سے نہیں بدلتی، نہ ہی اطاعت وعصیان سے بدلتی ہے، تو جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رب کے چنیدہ ہونے میں ابد تک باقی رہنے والے ہیں تو وہ (سرزد ہونے والی) لغزشوں، غیر شرعی معاملات اور خواہشات کی وجہ سے اپنے رتبوں سے ساقط نہیں ہوتے، کیونکہ اہل رضا اس کی رعایت کی وجہ سے محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ ان پہ اہل بُعد (یعنی رضائے الٰہی سے دور لوگوں) کی صفات جاری نہیں ہوتیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین رب تعالیٰ کی رضا سے یوں متصف ہو گئے کہ وہ بھی رب سے راضی ہو گئے جیسا کہ ان سے رب راضی ہوا۔" (تفسیر روح البیان ج۹، ص۴۳)

معاویہ کے گروہ کے تمام لوگ ناقضین (عہد شکن) ہیں: قاری ظہور:

قارئین! آپ نے ملاحظہ فرمالیا ہے کہ ہم نے دلائل سے ثابت کر دیا کہ ہے تمام صحابہ نے اپنا عہد بھی نبھایا اور بیعت پر قائم رہے۔ مگر ایک یہ رافضی اور "ریسرچ اسکالر" ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو عہد شکن ثابت کرنے پہ بضد ہے۔ اس کی عبارت ملاحظہ:

"ابوالغادیہ الجہنی صحابی تھا مگر ناکثین (عہد شکن لوگوں) میں شامل ہوکر سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا قاتل بن گیا۔"

(صلح الامام الحسن ص ۱۰۵)

جواب: صحابی تو کوئی بھی عہد شکن نہیں تھا، ہاں مگر تم خود ضرور بداعتقاد ہو

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے خود بھی اور ائمہ دین نے بھی گواہیاں دیں ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے کسی ایک نے عہد نہیں توڑا۔ مگر اس بدذات انسان کی ہٹ دھرمی دیکھیں کہ جان بوجھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو ناکثین میں شمار کیا ہے۔ پھر غور کریں کہ صرف حضرت ابوالغادیہ رضی اللہ عنہ کو ہی عہد شکن نہیں کہا بلکہ "ناکثین (عہد شکن لوگوں) میں شامل ہو کر" لکھ کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سمیت ان کے پورے گروہ کو ہی عہد شکن قرار دے دیا۔ حالانکہ ان کے ساتھ تابعین کے ساتھ ساتھ درجن سے زائد اور صحابہ بھی تھے، موصوف کی اس ہرزہ سرائی پہ اب ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔

کسی ایک صحابی کی گستاخی سے تمام صحابہ کی گستاخی متصور نہیں ہوتی۔ (قاری ظہور):

موصوف ہمہ وقت اس تاک میں رہتے ہیں کہ کسی نہ کسی طریقے سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کی تنقیص کا کوئی پہلو ہاتھ سے نہ جانے دیں، مگر معہذا شائد انہیں یہ خوف بھی دامن گیر ہو جاتا ہے کہ ایسا کرنے سے اہل اسلام کی جانب سے تردیداً یہ کہا جائے گا کہ یہ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا گستاخ ہے تو اس حقیقت کا سامنا کرنے سے بچنے کے لئے لکھتے ہیں:

"جب کسی ایک عالم دین کی بے اعتدالیوں پر کلام کرنے کو تمام علماء کرام کی بے ادبی نہیں سمجھا جاتا تو پھر کسی صحابی کہلانے والے شخص کی بے اعتدالیوں پر کلام کرنے کو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی بے ادبی کیونکر تصور کیا جاتا ہے۔" (صلح الامام الحسن ص ۲۵۵)

جواب نمبر ۱:

موصوف کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو کسی عام عالم دین پر قیاس کرنا بالکل غلط ہے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی لغزشوں اور مشاجرات کو کسی عام عالم دین کے معاملات پر قیاس کرنا مردود اور غلط ہے۔ اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے لئے تو "ستكون لا صحابی بعد زلة يغفرها الله لهم لسابقتهم" کا فرمان اور "وکلا وعد اللہ الحسنیٰ" کی ڈگری آچکی ہے، جبکہ ان کے سوا کسی دوسرے کو یہ شرف حاصل نہیں ہے، پھر ان کے مشاجرات و اجتہادات کو کسی بہترین تاویل پہ محمول کرنا ساری امت کی طرف سے اجماعی عقیدے کے طور پر چلتا آرہا ہے۔ مگر ان کے لئے نہیں تفصیل کے لئے کتاب ہذا کا مقدمہ ملاحظہ ہو۔

جواب نمبر۲:

اسلاف کے نزدیک کسی ایک صحابی کی گستاخی کو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی گستاخی سمجھا جاتا تھا:

موصوف اگر دیانتداری سے کام لیتے تو کبھی بھی اس طرح کی بے تکی نہ ہانکتے، اس لئے کہ ہمارے سلف صالحین اس بات کی باقاعدہ وضاحت فرماچکے ہیں کہ کسی ایک صحابی کی توہین کرنا جمیع صحابہ کرام کی توہین کرنے جیسا ہے، بلکہ اس بابت تو خاص کر کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی توہین کو جمیع صحابہ کی توہین قرار دیا گیا ہے۔

حضرت امام ابو عبدالرحمٰن المعروف امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

انما الاسلام کدارلھا باب فباب الاسلام الصحابة فمن اذی الصحابة انما ارادالاسلام کمن نقرالباب انما یرید دخول الدار قال: فمن اراد معاویة فانما اراد الصحابة

"اسلام اس گھر کی طرح ہے جس کے دروازے ہوں، پس اسلام کے دروازے صحابہ ہیں، تو جس نے صحابہ کو اذیت دی گویا اس نے اسلام کو اذیت دینے کا ارادہ کیا۔ کیونکہ جو دروازہ توڑنا چاہتا ہے وہ گھر میں داخل ہونا چاہتا ہے، پس جو کوئی حضرت معاویہ کے درپے ہوتا ہے تو وہ جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے درپے ہوتا ہے۔"

(تہذیب الکمال ج۱، ص۱۰۹، ترجمہ نمبر ۴۸)

غور کریں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درپے ہونے کو جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے درپے ہونا قرار دیا جارہا ہے۔

ہر صحابی کے لئے محب اہلبیت ہونا ضروری نہیں ہے۔ (قاری ظہور):

موصوف ایک جگہ یوں گل فشانی کرتے ہیں:

اگر کہا جائے کہ یہ سب روایات اس لئے قابل قبول نہیں کہ وہ (معاویہ) صحابی تھے اور کوئی صحابی مبغض اہلبیت نہیں ہوسکتا تو اس پر گزارش ہے کہ اگر ہر صحابی کہے جانے والے شخص کا محب اہلبیت ہونا لازمی ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بار بار اور مختلف الفاظ میں اہلبیت کرام ؑ سے بغض رکھنے والے کے لئے ترہیب و تنبیہ کیوں فرماتے؟ اور ایسے شخص کو بے ایمان کیوں فرماتے؟ کیا اس قسم کی تمام احادیث نبویہ غیر صحابہ کے لئے ہیں؟

(صلح الامام الحسن ص ۱۵۱)

جواب:

حسب عادت موصوف کی یہ بات بھی حماقت وغوایت اور سفاہت پر مبنی اور برخلافِ حقیقت ہے

حسب عادت موصوف کی یہ بات بھی حماقت وغواہیت اور حماقت پر مبنی اور بر خلاف حقیقت ہے۔ اس لئے کہ اگر صحابہ کرام بشمول اہل بیت کو آپس میں صاف دل، رحم کرنے والے اور کینہ وبغض سے پاک، ایک دوسرے سے محبت کرنے والے نہ مانا جائے تو درج ذیل آیات قرآنیہ جھوٹی قرار پائیں گی۔ معاذاللہ۔ اور قرآن مجید کی کسی آیت کی تکذیب سے کروڑہا درجے بہتر ہے کہ ایسے بکواس کرنے والے کو ہی کذاب ولعین قرار دے دیا جائے۔"

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم

"محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم ہیں۔"

(ترجمہ کنز الایمان، الفتح:۲۹)

۲۔ واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فألف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا

"اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم میں بیر تھا (دشمنی تھی) اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ کر دیا تو اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی ہو گئے۔" (ترجمہ کنز الایمان، العمران:۱۰۳)

یہ آیات صاف طور پر بیان کر رہی ہیں کہ ان لوگوں میں جو آپسی ذاتی رنجشیں تھیں وہ سب کی سب ایمان لانے سے پہلے تھیں، مگر جس وقت وہ ایمان لا کر شرف صحابیت سے مشرف ہو گئے تو رب تعالیٰ نے انہیں آپس میں رحم و پیار کرنے والے مخلص بھائی بھائی بنا دیا۔ اسی لئے اس بات پر ساری امت کا اجماع چلا آرہا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بیچ جو مشاجرات ومعاملات رونما ہوئے وہ ہرگز ہرگز ذاتی رنجشوں پر محمول نہیں تھے بلکہ ان میں سے ہر ایک کی نیت خیر کی تھی۔ یعنی ہر ایک اپنے اجتہاد پر گامزن تھا اس پر ہم کئی تصریحاتِ ائمہ نقل کر چکے ہیں۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بار بار اور مختلف الفاظ سے اہلبیت سے بغض رکھنے والے کے لئے ترہیب وتنبیہ کیوں فرمائی؟ تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ نعوذ باللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اہلبیت سے بغض رکھنے والے تھے، جن کو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے۔

صحابیت ایک کسبی چیز ہے اور بہت سے صحابہ مرتد بھی تو ہو گئے تھے: (قاری ظہور)

یہ موصوف کے جادوئی قلم کا کمال ہے کہ چشم زدن میں جسے چاہتے ہیں جماعتِ صحابہ سے خارج قرار دے دیتے ہیں اور اگر طبع رافضیت جوش پہ آئے تو مرتدین ومنافقین کو بھی صف صحابہ میں شامل قرار دے دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو لکھتے ہیں: صحابیت بھی ایک کسبی چیز ہے اور وہ جزو لاینفک نہیں جس کا انسان سے جدا ہونا ممکن نہ ہو آخر بہت سے صحابہ مرتد بھی تو ہو گئے تھے؟ (الاحادیث الموضوعہ، ص ۲۱)

جواب نمبر ۱: صحابیت کسبی نہیں بلکہ وہبی ہے:

موصوف کا یہ کہنا کہ صحابیت ایک کسبی چیز ہے یہ بھی حقائق سے بے خبری کا نتیجہ ہے۔ اس لئے کہ احادیث میں اس کی بھرپور صراحت ملتی ہے کہ تمام صحابہ کا انتخاب خود رب تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ سرکار ﷺ فرماتے ہیں:

ان اللہ عزوجل اختارنی و اختارلی اصحابا

"بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے چن لیا اور میرے لئے اصحاب کو چن لیا"

(معجم اوسط حدیث نمبر ٤٦٧، معرفة الصحابة لابی نعیم حدیث نمبر ٤٠٤٠، مستدرک ج ٣، ص ٦٣٢، معجم کبیر ١٣٨٠٩، وغیرھا)

اس مضمون کی دیگر احادیث ملاحظہ کرنے کے لئے مقدمہ کتاب کا مطالعہ کریں۔ اس حدیث نے واضح کر دیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے کسی نے بھی حادثاتی طور پر کلمہ نہیں پڑھا بلکہ نگاہ قدرت نے ان میں سے ہر ایک کا ازل میں ہی انتخاب فرما رکھا تھا۔

جواب نمبر ۲: اگر یہ ایسی ہی کسبی چیز ہے تو پھر تم کیوں صحابی نہیں بن سکے؟

اگر صحابیت ایسی ہی کسبی چیز ہوتی تو پھر لازم تھا کہ قیامت تک ہر کس و ناقص اس شرف سے مشرف ہو جاتا، یا کم از کم تم تو صحابی بن جاتے جو اس نظریے کے قائل ہو، یا پھر ظاہری زمانہ کا ہر فرد ہی صحابی بن جاتا حالانکہ ایسا ہرگز نہیں تو ثابت ہوا کہ تمہارا یہ دعویٰ ہی غلط و مردود ہے۔

جواب نمبر ۳: کوئی صحابی مرتد نہیں ہوا، یہ صرف تمہاری بداعتقادی کا نتیجہ ہے:

ان کور باطن اور نام نہاد "ریسرچ اسکالر" کو کون سمجھائے کوئی صحابی مرتد نہیں ہوا۔ کیونکہ جو مرتد ہو گیا وہ صحابی رہتا ہی کب ہے؟ اصل بات تو یہ ہے کہ صحابی ہوتا ہی وہ ہے جو حالت ایمان میں سرکار ﷺ سے ملاقات کرے اور ایمان پر ہی اس کا وصال ہوا ہو۔ کیا یہی تعریف تم نے خود شرح اسنی المطالب ص ۱۴۹ پر نہیں لکھی؟ محسوس ہوتا ہے کہ یا تو رافضیت کے نشے نے آپ کا حافظہ کمزور کر دیا ہے یا پھر آپ کو علمی بد ہضمی ہو چکی ہے جو ایسی یاوہ گوئیاں ہانک رہے ہو۔

جو لوگ صحبت نبوی کے شرف کو قائم نہ رکھ سکے علماء نے ان کی تعظیم سے دست برداری کی ہے بلکہ انہیں برا بھی کہا ہے۔ جیسے بسر بن ابی ارطاۃ (قاری ظہور):

موصوف شرف صحابیت کا انکار علماء پر بہتان اور صحابی رسول حضرت بسر بن ابی ارطاۃ رضی اللہ عنہ کی توہین کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فی الجملہ یہ کہ جو لوگ دیدار نبوی اور صحبت نبوی ﷺ کے شرف کو قائم نہ رکھ سکے اور نبی کریم ﷺ کے بعد

مستقیم نہ رہے تو علماء کرام نے نہ صرف یہ کہ ان کی تعظیم سے دست بردار ہو گئے ہیں بلکہ انہیں برا بھی کہا ہے۔ شیخ امام دارقطنی نے بسر بن ارطاۃ صحابی کے ان مظالم کی وجہ سے جو اس نے اپنے بادشاہ معاویہ کے حکم سے ڈھائے تھے۔ اس کو صحابی ماننے کے باوجود لکھا ہے: ولم تکن له استقامة بعد النبی صلی الله علیه وسلم (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس کی استقامت نہیں رہی تھی) محدث یحییٰ بن معین اور دوسرے حضرات نے اس کو رجل سوء (برا آدمی) کہا ہے... قدیم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے نزدیک بھی صحبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے فائدہ نہ اٹھانے والے لوگ قابل تعظیم نہیں تھے۔"

چنانچہ حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا! بعض لوگ کہتے ہیں: میرا باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی تھا، حالانکہ پرانی جوتی بھی اس کے باپ سے بہتر ہے۔"

حافظ ہیثمی نے لکھا ہے۔ اس کو امام بزار نے روایت کیا ہے اور ان کے تمام راوی صحیح حدیث کے راوی ہیں۔ اس کلام میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس شخصیت کی صحابیت کا انکار نہیں کیا۔ اسی طرح امام طبرانی عبدالرحمان بن میسرہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا:

"سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کے قریب سے ایک شخص گزرا تو اس نے کہا: ان دو آنکھوں نے کامیابی پائی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئیں۔ اس پر سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ انتہائی غضب ناک ہوئے اور فرمایا لوگو! اس امر کی تمنا مت کرو جسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مخفی رکھا ہے بہت سے لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا لیکن انہوں نے آپ کے دیدار سے فائدہ نہ اٹھایا..."

دراصل مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم اجمعین کے بعد کسی شخص کا محض قافلہ صحابیت میں شامل ہونا ہی کافی نہیں مانا گیا بلکہ اس کے عمل کو دیکھنے کی بات بھی کی گئی ہے اور اس پر مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہ کی اتباع بالاحسان بھی لازم کی گئی ہے۔" (الاحادیث الموضوعہ ص ۲۱ تا ۲۳)

جواب نمبرا: حضرت بسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ بھی صحابی رسول اور قابل تعظیم ہیں:

موصوف نے حضرت بسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ کے بارے بھی جو تاثر قائم کرنے کی کوشش کی ہے یہ بھی سراسر غلط اور علماء پر بہتان تراشی پر مبنی ہے۔ صاحب صوارم حیدریہ نے اس پر زبردست کلام کیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہی نقل کر دیا جائے! علامہ غلام حسین قادری صاحب رقمطراز ہیں:

"بسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ کو دارقطنی کا یہ کہنا کہ "ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد استقامت حاصل نہ رہی۔" اس کی سند ہی درست نہیں۔ بالفرض اگر ان کا قول ثابت بھی ہوتا تو بھی قرآن وسنت اور ائمہ اہلسنت کی تصریحات کے خلاف ہونے کے سبب

فساد ظلم قرار پائے گا۔"

یحییٰ بن معین کا قول لکھا حالانکہ یحییٰ بن معین کے نزدیک بسر بن ارطاۃ صحابی نہیں ہیں۔ وہ ان کو تابعی مانتے ہیں،

ابو الفضل رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وقال یحیی بن معین لا تصح له صحبة یحییٰ بن معین کہتے ہیں! یہ صحابی نہیں ہیں۔

(الانابة الی معرفة المختلف فیهم من الصحابه ج ۱، ص ۱۱، رقم ۹۷)

علامہ منذری رحمۃ اللہ علیہ نے اہل سنت کا یہ عقیدہ بیان فرمایا ہے کہ یحییٰ بن معین کا ان کو برا کہنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ

بسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ ان کے نزدیک صحابی نہیں۔ کیونکہ اگر صحابی ہوتے تو یحییٰ بن معین ان کے بارے اس طرح کی بات نہ

کرتے لیکن موصوف لکھتے ہیں:

بسر بن ارطاۃ کے حالات کے مطالعہ کے دوران میرے سامنے بعض اکابر محدثین کرام رحمہم اللہ علیہم کی ایسی عبارت

آئی جو عقائد اہلسنت کے منافی ہے۔ یعنی اس سے غیر نبی کی عصمت کے عقیدے کی بو آتی ہے اور چونکہ اکثر

لوگ تو آج کل زیادہ ایسا ہی نظریہ رکھتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ یہاں اس عظیم محدث کے الفاظ نقل کر

کے ان کی تردید کر دی جائے تاکہ عوام و خواص سب کے سامنے اصل حقیقت آجائے۔"

❁ امام زکی الدین عبد العظیم منذری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

بسر "ب" کی پیش اور "س" اور آخر میں "ر" کے ساتھ ہے۔ یہ قریشی عامری ہے اور اس کی کنیت ابو

عبد الرحمان ہے۔ اس کی صحابیت میں اختلاف ہے۔ ایک تو قول یہ ہے کہ یہ صحابی تھا اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ

صحابی نہیں تھا۔ اس کی پیدائش وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سال قبل ہوئی۔ اس کے واقعات مشہور ہیں، محدث

یحییٰ بن معین اس کو برا سمجھتے" وهذا يدل على انه عنده لا صحبة له اور یہ قول دلالت کرتا ہے کہ ان

کے نزدیک وہ صحابی نہیں تھا۔"

اس کتاب کا مولف ... امام منذری کا یہ تبصرہ عقائد اہلسنت کے سراسر خلاف ہے۔ کیا یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ: بسر بن

ارطاۃ کے جو واقعات مشہور ہیں وہ اس سے فقط اس لئے سرزد ہوئے کہ وہ صحابی نہیں تھا۔ کیا صحابی سے ایسے ظالمانہ

حرکات سرزد نہیں ہو سکتے؟ کیا صحابہ معصوم تھے؟ چلیں فرض کیا کہ بسر صحابی نہیں تھا، لیکن جس کے حکم پر وہ

سب مظالم ڈھاتا رہا وہ عند المحدثین صحابی ہے یا نہیں؟ (ص ۷۰)

علامہ منذری رحمۃ اللہ علیہ تو خوب عقیدہ اہلسنت جانتے تھے اور عقیدہ اہلسنت ہی بیان فرما رہے ہیں۔ موصوف خود نہیں سمجھ سکے

علامہ منذری کا مقصود صحابہ کے لئے معصومیت ثابت کرنا نہیں تھا، بلکہ اس بات کا بیان کرنا تھا کہ اگر یہ صحابی ہوتے تو یحییٰ

بن معین ان کو برا نہ کہتے۔ برا کہنا تو اس کا مطلب ہے کہ وہ صحابی نہیں مانتے۔ کیونکہ اہلسنت کا بالاتفاق عقیدہ یہ ہے کہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم کی جائے گی اور ان پر طعن کی جو باتیں منقول بھی ہیں تو ان کے اچھے محامل اور ... ہیں

تاویلات موجود ہیں۔

❖ امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یجب تعظیمھم و الکف عن مطاعنھم (الی ان قال) و ما نقل من المطاعن فله محامل و تاویلات و مع ذلك فلا تعادل ما ورد فی مناقبھم و حکی عن آثارھم نفعنا الله بمحبتھم اجمعین و جعلنا الله ھدیھم متبعین و عصمنا عن زیغ الضالین

"صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تعظیم کرنا اور ان پر طعن کرنے سے اجتناب کرنا واجب ہے اور جو ان کے بارے میں مطاعن منقول ہیں تو ان کے محمل اور تاویلات موجود ہیں۔ علاوہ ازیں یہ ان کے مناقب کے مقابل نہیں ہو سکتے جو ان کے مناقب میں وارد ہوا اور ان کے حالات کے بارے میں مروی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان تمام کی محبت کے ساتھ نفع عطا فرمائے۔ ہمیں ان کے طریقے پر چلنا نصیب فرمائے اور ہم کو بھٹکے ہوئے لوگوں کے ٹیڑھے پن سے بچائے۔" (طوالع الانوار من مطالع الانظار ص۲۴۶.۲۴۷)

"امام منذری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام بالکل صاف ہے، جہاں تک رہے بسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ کے واقعات تو اولاً اس میں کوئی بھی سند صحیح کے ساتھ ثابت نہیں۔ ثانیاً ان واقعات کو موصوف نے روافض کی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ یہی روش خوارج و نواصب کی ہے کہ وہ حضرت خارجہ حضرت جاریہ بن قدامہ اور مالک الاشتر کے افعال کو حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ہم اہلسنّت الحمدللہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی ان امور سے بری جانتے اور ان سے بڑھ کر سیدنا مولا مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بری سمجھتے ہیں۔"

(الصوارم الحیدریہ ص ۴۵ تا ۴۸)

جواب نمبر۲:

موصوف نے حضرت ابن عباس اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کی روایات پیش کرنے میں بھی حقیقت پوشی اور خیانت سے کام لیا ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول سے استدلال میں بھی موصوف نے خیانت سے کام لیا ہے۔ کیونکہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول پر موصوف نے چار کتابوں کے حوالے دیے ہیں۔ مجمع الزوائد، کشف الاستار، البحر الزخار اور مختصر زوائد البزاز اصل یہ البحر الزخار یعنی مسند بزار کی روایت ہے۔ امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے مسند البزار کے زوائد کو ایک کتاب میں جمع کیا ہے جس کا نام آپ نے کشف الاستار رکھا ہے اور اسی کشف الاستار کا خلاصہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مختصر زوائد البزار کے نام سے کیا ہے اور مجمع الزوائد بھی حافظ ہیثمی ہی کی ہے کتاب ہے جس میں یہ حدیث مسند بزار ہی کے حوالے سے مذکور ہے۔

اس اثر سے موصوف یہ ثابت کر رہے ہیں کہ قدیم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے نزدیک وہ حضرات جنھوں نے صحبت

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے فائدہ نہ اٹھایا وہ لوگ قابل تعظیم نہیں ہے۔

افسوس فیضی صاحب نے یہاں بڑی خیانت کی ہے، جن چار کتابوں کے انہوں نے حوالے دیے ہیں ان میں سے تین کتابوں میں یہ روایت منافقین کے لئے لکھی ہوئی ہے، حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے مجمع الزوائد اور کشف الاستار دونوں میں یہ حدیث "باب صفۃ المنافقین" میں ذکر کی ہے۔ اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی منافقین کی علامات کے بیان میں نقل کیا ہے۔ یعنی حضرت سیدنا ابن عباس منافقین کا حال بیان کر رہے ہیں اور فیضی بے فیض اس کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر منطبق کر رہے ہیں۔ اس سے ان کی دیانت یا جہالت کا اندازہ آپ لگا سکتے ہیں۔

(الصوارم الحیدریہ ص ۴۸،۴۹، بتغیر یسیر)

ویسے بھی یہ روایت قابل استدلال نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی سند میں "عدی بن ثابت انصاری کوفی جو راوی ہے یہ غالی شیعہ تھا (تہذیب التہذیب ج ۷، ص ۱۶۵، میں ہے: قال ابن معین شیعی مفرط قال ابو حاتم، صدوق و کان امام مسجد الشیعۃ ابن معین کہتے ہیں، یہ غالی شیعہ ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں یہ صدوق ہے لیکن شیعوں کی مسجد کا امام و خطیب تھا)

نیز "سلیمان اعمش" کی تدلیس کے بارے محدثین نے بلا استثناء واضح کلام کیا ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو الاحادیث الراویہ ص ۲۰۵ تا ۲۰۷ از علامہ ظفر القادری بکھری۔

نیز موصوف نے دوسرے اثر (حضرت مقداد بن اسود والی روایت) سے استدلال کرنے میں بھی دھوکہ دہی کی ہے اور خیانت سے کام لیا ہے، کیونکہ اس اثر پر موصوف نے چار حوالے دیئے ہیں۔ امام طبرانی کی معجم کبیر اور مسند الشامیین کا اور تاریخ دمشق اور مختصر تاریخ دمشق کا اور تاریخ دمشق کے حوالے سے انہوں نے بریکٹ میں مفصلا کا کلمہ لکھا ہے جس کا معنی یہ ہے کہ یہ روایت تاریخ دمشق میں مفصل ہے۔ ہم یہاں وہ روایت مفصلا ذکر کر دیتے ہیں جس سے سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کی مراد واضح ہو جائے گی اور فیضی کی خیانت بھی آپ کے سامنے ظاہر ہو جائے گی۔ (راقم ترجمہ نقل کر رہا ہے)

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ایک دن، ہم مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تو وہاں سے ایک آدمی گزرا اس نے کہا ان آنکھوں کو مبارک ہو جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ بخدا ہم بھی خواہش رکھتے ہیں کہ وہی کچھ دیکھتے جو آپ نے دیکھا تھا اور اسے ملاحظہ کرتے ہو جس کو آپ نے ملاحظہ کیا تھا، یہ سن کر حضرت مقداد رضی اللہ عنہ جلال میں آگئے مجھے بہت تعجب ہو رہا تھا کہ اس نے درست بات ہی کی ہے۔ پھر سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ اس کی جانب متوجہ ہوئے اور کہا: ایسی بات کی تمنا پر کیا چیز ابھارتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھوں سے غائب رکھی ہے۔ اسے کیا معلوم کہ اگر وہ اس وقت موجود ہوتا تو کیا کرتا؟

واللہ لقد حضر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقوام اکبھم اللہ علی مناخرھم فی جھنم لم یعینوہ ولم یصدقوہ

اللہ کی قسم! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایسے لوگ آئے جنہیں اللہ نے جہنم میں اوندھے منہ گرا دیا ہے۔ انہوں

نے نہ تو آپ کی بات مانی اور نہ ہی آپ کی تصدیق کی تھی۔ کیا ہم اللہ کی حمد وثنا نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس وقت دولت اسلام دی ہے۔ جب تم اپنے رب ہی کو جانتے ہو اور تم نے اپنے نبی کی لائی ہوئی ہر چیز کی تصدیق کر دی ہے اور تکذیب کی بلائیں دوسرے لوگوں پر جا پڑیں (تم محفوظ ہو گئے) بخدا! نبی کریم ﷺ نے کسی بھی نبی سے زیادہ مشکل وقت ظہور فرمایا: یہ وقت دور فترت کا زمانہ اور دورہ جہالت تھا وگ بتوں کے علاوہ کسی کی عبادت کو بہتر نہیں جانتے تھے۔ چنانچہ آپ قرآن لے کر آئے جس نے حق و باطل میں فرق کر دیا، باپ بیٹے میں فرق کر دیا حتیٰ کہ کوئی شخص اپنے والد، بیٹے یا دادا کو کافر دیکھتا لیکن چونکہ اللہ نے اس کے دل کا تالا کھول کر اسے ایمان نصیب کر دیا تھا وہ جان چکا تھا کہ اس حال (یعنی کفر) میں ہلاک ہونے والا دوزخ میں جائے گا اور جب وہ یہ دیکھتے کہ وہ دوزخ میں جائے گا تو اس کی آنکھیں ٹھنڈی نہ ہوں گی، دیکھئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور جو عرض کرتے ہیں اے اللہ ہمارے رب ہمیں دے ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک۔

(تاریخ دمشق ج ۴۰، ص ۱۸۰)

ملاحظہ فرمائیں جو باتیں منافقین، کافروں، مشرکوں کے بارے میں ہیں ان کو یہ صاحب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر منطبق کر رہے ہیں، یا للعجب! کیا اس کو تحقیق کہتے ہیں۔ کیا ایسے ہوتے ہیں ریسرچ اسکالر کیا مصطفیٰ کریم ﷺ کی صحبت کا شرف پانے والے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو برا کہا جائے گا، کیا صحابی ماننے کے باوجود ان کو روئت مصطفیٰ کریم ﷺ فائدہ نہ دے گی اور یہ قابل تعظیم نہ ہوں گے؟

(الصوارم الحیدریہ ص ۵۰ تا ۵۲)

معاویہ، عمرو بن عاص، مغیرہ بن شعبہ اور سمرہ بن جندب متنازعہ صحابہ کے لئے "رضی اللہ عنہ" جیسے تعظیمی الفاظ استعمال کرنے کے باعث گنہگار ہونے کا خدشہ ہے۔ (قاری ظہور)

موصوف نے اپنے گمراہ قلم کی بے باکی کا مزید بدترین مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت معاویہ، حضرت عمرو بن عاص، حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہم اجمعین کو متنازعہ قرار دیتے ہوئے ان کے ناموں کے ساتھ "رضی اللہ عنہ" جیسے تعظیمی الفاظ کو باعث خدشہ یعنی نادرست و ناجائز قرار دیتے ہوئے پہلے تو تذبذب کا قول کیا پھر ناجائز کا ملاحظہ ہو لکھتے ہیں:

"اس سلسلے میں (یعنی ان کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ عنہ وغیرہا الفاظ تعظیم استعمال کرنے چاہیے یا نہیں؟) راقم الحروف مذبذب ہے۔" (الاحادیث الموضوعہ ص ۲۲)

پھر چند سطور کے بعد لکھا:

"فی الجملہ یہ کہ فی الحال میں ایسے تعظیمی الفاظ کو ترک کر رہا ہوں، چونکہ غیر متنازعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ناموں کے ساتھ بھی ایسے الفاظ کا استعمال صرف مستحب ہے، واجب نہیں اور مستحب کے ترک میں گناہ نہیں ہوتا۔ جبکہ دوسرے پہلو میں مجھے خدشہ محسوس ہو رہا ہے۔" (الاحادیث الموضوعہ ص ۲٤)

پھر غیر مقلد عالم وحید الزمان کے اس قول (صحابہ کرام کے لئے رضی اللہ عنہ کہنا مستحب ہے، ماسوا ابو سفیان، معاویہ، عمرو بن عاص، مغیرہ بن شعبہ اور سمرہ بن جندب کے) کو نقل کر کے اس کی تائید و تحسین کرتے ہوئے لکھا:

"علامہ وحید الزماں کا موقف قرآن و سنت کی روشنی میں صحیح ثابت ہوا کہ وہ "رضی اللہ عنہ" کے مستحق نہیں رہے۔" (الاحادیث الموضوعہ ۲۳)

جواب نمبر ا:

بلا استثناء تمام صحابہ کے نام کے ساتھ "رضی اللہ عنہ" وغیرہ کلمات تعظیمیہ استعمال کرنا باعث گناہ نہیں بلکہ ثواب ہے اور عناداً ترک کرنا گناہ ہے:

غور فرمائیں کہ موصوف کس ڈھٹائی اور بد عقیدگی سے بغض صحابہ کا اظہار کر رہا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو "رضی اللہ عنہ" کہنا باعث گناہ کا خدشہ ہے، حالانکہ معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے۔ اس لئے کہ صحابہ کے ناموں کے ساتھ "رضی اللہ عنہ" کہنا اگرچہ مستحب اور باعث ثواب ہے۔ مگر عناداً ترک کرنا باعث گناہ ہے۔ Wاس سلسلہ میں صاحب صوارم عیسیہ کا زر شکل کلام ملاحظہ ہو:

"ہمارے ائمہ اہلسنت نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے نام کے ساتھ "رضی اللہ عنہ" لکھا جائے گا، کسی کا بھی استثناء نہیں ہے۔"

❖ امام نووی، علامہ عبدالرحمٰن بن کلیوبی اور علامہ علاء الدین الحصکفی رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں:

والنظم للنووی یستحب الترضی والترحم علی الصحابۃ والتابعین فمن بعد ھم من العلماء والعباد وسائر الاخیار، فیقال رضی اللہ عنہ اور رحمۃ اللہ او رحمہ اللہ ونحو ذلک (واما) ماقالہ بعض العلماء ان قول رضی اللہ عنہ مخصوص بالصحابۃ و یقال فی غیر ھم رحمہ اللہ تعالیٰ فقط، فلیس کما قال: ولا یوافق علیہ بل الصحیح الذی علیہ الجمھور واستحبابہ ودلائلہ اکثر من ان تحصر

"صحابہ کرام، تابعین اور ان کے بعد والے علماء اور عبادت گزار لوگوں اور تمام نیک لوگوں کے لئے رضی اللہ عنہ اور رحمۃ اللہ علیہ

اور رحمہ اللہ تعالیٰ یا اس طرح کے تعظیمی جملے کہے جائیں گے اور یہ جو بعض علماء نے کہا ہے کہ "رضی اللہ عنہ" صحابہ کے ساتھ مخصوص ہے اور ان کے علاوہ کے لئے رحمۃ اللہ علیہ استعمال کیا جائے گا تو ایسا نہیں ہے۔ جیسا کہ انہوں نے کہا اور اس پر ان کی موافقت نہیں کی گئی، بلکہ صحیح وہ قول ہے جس پر جمہور ہیں، یعنی اس کا مستحب ہونا اور اس کے دلائل بکثرت ہیں۔"

(المجموع شرح المھذب ج۶، ص۱۷۲، مجمع الانھر شرح ملتقی الابحر ج۴، ص۶۱، الدر المختار ص ۷۵۹)

ان نقول سے مذہب اہلسنت بالکل واضح ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھنا مستحب ہے۔ محترم قارئین! آپ پڑھ چکے ہیں کہ اہل سنت جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا ذکر خیر کے ساتھ ہی کرتے ہیں، ان کو معصوم کوئی نہیں مانتا جب ایک عام میت کے بھی محاسن کا ہی ذکر کیا جاتا ہے۔

پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جن کے بارے میں خود رب تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وکلا وعد اللہ الحسنی واللہ بما تعملون خبیر

"ان کا ذکر خیر کے ساتھ کیوں نہیں کیا جائے گا ان کے محاسن کیوں ذکر نہیں کئے جائیں گے، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابی تو یہ بھی لوگ بھی تسلیم کرتے ہیں اور صحابی کی تعظیم تو ضروریات مذہب اہلسنت سے ہے..."

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اجلہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے زمرہ میں شامل اور ان کے طریقے پر ہی تھے، آپ حدیث حسن (اصحابی کالنجوم) کے تحت خود ہدایت کے تارے ہیں اور اللھم اجعلہ ہادیا مھدیا کی حدیث حسن میں موجود مقبول دعائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق خود بھی ہدایت یافتہ اور اوروں کو بھی ہدایت دینے والے ہیں، ہاں معصوم نہ آپ ہیں نہ کوئی اور صحابی رضی اللہ عنہ... یہ (قاری ظہور فیضی) وہ شخص ہے جو بدمذہبوں کے ساتھ تعظیمی کلمات علامہ "مولانا" "شیخ الحدیث" لکھنے میں کوئی خدشہ محسوس نہیں کرتا، حالانکہ ان کی بدمذہبی ظاہر ہے، اس کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تعظیمی کلمات لکھنے میں خدشہ محسوس ہو رہا ہے۔

ثانیاً: تعظیمی کلمات کہنا لکھنا اگرچہ مستحب ہے، لیکن اس کا ترک اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی عدم تعظیم کی نیت سے ہو تو یہ بدمذہبی ہے۔

حسن بن صالح کی عادت تھی وہ حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لئے رحمت کی دعا نہیں کرتا تھا یعنی اس طرح کے تعظیمی کلمات استعمال نہیں کرتا تھا، فی نفسہ ثقہ راوی تھا۔ امام وکیع نے اس کے بارے میں کہا تھا کہ وہ میرے نزدیک امام ہے، اس پر کسی نے کہا وہ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ترحم (رحمت کی دعا) نہیں کرتا، حضرت وکیع نے جواب میں کہا: کیا تو حجاج پر ترحم کرتا ہے۔

حافظ وکیع رحمۃ اللہ علیہ کی اس بات پر امام ذہبی لکھتے ہیں:

قلت: هذه سقطة من وكيع، شتان مابين الحجاج و بين عثمان، عثمان خير اهل زمانه و حجاج شر اهل زمانه

"یہ وکیع کی طرف سے بڑی خطا ہے، کہاں حجاج اور کہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان، تو اپنے زمانے کے سب سے بہتر شخص ہے اور حجاج اپنے زمانے کا بدترین شخص تھا۔" (تاریخ اسلام ج ٤، ص ٣٣٤)

سیر اعلام النبلاء میں مزید لکھتے ہیں:

ان ترك الترحم سكوت، والساكت لاينسب اليه قول، ولكن من سكت عن ترحم مثل الشهيد امير المومنين عثمان، فان فيه شيئامن تشيع

"رحمت کی دعا کا ترک کرنا سکوت ہے اور سکت پر کوئی حکم نہیں لگے گا، لیکن جو امیر المومنین سیدنا عثمان غنی شہید رضی اللہ عنہ کی مثل کسی پر ترحم سے سکوت کرتا ہے اس کا ایسا کرنا اس لئے ہوتا ہے کہ اس میں شیعت موجود ہوتی ہے۔" (سیر اعلام النبلاء ج ۷، ص ۳۷۰)

تو حال فیضی کا ہے یہاں مقصود سیدنا امیر معاویہ، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم اجمعین کی تعظیم نہ کرنا مقصود ہے، اس لئے موصوف کلمات تعظیم کو ترک کر رہے ہیں، نہ صرف کلمات تعظیم کو ترک کر رہے ہیں بلکہ کلمات توہین کا انبار لگانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

فاطمی شہزادے کی ضرب قاہر:

سیدتنا بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گلشن کے مہکتے ہوئے پھول سراج العارفین حضرت سید شاہ ابوالحسن مارہروی رحمۃ اللہ علیہ گویا فیضی جیسوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"بہر حال حق واضح ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطا خطاء اجتہادی تھی۔ اس لئے آپ مغفور ہیں اور خطاء عنادی نہ تھی کہ آپ کو فسق تک پہنچاتی اور آپ پر طعن و تشنیع کو جائز قرار دیتی اسی وجہ سے آپ کے نام نامی کے ساتھ نبی النبی رضی اللہ عنہ کا دعائیہ کلمہ ذکر فرمایا تو کون ہے اور تجھے کیا ہو گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے کسی ایک کی فضیلت پر تو انگلی اٹھاتا ہے یا رضی اللہ عنہ کہنے سے زبان بند کرتا ہے اور ہزاروں تیرے جیسے نہ کہیں رضی اللہ عنہ خدا نے خود فرمایا ہے "رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ اے غافل! آنکھ کھول اور پاک نگاہ سے دیکھ کہ یہ مردان خدا کا عقیدہ ہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں (دلیل الیقین من کلمات العارفین ص ۴۳ تا ۴۹)۔ (الصوارم الحیدریہ ص ٥٤ تا ٥٩)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابل آنے والے تمام لوگ (اصحاب وجمل وصفین) خطا، بغاوت اور باطل پر تھے: (قاری ظہور):

موصوف نہ جانے کس شے میں دھت ہو کر لکھتے ہیں کہ انہیں پتہ ہی نہیں چلتا کہ وہ قرآن وسنت اور مذہب اہلسنت کے خلاف کہاں تک پہنچ جاتے ہیں، غور کریں کہ ذیل کی عبارت میں اصحاب جمل وصفین میں شریک صحابہ کرام کو بغاوت اور باطل پر تھے، تک لکھ ڈالا، اس کی عبارت یہ ہے:

"انہوں (حضرت علی رضی اللہ عنہ) نے جتنی جنگیں کیں سب میں وہ حق پر تھے اور مد مقابل لوگ خطا، بغاوت اور باطل پر تھے۔" (شرح اسنی المطالب ص ٦٩٧)

جواب نمبرا:

جنگ جمل وصفین وغیرہ مشاجرات میں حق اگرچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا مگر ان کے مد مقابل لوگ باطل وغیرہ پر نہیں تھے بلکہ خطاء اجتہادی پر تھے:

موصوف کی یہ رائے قرآن وسنت پر بہتان اور مذہب اہلسنّت کی صریح مخالفت ہے، اس لئے کہ صدر اسلام سے لے کر آج تک ساری امت کا اس بات پر اجماع رہا ہے کہ ان جنگوں میں حق اگرچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا مگر ان کے مقابل لوگ باطل وغیرہ پر ہرگز نہیں تھے، بلکہ ان سے خطا اجتہادی سرزد ہوئی اور یہ خطا قابل مواخذہ نہیں ہے بلکہ باعث اجر ہے۔ اس نظریے کی وضاحت کرتے حضرت امام نووی اور حضرت امام ملا علی قاری اور حضرت امام عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال الامام النووی— "وہ تمام جنگیں جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے مابین جاری ہوئیں۔ ان میں ہر گروہ کو اک شبہ لاحق ہوا اور ہر فریق خود پر اسے ہی درست جان رہا تھا اور وہ تمام ان جنگوں میں تاویل کرنے والے تھے۔ ان جنگوں کی وجہ سے ان میں سے کوئی بھی عدالت سے خارج نہیں ہوا، اس لئے کہ وہ تمام مجتہد تھے جن کا مسائل میں اختلاف ہوا جیسا کہ ان کے بعد کے مجتہدین کا مسائل میں اختلاف ہوا۔ اس وجہ سے ان میں کسی کی تنقیص کرنا لازم نہیں آتا۔"

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۱۱، ص ۱۵۱)

جواب نمبر۲:

جملہ صحابہ کا تمام ماجور ہونا موصوف کو بھی تسلیم ہے:

"دروغ گورا حافظہ نباشد" کے مصداق موصوف کو شائد یاد نہ ہو مگر ہمیں یاد ہے کہ اصحاب جمل وصفین کا برحق اور مجتہد ہونا ان کی اپنی تحریروں سے بھی ثابت ہے بلکہ ان کو تسلیم بھی ہے، موصوف روایت "یدعونه الی النار" سے کچھ صحابہ کا استثنیٰ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"خیال رہے کہ اس معنوی اطلاق سے کچھ لوگوں کو مستثنیٰ سمجھا جا سکتا ہے، کیونکہ ہر شخص کا معاملہ اس کی نیت کے مطابق ہوتا ہے۔" (صلح الامام الحسن ص ۳۰۹)

ہم کہتے ہیں جس دلیل سے تم نے خود استثناء کرنے کا قول کیا اسی دلیل سے دیگر صحابہ کا بھی استثناء کرنے میں کیا چیز مانع ہے؟ ایک اور مقام پر لکھا:

"اس حدیث سے جہاں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا باب العلم، اعلم ہونا ثابت ہوتا ہے، وہیں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا حق ہونا اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا حق پر قائم ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔"

(شرح اسنی المطالب ص ۴۲۹)

ہم کہتے ہیں جب تم خود مان چکے کہ "تمام صحابہ حق پر قائم تھے" تو اصحاب جمل وصفین والوں کو خاطی، باغی اور باطل پرست کہتے ہوئے تمہیں کچھ تو غیرت کرنی چاہئے تھی۔ ایک اور مقام پہ لکھا:

"چونکہ ان حضرات صحابہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ، حضرت سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ، کے اقدام کو مذاہب اربعہ کے علماء کرام نے مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں مبنی بر خطا قرار دیا اور یقیناً وہ خطا خطاء اجتہادی تھی، جس پر ان شاء اللہ انہیں اجر واحد ملے گا۔"

(شرح خصائص علی ص ۹۴۴)

ہم کہتے ہیں جب ان صحابہ کو مجتہد ماجور مان چکے ہو تو حضرت امیر معاویہ سمیت دیگر صحابہ کو مجتہد ماجور مانتے ہوئے تمہیں موت کیوں پڑتی ہے۔ کیونکہ صحابی ہونے کی حیثیت سے جس قانون اور دلیل سے یہ صحابہ مجتہد قرار دیئے گئے ہیں، وہی قانون اور دلیل کہتی ہے کہ دیگر صحابہ کو بھی مجتہد قرار دیا جائے۔

اصحاب صفین مجتہد نہیں بلکہ باغی تھے (قاری ظہور):

موصوف لکھتے ہیں:

"اصحاب صفین، یہ مجتہدین نہیں بلکہ باغی تھے۔" (شرح کتاب الاربعین ص ۱۳٤، حاشیہ نمبر ۲)

جواب: ان کا مجتہد ہونا تمھارے اقوال سے بھی ثابت ہے:

ہم ابھی ابھی تمھاری تحریرات سے ثابت کر چکے کہ تم خود ہی تمام صحابہ کو حق پر قائم مان چکے ہو تو جب وہ حق پر قائم تھے اور یقیناً تھے تو ان سے اجتہادی خطاء کی نفی اور بغاوت کا اثبات کرتے ہوئے کچھ تو حیاء کرنی چاہئے تھی۔ یونہی اسی عبارت کی

ایک سطر پہلے تم نے خود لکھا:

"اصحاب جمل، بلاشبہ یہ اہل تاویل مجتہدین تھے۔" (شرح کتاب الاربعین ص ۱۳۴، حاشیہ نمبر ۳)

یہی حوالہ ہم شرح خصائص علی ص ۹۴۴ سے بھی نقل کر چکے، ہم کہتے ہیں جمل اور صفین والوں میں تمہارا یہ فرق بیان کرنا باطل و مردود ہے۔ اس لئے کہ تمام صحابہ کی حقانیت کے تم خود بھی قائل ہو، دوسرا اس لئے بھی کہ امت کے تمام معتبر معتبر ائمہ کرام نے اصحاب جمل وصفین بھی کو مجتہد قرار دیا ہے اور اسی پر اہلسنت کا اجماع قائم ہے۔

معاویہ کے لئے اجتہادی خطا کے قائلین چاپلوس حواری اور علماء سوء ہیں۔ (قاری ظہور):

موصوف ساری امت کے علماء کی تردید و تغلیط اور توہین کرتے ہوئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بابت لکھتے ہیں:

"ظالم و نام نہاد خلفاء کے ایسے ظالمانہ اقدام کو ان کے چاپلوس حواری اور علماء سوء خطائے اجتہادی بتادیتے ہیں۔"

(الاحادیث الموضوعہ ص ۲۶۰)

گویا موصوف کی نظر میں صحابہ سمیت ساری امت کے علماء ربانیین چاپلوس اور علماء سوء ہیں۔

موصوف نے یہ جملہ لکھ کر گمراہی و بدعقیدگی کا بدترین مظاہرہ کیا ہے۔ اس لئے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کسی عام بندے نے نہیں بلکہ صحابہ کرام اور اجلہ علماء بلکہ ساری امت نے انہیں مجتہد قرار دیا ہے تو گویا موصوف کی نظر میں نعوذ باللہ صحابہ سمیت امت کے تمام علماء ربانیین ہی چاپلوس حواری اور علماء سوء ہیں۔ لعنت ہو ایسی فکر پر بھاڑ میں جائے ایسا نظریہ۔

قارئین کرام! اجمالی طور پر ان ائمہ میں سے چند ایک کے اسماء گرامی ملاحظہ ہوں جنہوں نے حضرت امیر معاویہ کو مجتہد اور صفین وغیرہ ان کے معاملات کو اجتہادی خطا اور ان کی لغزشوں کو معفو قرار دیا ہے۔

حضرت ابن عباس، حضرت امام بخاری، حضرت امام شعرانی، حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی، حضرت امام غزالی، حضرت امام نووی، حضرت امام ملا علی قاری، طبری، حضور سیدنا غوث اعظم، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی، حضرت عبدالحق محدث دہلوی، امام ابن حجر ہیتمی، علامہ ابن خلدون، حضرت مرزا مظہر خان جاناں، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی، حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی، صاحب بہار شریعت مفتی امجد علی اعظمی صاحب رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہ تفصیل کے لئے کتاب ہذا، مقدمہ اور راقم کی تصنیف "مقالات عالیہ در مدح امیر معاویہ" اور اس موضوع پہ دیگر کتب اہلسنت کا مطالعہ کیجئے۔

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے جنتی ہونے پر فیصلہ کن تصریحات:

قارئین کرام! یہاں تک ہم نے قاری ظہور کے اٹھائے گئے اشکالات کے جوابات کے ضمن میں بھی ثابت کیا کہ تمام صحابہ کرام جنتی ہیں۔ اب ہم آپ کے سامنے وہ ثبوت پیش کرتے ہیں جن میں اس عقیدہ کی مصنف کی تصریح بلیغ کی گئی ہے۔

❖ امام اہلسنت الامام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"فیہ (دلالۃ) جواز تقلید الصحابۃ والاتباع (لھم) والاقتداء بھم لانہ مدح عزوجل من اتبع المہاجرین والانصار بقولہ "والذین اتبعوھم باحسان ثم اخبر عن جملتھم ان اللہ راض عنھم (دل) ان التقلید لھم لازم والاقتداء واجب و اذا اخبروا بخبر او حدثوا بحدیث یجب العمل بہ ولا یسع ترکہ

"اس آیت کریمہ (حدید ۱۰) میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تقلید ان کی اتباع اور اقتداء کرنے کے جواز پر دلیل ہے۔ اس لئے کہ رب تعالیٰ نے اپنے اس قول "والذین اتبعوہم باحسان" میں مہاجرین و انصار کی اتباع کرنے والوں کی تعریف فرمائی ہے۔ پھر رب تعالیٰ نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے خبر دی ہے کہ وہ ان سب سے راضی ہے، (رب تعالیٰ کا یہ خبر دینا) دلالت کرتا ہے کہ صحابہ کرام کی تقلید لازم اور ان کی اقتداء واجب ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جب کوئی خبر دیں یا حدیث بیان کریں تو اس پر عمل کرنا واجب ہے، اس کو ترک کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔" (تفسیر تاویلات اہلسنّت والجماعۃ ج ۵، ص ٤٦١)

❖ امام ابن عادل دمشقی فرماتے ہیں:

ومعنی الآیت: ان المتقدمین السابقین والمتاخرین اللاحقین وعدھم اللہ جمیعا الجنۃ مع تفاوت الدرجات

"اس آیت کا معنی یہ ہے کہ متقدمین سابقین اور متاخرین لاحقین (یعنی بعد میں ملنے والے) ان میں درجات کے تفاوت کے باوجود ان سب سے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔"

(تفسیر اللباب فی علوم الکتاب ج ۱۸، ص ٤٦٥، بیروت)

❖ علامہ اسمٰعیل حقی فرماتے ہیں:

وکلا ای کل واحد من الفریقین... وعد اللہ الحسنیٰ ای التوبۃ الحسنی وھی الجنۃ لا الاولین فقط ولکن الدرجات متفاوتۃ

"اور سب سے یعنی دونوں گروہوں میں سے ہر ایک سے... اللہ نے اچھے ٹھکانے یعنی حسنیٰ (جنت) کا وعدہ فرمایا ہے نہ کہ صرف اولین سے لیکن درجات میں تفاوت ہے۔"

(تفسیر روح البیان ج ۹، ص ۳۵۷)

❖ تفسیر المحرر الوجیز اور البحر المحیط میں ہے:

"والذین اتبعوھم باحسان" یرید سائر الصحابۃ و یدخل فی ھذا اللفظ التابعون وسائر الامۃ لکن بشرط الاحسان

"والذین اتبعوھم باحسان" سے مراد تمام صحابہ کرام ہیں اور اس لفظ میں تابعین اور باقی ساری امت بھی داخل ہے، لیکن احسان کی شرط کے ساتھ۔" (زیر آیت مبحوث عنها، ج۵،ص ۱۲۲)

❖ تفسیر زاد المیسر میں "السابقون الاولون" کے بارے چھ اقوال نقل کئے گئے ہیں جن میں چوتھا یوں ہے:

والرابع، انهم اصحاب رسول الله ﷺ حصل لهم السبق لصحبته

چوتھا قول یہ ہے کہ اس سے مراد تمام اصحاب رسول ہیں (اس لئے کہ) انہیں صحبت رسالت مآب ﷺ سبقت میسر آئی ہے۔ پھر چند سطور کے بعد مزید فرمایا ہے:

قوله تعالىٰ! "والذين اتبعوهم باحسان" من قال: ان السابقين جميع الصحابة، جعل هوء لاء تابعي الصحابة وهم الذين لم يصحبوا رسول الله ﷺ، وقد روى عن ابن عباس انه قال: والذين اتبعوهم باحسان الى ان تقوم القيامة

"رب تعالیٰ کا فرمان "والذین اتبعوہم باحسان" کے بارے جن مفسرین نے یہ کہا ہے کہ سابقین سے مراد تمام صحابہ کرام ہیں، انہوں نے "...اتبعوا" سے مراد تابعین لئے ہیں۔ یعنی وہ لوگ کہ جنہیں صحبت نبوی میسر نہیں آئی۔ (اسی بابت) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "اتبعوا" سے مراد قیامت تک کے وہ لوگ مراد ہیں جو بھلائی کے ساتھ صحابہ کی پیروی کریں گے۔"

(تفسیر زاد المیسر زیر آیت ''السابقون الاولون...

❖ تفسیر مدارک میں ہے:

والذين اتبعوهم باحسان من المهاجرين و الانصار فكانوا سائر الصحابة وقيل هم الذين اتبعوهم بالايمان والطاعة الىٰ يوم القيامة

"اور مہاجرین وانصار میں سے وہ جنہوں نے سابقون اولون کی اتباع کی پس (اس لحاظ سے "اتبعوہم باحسان سے مراد) تمام صحابہ کرام ہوں گے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد قیامت تک کے وہ لوگ مراد ہیں جو ایمان اور اطاعت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی پیروی کریں گے۔" (ج۱،ص ۷۰۵)

❖ [illegible] المعانی میں ہے:

او الذين اتبعوهم بالايمان والطاعة الى يوم القيامة فالمراد بالسابقين جميع المهاجرين والانصار رضى الله عنهم و معنى كونهم سابقين انهم اولون بالنسبة الى سائر المسلمين و كثير من الناس ذهب الى هذا

"یا پھر "الذین اتبعوھم باحسان" سے قیامت تک کے وہ لوگ مراد ہیں جو ایمان اور اطاعت میں ان کی پیروی کریں گے۔ پس سابقین سے تمام مہاجرین وانصار صحابہ مراد ہوں گے، اور ان کے سابقین ہونے کا معنی یہ

ہے کہ بلاشبہ وہ تمام امت مسلمہ کی نسبت (کلمہ پڑھنے میں) اولین ہیں، کثیر مفسرین اسی طرف گئے ہیں۔ ''

(ج٦، ص ١١

❖ تفسیر کبیر میں ہے:

ومنھم من قال: بل یتناول جمیع الصحابة لا ن جملة الصحابة موصوفون بکونھم اولین بالنسبة الی سائر المسلمین، وکلمة "من" فی قوله من المھاجرین والانصار لیست للتبعیض بل للتبیین، ای والسابقون الاولون الموصوفون بوصف کونھم مھاجرین و انصارا کما فی قوله تعالیٰ "فاجتنبوا الرجس من الاوثان" وکثیر من الناس ذھبوا الی ھذا القول

"اور مفسرین میں سے ایک جماعت نے کہا ہے کہ بلکہ یہ آیت کریمہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو شامل ہے۔ اس لئے کہ دیگر تمام مسلمانوں کی نسبت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہی (کلمہ پڑھنے میں) "اولین" سے موصوف ہیں اور رب کے فرمان "من المھاجرین والانصار" میں کلمہ "من" تبعیضیہ نہیں بلکہ بیانیہ ہے۔ (اب آیت کا معنی یوں ہوگا۔ فیضی) یعنی سابقون اولون صحابہ جو مہاجر اور انصار ہونے کی صفت سے متصف ہیں۔" جیسا کہ اس فرمان الٰہی میں (بھی کلمہ "من" بیانیہ ہے) "فاجتنبوا الرجس من الاوثان (ج۴، ص۱۲۹)

یہی مضمون ان تفاسیر میں بھی دیکھا جا سکتا ہے: ابی سعود ج۳، ص۱۸۵، جمل ج۳، ص۳۰۳، بغوی ج۲، ص۳۱۹، مظہری ج۴، ص۳۵۲)

❖ تفسیر خازن میں ہے:

قوله تعالیٰ! "والذین اتبعوھم باحسان" قیل: ھم بقیة المھاجرین و الانصار سوی السابقین الاولین فعلی ھذا القول. یکون الجمیع من الصحابة، وقیل الذین سلکوا سبیل المھاجرین والانصار فی الایمان والھجرة والنصرة الی یوم القیامة

"رب کے فرمان: "والذین اتبعوہم باحسان" کے بارے کہا گیا ہے کہ سابقین کے علاوہ اس سے بقیہ مہاجرین و انصار صحابہ مراد ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد قیامت تک کے وہ لوگ مراد ہوں جو ایمان، ہجرت اور نصرت میں مہاجرین و انصار صحابہ کے رستے پر چلیں گے۔" (زیر آیت "السابقون الاولون")

محمد بن زیاد سے مروی ہے کہ ایک دن میں نے محمد بن کعب قرظی سے عرض کیا: "کیا آپ مجھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مابین رونما ہونے والے مشاجرات کے بارے کچھ بتائیں گے؟"

انہوں نے فرمایا: ان اللہ تعالیٰ قد غفر لجمیعھم واوجب لھم الجنة فی کتابه محسنھم و مسیئھم

"بلاشبہ رب تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن مجید) میں تمام صحابہ کی مغفرت فرما دی ہے اور ان کے لئے جنت کو واجب کر دیا ہے۔ تمام ازیں کہ ان کے محسنین ہوں یا خطاء اجتہادی والے۔

میں نے عرض کیا: "قرآن مجید کے کس مقام پر ان کے لئے جنت کا واجب قرار دی گئی ہے؟" تو آپ نے (از جرگی) فرمایا: سبحان اللہ! "کیا تو نے رب تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں پڑھا؟ السابقون الاولون "اچھی طرح جان لو کہ"

انه تعالیٰ اوجب لجمیع اصحاب النبی ﷺ الجنة والرضوان وشرط علی التابعین شرط

"رب تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے تمام صحابہ کو جنت اور اپنی رضا سے نواز رکھا ہے اور ان کی پیروی کرنے والوں پر ایک شرط مقرر کر دی۔"

میں نے عرض کیا: "وہ شرط کیا ہے؟" فرمایا: "یہ کہ وہ بھلائی کے ساتھ ان کی اتباع کریں، اس طرح کہ ان کے اعمال حسنہ میں ان کی اقتداء کی جائے اور ان کے خلافِ اولیٰ اعمال میں اقتداء نہ کی جائے۔ (یعنی آپس کی جنگوں کے معاملات میں پڑنے سے گریز کیا جائے)" یا یوں کہا جائے کہ:

ان یتبعوهم باحسان فی القول، وان لا یقولوا فیهم سوء وان لا یوجهوا الطعن فیما اقدموا علیه

"گفتگو کرنے میں بھلائی سے اقتداء کی جائے یعنی ان کے اقدامات کی وجہ سے ان پر طعن و تشنیع نہ کی جائے۔"

حمید بن زیاد کہتے ہیں: "(محمد بن کعب قرظی کا یہ جواب سن کر مجھے یوں لگا کہ)

فکانی ماقرات هذه الآیة قط "گویا کہ یہ آیت کریمہ میں نے کبھی پڑھی ہی نہیں۔"

(تفسیر روح المعانی ج ۶، ص ۱۱، تفسیر کبیر ج ۶، ص ۱۲۹، تفسیر در منثور ج ۴، ص ۲۴۷، تفسیر بغوی ج ۲، ص ۳۱۹، تفسیر مظهری ج ۳، ص ۳۵۲، وغیرها)

❖ حضرت امام قاضی ابوالمحاسن یوسف بن موسیٰ فرماتے ہیں:

وکلا وعد الله الحسنی پس اس وعدے میں تمام صحابہ داخل ہیں۔

(المعتصر من المختصر من مشکل الآثار ج ۲، ص ۳۳۳)

❖ امام کورانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

من المنفقین السابقین واللاحقین موعود بالجنة وان تفاوت حالهم

"(فتح مکہ سے) پہلے اور بعد میں خرچ کرنے والے تمام حضرات صحابہ سے جنت کا وعدہ کیا جا چکا ہے۔ اگرچہ ان کے مراتب میں تفاوت ہے۔" (غایة الامانی فی تفسیر الکلام الربانی ص ۹۴)

۵۔ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ سورہ فتح کی آیت نمبر ۲۹ وعد الله الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات منهم کے تحت فرماتے ہیں:

وقد انعقد الاجماع علی ان الصحابة کلهم عدول وکلهم مغفور لهم

"اور اس بات پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین عادل ہیں اور وہ تمام کے تمام ہی بخشے ہوئے ہیں۔ (تفسیر مظهری ج ۶، ص ۳۷۶)

❖ صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں۔

قلت: و اولی بالاحتجاج علی کون جمیع الصحابۃ فی الجنۃ قولہ تعالیٰ "لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل اولئک اعظم درجہ من الذین انفقوا من قبل الفتح و قاتل اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد و قاتلوا و کلا وعداللہ الحسنی" فانھا صریح فی ان جمیع الصحابۃ اولھم و اخرھم وعد اللہ تعالیٰ الحسنی

"میں کہتا ہوں تمام صحابہ کے جنتی ہونے پر اس آیت "لا یستوی منکم" سے استدلال کرنا زیادہ بہتر ہے۔ (بنسبت آیت توبہ کے) کیونکہ یہ آیت کریمہ اس بارے پوری صراحت سے دلالت کرتی ہے کہ اول تا آخر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے رب نے جنت کا وعدہ فرما رکھا ہے۔" (تفسیر مظہری، ج ۳، ص ۳۵۳)

آپ سورۃ اللیل کی آیات کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فالآیۃ تدل علی عدم دخول احد من الصحابۃ فی النار کیف و قد انعقد الاجماع علی ان الصحابۃ کلھم عدول

"پس یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے کوئی ایک بھی دوزخ میں نہیں جائے گا اور جا بھی کیسے سکتا ہے جبکہ اس بات پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ تمام صحابہ عادل ہیں۔

(ایضاً ج ۷، ص ۴۲۲)

❖ بحر العلوم حضرت امام سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ زیر بحث آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ھذا التفضیل لجمیع اصحابہ.

یہ فضیلت (یعنی وعدۂ حسنیٰ میں شامل ہونا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے لئے ہے۔

(تفسیر سمرقندی، تحت آیت لا یستوی منکم، سورہ حدید آیت ۱۰)

❖ تفسیر ابن کثیر میں ہے:

وقولہ: و کلا وعد اللہ الحسنی یعنی المنفقین قبل الفتح و بعدہ کلھم لھم ثواب علی ما عملوا و ان کان بینھم تفاوت فی تفاضل الجزاء

"یعنی فتح مکہ سے پہلے اور اس کے بعد خرچ کرنے والے ان کے اعمال کے مطابق ان سب کے لئے ثواب ہے اگرچہ ان کے مابین جزا کی فضیلتوں میں تفاوت ہے۔"

(تفسیر ابن کثیر، تحت ایت و کلا وعد اللہ الحسنی)

❖ حضرت امام آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

جمیع اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم

"(یعنی رب تعالیٰ نے) نبی کریم ﷺ کے تمام صحابہ سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔"

(ج ۱۳، جز ۲٦، ص ۱۹٤)

❖ امام آجری فرماتے ہیں:

وکذلک جمیع صحابته فمن الله عزوجل النبی ﷺ لایخزیه فیهم وانه یتم هم یوم القیامة نورهم ویغفرلهم ویرحمهم

"اسی طرح نبی کریم ﷺ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ضمانت دی ہے کہ وہ ان کے بارے آپ کو مایوس نہیں فرمائے گا اور قیامت کے دن ان کے لئے انکا نور مکمل فرمائے گا۔ ان کی مغفرت فرمائے گا اور ان پر رحم فرمائے گا۔" (الشریعه ج ٥، ص ۲۳٤٦)

❖ حضرت مجدد پاک فرماتے ہیں:

"علماء نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید سے مفہوم ہوتا ہے کہ تمام صحابہ بہشتی ہیں۔"

(مکتوب شریف دفتر سوم مکتوب نمبر ۲٤، ج ۲، ص ۳۳۸)

اس کے بعد سورۃ حدید کی آیت ۱۰ نقل کر کے فرماتے ہیں:

"اس آیت میں حسنیٰ سے مراد جنت ہے اور سب صحابہ کے لئے جنہوں نے فتح سے پہلے یا بعد مال خرچ کیا اور لڑائی کی ہے۔ جنت کا وعدہ ہے۔" (ایضاً)

❖ علامہ پرہاروی فرماتے ہیں:

"ہم اہلسنت وجماعت کا مذہب یہ ہے کہ مشاجرات صحابہ میں آنے والی روایات میں حتی الامکان تاویل کرنا اور اگر تاویل کرنا ممکن نہ ہو تو اس روایت کو رد کرنا واجب ہے اور خاموش رہنا اور طعن ترک کرنا واجب ہے۔"

(پھر اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا):

للقطع بان الحق سبحانه وعدهم المغفرة والحسنی

"کیونکہ یہ بات قطعی طور پر معلوم ہے کہ حق تعالیٰ نے ان سے مغفرت اور حسنیٰ (یعنی جنت) کا وعدہ فرمایا ہوا ہے: (الناهیه ص ٦۷)

❖ حضرت شیخ محقق فرماتے ہیں:

کل من دخل فی عنوان الصحابة و یصدق علیه هذا المفهوم فهو من اهل الجنة قطعا

"ہر وہ شخص جو صحابہ کے عنوان کے تحت داخل ہو (یعنی صحابی ہو) اور اس پر یہ مفہوم صادق آتا ہو تو وہ قطعی جنتی ہے۔ (تحقیق الاشارہ الی تعمیم البشارہ ص ۷)

❖ حضرت امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کان الصحابۃ القطوع لھم بالجنۃ

"تمام صحابہ کے لئے جنت قطعی (طور پر ثابت ہے)۔ (زرقانی علی المواھب ج ٤، ص ۳۳۲)

❖ مجدد وقت علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"پس ثابت ہوا کہ وہ سب اہل جنت میں سے ہیں۔ ان میں سے کوئی جہنم میں نہ جائے گا۔"

(الاسالیب البدیعہ مترجم ص ٧٤، نوریہ رضویہ)

❖ امام اہلسنت فرماتے ہیں:

"ہاں ہمہ اس (اللہ تعالیٰ) نے تمہارے (صحابہ کے) اعمال جان کر حکم فرمایا کہ وہ تم سب سے جنت بے عذاب، و کرامت وثواب بے حساب کا وعدہ فرما چکا۔" (فتاوی رضویہ ج ۲۹، ص ۳٦۲، ۳٦۳)

❖ مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ البتہ ان کے درجات اور مراتب مختلف ہوں گے۔" (فتاوی شارح بخاری ج ۲، ص ٦٤)

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے جنتی ہونے پر اعلیٰ حضرت کا تفصیلی فتویٰ:

"مسئلہ:" حضرت ہادی و رہنمائے سالکاں قبلۂ دو جہاں دام فیضہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مسائل ذیل میں حضرت کیا فرماتے ہیں:

(۱) حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ایک روز خفا ہوئے اور روافض کہتے ہیں یہی وجہ ہے باغی ہونے کی پھر ایک کتاب مولانا حاجی صاحب کی تصنیف اعتقاد نامہ ہے جو بچوں کو پڑھایا جاتا ہے اس میں یہ شعر بھی درج ہے:

حق در آنجا بدست حیدر بود　　جنگ با او خطا و منکر بود

"حق وہاں حیدر کرار رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا اس کے ساتھ جنگ غلط اور ناپسندیدہ تھی"

(۲) امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کی تھی واسطے دفع جنگ کے۔

الجواب:

(۱) روافض کا قول کذب محض ہے۔ عقائد نامہ میں "خطا و منکر بود" نہیں ہے بلکہ خطائے منکر بود ہے، اہل سنت کے نزدیک امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطا خطاء اجتہادی تھی۔ اجتہاد پر طعن جائز نہیں، خطاء اجتہادی دو قسم ہے، مقرر و منکر، مقرر وہ جس کے صاحب کو اس پر برقرار رکھا جائے گا، اس سے تعرض نہ کیا جائے گا۔ جیسے حنفیہ کے نزدیک شافعی المذہب مقتدی کا امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا اور منکروہ ہے جس پر انکار کیا جائے گا۔ جبکہ اس کے سبب کوئی فتنہ پیدا ہوتا ہو جیسے

اجلہ اصحاب جمل رضی اللہ عنہم اجمعین کہ قطعی جنتی ہیں اور ان کی خطا یقیناً اجتہادی جس میں کسی نام سنیت لینے والے کو محل لب کشائی نہیں، بایں ہمہ اس پر انکار لازم تھا جیسا امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کیا باقی مشاجرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں مداخلت حرام ہے۔ حدیث میں ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا ذکر اصحابی فامسکوا! "جب میرے صحابہ کا ذکر آئے تو زبان روکو۔"

دوسری حدیث میں ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ستکون لاصحابی بعدی زلۃ غفرھا اللہ لھم لسابقتھم ثم یاتی من بعدھم قوم یکبھم اللہ علی مناخرھم فی النار

"قریب ہے کہ میرے اصحاب سے کچھ لغزش ہوگی جسے اللہ بخش دے گا اس سابقہ کے سبب جو ان کو میری سرکار میں ہے، پھر ان کے بعد کچھ لوگ آئیں گے جن کو اللہ تعالیٰ ناک کے بل جہنم میں اوندھا کر دے گا۔"

یہ وہ ہیں جو ان لغزشوں کے سبب صحابہ پر طعن کریں گے۔ اللہ عزوجل نے تمام صحابہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قرآن عظیم میں دو (۲) قسم کیا، مومنین قبل فتح مکہ و مومنین بعد فتح مکہ اول کو دوم پر تفضیل دی اور صاف فرمادیا:

"وکلا وعد اللہ الحسنیٰ" "سب سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمادیا، واللہ بما تعملون خبیر اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرنے والے ہو۔ بایں ہمہ دو تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا پھر دوسرا کون ہے کہ ان میں سے کسی کی بات پر طعن کرے۔ واللہ الہادی واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) بے شک امام مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت سپرد فرمائی اور اس سے صلح و بندش جنگ مقصود تھی اور یہ صلح و تفویض خلافت اللہ و رسول کی پسند سے ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امام حسن کو گود میں لے کر فرمایا تھا۔

ان ابنی ھذا سید لعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین.

"میرا یہ بیٹا سید ہے، میں امید کرتا ہوں کہ اللہ اس کے سبب سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرادے گا۔"

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اگر خلافت کے اہل نہ ہوئے تو امام مجتبیٰ ہرگز انہیں تفویض نہ فرماتے نہ اللہ و رسول اسے جائز رکھتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاوی رضویہ ج ۲۹، ص ۳۳۵ تا ۳۳۷، رضا فائونڈیشن لاہور)

❖ تاج الفحول علامہ عبدالقادر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اما سائر الاصحاب فنشھد لھم عموما انھم من اھل الجنۃ

"بہر حال تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین تو ہم ان کے بارے بالعموم گواہی دیتے ہیں کہ وہ جنتی ہے۔"

(احسن الکلام فی تحقیق عقائد الاسلام ص ۳۴)

❖ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ خوارج و نواصب دونوں کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"خارجی کا ان واقعات مذکورہ بالا میں سیدنا علی (رضی اللہ عنہ) کو اور اہل تشیع کا حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے بغیر (علاوہ) تمام صحابہ پر حکم لگا دینا کہ معاذ اللہ یہ لوگ منافق و مرتد تھے اور "ما اتاکم الرسول فخذوہ و فنھاکم عنه فانتھوا" کے مخالف و منکر تھے۔ کیسا ظلم ہے؟ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ جنتی فرماتا ہے۔ ان کے متعلق ایسا کہنا خود کفر سے کم ہے؟ اللہ تعالیٰ کے علم میں جن کا خاتمہ بالایمان نہیں یعنی جو منافق و مرتد ہیں؟ ان سے اللہ تعالیٰ عالم الغیب کیسے راضی ہو سکتا ہے اور وہ کیسے بہشتی ہو سکتے ہیں۔" (تصفیه مابین سنی و تشبیه ص ۲۵.۲٤)

سورۂ توبہ کی آیت ۱۰۰ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"اس آیت میں مہاجرین و انصار کو جنتی فرمایا گیا ہے۔" (ایضاً ص ۲٤)

❖ مفسر شہیر مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت سے حاصل ہونے والے فوائد کے تحت لکھتے ہیں:

"اس آیت کریمہ سے چند فوائد حاصل ہوئے:.....

"تیسرا فائدہ: کوئی مسلمان کسی درجہ پر پہنچ کر صحابی کی گرد قدم کو نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ وہ حضرات سابقین اولین ہیں، تاقیامت تمام اقسام کے مومنین ان کے تابع ہیں۔ یہ اس آیت کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا۔ جبکہ "والذین اتبعو" سے تاقیامت مومنین مراد ہیں۔"

آٹھواں فائدہ: تاقیامت وہی مسلمان حق پر ہیں جو حضرات صحابہ یعنی مہاجرین و انصار کے پیروکار ان کے ثنا خوان ان کا ذکر خیر سے کرنے والے ہیں۔ یہ فائدہ "والذین اتبعوہم" کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا جب رب تعالیٰ حضرات صحابہ کے غلاموں پیروکاروں سے راضی ہے تو خود ان سے کتنا راضی ہوگا۔ لہٰذا روافض و خوارج باطل پر ہیں۔

نواں فائدہ: سارے صحابہ عادل، ثقہ، متقی ہیں ان میں کوئی فاسق نہیں، یہ فائدہ "رضی اللہ عنہم" سے حاصل ہوا، دوسری جگہ فرماتا ہے، وکلا وعد اللہ الحسنیٰ" جو تاریخی واقعہ ان کا فسق ثابت کرے وہ جھوٹا ہے قرآن سچا ہے۔

(تفسیر نعیمی ج ۱۱، ص ۲۹-۳۰، تفسیر نور العرفان ص ۳۲۲-۲۳)

❖ مفتی جلال الدین امجدی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں صحابہ کے متعلق اعلان فرماتا ہے "وکلا وعد الله الحسنیٰ" (پارہ ۲۷، سورۂ حدید) یعنی اللہ تعالیٰ نے تمام صحابیوں سے جنت کا وعدہ فرمالیا ہے۔"

(فتاویٰ فیض الرسول ج ۱، ص ۱۱۰)

❖ شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"جو مسلمان فتح مکہ سے قبل ایمان لائے اور جو بعد میں ایمان لائے سب کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔" وکلا وعد اللہ الحسنیٰ اللہ نے سب سے جنت کا وعدہ فرمایا۔

(فتاویٰ شارح بخاری ج ۲، ص ۸۲)

❖ مفتی محمد یونس صاحب رضوی قرآن وسنت کی کئی نصوص سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"مذکورہ عبارتوں سے صاف ہو گیا کہ سب صحابہ جنتی ہیں جو کسی صحابہ کو کافر کہے وہ جنتی کو کافر کہتا ہے اور جو ایسا عقیدہ رکھے خارج از ایمان ہے اور صحابہ کو کافر جان کر خود جہنمی بنتا ہے۔ (فتاویٰ بریلوی شریف ص ۲۷۳)

فائدہ:

یاد رہے اس فتاویٰ پر مفتی اختر رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی عبدالرحیم بستوی، مفتی محمد ناظم علی قادری اور مفتی محمد مظفر حسین قادری صاحب کے بھی تصدیقی دستخط ہیں۔

❖ مفتی محمد بدر الدین احمد صدیقی آیت حدید نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"یعنی اللہ تعالیٰ نے تمام صحابیوں سے جنت کا وعدہ فرمالیا ہے۔ (فتاویٰ بدر العلماء ص ۱۱۵)

❖ مفتی سید محمد افضل حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جمہور علماء کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کل صحابہ عدول (عدل والے) ہیں اللہ تعالیٰ نے سب سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔" (دفاع امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، ص ۱۵۹)

فائدہ:

یاد رہے مفتی غلام سرور قادری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فتویٰ مفتی اعظم ہند شاہ مصطفیٰ رضا خاں، شیخ الاسلام قمر الدین سیالوی اور سید ابو البرکات احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے پچاس (۵۰) کے قریب ہمارے اکابر کی تصدیقات سے مزین ہے۔ تمت بالخیر

حضرت عبیداللہ بن جحش پر نصرانی ہونے کا الزام

قاری صاحب اپنی کتاب صلح امام حسن میں مہاجرین اور انصار کے جنتی ہونے کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"رہے اولین دو طبقے یعنی مہاجرین وانصار وہ بھی تمام کے تمام رضائے الٰہی اور جنت کے مستحق نہیں بلکہ فقط وہ مہاجرین وانصار مستحق ہیں جن کا خاتمہ ایمان پر ہوا کیونکہ من المہاجرین والانصار میں لفظ من تبعیضیہ ہے، لہذا معاذ اللہ اگر کوئی مہاجر یا انصاری خاتمہ بالایمان سے محروم رہا تو وہ اس آیت کا مصداق نہیں ہوگا اور یقیناً بعض اولین مہاجرین ایمان سے محروم ہو گئے تھے مثلاً حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا رملہ بنت ابی سفیان کا سابق شوہر عبیداللہ بن جحش ان اولین مہاجرین میں سے تھا جنہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی مگر وہاں جا کر اس نے نصرانیت اختیار کر لی تھی اور مرتد ہو گیا تھا، اس کے مرتد ہو جانے کا تذکرہ تقریباً ہر اس کتاب میں موجود ہے جس میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کا ذکر موجود ہے۔ صحابہ کرام کے سوانح پر مبنی کتب میں بھی اس شخص کا ذکر موجود ہے۔ چنانچہ مشہور و متداول کتب الاستیعاب، اسد الغابہ اور الاصابہ میں بھی حضرت ام

حبیبہ بنت ابی سفیان کے ترجمہ میں عبید اللہ بن جحش کے مرتد ہوجانے کا تذکرہ موجود ہے۔" الخ

(صلح امام حسن ص ۱۰۳)

عبید اللہ بن جحش کے نصرانی ہونے کے بارے میں متعدد کتب سے پیش کی جاتی ہیں۔

جواب:

حضرت عبید اللہ بن جحش کے نصرانی ہونے کی مرویات ثابت نہیں۔

۱ ابن اسحاق، سیرۃ ابن اسحاق ص ۲۴۱، ۹۰ ۔بحوالہ الروض الانف ۲/۳۴۷، طبقات ابن سعد ۸/۹۷، رقم ۴۰۹۱ کی روایت بحوالہ واقدی کذاب منقول ہے۔

۲ تاریخ طبری ۲/۳۱۲، مستدرک حاکم رقم ۶۸۴۷، کی روایت مرسل ہے

۳ او معرفۃ الصحابہ ابو نعیم، رقم ۶۷۷۶، مرسل زہری، ہے۔

۴ طبرانی الکبیر رقم ۴۰۴، کی روایت میں ابن لھیعہ کا ضعف او اختلاط ہے۔

موضوع کے تحت جتنی روایات پیش کیں جاتی ہیں وہ تمام روایات ضعیف، متروک و مرسل اور نہ قابل استدلال ہیں۔

حوالہ نمبر ۱ کی تحقیق

ابن اسحاق کے حوالے سے ایک روایت پیش کی جاتی ہے۔

حدثني محمد بن جعفر بن الزبير قال: كان عبيد الله بن جحش - حين تنصَّر - يمر بأصحاب رسول الله - صلى الله عليه وسلم. - وهم هنالك من أرض الحبشة، فيقول: فقحنا وصأصأتم أي أبصرنا، وأنتم تلتمسون البصر ولم تبصروا بعد- (الروض الأنف ۲ / ۳٤۷)

جواب:

یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں محمد بن جعفر الزبیر نے تو عبید اللہ بن جحش کا زمانہ تک نہیں پایا تو کیسے منقطع روایت قبول کی جا سکتی ہے۔؟

حوالہ نمبر ۲ کی تحقیق

ابن اسحاق نقل کرتے ہیں۔

ثم تزوج رسول الله - صلى الله عليه وسلم - بعد زينب، أم حبيبة بنت أبي سفيان، وكانت قبله عند عبد الله بن جحش.. فمات عنها بأرض الحبشة، وقد تنصر بعد إسلامه"-

(سيرة ابن إسحاق، تحقيق محمد حميد الله، ص ۲٤۱)

جواب:

مذکورہ روایت میں ابن اسحاق نے کوئی سند پیش نہیں کی۔اس لیے بغیر سند کے اقوال مثالب صحابہ کے باب میں پیش کرنا خلاف اصول اور مسلمات ہے۔

حوالہ نمبر ۳ کی تحقیق

ابن سعد اپنی سند سے ایک روایت نقل کرتے ہیں۔

«أخبرنا محمد ابن عمر حدثنا عبد الله بن عمرو بن زهير عن إسماعيل بن عمرو بن سعيد بن العاص قال: قالت أم حبيبة: رأيت في النوم عبيد الله بن جحش زوجي بأسوأ صورة وأشوهها، ففزعت، فقلت: تغيرت والله حاله! فإذا هو يقول حيث أصبح: يا أم حبيبة! إني نظرت في الدين فلم أر ديناً خيراً من النصرانية، وكنت قد دنت بها، ثم دخلت في دين محمد، ثم قد رجعت إلى النصرانية. فقلت: والله! ما خير لك. وأخبرتُه بالرؤيا التي رأيت له فلم يحفل بها، وأكبّ على الخمر حتى مات»

یعنی: حضرت عبید اللہ بن جحش سے نقل ہے کہ میں نے تمام ادیان کو بغور دیکھا، مجھے نصرانیت سے بہتر دین نہیں ملا۔اس لیے میں نے اسے اختیار کیا پھر میں نے محمد ﷺ کے دینکو قبول کیا جس کے بعد پھر نصرانی ہو گیا ۔۔وہ اس سے چمٹے رہا اور شراب پیتے رہا کہ دنیا سے گیا۔ (طبقات ابن سعد، ۸/ ۹۷)

جواب:

مذکورہ روایت میں محمد بن عمر واقدی متروک وضعیف راوی ہے۔اور مثالب صحابہ میں ایسے راوی کی روایت تو کسی کے نزدیک قابل قبول نہیں ہوتی۔ تفصیل کے لیے تاریخ کبیر رقم ۱۷۸، تاریخ صغیر ۲/ ۲۸۳ الضعفاء والمتروکین نسائی رقم ۳۳۴

واقدی کے مدنی شیوخ سے مناکیر روایات

محدث ابن معین کا ایک قول بہت اہم ہے۔ابن معین فرماتے ہیں۔

حدثنا عبد الرحمن أنا أبو بكر بن أبي خيثمة فيما كتب إلي قال سمعت يحيى بن معين يقول: لا يكتب حديث الواقدي ليس بشيء ــقال يحيى بن معين: نظرنا في حديث الواقدي فوجدنا حديثه عن المدنيين عن شيوخ مجهولين احاديث مناكير فقلنا يحتمل ان تكون تلك الاحاديث المناكير منه ويحتمل ان تكون منهم، ثم نظرنا إلى حديثه عن ابن ابي ذئب ومعمر فانه يضبط حديثهم فوجدناه قد حدث عنهما بالمناكير فعلمنا انه منه فتركنا حديثه.

"۔۔۔۔۔ہم نے واقدی کی مرویات کا جائزہ لیا تو ان کی وہ سب روایات منکر ہیں جو انہوں نے مدنی مجہول رواۃ سے

لی ہیں پھر ہم نے پرکھا تو یہ واضح ہوا کہ ممکن ہے کہ یہ منکر روایات اسی کی ہوں، اور اس کا بھی احتمال ہے کہ ان کے مجہول شیوخ کی ہوں، پھر واقدی کی مرویات کا جائزہ لیا جو ابن ابی ذئب، اور معمر کی سند سے تھیں، اس لیے کیہ ان کی روایات کو بھی ضبط کیا کرتا تھا مگر ہم جلد ہی اس پر پہنچے ہیں کہ ان سے نقل کردہ روایات میں بھی نکارت ہے، اس لیے ہم نے اس سے روایت لینا ہی چھوڑ دیا۔" (الجرح و التدیل ۸/ ۲۱)

علامہ ذہبی ابن سعد اور المستدرک حاکم کی روایت کے متن کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

وَذَكَرَتِ الْقِصَّةَ بِطُوْلِهَا، وَهِيَ مُنْكَرَةٌ۔

یعنی طویل قصہ نقل کیا ہے مگر یہ منکر ہے۔ (سير أعلام النبلاء۲/ ۲۲۱)

حوالہ نمبر ۴ کی تحقیق

مورخ ابن سعد نے اسی سند سے ایک دوسرا قول نقل کیا ہے:-

وكانت قبل رسول الله صلى الله عليه وسلم عند عبيد الله بن جحش، وكان قد أسلم وهاجر لى أرض الحبشة، ثم ارتد، وتنصر، فمات هناك على النصرانية. (طبقات ابن سعد۸/ ۲۱۸)

جواب:

مذکورہ روایت میں ابن سعد کا شیخ محمد بن عمر واقدی متروک وضعیف راوی ہے۔ اور مثالب صحابہ میں ایسے راوی کی روایت تو ...ن کے نزدیک قابل قبول نہیں ہوتی۔

حوالہ نمبر ۵ کی تحقیق

...م حاکم نے مستدرک میں ایک روایت نقل کی ہے۔

«ثم افتتن وتنصر فمات وهو نصراني، وأثبت الله الإسلام لأم حبيبة، وأبت أن تتنصر»

(المستدرك،٤/ ٢٩)

جواب:

...م حاکم نے اس کو زہری سے بیان کیا ہے اور زہری نے اس کو مرسل روایت کیا ہے اور مراسیل زہری کے بارے میں ...محدثین کا طالب علم جانتا ہے کہ مراسیل زہری حجت نہیں اور یہ نکتہ ذہن میں رہے کہ حجت مرسل کو احناف کے ذمہ لگانا ...غلط ہے کیونکہ مثالب صحابہ کے باب میں ایسی مروایت قابل حجت نہیں ہوتی۔

...ابن سعد مراسیل زہری کے بارے میں لکھتے ہیں۔

«ومراسيل الزهري ضعيفة»۔ (التلخيص الحبير ٤ / ١١١)

امام ذہبی لکھتے ہیں۔

«قال يحيى بن سعيد القطان: مرسل الزهري شرّ من مرسل غيره لأنه حافظ، وكل ما قدر أن يُسمّي سَمّى، وإنما يترك من لا يحب أن يسميه. قلت (الذهبي): مراسيل الزهري كالمعضل لأنه يكون قد سقط منه اثنان، ولا يسوغ أن نظن به أنه أسقط الصحابي فقط، ولو كان عنده عن صحابي لأوضحه، ولما عجز عن وصله، ومن عدّ مرسل الزهري كمرسل سعيد بن المسيب، وعروة بن الزبير ونحوهما، فإنه لم يدر ما يقول، نعم كمرسل قتادة ونحوه»

(سير أعلام النبلاء ٥/ ٣٣٨-٣٣٩)

مذکورہ حوالہ جات سے واضح ہوا کہ زہری کی مراسیل قابل حجت مثالب صحابہ کے باب میں ہرگز نہیں۔

حوالہ نمبر ۶ کی تحقیق

امام حاکم نے اس کو واقدی ایک طریق سے موصولا بیان کیا ہے

فَحَدَّثَنِي أَبُو عَبْدِ اللهِ الْأَصْبَهَانِيُّ، ثنا الْحَسَنُ بْنُ مَصْقَلَةَ، ثنا الْحُسَيْنُ بْنُ الْفَرَجِ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ– قَالَ ابْنُ عُمَرَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ زُهَيْرٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ، قَالَ: قَالَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ: -: يَا أُمَّ حَبِيبَةَ، إِنِّي نَظَرْتُ فِي الدِّينِ فَلَمْ أَرَ دِينًا خَيْرًا مِنَ النَّصْرَانِيَّةِ وَكُنْتُ قَدْ دِنْتُ بِهَا، ثُمَّ دَخَلْتُ فِي دِينِ مُحَمَّدٍ، ثُمَّ رَجَعْتُ إِلَى النَّصْرَانِيَّةِ، فَقُلْتُ: وَاللهِ مَا خَيْرٌ لَكَ وَأَخْبَرْتُهُ بِالرُّؤْيَا الَّتِي رَأَيْتُ لَهُ، فَلَمْ يَحْفِلْ بِهَا وَأَكَبَّ عَلَى الْخَمْرِ حَتَّى مَاتَ،

یعنی: حضرت عبیداللہ بن جحش سے نقل ہے کہ میں نے تمام ادیان کو بغور دیکھا، مجھے نصرانیت سے بہتر دین نہیں ملا، اس لیے میں نے اسے اختیار کیا پھر میں نے محمد ﷺ کے دین کو قبول کیا جس کے بعد پھر نصرانی ہوگیا ۔۔۔ وہ اس سے چمٹے رہا اور شراب پیتے رہا کہ دنیا سے گیا۔ (المستدرك ٤/ ٢٢)

جواب:

واضح رہے کہ اس موصول روایت کی سند میں محمد بن عمر الواقدی موجود ہے۔ واقدی جیسے متروک راوی کی روایت کو مثالب میں قبول کرنا بھی اصول کے خلاف ہے۔

مزید یہ کہ جس سند سے امام حاکم نے واقدی کا قول نقل کیا ہے اس طرح کی ایک دوسری سند تلخیص المستدرک ہی کے بارے میں علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

سنده واه. (تلخيص المستدرك ٣/ ٢٠٩ رقم ٤٨٦٧)

ان روایات سے واضح ہے کہ واقدی متروک کی روایت مثالب صحابہ کے باب میں ہرگز قبول نہیں۔

حوالہ نمبر ۷ کی تحقیق

مؤرخ طبری اپنی سند سے ایک روایت نقل کرتے ہیں۔

رجع الخبر إلى خبر هشام بن محمد. ثم تزوّج رسولُ الله—«فتنصّر زوجها، وحاولها أن تتابعه فأبت، وصبرت على دينها، ومات زوجها على النصرانية» (تاريخ الطبري ٢/ ٢١٣)

جواب:

مؤرخ طبری نے یہ قول تو ہشام بن محمد سے نقل کیا ہے اور ہشام بن محمد الکلبی جیسے متروک اور رافضی راوی سے مثالب صحابہ کے باب میں روایات کو رد کر دیا جاتا ہے۔ اس روایت کو ابن الأثیر نے اپنی کتاب الکامل في التاریخ، (۲/ ۲۱۰) میں نقل کرتے ہیں، جیساکہ واضح کیا گیا ہے کہ اس میں ہشام بن محمد السائب الکلبی جیسے کذاب اور رافضی راوی موجود ہیں۔ تفصیل کے لیے لسان المیزان، (۶/ ۱۹۶) کا مطالعہ کیجئے۔

حوالہ نمبر ۸ کی تحقیق

امام بیہقی نے بھی ایک روایت نقل کی ہے۔

ابن لهيعة عن أبي الأسود عن عروة قال: «ومن بني أسد بن خزيمة: عبيد الله بن جحش، مات بأرض الحبشة نصرانياً، ومعه امرأته أم حبيبة بنت أبي سفيان، واسمها رملة، فخلف عليها رسول الله –صلى الله عليه وسلم–، أنكحه إياها عثمان بن عفان بأرض الحبشة»

(دلائل النبوة ٣/ ٤٦٠)

یعنی عبید اللہ بن جحش حبشہ میں نصرانی ہو کر مرے ان کی بیوی ام حبیبہ بھی ان کے ہمراہ ہجرت کر گئی تھیں۔

جواب:

اس روایت میں مختلف علتیں ہیں جن کی وجہ سے یہ روایت قابل قبول نہیں ہو سکتی۔

ابن لھیعہ کا ضعف اور اختلاط

ابن لھیعہ کا ضعف اور اختلاط۔ (تقریب التهذيب رقم ١٨٦)

ابن لھیعہ کا شیعہ ہونا

ابن لھیعہ کا شیعہ ہونا۔

... نے علامہ ذہبی کے حوالے سے لکھا کہ

ابن لهيعة فی تشيع قوی یعنی ابن لہیعہ پکا شیعہ تھا۔ (تنزیہ الشریعہ المرفوعہ ۱/ ۳۵۰)

عروہ بن زبیر کی مرسل

سوم: عروہ بن زبیر نے عبید اللہ بن جحش کا زمانہ ہی نہیں پایا۔

اس لیے مرسل اور ضعیف روایات کی بنیاد پر مثالب صحابہ بیان کرنا اصول کے طور پر غلط ہے۔

معاملہ کا دوسرا رخ:

بلکہ حقائق اس کے مترادف ہیں۔ صحیح وحسن روایات میں عبید اللہ بن جحش کے نصرانی ہونے کا ذکر تک نہیں ہے۔

عروہ بن زبیر سے ہی روایت ہے کہ

الزهري عن عروة عن أم حبيبة – رضي الله عنها –: «أنها كانت تحت عبيد الله ابن جحش، وكان أتى النجاشي فمات، وأن رسول الله – صلى الله عليه وسلم – تزوج أم حبيبة وهي بأرض الحبشة، زوّجها إياه النجاشي، وأمهرها أربعة آلاف»۔

یعنی: سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سیدنا عبید اللہ بن جحش کی منکوحہ تھیں جو نجاشی کے ملک میں پردہ فرمایا اور سیدہ حبشہ میں تھیں کہ ان کا نکاح نجاشی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرلیا، ان کا مہر چار ہزار درہم نجاشی ہی نے ادا کیا پھر انہیں حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کی ہمراہی میں مدینہ منورہ بھیج دیا۔

سنن ابی داود کتاب النكاح، باب الصداق (رقم ۲۰۹۳)، سنن نسائی کتاب النکاح، القسط الأصدقة (٦/ ١١٩) صحيح النسائي (٢/ ٧٠٥)

اس روایت کو محدث ابن حبان نے بھی سنداً نقل کیا ہے۔

أخبرنا بن خُزَيْمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الذُّهْلِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ كَثِيرِ بْنِ عُفَيْرٍ، قال: حدثنا الليث، عن بن مسافر، عن بن شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: هَاجَرَ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ جَحْشٍ بِأُمِّ حَبِيبَةَ بِنْتِ أَبِي سُفْيَانَ وَهِيَ امْرَأَتُهُ إِلَى أَرْضِ الْحَبَشَةِ، فَلَمَّا قَدِمَ أَرْضَ الْحَبَشَةِ، مَرِضَ، فَلَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ، أَوْصَى إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَزَوَّجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّ حَبِيبَةَ، وَبَعَثَ مَعَهَا النَّجَاشِيُّ شرحبيل بن حسنة۔

(الاحسان في تقريب صحيح ابن حبان ١٣/ ٣٨٦)

مذکورہ روایت میں تو حضرت عبید اللہ بن جحش کے نصرانی ہونے کا ذکر تک نہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ جس روایت میں متروک راوی یا ضعیف راوی نہ ہو اس کے مقابلہ میں متروک وضعیف راویوں کی روایت سے استدلال کیوں؟

اعتراض:

عبیداللہ بن جحش کے نصرانی ہونے کی روایات اگر ضعیف ہیں مگر ان کے اصلی ہونے کا ... تو علماء محدثین نے
زرقانی، ... میں لکھا ہوا ہے کہ

شرح المواہب جلد ۳ ص ۳۹۶، فتح الباری شرح صحیح البخاری جلد ۸ ص ۱۴۵، فتح الباری جلد ۸ ص ۱۶۲، فتح الباری جلد ۱۰ ص ۱۳، عمدۃ القاری جلد ۱۸ ص ۱۴۴، عون المعبود فی شرح سنن ابی داؤد جلد ۶ ص ۷۶، الاستیعاب جلد ۳ رقم ۸۷۷، الاستیعاب جلد ۴ رقم ۱۵۹۳، الاستیعاب جلد ۴ رقم ۱۸۰۹، جلد ۴ رقم ۱۸۴۴، ابن عبدالبر الدرر ص ۴۹، کشف المشکل جلد ۲ ص ۴۶۴، تخریج الحدیث والآثار جلد ۳ ص ۴۵۴، جلد ۳ ص ۴۵۴، نصب الرایہ جلد ۲ ص ۳۰۱، تفسیر کبیر جلد ۲۹ ص ۳۰۲، تفسیر قرطبی ابی جلد ۱۸ ص ۵۸، تفسیر قرطبی جلد ۱۴ ص ۱۶۵، التعدیل والتجریح جلد ۳ ص ۱۴۸۷، اسد الغابہ جلد ۵ ص ۴۲۳، تہذیب الکمال جلد ۱ ص ۲۰۴، سیر اعلام النبلاء جلد ۱ ص ۴۴۱، الاصابہ جلد ۱ ص ۱۵۸

جواب:

گزارش ہے کہ جن مرویات میں عبیداللہ بن جحش کے نصرانی ہونے کا تذکرہ موجود ہے، وہ اسنادی حیثیت سے ضعیف اور ناقابل استدلال ہے۔ جن علماء نے اپنی اپنی کتب میں عبیداللہ بن جحش کا نصرانی ہونا لکھا ہے وہ ان روایات کے پیش نظر ہی لکھا۔ جب اصل روایات ہی ثابت نہیں تو ان سے استدلال اور حکم کیسے لگایا جاسکتا ہے؟ علماء بعض اوقات ان امور کو بھی نقل کردیتے ہیں جو کہ مشہور ہوجائے مگر ان کی تحقیق کے علماء نے خود معیار اور اصول مقرر کیے ہوئے جن کے تناظر میں کسی روایات کو پرکھا جاتا ہے۔ تاریخی مرویات کے پرکھنے کے اصول علامہ سبکی کے حوالے سے بیان ہوچکے ہیں۔

محدثین ومورخین کا نقل یا سکوت حجت نہیں

اس کتاب کے ابتدائیہ میں تفصیل سے کلام نقل کردیا گیا ہے کہ محدثین ومورخین یا علماء کا اپنی کتاب میں نقل یا سکوت کرنا اس کی تصحیح کی دلیل نہیں ہوتا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

وقد عاب عليه إسماعيل بن محمد بن الفضل التيمي جمعه الأحاديث الأفراد مع ما فيها من النكارة الشديدة والموضوعات وفي بعضها القدح في كثير من القدماء من الصحابة، وغيرهم.وهذا أمر لا يختص به الطبراني فلا معنى لإفراده باللوم بل أكثر المحدثين في

الأعصار الماضية من سنة مائتين وهلم جرا إذا ساقوا الحديث بإسناده اعتقدوا انهم برئوا من عهدته والله أعلم.

ترجمہ: اسماعیل بن محمد بن الفضل التیمی نے امام طبرانی پر اعتراض کیا کہ وہ شدید نکارت الضعف اور موضوع احادیث لائے ہیں اور بعض احادیث میں تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر طعن بھی ہے۔[حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں۔] یہ (حدیث ضعیف یا موضوع روایت کرنے والا) معاملہ صرف طبرانی کے ساتھ خاص نہیں لہذا انکی ملامت کرنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ بہت سے محدثین زمانہ ماضی دوسری صدی ہجری سے لے کر اب تک وہ حدیث کو سند کے ساتھ روایت کردیتے ہیں ،اور انکا نظریہ یہ ہوتا ہے کہ وہ سند بیان کرکے اپنی ذمہ داری سے بری ہوگے ہیں۔ (یعنی جو بعد میں آئیں گے وہ سند کو دیکھ کر اُسکے صحیح یا ضعیف یا موضوع ہونے کو معلوم کرلیں گے)۔ (لسان المیزان ٤/ ١٢٥ رقم ٣٥٨٠)

حافظ ابن حجر عسقلانی کے حوالہ سے معلوم ہوا کہ محدثین کرام کا ضعیف، متروک یا موضوع روایات کو نقل کرکے سکوت کرنا حجت نہیں کیونکہ محدثین کرام سند نقل کرکے بری الذمہ ہوجاتے ہیں کیونکہ کھوٹے کھرے اور ضعیف وصحیح کی پہچان کے لیے سند اہم ہوتی ہے۔ محدثین یا مورخین سند نقل کرکے اس کے سکوت واحتجاج سے بری الذمہ ہوجاتے ہیں۔اس لیے بدعتی اور گمراہ لوگوں کا یہ پروپیگنڈہ کرنا کہ اگر فلاں روایت جھوٹی ہوتی یا فلاں روایت ضعیف ہوتی تو فلاں محدث نقل ہی کیوں کرتا؟ یا فلاں روایت پر اعتراض نہیں کرتا، باطل و مردود ہے۔

اگر تو صرف تاریخی بات ہوتی تو شاید اس کو قبول بھی کیا جاسکتا تھا مگر ان روایت میں تو ایک مسلمان کے نصرانی ہونے کا تذکرہ اور خاص طور پر ایک صحابی کے نصرانی ہونے کا معاملہ ہے،اور صحابہ پر تو موقف واضح ہے کہ ان کے مثالب یا خلاف شان مرویات کی تاویل کی جاتی ہے چہ جائیکہ ایسی ضعیف و متروک روایات پر اعتبار کیا جائے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کا قول کہ صحابی ہونے کا ثبوت صحیح سند سے ہی ہوتا ہے

اس مقام پر ایک نکتہ بیان کرنا اہم ہے جو کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے بیان کیا ہے۔

قال أبو نعيم في معرفة الصحابة: أبو مصعب مختلف في صحبته.

قلت: لو كان صحابيا لكان هذا الخبر صحيحا لصحة إسناده إليه وقد حكم أئمة الحديث بأن هذا المتن باطل فوجب الحكم بأنه غير صحابي وهو غير معروف في التابعين أيضا.

محدث ابو نعیم اپنی کتاب معرفۃ الصحابہ میں ابو مصعب الانصاری کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ان کی صحابیت مختلف فیہ ہے۔

میں ابن حجر عسقلانی کہتا ہوں کہ اگر ابو مصعب الانصاری صحابی ہوتا تو یہ حدیث اس تک صحت سند کے ساتھ صحیح

ہوتی اور بلاشبہ ائمہ حدیث نے اس کے متن پر بطلان کا حکم لگایا ہے، پس یہ امر ثابت ہو گیا کہ وہ صحابی نہیں ہے اور وہ تابعین میں بھی معروف نہیں ہے۔ (لسان المیزان ۹/ ۱۶۳ رقم ۹۰۸۰)

درج کردہ حوالہ کو ظہور احمد فیضی نے اپنی کتاب صلح امام حسن ص ۳۵۰۔۳۵۱ پر بطور احتجاج تسلیم بھی کیا ہے۔ اب حاصل ہونے والا یہ ہے کہ جب کسی شخصیت کی صحابیت تک صحیح سند ہو تو وہ صحابی تسلیم کیا جائے گا۔ جب صحابیت کا اثبات صحیح سند سے ہوتا ہے تو کسی کے مرتد ہونے یا نصرانی ہونے کے بارے میں بھی صحیح سند ہونا ضروری ہوگا۔ تو عبیداللہ بن جحش کا مرتد یا نصرانی ہونا کیسے ضعیف، متروک و مرسل روایات کے بل بوتے پر ثابت کیا جاسکتا ہے؟

برعکس حقائق

اس کے برعکس چند ایسے حقائق بھی ہیں جس سے معاملہ کچھ الگ ہوتا ہے۔ صحیح بخاری کی حدیث ہرقل میں حضرت ابو سفیان اور ہرقل کے مکالمہ میں اس کی وضاحت و صراحت موجود ہے' چنانچہ جب ہرقل نے آنحضرت ﷺ کا والا نامہ ملنے پر ابوسفیان سے' جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور حضرت محمد ﷺ اور اسلام کے حریف تھے' یہ پوچھا:

... "هل يرتد احد منهم عن دينه بعد ان يدخل فيه سخطة له؟ قال: لا" ...

ترجمہ: "ہرقل نے ابوسفیان سے پوچھا کہ کیا اسلام قبول کرنے والوں میں سے کوئی اس کو ناپسند کر کے یا اس سے ناراض ہو کر مرتد بھی ہوا ہے؟ ابوسفیان نے کہا: نہیں۔"

ہرقل نے اپنے ایک ایک سوال اور ابوسفیانؓ کے جوابات کے بعد جو کہا وہ ملاحظہ کیجئے۔

..."وسالتك هل يرتد احد منهم عن دينه بعد ان يدخل فيه سخطة' فزعمت ان لا' وكذالك الايمان اذا خالط بشاشة القلوب."

ترجمہ: "اور میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ کیا اسلام قبول کرنے والوں میں سے کوئی شخص اسلام سے ناراض ہو کر یا اس سے متنفر ہو کر کبھی مرتد بھی ہوا ہے؟ تو آپ نے کہا تھا کہ ایسا نہیں ہوا' تو سنو! یوں ہی ہے کہ شرح صدر کے ساتھ جب ایمان کسی کے دل میں اتر جاتا ہے تو نکلا نہیں کرتا۔" (صحیح بخاری ۲/ ۶۵۳)

مندرجہ بالا روایت سے یہ بات واضح ہے کہ جب کوئی شخص شرح صدر کے ساتھ ایمان قبول کرتا ہے تو ایمان اس سے نہیں نکلتا۔ اس روایت کے بارے میں یہ احتمال پیش کیا جاسکتا ہے کہ شاید حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو عبیداللہ بن جحش کے ارتداد کا معلوم نہ ہو؟؟ تو عرض ہے کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے لاعلم ہونے کی بات اس لیے بھی کچھ درست معلوم نہیں ہوتی کہ عبیداللہ ان کے داماد تھے، اب کوئی شخص اپنے داماد کے ایمان یا خارج ایمان کو نہ جانتا ہو، یہ عمومی طور پر ممکن نہیں اور خاص کر اس وقت جب کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اسلام کو قبول نہیں کیا تھا۔

عبداللہ بن سعد بن ابی السرح پر نصرانی ہونے کا الزام:

اسی طرح عبداللہ بن سعد بن ابی السرح کے نصرانی ہونے پر تاریخ طبری، مستدرک حاکم، سیرۃ بن اسحاق، فتوح البلدان کے حوالہ سے الزام لگایا جاتا ہے۔

جواب:

اس بارے میں جو روایات پیش کی جاتی ہیں وہ تمام مرویات بھی قابل استدلال نہیں کہ ان روایت میں کلبی، واقدی اور دیگر متروک راوی یا مرسل روایات ہیں۔ اس لیے ایسی مرویات کے سہارے اتنا بڑا الزام کسی پر ثابت نہیں کیا جا سکتا ہے۔ قارئین کرام کے سامنے ان روایات کی اسنادی حیثیت پیش خدمت ہے۔

یہ بات پہلے علامہ سبکی اور مورخ طبری کے بیان سے ثابت ہو چکی ہے کہ علماء نے یہ بات واضح کی ہے کہ نقل سے ثبوت کا اثبات نہیں ہوتا بلکہ اس کا دارومدار اسانید پر ہے، اور اگر اسانید ثابت نہیں تو نقل سے توثیق ثابت نہیں ہوتی۔ قارئین کرام کے لیے علامہ تاج الدین سبکی کا حوالہ پیش خدمت ہے۔

قارئین کرام کے سامنے فیضی کی بطور مثال ایک دھوکہ بازی اور فریب کاری واضح کرنے کی مثال دی ہے ورنہ تو اس کی تمام کتابیں اسی طرح کے تضاد جو کہ اصل میں دھوکا اور ڈرامہ بازی ہے پر مشتمل ہے۔

﴿تفضیلیہ کا نظریہ نمبر ۶﴾

جب تفضیلیہ و مہاجرین و انصار کی عظمت و فضیلت پر اعتراضات کرنے سے تسلی نہیں ہوئی تو ایک قدم مزید بڑھے۔ بدری صحابہ پر بھی ایک طرح کا اعتراض کرنے سے باز نہ آئے اور اس پر مکمل یا تفصیلی اعتراض نہ سہی مگر شرلی چھوڑ دی [illegible]۔

[illegible] فیضی لکھتا ہے۔

"[illegible] کسی بھی غزوہ میں خرچ کرنے، جہاد کرنے، مقتول ہونے یا غازیہ شان سے گھر لوٹ آنے والوں کو مطلقاً مغفور نہیں [illegible] یا سوائے غزوہ بدر کے غازیوں کے۔ بعض علماء نے تو بعض بدری صحابہ پر بھی نفاق کی تہمت [illegible] معتب بن قشیر انصاری۔" الخ (صلح امام حسن ص ۳۲۴)

﴿تفضیلیہ کا نظریہ نمبر ۷﴾

[illegible] فیضی [illegible] اور بعد کے صحابہ، مہاجرین و انصار، شرکاء بیعت رضوان، اور بدری صحابی پر داغ [illegible] سے جی نہ بھرا تو پھر دبے لفظوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک عنوان [illegible] "[illegible] کے عدم [illegible] غیر مناسب فیصلہ" (صلح امام حسن ص ۵۲)

اور اس کے ضمن میں حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ جس کا شمار ظہور احمد فیضی، طلقاء میں کرتا ہے، کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مصر کا گورنر اور پھر حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا اپنے بھائی حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو گورنر لگانا یاد آگیا۔ اور پھر حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے فہم پر انگلی اٹھانے لگا۔

موصوف نے اپنی کتاب صلح امام حسن میں اس باب کے تحت جو قول و آثار نقل کیے ہیں وہ سب کے سب ضعیف اور متروک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث علیکم بالسنتی و خلفاء راشدین بھول گیا جس میں حضرات خلفاء راشدین کے عمل کو بھی سنت قرار دیا۔ حیرانگی کی بات ہے کہ ایک صحیح روایت کی موجودگی میں ضعیف اور غیر مدلول اقوال کا پیش کرنا کیسے علمی روش بن سکتا ہے؟ اور حیرانگی ان لوگوں کے بارے میں ہے جو کہ مصنف، یا خطیب یا نقیب بن کر طلقاء کو خلافت کا اہل قرار نہ دینے کی کوشش میں تگ و دو میں رہتے ہیں۔ ان کو یہ تک معلوم نہیں کہ جو ضعیف و متروک اقوال فیضی نے طلقاء کی حکمرانی کے نااہل ہونے کے لیے دیے ہیں وہ مطلقاً حکمرانی نہیں بلکہ خلافت کے بارے میں منسوب و منقول ہیں۔ ان کو کون بتائے کہ ذرا ورق گردانی کیجیے جس منصب خلافت کے لیے طلقاء کو لائق قرار نہیں دیا، اسی خلافت راشدہ کے لیے کوئی غیر قریشی اور انصاری صحابی بھی بنظر روایات شرط پر پورا نہیں اترتا۔ تو کیا کوئی اٹھ کر یہ کہہ سکتا ہے کہ انصاری یا غیر قریشی صحابہ کرام تو حکمرانی کے اہل نہیں؟ یا حکمرانی کے لائق نہیں؟ جبکہ مقام و محل بحث ہی الگ ہے۔

ظہور فیضی کی علمی دغابازی:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اپنی کتاب الاحادیث الموضوعہ میں لکھتا ہے۔

"بعض انہیں معاذ اللہ غیر مسلم کہہ رہے ہیں اور بعض اس سے بھی آگے بڑھ رہے ہیں، لہذا قارئین کرام سے گذارش ہے کہ دامن احتیاط کو مضبوطی سے تھامے رکھیے اور شرعی حدود سے تجاوز مت کیجیے بلاشبہ ان کی خطائیں اور زیادتیاں وغیرہ ہمارے اسلاف کرام نے بھی بیان کی ہیں لیکن انہیں غیر مسلم کہنے اور ان پر لعن سے منع کیا ہے۔ لہذا آپ بھی شرعی حدود سے تجاوز مت کیجیے ورنہ عنداللہ مواخذہ ضرور ہوگا۔" الخ

(الاحادیث الموضوعہ ص ۱۸-۱۹)

موصوف پھر آگے چل کر لکھتے ہیں۔

"اسی طرح ان [حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ] کی خطا، بغاوت، خروج، فسق، اور فساد کی وجہ سے <u>ان پر لعنت کرنا بھی اعتدال سے تجاوز ہے۔</u>" الخ (الاحادیث الموضوعہ ص ۲۰)

قارئین کرام نے قاری صاحب کا ایک موقف تو ملاحظہ کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعن کرنے کو منع کیا۔ پھر اس سے آگے بڑھ کر اپنی دوسری کتاب صلح امام حسن میں جو لکھتے ہیں وہ تحریر لکھ کر اس کا نتیجہ ارباب اہل فہم و علم پر ہی موقوف رکھتے ہیں۔

قاری ظہور فیضی لکھتا ہے

"اس لیے حدیث شریف میں سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے قتل میں فقط معاویہ کے سپاہی ابوالغادیہ کو ہی جہنمی نہیں کہا گیا بلکہ جس گروہ میں ابوالغادیہ تھا اس پورے گروہ کو داعی الی النار فرمایا گیا ہے۔" الخ

(صلح امام حسن ص ١٠٦)

ایک طرف لعنت کرنا اعتدال سے تجاوز لکھنا اور دوسری طرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پورے گروہ پر جہنمی کا اطلاق کرنا۔ اور پھر اس مردود موقف کے برعکس حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا فرمان جس میں لشکر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا جنتی ہونے کا بیان ہے۔ اس نکتہ پر ارباب اہل علم و شعور ضرور سوچیں گے۔ اگر حضرت ابوالغادیہ الجھنی رضی اللہ عنہ جو بیعت رضوان کے شرکاء میں سے تھے ان صحابہ کرام کے بارے میں مرفوع حدیث میں قطعی جنتی کا حکم واضح طور پر موجود ہے اور ان کے جہنمی ہونے کی واضح نفی ثابت ہے۔ جبکہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے فرمان بھی لشکر صفین میں شامل لوگوں کو مومن کہنا اور ان پر جہنمی کے اطلاق کے نفی کر نا روایات میں موجود ہیں۔ تفضیلیہ اپنی تحریر و تقاریر میں حب اہل بیت کا دم بھرتے ہیں مگر حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے فرمان کو تسلیم نہیں کرتے۔

تفضیلیہ کا نظریہ نمبر ٨

جب خلفاء راشدین پر دبے لفظوں میں حرف گیری کرنے سے بھی خوف نہ آیا۔ تو پھر فتح مکہ سے ماقبل و بعد، شرکاء بیعت رضوان، اہل بدر، عشرہ مبشرہ، سب کی فضیلت و مقام کا اس طرح جواب دیا کہ ان تمام طبقات صحابہ کی صحابیت کا مقام نہیں بلکہ ان کے آخری اعمال پر ان کی نجات کو موقوف کر دیا۔ یعنی کہ صحابی کوئی وصف یا ذریعہ نجات نہیں بلکہ ان کے اعمال اچھے ہونگے تو بخشے جائیں گے۔ موصوف فیضی نے تو کبھی اقرار و انکار کرتے ہوئے، ٹال مٹول کرتے کرتے، الفاظ اور عبارت کو ادھر ادھر کرتے ہوئے آخر کار اپنا اصل مدعا سامنے رکھ دیا۔

مقام صحابیت کا کلیتاً رد کرتے ہوئے موصوف لکھتے ہیں۔

"معلوم ہوا کہ ان دو آیات یا کسی بھی آیت اور حدیث صحیح سے تمام کے تمام صحابہ و جنتی قرار دینا تو عدم تدبر پر مبنی ہے یا پھر بعض بغاۃ و طلقاء کو ناجائز طور پر سکیور کرنا اور تحفظ دینا مقصود ہے؟ صحابی ہو یا غیر صحابی ہر ایک کا معاملہ الاعمال بالخواتیم یعنی انجام کے مطابق ہی ہوگا ورنہ وہ بھی صحابہ ہی ہوں گے جنہیں حوص کوثر سے دھتکار دیا جائے گا اور وہ بھی صحابہ ہی تھے جن کے بارے میں رسول صلی اللہ اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔۔۔ میرے صحابہ میں بارہ منافق ہیں، ان میں سے آٹھ جنت میں داخل نہیں ہوں گے اور یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے سوراخ میں داخل ہو۔۔۔ خلاصہ یہ ہے کہ تمام صحابہ کو یا صحابی کہے جانے والے ہر شخص کو جنتی تصور کر لینا عدم تدبر پر مبنی ہے حسن ظن تو اچھی بات ہے مگر ہر صحابی کو جنتی قرار دیتے والے لوگوں سے پوچھیے کہ ان کے نزدیک وہ صحابہ میں بھی جنتی ہیں جن کو خلیفہ ثالث حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے قاتلین میں شمار کیا جاتا ہے؟ نیز بسر بن ابی ارطاۃ بھی

صحابی تھا اور قاتلین عمار بن یاسر بھی صحابی تھے، ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے لیے جو ناپاک ہاتھ استعمال ہوئے تھے وہ ایک صحابی ہی کے ہاتھ تھے اور اس شخص کا قاتل عمار ہونا مشکوک نہیں معلوم ہے۔" الخ

(صلح امام حسن ص ۱۰۳. ص ۱۰٤)

موصوف قاری ظہور کا یہ تحریری حربہ بلکہ ڈرامہ بازی ہے کہ ایک مقام پر ایک موقف لکھتا ہے پھر دوسرے مقام پر دوسرا موقف، ایک کتاب میں ایک نظریہ اور دوسری کتاب میں دوسرا نظریہ تاکہ جب ایک نکتہ پر اس کی گرفت ہو تو وہ کتاب سے اس پر دوسرا نکتہ پیش کر کے کہے کہ مجھ پر الزام ہے میرا نظریہ تو دوسرا ہے جو فلاں کتاب یا فلاں مقام پر لکھا ہے۔

قاری ظہور احمد کا مزاج گرامی

قاری ظہور فیضی صاحب مزاجًا ایک طعن و تشنیع کرنے والی شخصیت ہیں، جن کے زبان و قلم سے اہل سنت کی کوئی شخصیت بچ کر نہیں گئی جن کی ذات اور علمی حیثیت پر اعتراض نہ کیا ہو۔ ان کی اسی ہذیانات کو علامہ مفتی سجاد احمد فیضی صاحب نے اپنی کتاب تمام صحابہ قطعی جنتی کے ابتداء میں بہت تفصیل سے لکھا ہے۔

قاری ظہور احمد فیضی کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے گستاخیاں:

علامہ مفتی سجاد احمد فیضی کی کتاب تمام صحابہ قطعی جنتی سے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں۔

حق و باطل کی جنگ کے طور پر جس طرح ہر دور میں اللہ اور اس کے رسول کے دشمن و گستاخ پائے جاتے رہے ہیں۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے دشمن اور گستاخ بھی ہر دور میں پائے جاتے رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کو روافض کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

قاری ظہور احمد فیضی، فیض الباری کے حوالے سے رافضیت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتا ہے:

واعلم ان الرافضی عند علماء الجرح والتعدیل من سب الصحابة

"جان لو کہ علماء جرح و تعدیل کے نزدیک رافضی وہ ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو برا کہے۔"

(شرح اسنی المطالب ص ٤٣٤)

دوسری جگہ لکھا:

"یہ دشمنی (یعنی اہلبیت سے کمال محبت کے باوجود کسی بھی صحابی سے دشمنی رکھنا) فقط غالی اور روافض میں پائی جاتی ہے۔ (شرح اسنی المطالب ص ۱۳۹)

پھر ایسے لوگوں کی دو اقسام ہیں:

نمبر ۱: وہ لوگ جو اعلانیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو برا بھلا کہتے ہیں اور خود کو شیعت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

نمبر ۲: وہ جو ظاہراً تو اہلسنت وجماعت کا نام استعمال کرتے ہیں مگر عملاً اور اعتقاداً اعلانیہ روافض کے بہت قریب ہوتے ہیں۔

(یعنی بالخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے مسلمات اہلسنت کے منکر ہوتے ہیں) بالفاظ دیگر یوں بھی کہا جا سکتا ہے جس طرح پہلی قسم کے لوگ برملا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو سب وشتم کرتے ہیں یہ لوگ بھی اس فعل قبیح کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور یہ دوسری قسم زیادہ خطرناک اور مضر ایمان ہے۔ اس لئے کہ یہ لوگ سنیت کا لبادہ اوڑھ کر من گھڑت تاریخی واقعات و روایات سنا سنا کر بھولے بھالے مسلمانوں کو اپنے دام تزویر میں پھنسا لیتے ہیں اور انہیں سنیت سے بھٹکاتے رہتے ہیں۔ موخر الذکر لوگوں میں سے ہی ایک دور حاضر کا محقق ہے جسے "قاری ظہور احمد فیضی" کہا جاتا ہے جو اپنے تائیں "ریسرچ اسکالر" ہونے کا بھی مدعی ہے۔ موصوف نے اپنی کتابوں میں کئی مقامات پر عموماً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور نام بنام بھی چودہ (۱۴) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی کھلے بندوں توہین و تنقیص کی اور انتہائی گستاخانہ انداز سے کام لیا، خاص کر کے کاتب وحی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف تو اس کا زہر آلود قلم یوں چلا کہ بس خدا کی پناہ آپ کی ذات پر ایسے ایسے قبیح الزامات لگائے اور اتنی کثرت سے آپ کی ذات پر مغلظات بکے کہ پڑھ کر ایک مسلمان کا کلیجہ منہ کو آئے۔

نوٹ:

موصوف نے جو اشارۃ، کنایۃ، تعریضا یا صراحتا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر سب وشتم کیا۔ ہم خلاصۃ وہ مقامات آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔ جنہیں پڑھ کر آپ فیصلہ نہیں کر پائیں گے کہ یہ جملے کسی غالی کے ہیں یا پھر سنیت کے لباس میں ملبوس کسی نام نہاد محقق کے ہیں۔

صحابی رسول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی توہین:

نمبر شمار	تردید و توہین	کتاب صفحہ نمبر
۱۔	غیر مناسب فیصلے کے مرتکب	صلح الامام الحسن ۵۲
۲۔	آپ کی فہم درستگی کو نہ پہنچ سکی	صلح الامام الحسن ۵۸

صحابی رسول حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کی توہین:

۱۔	ہزار ہا لچوں والے		شرح خصائص علی ۵۰۱

صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں گستاخیاں اور جھوٹے الزامات:

۱۔	قابل تعظیم نہیں	الاحادیث الموضوعۃ ۲۴
۲۔	ان کے حق میں یہ دعائے نبوی اللھم املاہ علما قبول نہیں ہوئی	الاحادیث الموضوعۃ ۹۹
۳۔	آپ میں دعائے نبوی اللھم اجعلہ ہادیا مہدیا کی تاثیر نہیں [illegible]	الاحادیث الموضوعۃ [illegible]

٤	مسلم خواتین کو لونڈیاں بنانے والے	الاحادیث الموضوعۃ ٣٣٩
٥	حرمین میں افعال قبیحہ کا ارتکاب کرنیوالے	الاحادیث الموضوعۃ ٣٣٩
٦	سونا، ریشم اور درندوں کی کھالیں استعمال کرنے والے	الاحادیث الموضوعۃ ٣٤٠
٧	نصیحت نبوی پر عمل نہ کرنے والے	الاحادیث الموضوعۃ ٣٤٠
٨	صحابہ کو دھمکیاں دینے والے	الاحادیث الموضوعۃ ٣٤٠
٩	سابقین صحابہ کو پاگل کہنے والے	الاحادیث الموضوعۃ ٣٤٠
١٠	حدیث نبوی کو فساد کہنے والے	الاحادیث الموضوعۃ ٣٤٠
١١	رشوت لینے دینے والے	الاحادیث الموضوعۃ ٣٤٠
١٢	بدعات کے مرتکب	الاحادیث الموضوعۃ ٣٤٠
١٣	شراب پینے والے	الاحادیث الموضوعۃ ٣٤٠
١٤	باطل طریقے سے مال کھانے والے	الاحادیث الموضوعۃ ٣٤٠
١٥	آدمیوں کو خصی کرانیوالے	الاحادیث الموضوعۃ ٣٤١
١٦	قرآن مجید کی مخالفت کرنے والے	الاحادیث الموضوعۃ ٣٤١
١٧	کبائر حرام، منافی عدل معاملات کا ارتکاب کرنے والے	الاحادیث الموضوعۃ ٣٤١
١٨	گمراہ	شرح خصائص ٨٧٧
١٩	ہٹ دھرم	صلح الامام الحسن ٥٩
٢٠-٢١	فتنہ باز، چال باز	صلح الامام الحسن ٧٥
٢٢	حلال و حرام اور جائز و ناجائز میں تمیز نہ کرنے والے	صلح الامام الحسن ١٧٧
٢٣	مجتہد نہیں محب اقتدار	صلح الامام الحسن ٢٣
٢٤-٢٥	نااہل، منحوس	صلح الامام الحسن ٦١
٢٦	ہوس پرست	صلح الامام الحسن ٦٤
٢٧	اقتدار کے دل دادہ	صلح الامام الحسن ١٣٥
٢٨	اقتدار کے جسکولے	صلح الامام الحسن ١٣٥
٢٩	آپ آیت کریمہ "وکلا وعد اللہ الحسنیٰ" میں شامل نہیں ہیں	صلح الامام الحسن ١٠٠
٣٠	صحابیت کے ٹائٹل سے ناجائز فوائد حاصل کرنے والے	صلح الامام الحسن ٣١٧

۳۱	طالب الدنیا، باغی	حقیقۃ التفضیل ۳۴۴

صحابیِ رسول حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی توہین:

۱	رسوا ہوئے	صلح الامام الحسن ۷۵
۲	ہفوات کے مرتکب	اہل کساء کا مقام ۵۴

ابن ابی بکر، ابن زبیر و ابن علی رضی اللہ عنہم اجمعین کی توہین:

۱	یہ لکیر کے فقیر تھے	صلح الامام الحسن ۲۳۰
۲	بڑی غلطی کے مرتکب	صلح الامام الحسن ۲۳۰

صحابیِ رسول حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی توہین:

۱	افراط و تفریط کے مرتکب	شرح خصائص علی ۵۰۲
۲	قوم کو گمراہ کرنے والے	شرح خصائص علی ۵۰۴
۳	ناپاک اہتمام کرنے والے	شرح خصائص علی ۵۰۴

صحابیِ رسول حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی توہین:

۱	حسد کرنے والے	شرح خصائص علی ۵۴۷

صحابیِ رسول حضرت بسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ کی توہین:

۱	انتہائی سنگ دل، سفاک	الاحادیث الموضوعہ ۶۷
۲	ظالم، برا آدمی	الاحادیث الموضوعہ ۶۷
۳	راہ راست سے بھٹکا ہوا	الاحادیث الموضوعہ ۶۸
۴	دین و دنیا سب کچھ گنوانے والا	الاحادیث الموضوعہ ۷۰
۵	یہ صحابی نہیں تھا	الاحادیث الموضوعہ ۷۰
۶	انتہائی برا انسان تھا	شرح کتاب الاربعین ۲۰۳

صحابیِ رسول حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کی توہین:

۱	شراب کے عادی	مناقب زہرہ ۲۰۳

	اس فعل شنیع کی نحوست برابر ان کے تعاقب میں رہی	مناقب زہرہ ۲۰۳

صحابی رسول حضرت عبدالرحمٰن بن عدیس رضی اللہ عنہ کی توہین:

	یہ جنتی نہیں ہے	صلح الامام الحسن ۳۲۱

صحابی رسول حضرت ابوالغادیہ جہنی رضی اللہ عنہ کی توہین:

	یہ جنتی نہیں ہیں	صلح الامام الحسن ۳۲۱

جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی توہین:

۱	دنیا پرست	صلح الامام الحسن ۲۰
۲	تمام مہاجرین وانصار جنتی نہیں ہیں	صلح الامام الحسن ۱۰۳
۳	تمام صحابہ کے لئے محب اہلبیت ہونا لازمی نہیں ہے	صلح الامام الحسن ۱۰۴
۴	ہر صحابی کے لئے محبت اہلبیت ہونا لازمی نہیں ہے	صلح الامام الحسن ۱۵۱
۵	کسی ایک صحابی پر طعن کرنا سب صحابہ پر طعن کرنا نہیں ہے	صلح الامام الحسن ۲۵۲-۵۳
۶	کوئی صحابی جوابدہی سے مبرا نہیں ہے	صلح الامام الحسن ۲۵۲
۷	بعض صحابہ حب دنیا میں مبتلا تھے	صلح الامام الحسن ۲۷۵
۸	بعض تو دین دنیا سے ہی ہاتھ دھو بیٹھے	صلح الامام الحسن ۲۷۵
۹	فتح مکہ کے بعد والے صحابہ "وکلا وعد اللہ الحسنیٰ" میں شامل نہیں ہیں۔	صلح الامام الحسن ۳۲۰
۱۰	حضرت معاویہ اور ان کے ساتھیوں کے جنتی ہونے کی کوئی صحیح السند حدیث نہیں	شرح خصائص علی ۹۹۴
۱۱	فتح مکہ کے بعد والے صحابہ کی شان میں کوئی حدیث نہیں ہے	الاحادیث الموضوعۃ ۵۴
۱۲	بہت سے صحابہ مرتد ہو گئے تھے	الاحادیث الموضوعۃ ۲۱
۱۳	صحابہ کرام میں بھی بعض حضرات ایسے تھے جن کا باپ حلالی نہیں تھا	مناقب الزہرہ ۷۹
۱۴	غیر درست اندازے والے	حقیقۃ التفضیل ۱۳۹-۳۹
۱۵	خلافتی امور میں الجھنے والے	حقیقۃ التفضیل ۲۰۸

تنبیہ:

قاری ظہور سمیت جتنے روافض بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پہ الزام تراشیاں کرتے ہیں یاد رہے ان میں سے کوئی ایک

الزام بھی صحیح السند روایت سے ثابت نہیں ہوتا ہے۔ یونہی دیگر صحابہ پہ جو لایعنی اعتراضات ہوتے ہیں ان کی بھی یہی صورت حال ہے۔ علماء اہلسنّت نے ہر دور میں ایسے بے بنیاد الزامات کے علمی و تحقیقی جوابات دیئے ہیں۔ جن میں سے اردو کے لیٹریچر کے لحاظ سے حضرت العلام محقق اہلسنّت محمد علی نقشبندی صاحب حضرت علامہ ظفر الدین بہاری صاحب، حضرت علامہ غلام حسین قادری صاحب، وغیرہ خاص کر کے مذکور ہیں، ان کی بالترتیب تصنیفات انتہائی مفید اور قابل مطالعہ ہیں۔ (۱) دشمنان امیر معاویہ کا علمی محاسبہ، (۲) الاحادیث الراویہ۔ (۳) الصوارم الحیدریہ

قارئین کرام! آپ اندازہ لگائیں ایک جانب قرآن و حدیث کی وہ ان گنت نصوص اور سلفاً خلفاً ساری امت کا اجتماعی عقیدہ ہے کہ اول تا آخر تمام کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین عادل، ثقہ، متقی، دارین میں "رضی اللہ عنہ و رضوا عنہ" کے تاج والے اور جنتی ہیں اور دوسری طرف اغیار کے ٹکڑوں پہ پلنے والے قاری ظہور احمد فیضی جیسے نام نہاد محققین ہیں جو شب و روز اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پہ طعن و تشنیع اور سب و شتم سے کام لے رہے ہیں۔

فیصلہ ہم انصاف پسند اپنے قارئین پہ چھوڑتے ہیں، آیا وہ قرآن و حدیث اور اجماع امت کی مانتے ہوئے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے عادل و ثقہ اور جنتی ہونے کا پاکیزہ اعتقاد رکھ کر دارین کی فوز و فلاح حاصل کرنا چاہتے ہیں یا پھر ان روافض کی طرح قرآن و سنت اور ساری امت کی مخالفت کر کے صحابہ کو برا بھلا کہہ کر اور ان کے بارے بد اعتقادی رکھ کر دارین میں گھاٹے کا سودا کرنا چاہتے ہیں؟؟؟

موصوف ظہور فیضی کی جانب سے کثیر علماء وائمہ اسلام کی تردید و تغلیط اور بے باکیاں:

موصوف کی کتب کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ ان کی یہ عادت ثانیہ ہے کہ ہر وہ شخص جس کی کوئی تحریر یا موقف ان کے نظریے کے مخالف پایا گیا بس اس کی خیر نہیں ہے جناب کا قلم زہر آلود پھر اس کی تغلیط و تردید اور توہین میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتا۔ عام ازیں کہ وہ صحابی ہو یا تابعی، تبع تابعی ہو یا ولی مفسر ہو یا محدث، مجدد ہو یا مجتہد، اس کے خلاف خوب بڑھ چڑھ کر بھڑاس نکالتے ہیں یہ ہی وجہ ہے کہ موصوف نے بالعموم ساری امت کے مفسرین، محدثین، فقہاء، اولیاء کی تردید و تنقیص کرنے کے ساتھ ساتھ ایک سو (۱۰۰) سے زائد ائمہ و اولیاء کی جی بھر کر تردید و تغلیط اور توہین کی (یہ بھی وہ ہیں جو راقم کے مطالعہ سے آئے اور ان کی مطبوعہ کتب میں، مزید آگے آگے دیکھئے کیسے گل کھلاتے ہیں اور حیرت ہے پھر بھی زہر کی بوتل پہ شہد کا لیبل لگاتے ہوئے کہتے ہیں:

"علماء حق کی تعظیم شرعی طور پر ہر مسلمان پر لازم ہے۔" (حقیقۃ التفضیل ص ۳۶۵)

بہر حال آیئے ان میں سے چند ایک مقامات آپ کے سامنے رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم ان عبارات کا خلاصہ پیش کر رہے ہیں۔ تفصیل کے لئے اصل کتب کو دیکھا جائے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تردید:

نمبر شمار	تردید و توہین	کتاب صفحہ نمبر
۱	امام اعظم امام الائمہ تھے مگر..	حقیقۃ التفضیل ۳۰۷
۲	آپ کا وصال عقیدہ تفضیل علی پر ہوا ہے	حقیقۃ التفضیل ۳۱۴

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی تردید:

۱	آپ کا قول قرآن و سنت کے خلاف ہے	گھر والے اور در والے

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی تردید و توہین:

۱	آپ پہلے ناصبی تھے	حقیقۃ التفضیل ۱۰۹

امام ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کی تردید و تغلیط:

نمبر شمار	گستاخی	کتاب صفحہ نمبر
۱	تفرد کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل ۴۹
۲	سنگین لغزش کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل ۵۰
۳	ان کا قول باطل	حقیقۃ التفضیل ۵۲
۴	مردود قول کے مرتکب	شرح اسنی المطالب ۳۷۷

فرات بن سائب کی تردید و توہین:

۱	کذاب، وضاع	حقیقۃ التفضیل ۱۰۱

میمون بن مہران کی تردید و توہین:

۱	یہ ناصبی تھا	حقیقۃ التفضیل ۱۰۲
۲	احمق، غبی، غوی، سفیہ تھا	حقیقۃ التفضیل ۱۰۲

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تردید:

۱	ائمہ اہلبیت سے روایت نہیں لیتے	الاحادیث الموضوعۃ ۳۴۵
۲	انتہائی تکلف کے مرتکب	الاحادیث الموضوعۃ ۴۲

۳	امیر معاویہ کی شہرت سے مرعوب ہونے والے	الاحادیث الموضوعۃ ۴۲

حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی تردید:

۱	دھوکہ کھانے والے	الاحادیث الموضوعۃ ۲۸

حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید

۱	دھوکہ کھانے والے	الاحادیث الموضوعۃ ۴
۲	باطل حدیث لانے والے	الاحادیث الموضوعۃ ۳۴
۲	دھوکہ کھا گئے	صلح الامام الحسن ۳۴۴

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی تردید وتغلیط:

۱	جان بوجھ کر متن حدیث میں کچھ مخفی رکھنے والے	صلح الامام الحسن ۱۴۷
۲	عمداً معاویہ کی جگہ رُجل لگانے والے	صلح الامام الحسن ۱۵۲

ائمہ صحاح ستہ رحمۃ اللہ علیہم کی تردید وتغلیط:

۱	دھوکے کا شکار ہو گئے	شرح خصائص علی ۳۴۴

علامہ ابن عربی مالکی، محی الدین شیخ زادہ اور ابن عادل حنبلی رحمۃ اللہ علیہم کی تردید وتغلیط:

۱	دھوکے کا شکار ہونے والے	شرح خصائص علی ۷۷

علامہ ابنِ جوزی کی تردید وتغلیط:

۱	احادیث کو موضوع کہنے میں بے احتیاط	شرح خصائص علی ۱۸۱
۲	افراط وتفریط کا شکار	شرح خصائص علی ۱۸۳

امام غزالی، حکیم ترمذی، امام شعرانی، امام ابو نصر عبد اللہ، شیخ اکبر، ابن عربی، امام احمد قلیشی، صاحب کبریات احمر، ابن جوزی کی تردید وتوہین:

۱	علم حدیث میں مہارت نہ رکھنے والے صوفیاء	حقیقۃ التفضیل ۱۷۱

...کبر سالی، امام بزدوی، حضور غوث اعظم، ملا علی قاری، امام ذہبی، امام طاہر بخاری، امام ابن ہمام، امام زین ...حق، امام عبد العلی برجندی، علامہ شیخ زادہ، امام شمس قہستانی ابن نجیم، امام ابراہیم حلبی، امام عبد العلی ...وی، علامہ شامی، شیخ نظام الدین اور جماعت علماء ہند، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہم کی تردید و تغلیط:

...ف حق بات لکھنے والے	حقیقۃ التفضیل ٣٥١
...ن کی لکھی بات بے سود	حقیقۃ التفضیل ٣٥١
...خطا کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل ٣٤٦
...بلا سوچے سمجھے فتوے لگانے والے	حقیقۃ التفضیل ٣٤٦
...ن کا قول قرآن مجید کے خلاف ہے	حقیقۃ التفضیل ٣٥٠

...ضرت امام بزدوی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید و تغلیط:

...غیر مدبرانہ کلام کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل ٣٥٥
...بدفہمی کی حد کرنے والے	حقیقۃ التفضیل ٣٥٥
...ہفوات بکنے والے	حقیقۃ التفضیل ٣٥٦
...ہوش و حواس زائل ہو گئے	حقیقۃ التفضیل ٣٥٦
...ن کو اتنا بھی معلوم نہیں...	حقیقۃ التفضیل ٣٥٦

...ضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید:

...انتہائی سنگین زیادتی کرنے والے	حقیقۃ التفضیل ٢٩٨
...ناجائز اضافے کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل

امام دار قطنی کی تغلیط و تردید:

حقیقت کے خلاف لکھنے والے	حقیقۃ التفضیل ٣١

حافظ ابن کثیر کی تغلیط و تردید:

معاویہ کا ناجائز دفاع کرنے والے	الاحادیث الموضوعۃ ٣٢٨
اعتدال کی حدود کو پھلانگنے والے	الاحادیث الموضوعۃ ٣٢٨
صحیح و سقیم میں فرق نہیں کرتے	الاحادیث الموضوعۃ ٣٢٨

۴	غیر دیانتدار	الاحادیث الموضوعۃ ۳۲۸
۵	معاویہ کی تعریفات میں آنکھیں بند کرنے والے	الاحادیث الموضوعۃ ۳۲۸
۶	ان کا قلم بنوامیہ کے بارے خوب لکھتا ہے	الاحادیث الموضوعۃ ۳۲۸
۷	اور اہلبیت پہ جرح پہ اتراتا ہے	الاحادیث الموضوعۃ ۳۱۲
۸	جلد دلیل اور اصول حدیث کے خلاف حکم لگانے والے	شرح اسنی المطالب ۱۷۵
۹	وہم کا شکار	شرح کتاب الاربعین ۲۲۶
۱۰	احادیث کے متن میں من مانی ترمیم کرنے والے	الاحادیث الموضوعۃ ۲۲۷

علامہ تورپشتی کی تردید:

۱	نہ درست کلام کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل ۲۰۶

امام باقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید و تغلیط:

۱	دبے لفظوں میں حضرت علی کی شان کم کرنے والے	شرح اسنی المطالب ۳۶۲
۲	تردید روافض میں تنقیص اہلبیت کا ارتکاب کرنے والے	شرح کتاب الاربعین ۱۱۰

امام باقلانی، امام ذہبی، علامہ غلام رسول سعیدی، مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہم کی تردید و تغلیط:

۱	تردید روافض میں تنقیص اہلبیت کے مرتکب ہونے والے	شرح کتاب الاربعین ۱۱۰

حضرت امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید و تغلیط:

۱	وہم کا شکار	شرح خصائص علی ۹۰۷
۲	دھوکے کا شکار	شرح خصائص علی ۷۷

حضرت امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی تردید و تغلیط:

۱	یہ کون ہوتے ہیں مفاضلہ بیان کرنے والے	صلح الامام الحسن ۲۹۸

مفسر قرآن علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید و تغلیط:

۱	نام نہاد صوفی	شرح خصائص علی ۱۰۰۲
۲	احمق	...ائص علی ۱۰۰۲

۳ یزدان دوستی کا ثبوت دینے والے	شرح خصائص علی ۱۰۰۲
۴ ملعون وھنداکرنے والے	شرح خصائص علی ۱۰۰۲

لامہ جورقانی کی تردید وتغلیط:

۱ کم عقل	
۲ بدبخت، موضوع پہ عمل کا خواہاں	الاحادیث الموضوعۃ ۱۵۳
۳ غباوت، غوابت، سفاہت وحماقت والا	الاحادیث الموضوعۃ ۶۴
	الاحادیث الموضوعۃ ۶۴

ام ابن ابی الدنیا کی تردید وتوہین:

۱ اموی غلام	الاحادیث الموضوعۃ ۶۶

حضرت امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ وابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید:

۱ سراسر باطل ومردود استنباط کرنے والے	صلح الامام الحسن ۶۸
۲ بے تکے فوائد مستنبط کرنیوالے	صلح الامام الحسن ۷۰

ان حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید:

۱ تضاد کا شکار	حقیقۃ التفضیل ۷۹
۲ زبردستی کرنے والے	حقیقۃ التفضیل ۸۳

ام ابن حجر کی تردید وتوہین:

۱ بے خبر	حقیقۃ التفضیل ۱۰
۲ افراط وتفریط کا شکار، متعصب	حقیقۃ التفضیل ۱۵

شارح بخاری حضرت ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ کی تردید:

۱ کھائی میں گرنے والے	الاحادیث الموضوعۃ ۳۴۶
۲ معاویہ کا ناجائز دفاع کرنے والے	شرح خصائص علی ۸۸۳
۳ باطل تاویلات کے مرتکب	شرح خصائص علی ۸۸۳

حضرت امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید و توہین:

۱	موضوع روایات لانے والے	الاحادیث الموضوعۃ ۴۰
۲	شاہی فرمان پہ ایسی کتاب لکھنے والے جو رطب ویابس کے سوا کچھ نہیں	الاحادیث الموضوعۃ ۴۰
۳	غلط فہمی کا شکار	الاحادیث الموضوعۃ ۴۱
۴	متعصب، افراط و تفریط کا شکار	الاحادیث الموضوعۃ ۱۱۸
۵	ان کی بصیرت سلب ہوگئی	الاحادیث الموضوعۃ ۱۱۸
۶	غیر متوازن	الاحادیث الموضوعۃ ۱۱۸
۷	غیر معتدل	الاحادیث الموضوعۃ ۱۱۸
۸	دفاع معاویہ میں بڑی بڑی شخصیات کی توہین کر گئے	الاحادیث الموضوعۃ ۱۱۹
۹	حقائق کے خلاف کلام کرنیوالے	الاحادیث الموضوعۃ ۳۰۰
۱۰	موضوع روایات اور باطل تاویلات و تلبسات کا سہارا لینے والے	الاحادیث الموضوعۃ ۳۰۰

حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تغلیط و تردید:

۱	غلط فہمی کا شکار	الاحادیث الموضوعۃ ۴۱

حضرت امام ابن عساکر کی تغلیط و تردید:

۲	غلط فہمی کا شکار	الاحادیث الموضوعۃ ۵۵

حضرت امام منذری رحمۃ اللہ علیہ کی تغلیط و تردید:

۱	عقائد اہلسنت کے منافی لکھنے والے	الاحادیث الموضوعۃ ۷۰

حضرت امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی تغلیط و تردید:

۱	عدم تدبر کے مرتکب	الاحادیث الموضوعۃ ۱۵۳
۲	اضطراب و احتیاج کے شکار	الاحادیث الموضوعۃ ۱۷۳_۱۷۲
۳	بلا دلیل دعوے کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل ۳۵۷
۴	برخلاف قرآن بات کرنے والے	حقیقۃ التفضیل ۳۲
۵	برخلاف حقیقت بات کرنے والے	حقیقۃ التفضیل ۳۳

علامہ تفتازانی کی تردید:

۱	بے بنیاد دعوے کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل ۳۵

علامہ ابوالمعین نسفی کی تردید:

۱	مخالف اقوال سے آنکھیں چرانے والے	حقیقۃ التفضیل ۳۶

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید و توہین:

۱	اپنے ایمان پر نظر ثانی کریں	حقیقۃ التفضیل ۱۴۷
۲	یہ اس حکم میں شامل ہیں یاایہا الذین امنوا امنوا	حقیقۃ التفضیل ۱۴۷
۳	مخمصہ و تضاد کا شکار	حقیقۃ التفضیل ۱۶۰
۴	ان کا کلام نقل و عقل کے خلاف ہے	حقیقۃ التفضیل ۱۶۲
۵	ثواب کا چکر چلانے والے	حقیقۃ التفضیل ۱۴۸_۱۴۹
۶	چالاکی سے اسے نامعلوم بنانے والے	حقیقۃ التفضیل ۱۴۸
۷	ان کا قول نرا جھوٹ، دجل، فریب و مکر ہے	حقیقۃ التفضیل ۱۴۹
۸	اپنی طرف سے قاعدہ گھڑنے والے	حقیقۃ التفضیل ۲۴۹
۹	مسئلہ تفضیل میں ان کا قول "محض تخیل" ہے	حقیقۃ التفضیل ۲۴۹
۱۰	ان کا یہ تخیل ہو یا کشف بہر حال غلطی اور مردود باطل ہے	حقیقۃ التفضیل ۲۴۹
۱۱	من مانیاں کرنے والے	حقیقۃ التفضیل ۱۴۲
۱۲	انصاف کا خون کرنے والے	حقیقۃ التفضیل ۱۴۲

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ تغلیط و تردید:

۱	مردود قول کے مرتکب	شرح اسنی المطالب ۶۴۱
۲	مسئلہ تفضیل میں ان کا قلم محفوظ نہ رہا	حقیقۃ التفضیل ۲۵۳
۳	مسئلہ تفضیل میں خود ساختہ قاعدے کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل ۲۵۵

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید:

۱	اپنے دعوے کے خلاف جانے والے	حقیقۃ التفضیل ۳۳۵
۲	بے ڈھنگے قواعد وضع کرنے والے	حقیقۃ التفضیل ۲۵۳
۳	تضاد کا شکار	حقیقۃ التفضیل ۱۲۹

علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید و تغلیط:

۱	متضاد کلام کرنے والے	شرح خصائص علی ۲۰۷
۲	غلط فہمی کا شکار	حقیقۃ التفضیل ۱۳۲
۳	ان کا لکھا سراسر غلط	حقیقۃ التفضیل ۱۳۲
۴	بے بنیاد دعوے کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل ۲۹۳
۵	اس حجۃ المتاخرین کی حالت یہ ہے۔۔۔	حقیقۃ التفضیل ۲۹۳

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی تردید و تغلیط:

۱	عدم تدبر کے شکار	صلح الامام الحسن ۳۶س۵۰
۲	غلطی کے مرتکب ہو گئے	صلح الامام الحسن ۴۰
۳	متعصب، حقائق کو نہ پانے والے	صلح الامام الحسن ۳۰۳
۴	سنگین غلطی کرنے والے	صلح الامام الحسن ۳۰۳
۵	سراسر کتاب و سنت کے منافی لکھنے والے	صلح الامام الحسن ۳۰۳
۶	کچی باتوں پہ ہاتھ صاف کرنے والے	صلح الامام الحسن ۳۰۳
۷	غلط استدلال کرنے والے	صلح الامام الحسن ۳۰۸
۸	انکا استدلال مردود و باطل	صلح الامام الحسن ۳۱۰
۹	حلوائی کی دکان پہ نانا جی کی فاتحہ پڑھنے والے	صلح الامام الحسن ۳۲۰
۱۰	کتاب و سنت پہ جرأت کرنے والے	صلح الامام الحسن ۳۲۴
۱۱	ان کی تفسیر غلط ہی نہیں سراسر باطل ہے۔	صلح الامام الحسن ۳۲۴
۱۲	نرے تحکم کے مرتکب	صلح الامام الحسن ۳۲۷

[illegible] بغض رکھنے والے	صلح امام حسن ۳۳۸
[illegible] نصیب ہوگا	صلح امام حسن ۳۴۰
[illegible] سے محبت کرے	تحقیقا تفضیل ۳۴۷
[illegible] سے بغض	تحقیقا تفضیل ۱۹_۲۱
[illegible] غصب	تحقیقا تفضیل ۲۱
[illegible] غصب فدک سے رجوع کر لیا	تحقیقا تفضیل ۲۱
[illegible] میں جو حکم تھا	تحقیقا تفضیل ۲۷
[illegible] قرآن و سنت کے خلاف ہے	تحقیقا تفضیل ۳۸_۴۴
[illegible] کے مرتکب	تحقیقا تفضیل ۵۰
[illegible] کرنے والے	تحقیقا تفضیل ۵۱
[illegible] کرنے والے	تحقیقا تفضیل ۹
[illegible]	تحقیقا تفضیل ۱۴۹_۳۵۲
[illegible] حکم شرعی کی نافرمانی اور [illegible] کے مرتکب	تحقیقا تفضیل ۳۱
[illegible] تعصب کے مرتکب	تحقیقا تفضیل ۳۲
[illegible] والے	تحقیقا تفضیل ۵۱
[illegible] کرنے والے	تحقیقا تفضیل ۳۵_۱۵۲
[illegible] کرنے والے	تحقیقا تفضیل ۷۷
[illegible]	تحقیقا تفضیل ۷۸
[illegible]	تحقیقا تفضیل ۱۹۸
[illegible]	تحقیقا تفضیل ۲۲۹
[illegible]	تحقیقا تفضیل ۳۳۳
[illegible]	تحقیقا تفضیل ۳۳۳
[illegible]	تحقیقا تفضیل ۳۵۲
[illegible]	تحقیقا تفضیل ۵۰

صاحب بہار شریعت مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید وتغلیط:

۱	غلط فہمی کا شکار	صلح الامام الحسن ۷۵

مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید وتغلیط:

۱	ان کی تفسیر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بے ادبی ہے	صلح الامام الحسن ۹۹
۲	ان کی تفسیر قرآن وسنت سے روگردانی ہے	صلح الامام الحسن ۹۹
۳	قرآن وسنت میں عدم تدبر کا بدترین مظاہرہ کرنے والے	صلح الامام الحسن ۱۱۵
۴	کتاب وسنت کو اپنی ضرورت کے مطابق ڈھالنے والے	صلح الامام الحسن ۲۲۹
۵	تردید روافض میں تنقیص اہلبیت کے مرتکب	شرح کتاب الاربعین

علامہ شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید وتوہین:

۱	بدترین وبے ہودہ الفاظ کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل ۲۵
۲	متعصب، ان کی مت ماری	حقیقۃ التفضیل ۲۵

علامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید تغلیط:

۱	تکلفانہ استثناء کرنے والے	شرح کتاب الاربعین ۸۸
۲	خلاف احادیث استثناء کے مرتکب	شرح کتاب الاربعین ۸۹
۳	اپنے قیاس کو حدیث پہ ترجیح دینے والے	شرح کتاب الاربعین ۹۳
۴	ترجمہ حدیث میں من پسند ترمیم کرنے والے	شرح کتاب الاربعین ۱۰۰
۵	مغالطہ آفرینی کے مرتکب	شرح خصائص علی ۹۱۱
۶	معاویہ کا ناجائز دفاع کرنے والے	شرح خصائص علی ۹۱۱
۷	ان کا قلم اعتدال سے بھٹک گیا	شرح خصائص علی ۹۱۱
۸	لفظ صحابیت سے مرعوب ہوگئے	شرح خصائص علی ۹۱۱
۹	ترجمہ میں ناجائز اضافہ کرنے والے	اہل کساء کا مقام ۱۰

نائب محدث اعظم مولانا عبدالرشید رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید وتغلیط:

۱	گمراہ کن غلطی کے مرتکب	شرح کتاب الاربعین ۱۳۵
۲	ان کی مت ماری گئی	شرح کتاب الاربعین ۱۳۹
۳	سنیت سے بے خبر	شرح کتاب الاربعین ۱۳۹
۴	غبی، غوایت وسفاہت والے	شرح کتاب الاربعین ۱۳۹
۵	ان کے قدم پھسل گئے	حقیقۃ التفضیل ۲۴۷

مفتی عبدالعلیم سیالوی صاحب کی تردید وتوہین:

۱	غیر معتدل، فتنہ انگیز فتویٰ لکھنے والے	حقیقۃ التفضیل ۷
۲	شرارت وفساد پہ مبنی فتویٰ دینے والے	حقیقۃ التفضیل ۹
۳	مفتی شفیق، بے ڈھنگے فتاویٰ والے	حقیقۃ التفضیل ۹
۴	بے احتیاط، غلطی فہمی کا شکار	حقیقۃ التفضیل ۲۸۲_۲۹۳

مفتی منیب الرحمان صاحب کی تردید وتغلیط:

۱	خود ساختہ اجماع کی بنیاد رکھنے والے	حقیقۃ التفضیل ۴۷
۲	تک بندیوں کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل ۴۸
۳	جامد مشدد ملاں	حقیقۃ التفضیل ۳۲
۴	انتہائی بے ہودہ اور قرآن وسنت کے خلاف جملے کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل ۲۷۶
۵	زیغی (دل کی کجی) والے	حقیقۃ التفضیل ۲۷۷
۶	تعصب میں عقل کے اندھے	حقیقۃ التفضیل ۲۷۷
۷	خرافات وتوہمات والے	حقیقۃ التفضیل ۲۷۷

امیر اہلسنت الیاس عطار قادری صاحب کی تردید وتغلیط:

۱	حاطب اللیل	الاحادیث الموضوعۃ ۹۵
۲	[illegible] موضوع روایات والی [illegible] کی کتاب لکھنے والے	الاحادیث الموضوعۃ ۹۵
۳	باطل [illegible] لکھنے والے	الاحادیث الموضوعۃ ۹۵

۴	زیادتی کے مرتکب، متشدد	شرح کتاب الاربعین ۲۱
۵	پرلے درجے کی بے احتیاطی کے مرتکب	شرح کتاب الاربعین ۲۲
۶	بغیر پاؤں دیکھے اپنے پاؤں پھیلانے والے	شرح کتاب الاربعین ۷۶
۷	غیر عالم امراء اہلسنّت	اہلبیت اور علیہ السلام ۳۱
۸	امیری کے گھمنڈ میں مبتلا	اہلبیت اور علیہ السلام ۳۳
۹	بغیر چادر دیکھے پاؤں پھلانے والے	اہلبیت اور علیہ السلام ۳۹
۱۰	نرے جاہل	حقیقۃ التفضیل ۱۰

جمیع فضلاء دعوت اسلامی کی تردید و توہین:

۱	ناصبی مولویوں کی کھیپ	حقیقۃ التفضیل ۱۰

شیخ الحدیث غلام رسول قاسمی صاحب کی تردید و تغلیط:

۱	شانِ علی رضی اللہ عنہ گھٹانے کی خاطر کئی پیچ و تاب کھانے والے	شرح اسنی المطالب ۴۳
۲	احادیث پر ہاتھ صاف کرنے والے	شرح اسنی المطالب ۶۰
۳	ہیرا پھیری کے مرتکب	شرح اسنی المطالب ۴۳-۱۰۳-۱۷۸
۴	غیر محتاط فتوے باز	شرح اسنی المطالب ۱۱۶
۵	امام اعظم کی ذات پہ انتہائی مکروہ الزام لگانے والے	شرح اسنی المطالب ۱۱۸
۶	مردود و باطل ضابطے کے مرتکب	شرح اسنی المطالب ۱۲۸
۷	مبنی پر حماقت بیان کے مرتکب	شرح اسنی المطالب ۱۲۹
۸	معنوی ڈنڈی مارنے والے	شرح اسنی المطالب ۲۶۹
۹	پینترے بدلنے والے	شرح اسنی المطالب ۱۷۹
۱۰	اسباب کا چکر چلانے والے	شرح اسنی المطالب ۱۷۹
۱۱	چکر باز، پیچ پیچ سے کام لینے والے	شرح اسنی المطالب ۲۵۴
۱۲	پانی میں مدھانی چلانے والے	شرح اسنی المطالب ۲۷۳
۱۳	قبیح ترین زیادتی کے مرتکب	شرح اسنی المطالب ۲۸۳
۱۴	تحریف کے مرتکب، گرو گھنٹال	شرح اسنی المطالب ۲۸۳

۱۵	بے اعتدال	شرح اسنی المطالب ۲۸۳
۱۶	حضرت علی کی تنقیص کے مرتکب	شرح اسنی المطالب ۳۲۶
۱۷	اپنے علم اور منصب شیخ الحدیث کی لاج نہ رکھنے والے	شرح اسنی المطالب ۳۵۴
۱۸	پرفریب جملے لکھنے والے	شرح اسنی المطالب ۳۵۴
۱۹	سنت سیئہ کے مرتکب	شرح اسنی المطالب ۶۰
۲۰	ہیرا پھیری پہ گامزن	شرح اسنی المطالب ۴۲۲
۲۱	بھونڈے استدلال کے مرتکب	شرح اسنی المطالب ۴۲۷
۲۲	شریعت پر زیادتی کے مرتکب	شرح اسنی المطالب ۴۳۵
۲۳	دھوکہ دہی اور خیانت کا رعب ڈالنے والے	شرح اسنی المطالب ۴۳۵
۲۴	حماقت کرنے والے	شرح اسنی المطالب ۴۴۰

اعلیٰ حضرت، مفتی منیب الرحمان صاحب، غلام رسول قاسمی صاحب کی تردید:

۱	ثواب کا چکر چلانے والے	حقیقۃ التفضیل ۱۳۹
۲	ہیرا پھیری کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل ۱۴۱

ڈاکٹر اشرف آصف جلالی صاحب کی تردید و تغلیط:

۱	موضوع و باطل روایات بیان کرنے والے	الاحادیث المرفوعہ ۹۹۔۹۴
۲	عمداً موضوع روایات بیان کرنے والے	الاحادیث الموضوعہ ۱۵۳
۳	ان کے قدم پھسل گئے	حقیقۃ التفضیل ۲۴۷

علامہ سید ارشد سعید کاظمی شاہ صاحب کی تردید:

۱	ان کے قدم پھسل گئے	حقیقۃ التفضیل ۲۴۷

علامہ محمد اشرف سیالوی صاحب کی تردید:

۱	ان کے قدم پھسل گئے	حقیقۃ التفضیل ۲۴۷

محقق ابن محقق قاری محمد طیب نقشبندی صاحب کی تردید و تغلیط:

	عدم تدبر و تعصب کے مرتکب	اہل کساء کا مقام ۴

۲	حماقت و غوایت کے مرتکب	اہل کساء کا مقام ۵
۳	حقائق کو مسخ کرنے والے	اہل کساء کا مقام ۹
۴	الفاظ میں کمی و بیشی یا تحریف کرنے والے	اہل کساء کا مقام ۹
۵	ترجمہ میں ناجائز اضافہ کرنے والے	اہل کساء کا مقام ۹

علامہ فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید و توہین:

۱	نواصب کی بولی بولنے والے	اہلبیت کرام اور علیہ السلام ۵۶
۲	انتہائی سنگین جسارت کے مرتکب	اہلبیت کرام اور علیہ السلام ۵۶
۳	خارجی و ناصبی ملاں	اہلبیت کرام اور علیہ السلام ۵۷
۴	حقیقت سے بے خبر	اہلبیت کرام اور علیہ السلام ۵۶
۵	ان کی بصیرت جواب دے گئی	اہلبیت کرام اور علیہ السلام ۵۶
۶	اس ملاں کی ذہنی پستی	اہلبیت کرام اور علیہ السلام ۶۵
۷	مذہبی تعصب میں رضویت بھی کھو بیٹھے	اہلبیت کرام اور علیہ السلام ۷۱
۸	تعصب سے اندھے ہو گئے	اہلبیت کرام اور علیہ السلام ۹۲

مفتی مطیع الرحمان رضوی کی تردید:

۱	ترجمے میں ڈنڈی مارنے والے	حقیقۃ التفضیل ۹۵
۲	ناپاک جسارت کرنے والے	حقیقۃ التفضیل ۲۲۹

مفتی شیر محمد خاں کی تردید و تغلیط:

۱	شخصی قول کو حدیث بنانے والے	حقیقۃ التفضیل ۱۷۰

جمیع اہلسنت کی تردید و تغلیط:

۱	معاویہ کو مجتہد قرار دینے والے سابقون اولون صحابہ کی حق تلفی کرتے ہیں	شرح کتاب الاربعین ۳۱۹
۲	بے بنیاد دعوے کے مرتکب	حقیقۃ التفضیل ۳۵
۳	حق چھپانے والے	حقیقۃ التفضیل ۳۰۸

مفسرین کی تردید و تغلیط:

غرض مند	صلح الامام الحسن ۳۱۵
بزرگوں کی قبر پر تانا جی کی فاتحہ پڑھنے والے	صلح الامام الحسن ۳۲۰
مدبر کا شکار	صلح الامام الحسن ۳۲۰
کتاب و سنت پر جرات کرنے والے	صلح الامام الحسن ۳۲۲

احمد فیضی کی طرف سے اغیار کے لئے محبت نامے:

آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ کوئی سنی ہو اور کتنا ہی بڑا ولی یا عالم ہو اگر وہ موصوف کا ہم خیال ثابت نہ ہوا تو وہ ان کو ... اس کے برعکس اگر کوئی غیر سُنی ایک بات بھی اس کے موافق و مؤید ہو تو نہ صرف یہ کہ اسے سر آنکھوں ... ہیں بلکہ اسے دعاؤں اور تعریفوں سے بھی خوب نوازتے ہیں، کسی نے سچ ہی کہا تھا صاحب الحاجة اعمٰی ... ضرورت مند شخص اندھا ہوتا ہے) بہرکیف آیئے موصوف کی اغیار کے لئے محبت نوازی ملاحظہ کیجئے۔

بالاکوٹ اسمٰعیل دہلوی کی تحسین و تعریف:

شہید، شاہ	صلح الامام الحسن ۱۰۹۔۱۸۲
شہید، شاہ	اہل کساء کا مقام ۵۸۔۵۳۔۵۲
شہید، شاہ	اہلبیت کرام اور علیہ السلام ۶۸

نانوتوی دیوبندی کی تعریف و تحسین:

مولانا صاحب	اہلبیت کرام اور علیہ السلام ۲۹

رشید احمد گنگوہی دیوبندی کی تعریف و تحسین:

مولانا صاحب	اہلبیت کرام اور علیہ السلام ۷۱

انور شاہ کشمیری کی تعریف و تحسین:

علامہ ...	حقیقة التفضیل ۲۵۳،۲۵۲

یوسف بنوری دیوبندی کی تحسین و تعریف:

... تعالیٰ علامہ مولانا یوسف بنوری کو اجر عظیم دے	حقیقة التفضیل ۲۵۰

اسمٰعیل محمد دیوبندی کی تعریف وتحسین:

۱	ماہر، مناظر، مدرس، عالم، حق گو، حق پسند عالم، رحمۃ اللہ علیہ	ترجمہ تفسیر غریب القرآن ۲

عبداللہ دانش وہابی کی تعریف:

۱	حفظہ اللہ تعالیٰ	گھر والے، در والے ۱۷

غیر مقلد ناصر الدین البانی کی تعریف وتحسین:

۱	ان کا جذبہ حق قابل تحسین ہے	شرح کتاب الاربعین ۲۷
۲	جزاء اللہ تعالیٰ احسن الجزاء	شرح کتاب الاربعین ۲۷

اشرف علی تھانوی کی تعریف وتحسین:

۱	مولانا	لطافت جسم مصطفیٰ ۴۴۔۶۵۔۷۷
۲	علامہ حفظہ اللہ تعالیٰ	مناقب زہرہ ۴۰۶

رضوان علی ندوی کی تحسین وتعریف:

۱	حفظہ اللہ تعالیٰ	شرح خصائص علی ۵۲
۲	علامہ حفظہ اللہ تعالیٰ	مناقب زہرہ ۴۰۶

طارق جمیل دیوبندی کی تعریف وتحسین:

۱	عالمی مبلغ، علامہ، مولانا	اہل کساء کا مقام ۹۲
۲	حضرت صاحب، حفظہ اللہ تعالیٰ	اہل کساء کا مقام ۹۳۔۹۲
۳	جزاہ اللہ تعالیٰ	اہل کساء کا مقام ۹۳
۴	علامہ حفظہ اللہ	ترجمہ تفسیر غریب القرآن ۲۷
۵	علامہ مولانا حفظہ اللہ تعالیٰ	ترجمہ تفسیر غریب القرآن ۵۲

دیوبندی وہابی بھی سنی ہیں:

۱	دیوبندی، وہابی بھی اہلسنت ہیں	حقیقۃ التفضیل ۳۲۸

یہ چند حضرات تو وہ تھے کہ جن سے خاص محبت نوازی کا اظہار کیا گیا ہے، ورنہ موصوف کی کتب ایسے کئی اور لوگوں کے

لئے علامہ، مولانا، اور شیخ الحدیث جیسے تعظیمی القابات سے بھری ہوئی ہیں۔ مثلاً ابن تیمیہ، خلیل احمد سہارنپوری، سعید احمد اکبر آبادی، شبیر احمد عثمان، محمد یوسف بنوری، انور شاہ کشمیری، اسحاق مدنی، ابوالکلام آزاد، ثناء اللہ امرتسری، حامد انصاری، اسمٰعیل روپڑی، شبلی نعمانی، زکریا سہارنپوری، نذیر حسین دہلوی، وحید الزماں، شمس الحق عظیم آبادی، عبد السلام ندوی، ادریس کاندہلوی، عبد الرشید نعمانی، عاشق الٰہی میرٹھی، خرم علی، تقی عثمانی۔

آپ اندازہ لگائیں کہ موصوف کی جانب سے کس قدر ڈھٹائی اور بے اعتدالی کا بدترین مظاہرہ کیا گیا ہے کہ اگر نفرت و بے مروتی پہ آئیں تو صحابیِ رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے بھی "رضی اللہ عنہ" جیسے تعظیمی الفاظ کے استعمال سے انکار کردیں۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو الاحادیث الموضوعہ ص ۲۴) اور فیاضی پہ آئیں تو متنازعہ افراد و اغیار کے لئے بھی بڑے بڑے القابات اور دعائیں پیش کریں۔ طرفہ تماشہ یہ ہے کہ دعویٰ پھر بھی یہ ہے کہ:

"ہر حال میں اعتدال ضروری ہے۔" (الاحادیث الموضوعہ ص ۲۰)

ہم پوچھتے ہیں آپ کی یہ کرتوت اعتدال ہے یا پھر رافضیت کی بدترین مثال ہے، اعتدال ہے یا پھر اپنوں سے نفرت غیروں سے الفت کی منافقانہ چال؟؟" الخ۔ **(منقول از تحریر مفتی سجاد احمد فیضی)**

ان مذکورہ بالا عبارات و نظریے کو ذکر کرنے کا مقصد صرف تفضیلیہ کا موقف اور اس میں شاطرانہ ترامیم پیش کرنا ہے۔ جب کہ ان کے تفصیلی جواب اور رد کے لیے علامہ ظفر القادری بکھروی کی کتاب "**القول الاحسن فی جواب صلح امام حسن**" اور مفتی سجاد احمد فیضی صاحب کی کتاب "**تمام صحابہ قطعی جنتی**" کا مطالعہ کیجئے۔ قاری ظہور فیضی کے تمام دلائل کا وہ بخیہ ادھیڑا ہے کہ ان پر تاحال سکوت طاری ہے۔

جب موصوف ظہور احمد فیضی نے تمام مہاجرین و انصار کے قطعی جنتی ہونے پر سورۃ توبہ کی آیت: ۱۰۰ میں پنکچر لگاتے ہوئے اس میں چند مہاجرین و انصار پر جہنمی ہونے کا اطلاق کیا تو ایک عرب تفضیلی عالم حسن فرحان مالکی کی کتاب "الصحبہ و الصحابہ" کی طرف دھیان گیا کیونکہ اس کتاب میں حسن فرحان مالکی نے ان آیات پر طبع آزمائی کرنے کے ناکام کوشش کی۔ اس کتاب کے جواب میں متعدد علماء نے تصانیف لکھیں۔ کیونکہ قاری ظہور احمد فیضی کی کتابوں میں صحابہ کے بارے میں جتنے استدلال ہیں وہ عرب تفضیلیہ یا اغیار کی کتب سے مستعار بطور چربہ لیے گئے ہیں اس لیے آں جواب غزل کے طور پر علامہ پروفیسر اعجاز جنجوعہ صاحب سے گذارش کی اور علامہ پروفیسر اعجاز جنجوعہ صاحب نے شفقت فرماتے ہوئے، حسن فرحان مالکی کی کتاب کا جواب کے ترتیب و تالیف کی حامی بھرلی اور انتہائی مصروفیت کے باوجود جلد ہی مسودہ بھیج دیا۔ کیونکہ اس کتاب کو دیگر کتب کے بعد شائع کرنے کا ارادہ تھا، اس لیے چند وجوہات کی وجہ سے کتاب کو شائع نہ کیا جا سکا۔ پھر عرصہ دو سال بعد علامہ پروفیسر اعجاز جنجوعہ صاحب نے کتاب کے بارے میں حکم دیا تو کتاب کو اولین ترجیح دیتے ہوئے اس کو شائع کرنے کا عزم کیا، اس طرح یہ کتاب قارئین کرام کے سامنے ہے۔ ایک نکتہ بیان کرنا بہت اہم ہے کہ موصوف ظہور احمد فیضی اپنی کتاب میں جا بجا سلفی، غیر مقلدین، وہابیہ اور گمراہ فرقوں کی کتب سے استدلال بلکہ ان کے

مصنف کی تعریف بھی کرتے ہیں، اس لیے کتاب کسی مقام پر ایسے لوگوں کی کتب سے حوالہ جات پیش کرنے کو بطور الزامی جواب عزل لیا جائے۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کے ذریعے صحابہ کرام کے بارے میں غلط نظریہ سے لوگوں کو محفوظ رکھے اور اہل بیت کرام وصحابہ عظام کی قدر و منزلت پہچاننے کی توفیق عطا کرے۔

نوٹ: راقم کا اولین مقصد اہل سنت و جماعت کے عقائدِ صحیحہ کی ترجمانی ہے، اگر کسی بھی کتاب یا تحریر میں کسی بدمذہب یا گمراہ شخص کے ساتھ تعظیمی و تعریفی کلمات غلطی سے موجود ہوں تو راقم اس سے بری الذمہ ہو گا، مزید یہ کہ ہمارا یقینِ کامل اور اعتماد ہے کہ عقیدہ کی نمائندگی، تشریح و توضیح جو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ علیہ نے کی وہی حرفِ آخر ہے، اس کے برخلاف کسی طرح کی تحریر یا توضیح سے راقم کا کوئی تعلق نہیں اور نہ ہو گا۔

آمین بجاہ طٰہٰ و یٰسین

فیصل خان رضوی

خادم اہل سنت و جماعت

افتتاحی کلمات

... صحابہ کے بارے میں تالیف دینے کی تحریک واٹس ایپ کے مشہور ... کار گروپ کے ایک رکن
محقق اور سرمایہ، جناب فیصل خان رضوی ایدہ اللہ فی تائید الحق نے دی اور بہت اصرار کیا اور کام کی آسانی
... کتب بھی انہوں نے ڈاؤن لوڈ کر کے بھیجیں، اللہ تعالیٰ ان کی اس سعی کو اور میرے قلم کی اس کاوش کو قبول
... احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا سرمایہ بنا دے۔

... قبل ازیں امام یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ کی مشہور کتاب "الاسالیب البدیعہ" کا ترجمہ بنام
... صحابہ رسول ﷺ کیا جو دینی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا اس کتاب کا ترجمہ کرنے کا داعیہ وہی تھا جو
... کا مقصودِ تالیف تھا۔ وہ سببِ تالیف کا اظہار ان خوبصورت الفاظ میں کرتے ہیں۔

... تالیف کا داعیہ اس طرح پیدا ہوا کہ اس زمانے میں شیطان نے بعض جاہل سنیوں کو حبِ اہلِ بیت
... اور خیالی موہوم حمایت وعصبیت کے باعث صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ
و حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ نفرت وعداوت کی راہ سجھائی جس کی وجہ سے ان نفوسِ قدسیہ پر لعن
... خوش ہوتے ہیں اور اس لعن طعن کو قربِ خداوندی کا ذریعہ اور دنیا اور آخرت میں نیکی کا سامان سمجھتے
... شیطان نے ان کے لیے یہ بات بھی آراستہ کر دی ہے کہ ائمہ اہلِ سنت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محارب
... کا دفاع کر کے عدل وانصاف سے کام نہیں لیا۔ بعض اوقات شیطان انہیں خلفاء راشدین
... حضرت عثمان رضی اللہ کی ذات پر کیچڑ اچھالنے اور تنقید کرنے پر برانگیختہ کرتا ہے اور حرماں نصیب مجرد
... تعصب اور جاہلی حمیت کی باعث حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بلکہ دیگر خلفاء
... نسبت دینے لگتے ہیں اور اس کو بزعمِ خویش عین انصاف سمجھتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ اتباعِ حق
... علامت ان کے لیے رکاوٹ نہیں بن سکتی۔"

... لکھتے ہیں کہ

... مقصودِ اصلی اپنے سرمائے یعنی اہلِ سنت وجماعت کا تحفظ ہے جو تاریخ کی من گھڑت اور بے
... میں مبتلا ہو جاتے ہیں حالانکہ ہمارے علماء اعلام اور ائمہ اسلام نے اس انبار میں
... کی نشاندہی ... کر دی ہے انہوں نے ازراہ شفقت عوام کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ
... والے اختلافات اور تنازعات کا مطالعہ حرام ٹھہرایا ہے مگر بدقسمتی سے عوام نے اس تحریم

اور ممانعت کی طرف توجہ نہیں دی اور جھوٹی سچی روایات کا مطالعہ کرتے رہے تاآنکہ شیطان نے رفتہ رفتہ ان کے دلوں میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغض وعداوت کا برا عقیدہ پیدا کر دیا۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم زبان وقلم سے عوام کی خیر خواہی کا فریضہ سرانجام دیں اور ان کے سامنے صحابہ کرام کے بارے میں صاف عقیدہ کھول کر بیان کریں پھر ہم جب اس اہم ذمہ داری سے سبکدوشی ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں حق کی طرف رجوع کی توفیق عطا فرمائے گا تو ہم خوشی سے کہیں گے کہ ہمارا سرمایہ ہماری طرف لوٹ آیا ہے۔"

کتاب ہذا کے مضامین کا لب لباب وہی ہے جو امام نبہانی نے اپنی کتاب الاسالیب البدیعہ کے سبب تالیف میں تحریر دیا۔ اس ہیچ مداں نے احباب کی خواہش کا لحاظ رکھتے ہوئے سارے کاموں کو التواء میں ڈال کر حسن فرحان مالکی کی متعدد کتب اور اس کے رد میں لکھی گئی دیگر کتب کا مطالعہ کیا اور حاصل مطالعہ کو بعجلت مسودہ مکمل کرکے ترتیب دیا۔ اگر کتاب ہذا میں کوئی تسامح، غلطی اور مفہوم کی رسائی تک کوتاہی نظر آئے تو صرف نظر اور عفو و درگزر سے کام لیتے ہوئے اصلاح فرمادی جائے۔ ممنون احسان ہوں گا۔

بندہ مسکین

محمد اعجاز جنجوعہ غفر اللہ لہ

بمقام بھسین ضلع چکوال، پنجاب، پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله وحده و صلى الله و سلم و بارك على من لا نبي بعده ،نبينا محمد و على اله و صحبه و من تبعهم باحسان

سب تعریفیں اللہ واحد و یکتا کے لیے ہیں، اور درود و سلام اور برکتیں ہوں اس ذات پر جس کے بعد کوئی نبی نہیں یعنی ہمارے حضرت محمد ﷺ پر، آپ کی آل، واصحاب اور خلوص واحسان کے ساتھ پیروی کرنے والوں پر۔

واضح حقیقت یہ ہے کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ کے بارے میں اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہر کمزوری اور کجی سے محفوظ اور سیدھا ہے۔ جو تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کی محبت اور موالات اور ان کے شایان شان دعا پر مبنی ہے اور ہر لحاظ سے ان کے دل اور ان کی زبانیں سالم و محفوظ ہیں جو ان کے مقام و مرتبہ کے لائق نہیں۔ اس فانی مستعار زندگی میں یہ بات باعث ذلت و عار ہے کہ آدمی کے دل میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نفرت اور کینہ ہو اور اس کی زبان پر ایسے کلمات ہوں جس میں ان کی توہین، مذمت اور کسر شان ہو۔

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"ونحبُّ أصحابَ رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ولا نفرط في حبِّ أحدٍ منهم، ولا نتبرأُ من أحدٍ منهم، ونبغض من يبغضهم وبغير الخير يذكرهم، ولا نذكرهم إلاَّ بخيرٍ، وحبُّهم دينٌ وإيمانٌ وإحسانٌ، وبغضُهم كفرٌ ونفاقٌ وطغيانٌ".

ہم اصحاب رسول ﷺ سے محبت کرتے ہیں اور کسی کی محبت میں افراط و غلو نہیں کرتے، جب کہ ان سے عداوت رکھنے والے بدبختوں سے ہم نفرت و عداوت رکھتے ہیں: ہم تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ذکر ہمیشہ خیر و صلاح کے ساتھ کرتے ہیں کیونکہ ان کی محبت دین ایمان اور احسان ہے، اور ان سے بغض، کفر، نفاق اور سرکشی ہے۔

(العقيدة الطحاوية ص ٥٧)

امام ابو المظفر سمعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"التعرض إلى جانب الصحابة علامةٌ على خذلان فاعله، بل هو بدعةٌ وضلالةٌ".

صحابہ کرام سے تعرض یعنی ان پر اعتراض کرنا اور ان سے الجھنا، اعتراض کرنے والے کی رسوائی کی علامت ہے بلکہ یہ خود سراسر بدعت اور گمراہی ہے۔ (فتح الباری ٤/ ٣٦٥)

امام ابوزرعہ رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

أَخْبَرَنَا أَبُو مَنْصُورٍ مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى الْهَمَذَانِيُّ ثنا صَالِحُ بْنُ أَحْمَدَ الْحَافِظُ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ أَحْمَدَ بْنَ عُبَيْدٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ التُّسْتَرِيَّ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا زُرْعَةَ يَقُولُ: «إِذَا رَأَيْتَ الرَّجُلَ يَنْتَقِصُ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاعْلَمْ أَنَّهُ زِنْدِيقٌ وَذَلِكَ أَنَّ الرَّسُولَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَنَا حَقٌّ وَالْقُرْآنَ حَقٌّ وَإِنَّمَا أَدَّى إِلَيْنَا هَذَا الْقُرْآنَ وَالسُّنَنَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّمَا يُرِيدُونَ أَنْ يُجَرِّحُوا شُهُودَنَا لِيُبْطِلُوا الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ وَالْجَرْحُ بِهِمْ أَوْلَى وَهُمْ زَنَادِقَةٌ»

جب تمہیں کوئی ایسا شخص نظر آئے جو اصحاب رسول اللہ ﷺ کی بدگوئی اور گستاخی کر رہا ہو تو سمجھ لو کہ وہ زندیق بے دین ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ حضور انور ﷺ ہمارے نزدیک برحق ہیں، قرآن حکیم برحق ہے اور قرآن اور احادیث مصطفی ﷺ کی ساری میراث ان صحابہ کرام کے ذریعے ہم تک پہنچی ہے، جب کہ صحابہ کرام پہ طعن کرنے والے زندیق ہمارے گواہوں کو مجروح ثابت کرنا چاہتے تاکہ قران وسنت کو باطل ٹھرایا جائے، حقیقت یہ ہے کہ یہ زنادقہ خود جرح کے زیادہ مستحق ہیں۔ (الكفاية للخطيب البغدادي : ص ٤٩)

ایک متعسف تجدید پسند شخص حسن بن فرحان مالکی جو سعودی عرب کے جنوبی علاقے کے قبیلے بن مالک کی طرف منسوب ہے کی کتاب "الصحابه بين الصحبة اللغو ية والصحبة الشر عيه" کو پڑھنے کا موقع ملا۔ کتاب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین اور تنقیص، تنقید بھری ہے، اس لیے اس کتاب میں حسن بن فرحان مالکی کی ان باطل باتوں کی تردید کروں گا جو اس نے صحابہ کرام کے بارے میں کی ہیں۔

اباطیل حسن فرحان مالکی۔ صحابہ اور طلقاء میں فرق

۱۔ مالکی کی ان باطل باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے نبی کریم ﷺ کی صحبت کو شرعی و لغوی صحبت میں تقسیم کیا ہے۔

مالکی کے نزدیک شرعی صحبت سے مراد شروع ہجرت سے صلح حدیبیہ تک صرف مہاجرین و انصار کی صحبت ہے اور اصحاب رسول اللہ ﷺ کے فضائل میں جو کچھ وارد ہے یعنی قرآن و حدیث میں اس کا مقصد یہی مہاجرین و انصار ہیں۔ صلح حدیبیہ کے بعد جن لوگوں کو ہم نشینی کا موقع ملا وہ ان کی لغوی صحبت ہے، جیسے منافقوں اور کافروں کی صحبت ہے۔ گویا اس ظالم نے صلح حدیبیہ کے بعد مشرف بہ اسلام ہونے والے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کرنے والے ہزاروں خوش نصیبوں کو اس شرف سے محروم و خارج کر دیا، اسی طرح فتح مکہ کے بعد اسلام لانے والوں اور وفدوں کی صورت میں آنے والوں کو شرعی صحبت سے محروم ٹھہرا دیا۔

ستم بالائے ستم یہ ہے کہ مالکی کے گمان فاسد میں جو لوگ شرف صحبت شرعی سے محروم رہے ان کا حضور کی بارگاہ میں بیٹھنا اور دیدار کرنا ایسا ہی ہے جیسے کفار و منافقین کا بیٹھنا، ان لوگوں میں نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔ ان کے صحابی نہ ہونے پر مالکی کی عبارات اور ان کے جوابات عنقریب آرہے ہیں۔

باطیل حسن فرحان مالکی۔ افضلیت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

مالکی کی لائق بطلان باتوں میں سے دوسری باطل بات افضلیت صدیق پر صحابہ کرام کے بارے میں تشکیک ہے یعنی شکوک و شبہات پیدا کرنا ہے۔ نیز بعد از نبی ﷺ احقیقت خلافت اور دیگر معاملات میں شک آفرینی ہے۔ جس کا بھی ذکر عنقریب تردید کے ضمن میں ہوگا۔

امام سیوطی نے فرمایا:

((اعلموا- یرحمکم اللہ- أنَّ من العلم کهیئة الدواء، ومن الآراء کهیئة الخلاء، لا تُذکر إلاَّ عند داعیة الضرورة))

ترجمہ: ذہن میں رکھو کہ علم دواء کی مانند ہے اور آراء خلاء کی طرح، جس کا ذکر صرف ضروری داعیہ اور مجبوری کے وقت کیا جاتا ہے۔ (مفتاح الجنة في الاحتجاج بالسنَّة ص ۵)

علامہ سیوطی نے آگے ص ۶ چل کر فرمایا:

((وهذه آراء ما کنتُ أستحلُّ حکایتَها لو لا ما دعت إلیه الضرورة من بیان أصل هذا المذهب الفاسد، الذي کان الناس في راحة منه من أعصار)).

اگر اس فاسد مذہب کی اصل بیان کرنے کی مجبوری نہ ہوتی تو میں ہرگز ان آراء کا ذکر کرنا جائز نہیں سمجھتا تھا جس کی فتنہ سامانیوں سے لوگ مدتوں سے محفوظ اور پرسکون تھے۔ (مفتاح الجنة في الاحتجاج بالسنَّة ص ۶)

مالکی کی یہ باطل باتیں اس قدر شنیع ہیں کہ ان کا مجرد تصور ہی رد و جواب کے اشتغال سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ لیکن اس معاملے کا رد ضروری سمجھتا ہوں تاکہ کوئی جاہل یا غافل ان تعسفات کجرویوں اور ستم کاریوں سے فریب نہ کھا جائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مجھے اس پر عمل کی توفیق دے جس میں اس کی رضا، دین کی سمجھ اور حق پر قائم رہنے اور ڈٹ جانے کا داعیہ ہو۔ بے شک وہ سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔

حسن بن فرحان مالکی کا فاسد دعوی کہ صحابی کا اطلاق صلح حدیبیہ سے قبل

حسن بن فرحان مالکی کا فاسد زعم ہے کہ ہجرت کا معاملہ جس طرح حدیبیہ سے پہلے کے مہاجرین پر مقصور ہے یعنی ختم

خیالی زعم یہ ہے کہ مالکی کے گمان فاسد میں جو لوگ شرف صحبت شرعی سے محروم رہے ان کا حضور کی بارگاہ میں بیٹھنا ویسا ہی ہے جیسے کفار و منافقین کا بیٹھنا، ان لوگوں میں نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔ ان کے صحابی نہ ہونے پر مالکی کی عبارات اور ان کے جوابات عنقریب آئیں گی۔

باطل حسن فرحان مالکی۔ افضلیت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

مالکی کی ان بطلان باتوں میں سے دوسری باطل بات افضلیت صدیق پر صحابہ کرام کے بارے میں تشکیک ہے یعنی شکوک و شبہات پیدا کرنا ہے۔ نیز بعد از نبی ﷺ احقیقت خلافت اور دیگر معاملات میں شک آفرینی ہے۔ جس کا بھی عنقریب تردید کے ضمن میں ہوگا۔

امام سیوطی نے فرمایا:

((اعلموا۔ یرحمکم اللہ۔ أنَّ من العلم کھیئة الدواء، ومن الآراء کھیئة الخلاء، لا تُذکر إلا عند داعیة الضرورة))

جان لو ذہن میں رکھ لو کہ علم دواء کی مانند ہے اور آراء خلاء کی طرح، جس کا ذکر صرف ضروری داعیہ اور مجبوری کے وقت کیا جاتا ہے۔ (مفتاح الجنة في الاحتجاج بالسنَّة ص ٥)

علامہ سیوطی نے آگے ص ٦ چل کر فرمایا:

((وھذہ آراء ما کنتُ أستحلُّ حکایتَھا لولا ما دعت إلیه الضرورة من بیان أصل ھذا المذھب الفاسد، الذي کان الناس في راحة منه من أعصار)).

اگر اس فاسد مذہب کی اصل بیان کرنے کی مجبوری نہ ہوتی تو میں ہرگز ان آراء کا ذکر کرنا جائز نہیں سمجھتا تھا جس کی فتنہ سامانیوں سے لوگ مدتوں سے محفوظ اور پرسکون تھے۔ (مفتاح الجنة في الاحتجاج بالسنَّة ص ٦)

مالکی والی باتیں اس قدر شنیع ہیں کہ ان کا مجرد تصور ہی رد و جواب کے اشتغال سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ لیکن اس کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں تاکہ کوئی جاہل یا غافل ان تعسفات کجرویوں اور ستم کاریوں سے فریب نہ کھا جائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مجھے اس پر عمل کی توفیق دے جس میں اس کی رضا، دین کی سمجھ اور حق پر قائم رہنے اور ڈٹ جانے کا داعیہ ہو، بے شک وہ سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔

کذب حسن فرحان مالکی کا فاسد دعوی کہ صحابی کا اطلاق صلح حدیبیہ سے قبل

حسن فرحان مالکی کا فاسد زعم ہے کہ ہجرت کا معاملہ جس طرح حدیبیہ سے پہلے کے مہاجرین پر مقصور ہے یعنی ختم

ہو جاتا ہے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت صلح حدیبیہ سے پہلے کے مہاجرین وانصار تک محدود ہے۔

❖ حسن فرحان مالکی اپنی کتاب ص ۲۵ پر صحابہ کون؟ کے بیان کے تحت لکھا۔

أصحابُ النَّبِيِّ ﷺ: الصحبة الشرعية. ليسوا إلاَّ المهاجرين والأنصار، وقد يدخل فيهم مَن كان في حكمهم مِمَّن أسلم وهاجر إلى النبيِّ ﷺ وعاد إلى بلاده قبل فتح الحُديبية.

فهذا أسلمُ تعريفٍ لأصحاب النَّبِيِّ ﷺ، وهذه الصُّحبةُ الشرعيةُ هي التي كان فيها النُّصرةُ والتمكينُ في أيَّام الضَّعفِ والذِّلَّة، وهي الصُّحبةُ الممدوحةُ في القرآن الكريم والسنَّة النبويَّة، بمعنى أنَّ كلَّ آيات القرآن الكريم التي أثنت على (الذين مع النَّبِيِّ ﷺ) إنَّما كان الثناءُ مُنصبًّا على المهاجرين والأنصار فقط، وليس هناك مدحٌ عامٌّ لِمَن كان مع النَّبِيِّ ﷺ إلاَّ وهو منصرفٌ لهؤلاء لا لغيرهم !!

صحبت شرعیہ والے اصحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف مہاجرین وانصار ہیں کبھی ان میں وہ اصحاب بھی شامل کیے جاتے ہیں جو ان کے حکم میں ہیں یعنی جنہوں نے اسلام قبول کیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی اور فتح حدیبیہ سے پہلے اپنے وطن کو لوٹ گئے پس یہ اصحاب رسول کی زیادہ صحیح اور اعتراضات سے محفوظ وسالم تعریف ہے اور یہ ہی شرعی صحبت ہے جو اسلام کے زمانہ ضعف میں نصرت وتمکین کا باعث ہوئی اور اسی کی قرآن حکیم اور احادیث نبویہ میں تعریف آئی ہے اس معنی میں قران حکیم وہ تمام آیات جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت والوں کی مدح وثناء کرتی ہیں۔ دراصل وہ ثناء صرف مہاجرین وانصار پر فٹ آتی ہیں۔ اس میں ان لوگوں کی عام مدح نہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ یہ مدح وثناء تو صرف مہاجرین وانصار کی طرف لوٹتی ہے نہ کہ دوسروں کی طرف۔

❖ پھر قبل فتح الحدیبیہ پر حاشیہ ان الفاظ میں لکھا۔

وقد يدخل في مسمَّى (الأصحاب) مَن أسلم بَعد الحُديبية إلى فتح مكة، مع الجزم بالفرق الكبير بينهم وبين أصحاب النَّبِيِّ ﷺ قبل بيعة الرِّضوان؛ لحديث خالد بن الوليد وعبد الرحمن بن عوف. لكن لا يدخل فيهم طلقاءُ قريشٍ ولا عُتقاءُ ثقيفٍ ولا مَن كان في حُكمهم الأعراب والوفود بعد فتح مكة !!!

کبھی اصحاب کے نام میں وہ لوگ بھی شامل کر لیے جاتے ہیں جو حدیبیہ کے بعد فتح مکہ تک اسلام لائے مگر ان کے درمیان اور بیعت رضوان کے پہلے والوں کے درمیان بہت بڑا جزمی فرق ہے جس کی دلیل حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے لیکن ان میں طلقاء قریش اور عتقاء ثقیف شامل نہیں نہ ہی وہ جو ان کے حکم میں ہیں یعنی بدو اور فتح کے بعد کے وفود۔

❖ کتاب کے آخر میں ص ۸۴-۸۵ پر لکھتا ہے۔

الصُحبةُ الشرعية: لا تكون إلاَّ في المهاجرين والأنصار الذين كانوا مع النَّبيّ ﷺ في المدينة من بداية الهجرة إلى زمن الحُديبية، ويدخل في هؤلاء السابقون بالإسلام، الذين توفوا في مكة قبل الهجرة، أو في الحبشة، أو قدموا بعد الحُديبية من مهاجرة الحبشة فقط.

الصُحبة العامة: التي مرجعُها العُرفُ أو اللُّغة، فهذه يدخل فيها كلُّ مَن صحب النَّبيّ ﷺ من المسلمين أو المنافقين أو الكفَّار، والذي يُدخِل مَن صحب النَّبيّ ﷺ صحبةً يسيرةً لاحتمال اللُّغة ذلك لا يستطيع إخراجَ صحبة المنافق لا لغةً ولا عُرفاً؛ لأنَّ اللغةَ والعرفَ تحتملان ذلك أيضاً. فإن قال المُخرج للمنافق أو الكافر: إنَّما أخرجناهما من الصُّحبةِ بالشرع، قلنا له: ونحنُ إنَّما حدَّدنا الصُحبة الشرعية بالمهاجرين والأنصار بالشرع أيضاً.

فإن تَمَسَّكتَ بمطلق اللغة فقد أدخلتَ على النَّبِيِّ ﷺ صحبةَ المنافقين، وإن قلتَ: أنَّ اللغة ليست حجَّةً على الشرع، قلنا: كذلك في الصحبة الشرعية، والعرفُ حكمُه حكمُ اللغة، وإن كان أقوى دلالةً من اللغة.

شرعی صحبت صرف ان مہاجرین وانصار تک محدود ہے جو ہجرت کی ابتداء سے زمانہ حدیبیہ تک مدینہ منورہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے ان میں سابقین اسلام بھی شامل ہیں جو ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ یا حبشہ میں دنیا سے رخصت ہوئے یا جو صلح حدیبیہ کے بعد ہجرت گاہ حبشہ سے لوٹے۔

صحبت عامہ: صحبت عامہ کا مرجع عرف یا لغت ہے اس صحبت کا مصداق وہ تمام مسلمان یا منافق یا کافر ہیں جو حضور ﷺ کے پاس آئے اور بیٹھے۔ اور وہ بھی ان میں شامل ہیں جنہیں حضور ﷺ کے پاس جانے کا کم موقع ملا۔ کیونکہ لغت اس کا احتمال رکھتی ہے پھر لغت اور عرف کے لحاظ سے منافق و کافر کو اس صحبت سے خارج نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ لغت اور عرف اس مفہوم کا اطلاق واحتمال رکھتے ہیں۔ الخ

اعتراض: منافق اور کافر کو دائرہ صحابیت میں شامل کرنے کی بحث

جو شخص منافق یا کافر کو تعریف صحبت سے خارج قرار دے اگر وہ دعوی کرے کہ ہم نے منافق اور کافر کو شریعت کی روشنی میں دائرہ صحبت سے خارج سمجھا ہے۔

تو ہم [حسن مالکی] اس کو جواب دیں گے کہ ہم نے بھی شرعی صحبت کو مہاجرین وانصار قبل حدیبیہ میں شرعی ضابطہ سے محدود ومقصور قرار دیا ہے۔ اگر وہ کہے کہ تم نے مطلق لغت کا دامن تھام کر منافقوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں داخل کیا ہے جب کہ لغت شریعت کے مقابلے میں حجت نہیں۔ تو ہم اسے جواب دیں گے کہ لغت شرعی صحبت میں بھی حجت نہیں، جب کہ عرف کا حکم لغت کا حکم ہی ہے اگر عرف لغت سے زیادہ قوی دلیل ہے۔ الخ۔ [کلام حسن مالکی]

جواب:

جواباً عرض ہے کہ مالکی کا مذکورہ کلام کئی باتوں پر مشتمل ہے۔

۱۔ شرعی صحابی کو صلح حدیبیہ تک محدود کرنا

۱۔ مالکی نے شرعی صحبت کو صلح حدیبیہ تک ہجرت کرنے والوں میں محدود کر دیا اور صلح حدیبیہ کے بعد مہاجرین بن کر آنے والوں کو اس شرف میں شامل نہ کیا۔

۲۔ انصار کی شرعی صحابیت صلح حدیبیہ تک

۲۔ مہاجرین قبل حدیبیہ کے ساتھ انصار مدینہ بھی صحبت شرع کے حامل اصحاب ہیں، دوسرے اس شرف میں نہیں۔

۳۔ لغوی صحابی میں طلقاء اور منافقین کو بھی شامل کرنا

۳۔ مالکی نے جزماً حکم لگایا کہ جو بھی فتح مکہ کے بعد صحبت رسالت مآب میں آئے خواہ ان کا تعلق طلقاء سے تھا یا عتقاء سے، وفدوں میں آنے والے اور دیدار مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کرنے والے وہ اصحاب میں شمار نہیں۔ ان کی صحبت لغوی صحبت کی طرف منسوب ہے۔ جیسے منافقین و کافرین کی صحبت۔

۴۔ فتح مکہ سے قبل اور صلح حدیبیہ تک اسلام اور منافقین پر اطلاق

۴۔ مالکی نے صلح حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ سے پہلے آنے والوں کی صحبت کو بھی لغوی صحبت قرار دیا ہے۔ جو کہ اس کے نزدیک منافقین کی ہم نشینی کے مشابہ ہے جیسا کہ اس کے دوسرے کلام میں بھی ہے اور یہ اس کے زعم وفاسد کا خلاصہ ہے۔

سلسلہ جوابات:

اعتراض اول کا جواب: شرعی صحابہ صلح حدیبیہ تک یا بعد تک؟

اعتراض اول کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کا سلسلہ آغاز ہجرت سے فتح مکہ تک پھیلا ہے، اہل پہلے ہجرت کرنے والوں اور بعد میں ہجرت کرنے والوں کی درمیان و مقامات و مراتب کا بہت بڑا فرق ہے، جیسے یہ فرق، متقدمت آغاز ہجرت سے صلح حدیبیہ کے درمیان ہجرت کرنے والوں کے درمیان ہے کیونکہ جو لوگ غزوہ بدر، غزوہ احد، غزوہ خندق اور دیگر غزوات میں شامل ہوئے وہ ان لوگوں سے افضل ہیں جو حدیبیہ سے پہلے ہجرت کر کے آئے اور وقت حدیبیہ موجود تھے۔ مالکی نے ص ۱۵، ۱۲ نے ہجرت کو صلح حدیبیہ تک ختم ہونے والی شرعی ہجرت اور فتح تک منتہی ہونے والی ہجرت میں تقسیم کیا۔ اس کے نزدیک جس ہجرت کی مدح و ثنا آئی ہے وہ صلح حدیبیہ سے پہلے کے مہاجرین کی ہے۔ فتح مکہ تک مہاجرین کے

لیے نہیں۔ مالکی کی یہ تقسیم ہجرت، محض تحکم یعنی زبردستی کا فیصلہ ہے جس کی کوئی دلیل نہیں۔

فتح مکہ تک ہجرت

مہاجرین کی تعریف و ثناء جس ہجرت پر کی گئی ہے وہ آغاز ہجرت سے فتح مکہ تک کی ہے۔ ہمارے اس دعوی پر ذیل کی احادیث دلالت کرتی ہیں۔

۱۔ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ

صحیحین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر فرمایا:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قال يومَ الفتح: لا هجرةَ بعد الفتح، ولكن جهادٌ ونيةٌ، وإذا استُنفِرْتُم فانفِروا۔

فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں رہی مگر جہاد اور نیت کی فضیلت ہے جب تمہیں جہاد کے لیے نکلنے کا کہا جائے تو بلا توقف نکلو۔ (صحیح بخاری: ۲۸۲۵)

- حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ اس حدیث کے شرح میں فرماتے ہیں۔

قال الخطّابيُّ وغيرُه: كانت الهجرةُ فرضاً في أوّل الإسلام على مَن أسلم لقلّة المسلمين بالمدينة وحاجتِهم إلى الاجتماع، فلمّا فتح الله مكةَ دخل النّاسُ في دين الله أفواجاً، فسقط فرضُ الهجرة إلى المدينة، وبقي فرضُ الجهاد والنية على من قام به أو نزل به عدوٌّ.

امام خطابی وغیرہ ائمہ حدیث کا ارشاد ہے کہ ہجرت اوائل اسلام میں ان لوگوں پر فرض تھی جو اسلام لا چکے تھے کیوں کہ مدینہ منورہ میں مسلمانوں کی تعداد کم تھی اس لیے انہیں ایک جگہ جمع ہونے کی ضرورت تھی پھر جب اللہ تعالی کی مدد اور نصرت سے مکہ مکرمہ فتح ہوا تو لوگ دین خدا میں گروہ در گروہ داخل ہونے لگے اس وقت مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا فریضہ ساقط ہو گیا البتہ جہاد و نیت کا فریضہ ان لوگوں پر برقرار رہا جو دین حق کا مشن لے کر اٹھے یا جن پر دشمن کی یلغار ہو سکتی تھی۔ (فتح الباری ۶/ ۳۸)

۲۔ حدیث مجاشع رضی اللہ عنہ

صحیحین میں حضرت ابو عثمان نہدی حضرت مجاشع بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ، عَنْ مُجَاشِعِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: جَاءَ مُجَاشِعٌ بِأَخِيهِ مُجَالِدِ بْنِ مَسْعُودٍ، إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: هَذَا مُجَالِدٌ يُبَايِعُكَ عَلَى الهِجْرَةِ، فَقَالَ: «لاَ هِجْرَةَ بَعْدَ فَتْحِ مَكَّةَ، وَلَكِنْ أُبَايِعُهُ عَلَى الإِسْلاَمِ»

حضرت مجاشع اپنے بھائی مجالد بن مسعود کو بارگاہ رسالت میں لائے اور عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ مجالد

میرا بھائی آپ سے ہجرت پر بیعت کرتا ہے فرمایا: فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہاں اسے اسلام پر بیعت کرتا ہوں۔

(صحیح بخاری: ۳۰۷۸ باب لا ھجرة بعد الفتح)

صحیح بخاری رقم الحدیث ۲۹۶۲ کی عبارت اس طرح ہے:

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ فُضَيْلٍ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ مُجَاشِعٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَأَخِي، فَقُلْتُ: بَايِعْنَا عَلَى الهِجْرَةِ، فَقَالَ: «مَضَتِ الهِجْرَةُ لِأَهْلِهَا»، فَقُلْتُ: عَلاَمَ تُبَايِعُنَا؟ قَالَ: «عَلَى الإِسْلاَمِ وَالجِهَادِ»

حضرت مجاشع کا بیان ہے کہ میں اور میرا بھائی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ ہمیں ہجرت پر بیعت فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہجرت کا معاملہ تو اہل ہجرت کے لیے گذر چکا۔ میں نے عرض کیا پھر آپ ہمیں کس بات پر بیعت کرتے ہیں؟ فرمایا اسلام اور جہاد پر۔

(صحیح بخاری ٤/ ۷۵ رقم الحدیث ۲۹۶۲)

یہ روایت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس ہجرت کی تعریف کی گئی ہے وہ فتح مکہ تک جاری رہی۔

۳۔ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے انہوں نے فرمایا:

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ عَمْرٌو: وَابْنُ جُرَيْجٍ: سَمِعْتُ عَطَاءً، يَقُولُ: ذَهَبْتُ مَعَ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا - وَهِيَ مُجَاوِرَةٌ بِثَبِيرٍ - فَقَالَتْ لَنَا: «انْقَطَعَتِ الهِجْرَةُ مُنْذُ فَتَحَ اللَّهُ عَلَى نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ»

جب سے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے دست مبارک پر مکہ فتح فرمایا ہجرت کا معاملہ ختم ہو گیا۔

(صحیح بخاری: ۳۰۸۰)

یہ حدیث بھی اس ہجرت پر دلالت کرتی ہے جو فتح مکہ تک جاری رہی اور جس کی تعریف و ثناء کی گئی ہے۔ اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

حدیث حضرت جریر رضی اللہ عنہ۔ [طلقاء اور قریش ایک دوسرے کے ولی]

حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے:

((المهاجرون والأنصار بعضهم أولياء بعض في الدنيا والآخرة، والطُّلَقاءُ من قريشٍ والعتقاءُ من ثقيفٍ بعضهم أولياءُ بعضٍ في الدنيا والآخرة)).

مہاجرین و انصار دنیا و آخرت میں ایک دوسرے کے اولیاء ہیں۔ طلقائے قریش اور عتقائے ثقیف دنیا و آخرت میں

ایک دوسرے کے اولیاء ہیں۔ (مسند امام احمد بن حنبل ٤/ ٣٦٣)

یہ حدیث صحیح ہے۔ یہاں اس حدیث میں مہاجرین و انصار کے درمیان اور طلقاء اور عتقاء کے درمیان مقابلہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہجرت فتح مکہ تک جاری رہی۔

حسن فرحان مالکی کا تضاد

حسن فرحان مالکی نے بھی ص ۴۶۔۴۷ پر حدیث مجاشع نقل کی ہے اور اس میں واضح دلالت ہے کہ ہجرت کا سلسلہ فتح مکہ پہ ختم ہوتا ہے۔ مگر ص ۴۵۔۴۶ پر وہ اپنے دعوی کی مخالفت کرتا ہے کہ ہجرت صلح حدیبیہ پہ منقطع ہو جاتی ہے وہ لکھتا ہے۔

الدليل الخامس عشر ما رواه البخاري في صحيحه عن مجاشع بن مسعود قال: أتيتُ النبيَّ ﷺ بأخي بعد الفتح، فقلتُ: يا رسول الله! جِئتُك بأخي لتبايعَه على الهجرة، قال: ذهب أهلُ الهجرة بما فيها.

پندرہویں دلیل وہ ہے جو امام بخاری نے صحیح میں حضرت مجاشع رضی اللہ عنہ بن مسعود سے روایت کی ہے۔ اس کے آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہجرت کی فضیلت تو اہل ہجرت لے گئے۔

مالکی کہتا ہے کہ اس حدیث میں اس امر کی واضح دلیل ہے کہ فتح مکہ نے ہجرت کا معاملہ ختم کر دیا اور فتح والے مسلمانوں کو مہاجرین کا نام نہیں مل سکتا اور نہ ہجرت کی فضیلت دی جا سکتی ہے۔ یہاں تک کہ جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں دشمنوں کی صورت میں آئے وہ بھی مہاجرین کا نام نہ پائیں گے۔ انہیں الناس یعنی لوگ کہہ کر ہی پکارا جائے گا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔

أنا وأصحابي حيِّزٌ والناسُ حيِّزٌ

میں اور میرے اصحاب ایک طرف ہیں، اور الناس یعنی دیگر لوگ دوسری جانب۔

یا ان کو طلقاء کا نام دیا جائے گا، یا اسی قبیل کے دوسرے ناموں سے موسوم کیا جائے گا۔

مالکی کا اعتراض: ہجرت کی فضیلت صرف مہاجرین کو حاصل ہے

اس کے بعد مالکی نے "ذهب أهلُ الهجرة بما فيها" پر حسب ذیل الفاظ میں حاشیہ آرائی کی ہے۔

ہجرت میں فضیلت اور نام کی جو شان پوشیدہ ہے وہ مہاجرین کے خصائص و فضائل میں سے ہے۔

جواب:

واضح ہے کہ یہ حدیث اس مسئلہ میں صریح ہے کہ ثناء و مدح والی ہجرت فتح مکہ تک جاری رہی اور یہ اس نکتہ نگاہ کے خلاف ہے جس کے گرد مالکی بھنبھناتا اور لایعنی گفتگو کرتا ہے کہ

محمود ہجرت وہی ہے کہ جس سے مشرف ہونے والے صرف صلح حدیبیہ تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔"
میں نے اس حدیث کے ساتھ تمام دلائل لکھ دیے ہیں جو فتح مکہ تک کی قابل تعریف ہجرت پر دلالت کرتے ہیں اور
اس ہجرت پر جو صلح حدیبیہ تک جاری رہی، جیسا کہ مالکی کا زعم فاسد ہے۔ البتہ یہاں وہ بتوفیق خداوندی حق بات کہ گیا کہ
ہجرت فتح مکہ تک جاری رہی اگر چہ یہ حق بات اس کے قصد وارادہ کے بغیر نکل آئی۔

باقی چار اعتراض: [صلح حدیبیہ کے بعد طلقاء کو منافقین کے مثل کہنا]

جہاں تک باقی چار امور کا تعلق ہے یعنی

۱) شرعی صحبت کا جس کی تعریف قران حکیم میں آئی، مہاجرین قبل حدیبیہ اور انصار تا زمانہ صلح تک محدود ہونا
۲) مہاجرین بعد حدیبیہ کا اس شرعی صحبت سے خارج ہونا
۳) طلقاء قریش، عتقائے ثقیف اور اہل وفود کا شرعی اصحاب نہ ہونا
۴) مہاجرین وانصار کی اولاد کا اس شرعی صحبت سے محروم ہونا

جواب:

اس کا جواب یہ ہے کہ شرف صحابیت کو شرعی صحبت اور لغوی صحبت میں تقسیم کرنا اور اسے منافقین اور کفار کی ہم نشینی سے تشبیہ دینا ہرگز صحیح نہیں۔ یہ اس پندرھویں صدی کی من گھڑت تقسیم اور تعبیر ہے۔ صحیح نکتہ نگاہ یہ ہے کہ جس شخص نے بحالت ایمان واسلام نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی اور اس پر ہی اس دنیا سے رخصت ہوا وہ نبی کریم ﷺ کا صحابی ہے۔

❁ حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب الاصابہ ۱/۱۰ میں فرماتے ہیں:

وأصحُّ ماوقفتُ عليه من ذلك أنَّ الصحابيَّ مَن لقي النَّبِيَّ ﷺ مؤمناً به ومات على الإسلام. فيدخل فيمن لقيه مَن طالت مجالسته له أو قصُرت، ومن روى عنه أو لم يروِ، ومن غزا معه أو لَم يغزُ، ومن راٰه رُؤيةً ولو لَم يجالسْه، ومَن لَم يرَه لعارضٍ كالعمى

صحابیت کی سب سے زیادہ صحیح تعریف جو میرے علم میں آئی ہے کہ صحابی وہ شخص جس نے حالت ایمان میں نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی اور اسلام ہی پر اس دنیا سے رخصت ہوا تو ان خوش نصیبوں میں شامل ہے جن کی حضور انور ﷺ کے ساتھ صحبت رہی خواہ زیادہ عرصہ یا تھوڑی دیر۔ اور خواہ اس نے روایت کی یا نہ کی۔ وہ بہم رکاب رسول اللہ ﷺ کفار سے لڑا یا نہ لڑا۔ اور وہ بھی جس نے سر کی آنکھوں سے حضور ﷺ کی زیارت کی خواہ پاس بیٹھنے کا موقع نہ ملا۔ نیز وہ شخص بھی صحابی ہے جو بوجہ عذر مثلاً نابینا آپ ﷺ کو دیکھ نہ پایا۔

● پھر حافظ ابن حجر عسقلانی نے الاصابہ ۱/ ۱۲ میں تعریف صحابی کی تشریح وتوضیح کی اور آخر میں فرمایا:

...تعریف منبی علی الأصح المختار عند المحققین کالبخاری وشیخه أحمد بن حنبل

...معهما وورا‌ء ذلك أقوال أخری شاذة...

...فن حدیث کے محققین مثلاً امام بخاری ان کے شیخ امام احمد بن حنبل اور ان کے پیروکار محدثین کے نزدیک

...قول پر مبنی ہے۔ اس کے علاوہ بہت سارے اقوال ہیں جو کہ شاذ ہیں۔

(الاصابہ ۱/ ۱۱۲)

...محققین کی ذکر کردہ یہ تعریف بے شمار لوگوں کو دائرہ صحابیت میں داخل کرتی ہے یہاں تک کہ ان کو بھی جنہوں

...صرف حضور ﷺ کو ایک نظر دیکھا مگر پاس بیٹھ نہ سکے اس دعویٰ پر کئی دلائل ہیں۔

دلائل صحابیت از قرآن حکیم

...آیت کریمہ

...تعالیٰ ہے۔

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا (الفتح: ۲۹)

محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت، آپس میں نرم دل ہیں۔ تو انہیں رکوع کرتے ہوئے سجدے کرتے ہوئے دیکھے گا، اللہ کا فضل و رضا چاہتے ہیں، ان کی علامت ان کے چہروں میں سجدوں کے نشان سے ہے۔ یہ ان کی صفت تورات میں (مذکور) ہے اور ان کی صفت انجیل میں (مذکور) ہے۔ (ان کی صفت یہ ہے) جیسے ایک کھیتی ہو جس نے اپنی باریک سی کونپل نکالی پھر اسے طاقت دی پھر وہ موٹی ہو گئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی، کسانوں کو اچھی لگتی ہے (اللہ نے مسلمانوں کی یہ شان اس لئے بڑھائی) تاکہ ان سے کافروں کے دل جلائے۔ اللہ نے ان میں سے ایمان والوں اور اچھے کام کرنے والوں سے بخشش اور بڑے ثواب کا وعدہ فرمایا ہے۔

...یہ آیت کریمہ تمام اصحاب رسول ﷺ کے حق میں عام ہے۔ خواہ فتح مکہ کے سال اسلام لائے اور شرف صحابیت ...سے پہلے یا بعد، نبی کریم ﷺ کے ظاہری دنیا سے پردہ فرمانے تک اس شرف میں شامل ... جس کسی نے اس آیت کریمہ کے عموم کو صلح حدیبیہ سے پہلے کے مہاجرین و انصار تک اسے محدود کرنے کی کوشش ... کی طرف سے تحکم و تعسف یعنی دھونس دھاندلی اور زیادتی ہے اور اس کا رد عنقریب آ رہا ہے۔

دوسری آیت کریمہ:

ارشاد ربانی ہے۔

وَمَا لَكُمْ أَلاَّ تُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضِ لاَ يَسْتَوِي مِنكُم مَنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلاًّ وَعَدَ اللهُ الْحُسْنَى وَاللهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ. (الحدید:۱۰)

اور تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو حالانکہ آسمانوں اور زمین سب کا وارث اللہ ہی ہے۔ تم میں فتح سے پہلے خرچ کرنے والے اور جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں، وہ بعد میں خرچ کرنے والوں اور لڑنے والوں سے مرتبے میں بڑے ہیں اور ان سب سے اللہ نے سب سے اچھی چیز کا وعدہ فرمالیا ہے اور اللہ تمھارے کاموں سے خبردار ہے۔

یہ آیت کریمہ بھی یقیناً صحابہ کرام علیہم الرضوان کے حق میں عام ہے اور اس میں فتح سے مراد جمہور مفسرین کے قول پر مکہ ہے، البتہ بعض علماء کا قول ہے کہ اس سے مراد صلح حدیبیہ ہے۔ مالکی نے اپنی باطل رائے کی تائید میں اس آیت سے استدلال کیا اس کا رد بھی عنقریب آرہا ہے۔

تیسری آیت کریمہ:

فرمان ربی ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا مِن بَعْدُ وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا مَعَكُمْ فَأُولَئِكَ مِنكُمْ وَأُولُوا الأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللهِ إِنَّ اللهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ. (الانفال:۷۵)

اور جو اس کے بعد ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمھارے ساتھ مل کر جہاد کیا وہ بھی تمہیں میں سے ہیں اور رشتے دار اللہ کی کتاب میں (وراثت میں) ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں۔ بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں دلیل ہے کہ جو خوش نصیب ایمان لائے پھر ہجرت کی اور مہاجرین و انصار کے شانہ بشانہ کفار سے لڑے، مگر اسلام لانے میں مہاجرین و انصار سابقین سے پیچھے رہے، وہ بھی اجر و ثواب میں مہاجرین و انصار کے ساتھ شامل ہیں۔ ہاں ان کے درمیان فرق بہت ہے۔

قاضی شوکانی فتح القدیر میں لکھتے ہیں۔

ثمّ أخبر سبحانه بأنّ من هاجر بعد هجرتهم وجاهد مع المهاجرين الأوّلين والأنصار فهو من جملتهم أي: من جملة المهاجرين الأوّلين والأنصار في استحقاق ما استحقّوه من الموالاة والمناصرة وكمال الإيمان والمغفرة والرزق الكريم.

...اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خبر دی کہ جنہوں نے ان کے بعد ہجرت کی اور مہاجرین اولین اور انصار کے شانہ بشانہ جہاد
...تو وہ انہی میں شامل ہیں یعنی مولات، مناصرت، کمال ایمان، بخشش اور عزت کی روزی میں، مہاجرین وانصاور
...کی طرح حق رکھتے ہیں۔ (فتح القدير للشوكاني ٢/ ٤٧٩)

...چوتھی آیت

...ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

...لَكِنِ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ وَأُولَئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ وَأُولَئِكَ هُمُ
الْمُفْلِحُونَ أَعَدَّ اللهُ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ.

(سورة التوبة:٨٨-٨٩)

...لیکن رسول اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے اپنے مالوں جانوں سے جہاد کیا اور انہیں کے لیے بھلائیاں
...ہیں اور یہی مراد کو پہونچے اللہ نے ان کے لیے تیار کر رکھی ہیں بہشتیں جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں
...رہیں گے یہی بڑی مراد ملنی ہے۔

...وجہ یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ تمام صحابہ کرام کی شان میں ہے۔ پس اس فضیلت میں ہر وہ شخص داخل ہے جس نے فتح
...سے پہلے اور فتح مکہ کے بعد حنین، طائف، اور غزوہ تبوک میں حضور نبی کریم ﷺ کے ہم رکاب ہو کر جہاد کیا۔

- ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

...لما ذكر تعالى ذمَّ المنافقين بيَّن ثناءَه على المؤمنين وما لهم في آخرتهم، فقال: {لَكِنِ الرَّسُولُ
وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهَدُوا} إلى آخر الآيتين من بيان حالهم ومآلهم، وقوله: {وَأُولَئِكَ لَهُمُ
الْخَيْرَاتُ}، أي: في الدار الآخرة في جنّات الفردوس والدرجات العُلَى.

...جب اللہ تعالیٰ نے منافقین کی مذمت ذکر کی تو مومنین پر ثناء کی وضاحت بھی فرمائی اور آخرت میں ان کے اجر
...وثواب کو بھی واضح کیا۔ پس {لَكِنِ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهَدُوا} سے دونوں آیتوں کے آخر تک نبی کریم ﷺ
...پر ایمان لانے والوں کے حال اور مآل یعنی انجام کا ذکر فرمایا، {وَأُولَئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ} سے مراد، دار آخرت میں
...جنات الفردوس اور بلند درجات سے سرفرازی ہے۔ الخ (تفسير ابن كثير ٤/ ١٩٧)

...اس حقیقت پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی دلالت کرتا ہے۔

...يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ. (سورة الانفال:٦٤)

...اے نبی! اللہ تمہیں کافی ہے اور جو مسلمان تمھارے پیرو کار ہیں۔
...یعنی اللہ تعالیٰ آپ کے لیے کافی ہے اور آپ کی پیروی کرنے والے اصحاب کے لیے کافی ہے۔

پانچویں آیت کریمہ

ارشاد خداوندی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللهِ تَوْبَةً نَصُوحًا عَسَى رَبُّكُمْ أَنْ يُكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

(سورۃ التحریم:۸)

اے ایمان والو اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جس کے بعد گناہ کی طرف لوٹنا نہ ہو، قریب ہے کہ تمہارا رب تمہاری برائیاں تم سے مٹا دے اور تمہیں ان باغوں میں داخل کردے جن کے نیچے نہریں رواں ہیں جس دن اللہ نبی اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے رسوا نہ کرے گا، ان کا نور ان کے آگے اور ان کے داہنے دوڑتا ہوگا، وہ عرض کریں گے، اے ہمارے رب! ہمارے لیے ہمارا نور پورا کردے اور ہمیں بخش دے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

اس آیت کریمہ میں نبی کریم ﷺ اور آپ کے ساتھ ایمان لانے والوں کا بروز قیامت حال بیان ہوا ہے اور اس میں صحابہ کرام درجہ اولی داخل ہیں کیونکہ وہ انبیاء و مرسلین کے بعد افضل مومنین اور سادات اولیاء کاملین ہیں۔

دلائل صحابیت از احادیث

چھٹی دلیل:

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه، عن النبيِّ ﷺ قال: يأتي على الناس زمان، يغزو فئامٌ من الناس، فيقال لهم: فيكم مَن رأى رسولَ الله ﷺ؟ فيقولون: نعم! فيُفتَح لهم، ثمّ يغزو فئامٌ من الناس، فيقال لهم: فيكم مَن رأى مَن صَحِب رسولَ الله ﷺ؟ فيقولون: نعم! فيُفتَح لهم، ثم يغزو فئامٌ من الناس، فيقال لهم: هل فيكم مَن رأى مَن صَحِب من صَحِب رسولَ الله ﷺ؟ فيقولون: نعم! فيُفتح لهم)۔ (صحيح مسلم: ۲۵۳۲)

ایک زمانہ آئے گا کہ لوگوں کے دستے جہاد کے لیے نکلیں گے تو ان سے پوچھا جائے گا کیا تم میں ایسا شخص ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہو تو وہ کہیں گے: ہاں، تو ان کو فتح نصیب ہوگی۔ پھر دوسرے گروہ جہاد کے لیے نکلیں گے تو ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم میں وہ ہے جس نے اصحاب رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی ہے تو جواب

گے کہ ہاں ایسا شخص ہے تو ان کو فتح حاصل ہوگی۔ پھر زمانہ آئے گا کہ لوگوں کے جتھے جہاد کے لیے نکلیں گے تو گا کہ تم میں کوئی ہے جس نے صحابہ کو دیکھنے والوں کو یعنی تابعین کو دیکھا ہو تو کہیں گے ہاں۔ تو ان کو فتح حاصل ہوگی۔

دلالت کرتی ہے کہ شرف صحبت مطلقاً دیداری نبی کریم ﷺ سے ہی حاصل ہو جاتا ہے خواہ زیادہ عرصہ پاس بھی نہ ملا۔

حضرت علی بن المدینی کا ارشاد

علی بن المدینی اپنی کتاب اعتقاد میں فرماتے ہیں۔ اور ان کا یہ ارشاد امام لالکائی نے اپنی سند کے ساتھ کتاب شرح اعتقاد اہل سنۃ والجماعۃ ۱/۱۸۸ پر نقل کیا ہے۔

أخبرنا مُحَمَّدُ بْنُ رِزْقِ اللهِ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ نُصَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللهِ بْنُ غَنَّامِ بْنِ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ النَّخَعِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ يَحْيَى بْنُ أَحْمَدَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ بِسْطَامٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ مُحَمَّدٍ قَرَأَهَا عَلَى عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ الْمَدِينِيِّ فَقَالَ لَهُ:— مَنْ صَحِبَهُ سَنَةً أَوْ شَهْرًا أَوْ سَاعَةً أَوْ رَآهُ أَوْ وَفَدَ إِلَيْهِ فَهُوَ مِنْ أَصْحَابِهِ لَهُ مِنَ الصُّحْبَةِ عَلَى قَدْرِ مَا صَحِبَهُ فَأَدْنَاهُمْ صُحْبَةً هُوَ أَفْضَلُ مِنَ الَّذِينَ لَمْ يَرَوْهُ وَلَوْ لَقُوا اللهَ عَزَّ وَجَلَّ بِجَمِيعِ الْأَعْمَالِ كَانَ الَّذِي صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَايَنَهُ وَآمَنَ بِهِ وَلَوْ سَاعَةً أَفْضَلَ بِصُحْبَتِهِ مِنَ التَّابِعِينَ كُلِّهِمْ وَلَوْ عَمِلُوا كُلَّ أَعْمَالِ الْخَيْرِ.

جس کو نبی کریم ﷺ کی صحبت نصیب ہوئی۔ خواہ ایک سال یا ایک مہینہ یا ایک گھڑی یا اس نے آپ کو دیکھا یا آپ کی طرف وفد میں آیا، اس کا شمار اصحاب رسول ﷺ میں ہے اور اس کو یہ شرف بقدر صحبت حاصل ہے جس کو ملاقات وزیارت کا موقع بہت کم بھی حاصل ہوا ہو وہ ان لوگوں سے افضل ہے جنہوں نے حضور ﷺ کو نہیں دیکھا، خواہ وہ اپنے تمام اعمال خیر کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوں۔ وہ خوش نصیب جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں آیا بچشم خود حضور ﷺ کو دیکھا اور آپ پر ایمان لایا، خواہ وہ ایک گھڑی ہو، وہ اپنے اس صحبت کی باعث تمام تابعین سے افضل ہے خواہ تابعین تمام اعمال خیر پر کاربند ہوں۔

(شرح اصول اعتقاد اهل سنه و الجماعة ۱/ ۱۸۵ رقم ۳۱۸، فتح الباری ۷/ ۵)

ابن تیمیہ کا نظریہ

بطور مثال کے طور پر ابن تیمیہ اپنی کتاب منہاج السنۃ ۸/۳۸۲۔۳۸۸ کا حوالہ پیش خدمت ہے۔

ومما يبيّن هذا أنَّ الصُّحبةَ فيها عمومٌ وخصوصٌ — هو أحبُّ إليهم من أنفسِهم وأموالهم وكلِّ شيءٍ الخ

ترجمہ: اس سے وضح ہوتا ہے کہ صحبت میں عموم و خصوص ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اپنی جانوں، مالوں، اور ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں۔

پس کہا جائے گا وہ اس کے ساتھ ایک گھڑی، ایک دن، ایک ہفتہ، ایک مہینہ، ایک سال رہا وہ اس کے ساتھ عمر بھر رہا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاعْبُدُواْ اللهَ وَلاَ تُشْرِكُواْ بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللهَ لاَ يُحِبُّ مَن كَانَ مُخْتَالاً فَخُورًا ۔(سورۃ نساء: ۳۶)

اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ سے بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے ہمسائے اور دور کے ہمسائے اور کروٹ کے ساتھی اور راہ گیر اور اپنی باندی غلام سے بے شک اللہ کو خوش نہیں آتا کوئی اترانے والا بڑائی مارنے والا۔

ایک قول ہے کہ صاحب سے مراد سفر کا ساتھی ہے اور دوسرا قول ہے کہ اس سے مراد بیوی ہے اور دونوں کے ساتھ زیادہ عرصہ بھی ہو سکتا ہے اور کم عرصہ بھی۔ اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ میں بیوی کے لیے صاحبہ کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۔اَنّٰى يَكُوْنُ لَه وَلَدٌ وَّ لَمْ تَكُنْ لَّه صَاحِبَةٌ ۔وَ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۔وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔ (سورۃ الانعام: ۱۰۱)

بے کسی نمونے کے آسمانوں اور زمین کا بنانے والا اس کے بچہ کہاں سے ہو حالانکہ اس کی عورت نہیں اور اس نے ہر چیز پیدا کی۔

اسی بناء پر امام احمد بن حنبل نے اپنے رسالہ میں جو بروایات عبدوس بن مالک منقول ہے فرمایا:

أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ السُّكَّرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدٍ الدَّقِيقِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْحَسَنُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ أَبُو الْعَنْبَرِ قِرَاءَةً مِنْ كِتَابِهِ فِي شَهْرِ رَبِيعٍ الْأَوَّلِ سَنَةَ ثَلَاثٍ وَتِسْعِينَ وَمِائَتَيْنِ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمِنْقَرِيُّ بِتِنِّيسَ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُوسُ بْنُ مَالِكٍ الْعَطَّارُ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ أَحْمَدَ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ يَقُولُ: ۔كُلُّ مَنْ صَحِبَهُ سَنَةً أَوْ شَهْرًا أَوْ يَوْمًا أَوْ سَاعَةً أَوْ رَآهُ فَهُوَ مِنْ أَصْحَابِهِ لَهُ مِنَ الصُّحْبَةِ عَلَى قَدْرِ مَا صَحِبَهُ

حضور کی صحبت کا ایک سال یا ایک مہینہ یا ایک دن یا ایک لمحہ نصیب ہوا یا اس نے بحالت دیدار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو

جاوہ نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے ہے اور اس کو بقدر صحبت صحابیت کا شرف حاصل ہے۔

(شرح اصول الاعتقاد اہل سنۃ ۱/ ۱۷۵ رقم ۳۱۷، الکفایہ فی علم الروایہ ص ۵۱)

...، فقہاء، وہ اہل کلام وغیرہم کا یہی عقیدہ ہے وہ اسی شخص کو نبی اکرم ﷺ کا صحابی گردانتے ہیں جسے حضور ﷺ کی صحبت کا کم یا زیادہ عرصہ نصیب ہوا ہو، اس کے برعکس قول و نظریہ ضعیف ہے۔

...دعوی کی دلیل وہ حدیث شریف ہے جسے امام بخاری و مسلم نے صحیحین میں بروایت حضرت ابو سعید خدری ... حدیث مسلم کے الفاظ قبل ازیں نقل ہو چکے اس کا ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

...زمانہ آئے گا کہ لوگوں کے دستے جہاد کے لیے نکلیں گے تو ان سے پوچھا جائے گا کیا تم میں ایسا شخص ہے جس ...رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو وہ کہیں گے: ہاں، تو ان کو فتح نصیب ہوگی۔ پھر دوسرے گروہ جہاد کے لیے نکلیں ...ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم میں وہ ہے جس نے اصحاب رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی ہے تو جواب ...گے کہ ہاں: ایسا شخص ہے تو ان کو فتح حاصل ہوگی۔ پھر زمانہ آئے گا کہ لوگوں کے جتھے جہاد کے لیے نکلیں گے تو ...جائے گا وہ تم میں کوئی ہے جس نے صحابہ کو دیکھنے والوں کو یعنی تابعین کو دیکھا ہو تو کہیں گے: ہاں۔ تو ان کو فتح ...ہوگی۔

...مسلم میں ایک اور روایت ہے۔

...زمانہ آئے گا کہ لوگوں کے دستے جہاد کے لیے نکلیں گے تو ان سے پوچھا جائے گا کیا تم میں ایسا شخص ہے جس ...رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو وہ کہیں گے: ہاں، تو ان کو فتح نصیب ہوگی۔ پھر دوسرے گروہ جہاد کے لیے نکلیں ...ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم میں وہ ہے جس نے اصحاب رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی ہے تو جواب ...گے کہ ہاں: ایسا شخص ہے تو ان کو فتح حاصل ہوگی۔ پھر زمانہ آئے گا کہ لوگوں کے جتھے جہاد کے لیے نکلیں گے تو ...جائے گا وہ تم میں کوئی ہے جس نے صحابہ کو دیکھنے والوں کو یعنی تابعین کو دیکھا ہو تو کہیں گے: ہاں۔ تو ان کو فتح ...ہوگی۔ پھر چوتھا لشکر روانہ ہوگا تو کہا جائے گا کہ تلاش کرو کیا تم میں کوئی ہے جس نے تبع تابعین کو دیکھا تو ایسا ...جائے گا تو اس کی برکت سے فتح دی جائے گی۔

...شریف کے الفاظ میں پہلی روایت کی طرح تین فوجی دستوں کا ذکر ہے مگر الفاظ اس طرح ہیں۔ یأتي علی ...زمان یغزو فِئامٌ من الناس یعنی لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ مسلمانوں کے دستے جہاد کریں گے۔ ...اور تیسری روایت میں ایسا ہی فرمایا اور ان تمام روایات میں لفظ صحب استعمال ہوا اور تمام روایات میں ...صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کا ذکر آیا۔ اور یہ ہی قرون ثلاثہ کی فضیلت والے لوگ ہیں۔

...چوتھے قرن کا تعلق ہے اس کا ذکر بعض روایات میں ہے جب کہ تیسرے قرن کا ذکر متفق علیہ ہے، کئی ...سے ثابت ہے۔ جیسا کہ صحیحین میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا:

خیرُ أمّتي القرن الذين يَلونني، ثمّ الذين يلُونهم، ثمّ الذين يلُونهم، ثمّ يجيء قومٌ تسبق شهادة أحدِهم يَمينَه ويَمينُه شهادتَه۔صحیح بخاری:٦٦٥٨

میری امت کا بہترین زمانہ ان لوگوں کا ہے جو میرے ساتھ ہیں پھر ان لوگوں کا ہے جو ان کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں پھر ان کا جو ان کے ساتھ متصل ہیں پھر ایسے لوگ آئیں گے جن کے فرد کی گواہی ان کی قسم سے پہلے ہوگی اور کبھی ان کی قسم گواہی پر سبقت لے جائے گی۔

صحیحین میں حضرت عمران رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أنَّ النَّبِيَّ ﷺ قال: (إنَّ خيرَكم قرني ثمَّ الذين يلُونهم، ثمَّ الذين يلُونهم)،

بے شک: بہترین زمانہ میرا ہے پھر ان لوگوں کا جو ساتھ والے زمانے کے ہیں پھر ان کا جو ان سے لاحق ہیں۔

حضرت عمران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے معلوم نہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے زمانہ اقدس کے بعد دو زمانوں کا ذکر فرمایا یا تین زمانوں کا۔

ثمَّ يكون بعدهم قومٌ يشهدون ولا يُستشهدون، ويخونون ولا يُؤتمنون، وينذرون ولا يوفون (صحیح بخاری:٣٦٥٠)

پھر ان کے بعد لوگ ہوں جو گواہی دیں گے حالانکہ ان سے گواہی طلب نہ کی جائے گی، خیانت کریں گے۔

اور یہ معلوم ہے کہ صاحب الصاحب کا حکم رویت یعنی دیکھنے سے متعلق ہے تو جس نے نبی کریم ﷺ کی صحبت اختیار کی اس کے لیے یہ حکم بدرجہ اولیٰ ثابت ہے۔

صحیح بخاری کے الفاظ کہ تمام احادیث میں صحب فرمایا اگر یہ سب نبی کریم ﷺ کے کلمات طیبات سے ہیں تو یہ اس مسئلہ میں نص ہیں اور اگر بعضہما فرمایا جسے راوی ابو سعید نے بالمعنیٰ روایت کیا تو اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک دونوں لفظوں میں ایک معنیٰ وہی ہے جو دوسرے کا ہے اور وہ راوی ان الفاظ کے معنیٰ کو خوب جانتے ہیں جو انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے سنے۔ اور اگر نبی اکرم ﷺ کی زبان اقدس سے ادا ہونے والا لفظ ایک ہی ہے تو مقصود حاصل ہے۔ ایک طبقہ یا زیادہ طبقات کے لیے لفظ صحب استعمال فرمایا۔ پھر اس روایت سے رویت دیکھنا مراد نہ ہو تو مفہوم واضح نہ ہوگا۔ کیوں کہ صحبت اسم جنس ہے جس کی شریعت میں کوئی تعریف وحد موجود نہیں ہے نہ ہی لغت میں جب کہ عرف اس میں مختلف ہے۔ نبی کریم ﷺ نے لفظ صحبت کو کسی قید سے مقید نہ کیا نہ ہی اس کا اندازہ مقرر فرمایا بلکہ حکم کو اسی کے اطلاق پر رکھا اور اس کا مطلق سوائے رویت کے کچھ نہیں۔

یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ایک گھڑی صحبت اختیار کی۔ ایک سال یا ایک ماہ صحبت میں رہا۔ پس صحبت کا اطلاق کچھ دیا

زیادہ دیر پر ہو سکتا ہے۔ پھر جب صحبت مطلق اور بلا تقید ہے تو بلا دلیل اس کو مقید کرنا جائز نہیں بلکہ اسے تمام موارد استدلال کے درمیان مشترک معنی پر محمول کیا جائے گا۔ اس میں شک نہیں کہ دوسرے کی مجرد رؤیت سے آدمی اس کا صاحب اور ساتھ قرار نہیں دیا جا سکتا مگر جب بروجہ اتباع واقتداء دیکھے اور دوسرے کو ایسی خاص نظر سے نہ دیکھے تو اس کا حکم الگ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کفار ومنافقین کا حضور ﷺ کو دیکھنا اس میں شمار نہیں۔ کیونکہ انہوں نے ایمان واتباع کی نظر سے نہ دیکھا جیسے ایمان لانے والوں کا مقصد تھا ان کے پیش نظر حضور ﷺ کی پیروی کرنا اور تصدیق دین کے لیے معاون بننا تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ احکامات رسالت کی پیروی کریں آپ ﷺ سے رشتہ محبت استوار کریں اور دشمنان رسالت سے نفرت وعداوت رکھیں کیونکہ حضور ﷺ کی ذات مقدسہ انہیں اپنی جانوں اور مالوں اور ہر چیز سے زیادہ محبوب وعزیز تھی۔ الخ

(منہاج السنة ۸/ ۳۸۲-۳۸۸)

ساتویں دلیل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مقام سے گذرے اور فرمایا:

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، وَسُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، جَمِيعًا عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ - قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ - أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى الْمَقْبُرَةَ، فَقَالَ: «السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ، وَدِدْتُ أَنَّا قَدْ رَأَيْنَا إِخْوَانَنَا» قَالُوا: أَوَلَسْنَا إِخْوَانَكَ؟ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: «أَنْتُمْ أَصْحَابِي وَإِخْوَانُنَا الَّذِينَ لَمْ يَأْتُوا بَعْدُ»

السلام علیکم اے گروہ مومنین کے گھر۔ یقیناً انشاء اللہ آپ سے ملنے والے۔ میری خواہش تھی کہ اپنے بھائیوں کو دیکھ لیتا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ: یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں۔ فرمایا تم تو میرے اصحاب ہو اور میرے بھائی وہ ہیں جو ابھی نہیں آئے۔

(صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۴۹ باب استحباب اطالة الغرة والتحجيل)

حدیث شریف اصحاب رسول اور اخوان رسول ﷺ کے درمیان فرق پر دلالت کرتی ہے اور یہ واضح کرتی ہے کہ نبی ﷺ کے اصحاب وہ ہیں، حضور ﷺ جن کے روبرو تھے اور وہ حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے لیکن اخوان وہ ہیں جو اس وقت تک پیدا نہیں ہوئے تھے بعد میں آنے والے تھے اور آپ ﷺ کا دیکھ نہ سکے۔ یہاں اخوت سے مراد ایمانی اخوت ہے جب کہ صحابہ کرام کی ذوات میں صحابیت اور اخوت دونوں کا شرف جمع تھا اور بعد کے آنے والے صرف شرف اخوت سے سرفراز ہونے والے تھے۔

محدث ابوالولید الباجی اندلسی لکھتے ہیں۔

بَلْ أَنْتُمْ أَصْحَابِي يُرِيدُ أَنَّ لَهُمْ مَزِيَّةً عَلَى إِخْوَانِهِ وَاخْتِصَاصًا لِصُحْبَتِهِ وَلَمْ يَنْفِ بِذَلِكَ أَنْ يَكُونُوا إِخْوَانَهُ

بلکہ انتم اصحابی سے حاصل یہ ہوتا ہے کہ صحابی کے لیے بھائی سے بھی زیادہ کی خواہش ہے اور ان کو صحبت سے خاص کر دیا اور اس سے بھائی ہونے کی نفی نہیں کی گئی۔

(المنتقی شرح الموطاء ۱/ ۷۰، اکمال المعلم بفوائد مسلم ۲/ ۴۸، شرح الزرقانی علی الموطاء ۱/ ۱۴۹، شرح مسلم للنووی ۳/ ۱۳۸)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں۔

فأما استدلال المخالف بقوله - صلى الله عليه وسلم - : ((إخواننا)) فلا حجة فيه ؛ لأن الصحابة قد حصل لهم من هذه الأخوة الحظ الأوفر ؛ لأنها الأخوة الدينية العامة ، وانفردت الصحابة بخصوصية الصحبة .

مخالفین [ابن عبدالبر وغیرہ] کا حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں لفظ اخواننا سے استدلال باطل ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام کو خوش قسمتی سے اخوت بھی حاصل تھی، اس لیے دینی بھائی عام ہے جبکہ صحابہ کرام کی صحبت منفرد و ممتاز ہے۔ (المفهم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم ۳/ ۱۲۷)

علامہ طیبی لکھتے ہیں۔

((وأنتم أصحابي)) ليس نفياً لأخوتهم، ولكن ذكره مزية لهم بالصحبة علي الأخوة، فهم إخوة وصحابة،

اور انتم اصحابی کہ تم میرے صحابی ہو میں بھائی ہونے کی نفی نہیں ہے اور اس میں بھائی چارے پر صحبت کا اضافہ بھی ہے جو کہ اخوت اور صحابیت ہے۔ (شرح المشکاۃ للطیبی ۳/ ۷۵٤)

شاہ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔

قوله: (أنتم أصحابي) ليس معناه: إنكم لستم إخواني، بل: أنتم جامعون بين أخوة الإسلام والصحبة التي هي أخص وأفضل.

اور قول انتم اصحابی کا معنی یہ نہیں ہے کہ تم بھائی نہیں ہو بلکہ تم [صحابہ کرام] اسلامی بھائی اور صحبت یافتہ دونوں کا مجموعہ ہو جو کہ اخص اور افضل ہے۔ (لمعات التنقیع ۲/ ۳۰)

ابن تیمیہ منہاج السنہ میں لکھتے ہیں۔

وَمَعْلُومٌ أَنَّ قَوْلَهُ: " إِخْوَانِي " أَرَادَ بِهِ: إِخْوَانِي الَّذِينَ لَيْسُوا بِأَصْحَابِي ، وَأَمَّا أَنْتُمْ فَلَكُمْ مَزِيَّةُ الصُّحْبَةِ ، ثُمَّ قَالَ: " «قَوْمٌ يَأْتُونَ بَعْدِي يُؤْمِنُونَ بِي وَلَمْ يَرَوْنِي» " ؛ فَجَعَلَ هَذَا حَدًّا فَاصِلًا بَيْنَ

إِخْوَانِهِ الَّذِينَ وَدَّ أَنْ يَرَاهُمْ وَبَيْنَ أَصْحَابِهِ؛ فَدَلَّ عَلَى أَنَّ مَنْ آمَنَ بِهِ وَرَآهُ، فَهُوَ مِنْ أَصْحَابِهِ لَا مِنْ هَؤُلَاءِ الْإِخْوَانِ الَّذِينَ لَمْ يَرَهُمْ وَلَمْ يَرَوْهُ. فَإِذَا عُرِفَ أَنَّ الصُّحْبَةَ اسْمُ جِنْسٍ تَعُمُّ قَلِيلَ الصُّحْبَةِ وَكَثِيرَهَا، وَأَدْنَاهَا أَنْ يَصْحَبَهُ زَمَنًا قَلِيلًا فَمَعْلُومٌ أَنَّ الصِّدِّيقَ فِي ذُرْوَةِ سَنَامِ الصُّحْبَةِ، وَأَعْلَى مَرَاتِبِهَا فَإِنَّهُ صَحِبَهُ مِنْ حِينِ بَعَثَهُ اللَّهُ إِلَى أَنْ مَاتَ۔

معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اخوانی کہہ کر یہ فرما رہے ہیں کہ وہ بعد میں آنے والے میرے بھائی ہیں، اصحاب نہیں۔ جہاں تک اے گروہ صحابہ تمہارا تعلق ہے تمہیں صحبت رسالت کی فضیلت کو برتری حاصل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے اصحاب اور اپنے اخوان کے درمیان حد فاصل قرار دیا جن سے ملنے کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جو آپ پر ایمان لائے اور آپ کے دیدار سے مشرف ہوئے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں نہ کہ وہ اخوان جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہری حیات مبارکہ میں نہیں دیکھا اور نہ وہ آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ پھر جب معلوم ہوگیا کہ صحبت اسم جنس ہے جو تھوڑے عرصے کی ہم نشینی اور زیادہ دیر کی صحبت کو عام ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ شرف صحبت کے اعلیٰ مراتب و درجات پر فائز ہیں کیوں کہ وہ وقت بعثت و وقت ظاہری دنیا سے رخصت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔

(منہاج السنۃ ۸/ ۳۸۹)

آٹھویں دلیل

امام احمد مسند ۴/ ۱۵۲ میں روایت کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ مَرْثَدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْيَزَنِيِّ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْجُهَنِيِّ، قَالَ: بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَعَ رَكْبَانِ، فَلَمَّا رَآهُمَا قَالَ: "كِنْدِيَّانِ مَذْحِجِيَّانِ" حَتَّى أَتَيَاهُ، فَإِذَا رِجَالٌ مِنْ مَذْحِجٍ، قَالَ: فَدَنَا إِلَيْهِ أَحَدُهُمَا لِيُبَايِعَهُ، قَالَ: فَلَمَّا أَخَذَ بِيَدِهِ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَرَأَيْتَ مَنْ رَآكَ فَآمَنَ بِكَ وَصَدَّقَكَ وَاتَّبَعَكَ، مَاذَا لَهُ؟ قَالَ: "طُوبَى لَهُ" قَالَ: فَمَسَحَ عَلَى يَدِهِ فَانْصَرَفَ، ثُمَّ أَقْبَلَ الْآخَرُ حَتَّى أَخَذَ بِيَدِهِ لِيُبَايِعَهُ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَرَأَيْتَ مَنْ آمَنَ بِكَ وَصَدَّقَكَ وَاتَّبَعَكَ وَلَمْ يَرَكَ؟ قَالَ: "طُوبَى لَهُ، ثُمَّ طُوبَى لَهُ، ثُمَّ طُوبَى لَهُ" قَالَ: فَمَسَحَ عَلَى يَدِهِ، فَانْصَرَفَ۔

امام احمد بطریق محمد بن عبید الطنافسی از محمد بن اسحاق از یزید بن ابی حبیب از مرثد بن عبد اللہ الیزنی، از ابو عبد الرحمن الجہنی روایت کرتے ہیں، ان کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے تو دو سوار دور سے دکھائی دیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کندی اور مذحجی لگتے ہیں۔ جب قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ بنو مذحج کے ہیں

پھر ان میں سے ایک بیعت کے لیے آگے بڑھا۔ جب حضور ﷺ نے اس کا ہاتھ تھاما تو کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ آپ کی اس شخص کے بارے میں کیا رائے مبارک ہے جو آپ کی زیارت پا کر ایمان لے آئے اور آپ کی تصدیق بھی کر لے اور پیروی بھی۔ اس کو کیا ملے گا؟ فرمایا: اس کے لیے بڑی سعادت ہے۔ چنانچہ وہ ہاتھ مبارک کی برکت ولمس لے کر پیچھے ہٹا پھر دوسرا بڑھا تا کہ ہاتھ مبارک تھام کر بیعت کرے۔ اس نے بھی یہ عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے متعلق آپ کی کیا رائے سامی ہے جو آپ ﷺ پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کی تصدیق کرے اور آپ ﷺ کے حکموں پر عمل بھی کرے مگر آپ ﷺ کی زیارت سے مشرف نہ ہو؟ سن کر فرمایا: اس کے لیے خوشخبری ہے اس کے لیے خوشخبری ہے، اس کے لیے خوشخبری ہے۔ پھر اس نے بیعت کی اور لوٹ گیا۔

(مسند امام احمد ۲۸/ ۶۱۱ رقم الحدیث ۱۷۳۸۸ ط الرسالہ، الآحاد والمثاني ابن أبي عاصم ۲۶۷۸، الكنى للدولابي ۱/ ۱۲۵ رقم ۲۵۵، كشف الأستار البزار: ۲۷۶۹، معجم الكبير ۲۲/ ۷۴۲)

عرب محقق شعیب الارنووط اس حدیث کے تحسین کے بارے میں لکھتے ہیں۔

إسناده حسن، من أجل محمد بن إسحاق، وباقي رجال الإسناد ثقات رجال الشيخين.

اس حدیث کی اسناد حسن ہے بوجہ محمد بن اسحاق۔۔۔اس سلسلہ سند سب راوی ثقہ ہیں۔

(مسند امام احمد ۲۸/ ۶۱۱ رقم الحدیث ۱۷۳۸۸ ط الرسالہ)

اس حدیث شریف میں فضیلت کا مدار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار اور آپ ﷺ پر ایمان لانا، تصدیق کرنا ٹھہرایا گیا ہے۔

نویں دلیل:

امام بخاری اور مسلم اپنی صحیحین میں روایت کرتے ہیں اور امام بخاری کے الفاظ ہیں۔

حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ، حَدَّثَنَا النَّضْرُ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي جَمْرَةَ، سَمِعْتُ زَهْدَمَ بْنَ مُضَرِّبٍ، سَمِعْتُ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُ أُمَّتِي قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، - قَالَ عِمْرَانُ فَلاَ أَدْرِي: أَذَكَرَ بَعْدَ قَرْنِهِ قَرْنَيْنِ أَوْ ثَلاَثًا.

بے شک: بہترین زمانہ میرا ہے، پھر ان لوگوں کا جو ساتھ والے زمانے کے ہیں، پھر ان کا جو ان سے لاحق ہیں۔ حضرت عمران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے معلوم نہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے زمانہ اقدس کے بعد دو زمانوں کا ذکر فرمایا یا تین زمانوں کا۔ (صحیح بخاری ۵/ ۲ رقم الحدیث ۳۶۵۰ باب فضائل اصحاب النبی)

- ذیل کی حدیث کو بھی صحیحین میں روایت کیا گیا ہے اور صحیح بخاری کے الفاظ کچھ یوں ہیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبِيدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ يَجِيءُ قَوْمٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ أَحَدِهِمْ يَمِينَهُ، وَيَمِينُهُ شَهَادَتَهُ۔

میری امت کا بہترین زمانہ ان لوگوں کا ہے جو میرے ساتھ ہیں پھر ان لوگوں کا ہے جو ان کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں پھر ان کا جو ان کے ساتھ متصل ہیں پھر ایسے لوگ آئیں گے جن کے افراد کی گواہی ان کی قسم سے پہلے ہوگی اور کبھی ان کی قسم گواہی پر سبقت لے جائے گی۔

(صحيح بخاری، رقم الحديث ۳۶۵۱ باب فضائل اصحاب النبی)

- ان قرون میں پہلا قرن یعنی زمانہ صحابہ کرام کا ہے۔ امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں۔

اتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلَى أَنَّ خَيْرَ الْقُرُونِ قَرْنُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُرَادُ أَصْحَابُهُ۔

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ بہترین زمانہ حضور ابن أبي عاصم في کا زمانہ ہے اور مراد اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ۔

(شرح صحیح مسلم ۱۶/ ۸۴)

- حضرت قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

قَالَ الْقَاضِي وَاخْتَلَفُوا فِي الْمُرَادِ بِالْقَرْنِ – وَقَالَ شَهْرٌ قَرْنُهُ مَا بَقِيَتْ عَيْنٌ رَأَتْهُ وَالثَّانِي مَا بَقِيَتْ عَيْنٌ رَأَتْ مَنْ رَآهُ ثُمَّ كَذَلِكَ۔

شہر بن حوشب نے کہا کہ قرن مصطفی اس وقت تک ہے جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے والے کوئی آنکھ باقی رہی اور دوسرا قرن اس وقت تک ہے جب تک صحابہ کو دیکھنے والی کوئی آنکھ سلامت رہی پھر تیسر قرن بھی اسی طرح ہے۔ (شرح صحیح مسلم ۱۶۵٤)

سنت کی صحیح روایات میں ان لوگوں کا وصف تابعین آیا جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ نہ پایا اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نہ کر سکے۔

صحیح مسلم میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ وَهُوَ ابْنُ سَلَمَةَ، عَنْ سَعِيدٍ الْجُرَيْرِيِّ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ خَيْرَ التَّابِعِينَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ أُوَيْسٌ، وَلَهُ وَالِدَةٌ وَكَانَ بِهِ بَيَاضٌ فَمُرُوهُ فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ»

وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد کرتے ہوئے سنا کہ بے شک خیر التابعین ایک شخص ہے

جس کو اویس کہا جاتا ہے اس کی بوڑھی والدہ ہے اور اس کے جسم پر برص ہے، اس سے تقاضہ کرنا کہ تمھارے لیے بخشش کی دعا کرے۔

(صحیح مسلم ۲۵۴۲ باب فضائل اویس القرنی رضی اللہ عنہ)

یہ حدیث پاک صحابہ اور تابعین کے درمیان فرق پر دلالت کرتی ہے۔

دسویں دلیل:

امام مسلم حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ أَبَانَ، كُلُّهُمْ عَنْ حُسَيْنٍ، قَالَ: أَبُو بَكْرٍ، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ، عَنْ مُجَمِّعِ بْنِ يَحْيَى، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: صَلَّيْنَا الْمَغْرِبَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قُلْنَا: لَوْ جَلَسْنَا حَتَّى نُصَلِّيَ مَعَهُ الْعِشَاءَ قَالَ فَجَلَسْنَا، فَخَرَجَ عَلَيْنَا، فَقَالَ: «مَا زِلْتُمْ هَاهُنَا؟» قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ صَلَّيْنَا مَعَكَ الْمَغْرِبَ، ثُمَّ قُلْنَا: نَجْلِسُ حَتَّى نُصَلِّيَ مَعَكَ الْعِشَاءَ، قَالَ «أَحْسَنْتُمْ أَوْ أَصَبْتُمْ» قَالَ فَرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ، وَكَانَ كَثِيرًا مِمَّا يَرْفَعُ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ، فَقَالَ: «النُّجُومُ أَمَنَةٌ لِلسَّمَاءِ، فَإِذَا ذَهَبَتِ النُّجُومُ أَتَى السَّمَاءَ مَا تُوعَدُ، وَأَنَا أَمَنَةٌ لِأَصْحَابِي، فَإِذَا ذَهَبْتُ أَتَى أَصْحَابِي مَا يُوعَدُونَ، وَأَصْحَابِي أَمَنَةٌ لِأُمَّتِي، فَإِذَا ذَهَبَ أَصْحَابِي أَتَى أُمَّتِي مَا يُوعَدُونَ۔

ترجمہ: حضرت ابو موسی الاشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے مغرب کی نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت میں پڑھی۔ پھر باہم مشورہ کیا کہ بیٹھ جاتے ہیں یہاں تک کہ عشاء کی نماز بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں ادا کریں۔ چنانچہ ہم بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے، فرمایا: تم ابھی تک ادھر ہی ہو؟ گئے نہیں۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم مغرب کی نماز ادا کر کے بیٹھ رہے کہ عشاء کی نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں پڑھیں گے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: أَحْسَنْتُمْ یعنی تم نے اچھا کیا۔ حضرت ابو موسی الاشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سر انور آسمان کی طرف اٹھایا جیسا کہ آپ کی عادت کریمہ تھی کہ اکثر آسمان کی طرف سر اقدس اٹھاتے تھے، پھر فرمایا: ستارے آسمان کے لیے حفاظت کا سامان ہیں جب وہ جھڑ جائیں گے تو اس پر وہ کچھ آجائے گا جس کا اس سے وعدہ ہے۔ میں اپنے اصحاب کے لیے امان ہوں جب میں چلا جاوں گا تو ان پر حالت طاری ہو گی جس کا ان سے وعدہ ہے۔ اور میرے اصحاب میری امت کے لیے امان ہیں جب وہ رخصت ہوں گے تو ان پر وہ مصیبت آئے گی جس کا اس سے وعدہ ہے۔

(صحیح مسلم ۲۵۳۱ باب بیان ان بقاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

- امام بخاری روایت بیان کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ العَلاَءِ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، بَلَغَنَا مَخْرَجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ بِاليَمَنِ فَرَكِبْنَا سَفِينَةً، فَأَلْقَتْنَا سَفِينَتُنَا إِلَى النَّجَاشِيِّ بِالحَبَشَةِ، فَوَافَقْنَا جَعْفَرَ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، فَأَقَمْنَا مَعَهُ حَتَّى قَدِمْنَا، فَوَافَقْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ افْتَتَحَ خَيْبَرَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَكُمْ أَنْتُمْ يَا أَهْلَ السَّفِينَةِ هِجْرَتَانِ»۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب ہمیں رسول اللہ ﷺ کی ہجرت مدینہ کی اطلاع ملی تو ہم یمن میں تھے۔ پھر ہم کشتی پر سوار ہوئے لیکن اتفاق سے ہوا نے ہماری کشتی کا رخ نجاشی کے ملک حبشہ کی طرف کردیا۔ ہماری ملاقات وہاں جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ہوئی) جو ہجرت کر کے وہاں موجود تھے (ہم انہیں کے ساتھ وہاں ٹھہرے رہے، پھر مدینہ کا رخ کیا اور نبی کریم ﷺ سے اس وقت ملاقات ہوئی جب آپ خیبر فتح کر چکے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اے کشتی والو! دو ہجرتیں کی ہیں۔

(صحيح بخاری:۳۸۷۶)

صحیح بخاری حدیث نمبر۳۸۷۶ میں ہے کہ حضرت ابو موسی الاشعری رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے موقع پر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور ان کی حاضری صلح حدیبیہ کے بعد ہے جب کہ حضرت ابو موسی الاشعری رضی اللہ عنہ ان اصحاب میں شامل ہیں جن کا اس حدیث میں ذکر ہے۔ اور وہ ان اصحاب میں شامل نہیں جن کے شرعی صحبت کا دعوی حسن فرمان مالکی کرتا ہے یعنی صلح حدیبیہ تک ہجرت کرنے والے صحابہ صلح حدیبیہ چھ ہجری میں ہوئی جب کہ فتح خیبر سات ہجری میں ہوئی۔

گیارھویں دلیل:

امام بخاری صحیح میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ اس کے آخری الفاظ ہیں۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ غَزْوَانَ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ— فَلْيُبْلِغِ الشَّاهِدُ الغَائِبَ،—

حضور ﷺ نے منی میں خطبہ دیا: جو حاضر ہیں وہ غائب لوگوں تک میرا پیغام پہنچادیں۔

(صحیح بخاری۱۷۳۹، صحیح مسلم رقم۱۶۷۹)

وہ تمام لوگ جو حجۃ الوداع کے موقع پر موجود تھے اور حضور ﷺ کے ساتھ حج ادا کیا انہوں نے خطبہ سنا اور حضور صلی اللہ

علی ہوسلم نے انہیں دوسروں تک پہنچانے کا حکم دیا وہ سب نبی کریم ﷺ کے اصحاب تھے اور ایسا ہرگز نہیں جیسا کہ حسن فرحان مالکی نے دعوی کیا کہ صحابیت کا شرف صرف ان اصحاب کے لیے ہے جو حدیبیہ سے پہلے صحبت شرعی سے مشرف ہوئے۔

بارھویں دلیل:

امام ابوداود سنن میں صحیح سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

حدَّثنا زهيرُ بنُ حَرْبٍ وعثمانُ بنُ أبي شيبةَ، قالا: حدَّثنا جَريرٌ، عن الأعمش، عن عَبدِ الله بن عبد الله، عن سعيد بنِ جُبيرعن ابنِ عباس، قال: قال رسولُ الله - صلَّى الله عليه وسلم -: "تَسمَعُونَ، ويُسمَعُ منكم، ويُسمَعُ ممن يَسمَعُ مِنكُم۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ مجھ سے سنتے ہو اور پھر تم سے سنا جائے گا اور ان لوگوں سے سنا جائے گا جو تم سے سنتے ہیں۔

سنن ابی داود، رقم الحدیث ۳۶۵۹ و طبع ۳۶۶۱ باب فضل نشر العلم، صحيح ابن حبان (٦٢)، "المحدث الفاصل الرامهرمزي" (٩٢)، المستدرک الحاکم ١/ ٩٥، و في "الدلائل النبوة إلبيهقي ٦/ ٥٣٩، "سنن الكبرى للبيهقى" ١٠/ ٢٥٠، "شرف أصحاب الحديث" ٧٠، مسند البزار ١٤٦)، والطبراني (١٣٢١)، والخطيب (٦٩)، "مسند أحمد بن حنبل " (٢٩٤٥)، مسند الحارث بن أبي أسامة (٥٢ -زوائده) "الجرح والتعديل ابن أبي حاتم " ٢/ ٨ و ٨ -٩ و ٩، "معرفة علوم الحديث" ص ٢٧، "السنن الكبرى للبيهقي " ١٠/ ٢٥٠، "شعب الإيمان" (١٧٤٠)، "جامع بيان العلم وفضله" ١/ ٤٣، "الإلماع القاضي عياض " ص١٠، "فهرسته ابن خير الاشبيلي " ص ١٠، "مشيخة ابن الحطاب طاهر السِّلَفي " (٥)، "المختارة الضياء المقدسي " ١٠/ (١٩٥ -١٩٨)، "معجم شيوخه الذهبي " ١/ ١٧٠ - ١٧١ ۔

یہ حدیث شریف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبی کریم ﷺ سے سماعت کرنے والے آپ ﷺ کے اصحاب ہیں ۔اور اصحاب سے سننے والے تابعین ہیں اور جنہوں نے صحابہ کرام کے سننے والوں سے سماعت کی وہ تبع تابعین ہیں ۔پھر [مالکی] کیسے کہہ جا سکتا ہے کہ جنہوں نے حضور ﷺ سے سماعت کی اور آگے بیان کیا کہ وہ اصحاب میں سے نہیں؟

تیرھویں دلیل

محدث ابوداود حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے راوی وہ بیان کرتے ہیں کہ

حدثنا مسدد، حدثنا يحيى، عن شعبة، حدثني عمر بن سليمان من ولد عمر بن الخطاب، عن
عبد الرحمن بن أبان، عن أبيه عن زيد بن ثابت، قال: سمعت رسول الله -صلى الله عليه
وسلم- يقول: "نضر الله امرأ سمع منا حديثا فحفظه حتى يبلغه، فرب حامل فقه إلى من هو
أفقه منه، ورب حامل فقه ليس بفقيه"

میں نے سنا کہ حضور ﷺ فرمارہے تھے اللہ تعالیٰ اس شخص کا چہرہ تروتازہ رکھے جس نے ہم سے حدیث سنی
پھر اسے یاد کر آگے پہنچائے۔

حدیث متواتر ہے۔ اس کو چوبیس اصحاب نے روایت کیا ہے۔

مسند أحمد ٥/ ١٨٣، سنن أبو داود "٣٦٦٠" في العلم: باب فضل نشر العلم، سنن الترمذي
"٢٦٥٦" في العلم: باب ما جاء في الحث على تبليغ السماع، سنن الدارمي ١/ ١٧٥، "جامع بيان العلم
"٣٩، "المحدث الفاصل" "٣" و"٤"، "السنة ابن أبي عاصم في" "٩٤"، "مشكل الآثار الطحاوي
٢/ ٢٣٦، "شرف أصحاب الحديث" "٢٤"، والطبراني "٤٨٩٠" و"٤٨٩١"، سنن ابن ماجة
"٢٣٠"، الطبراني "٤٩٩٤" و "٤٩٢٥"، مستدرك الحاكم ١/ ٨٦، ٨٧،

...ہویں دلیل:

...الادب المفرد میں روایت کرتے ہیں۔

حدثنا بشر بن محمد قال: أخبرنا عبد الله قال: أخبرنا صفوان بن عمرو قال: حدثني عبد
الرحمن بن جبير بن نفير، عن أبيه قال: جلسنا إلى المقداد بن الأسود يوما، فمر به رجل فقال:
طوبى لهاتين العينين اللتين رأتا رسول الله صلى الله عليه وسلم، والله لوددنا أنا رأينا ما رأيت،
وشهدنا ما شهدت. فاستغضب، فجعلت أعجب، ما قال إلا خيرا، ثم أقبل عليه فقال: «ما
يحمل الرجل على أن يتمنى محضرا غيبه الله عنه؟ لا يدري لو شهده كيف يكون فيه؟ والله،
لقد حضر رسول الله صلى الله عليه وسلم أقوام كبهم الله على مناخرهم في جهنم، لم يجيبوه
ولم يصدقوه، أولا تحمدون الله عز وجل إذ أخرجكم لا تعرفون إلا ربكم، فتصدقون بما جاء
به نبيكم صلى الله عليه وسلم، قد كفيتم البلاء بغيركم.

جبیر بن نفیر اپنے والد سے وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک روز حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے اسی اثناء میں
ایک شخص ادھر سے گذرا، تو کہنے لگا۔ خوش خبری ہے ان دو آنکھوں کے لیے جنہوں نے حضور ﷺ کا دیدار کیا
ہو خدا کی قسم ہم چاہتے تھے کہ کاش ہم بھی وہی کچھ دیکھ لیتے جو تم نے دیکھا اور وہیں موجود ہوتے جہاں آپ

تھے۔ یہ سن کر حضرت مقداد غضبناک ہو گئے۔ میں حیران تھا کہ بات تو اس نے اچھی کی ہے پھر ہماری طرف رخ کر کے فرمایا: اس کو کس چیز نے آمادہ کیا کہ اس مقام کی تمنا کرے جہاں اللہ تعالیٰ نے اسے حاضر نہیں ہونے دیا؟ اگر وہاں موجود ہوتا تو معلوم نہیں، کیا کرتا؟ بخدا بہت لوگ ادھر نبی کریم ﷺ کے ارد گرد موجود تھے مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں نتھنوں کے بل جہنم میں اوندھا گرا دیا۔ انہیں نے حضور ﷺ کی دعوت قبول نہ کی، آپ ﷺ کی تصدیق بھی نہ کی۔ تم اللہ تعالیٰ کا شکر نہیں کرتے کہ تمہیں اس حالت میں پیدا کیا کہ تم اپنے پروردگار کی معرفت رکھتے ہو۔ اسی طرح اپنے رسول ﷺ کے لائے ہوئے کلام اور احکام کی تصدیق کرتے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ دوسروں کے ذریعے تمہاری آزمائش کو ٹالا گیا ہے۔

(الادب المفرد ۱/ ٤٤ رقم ۸۷)، الإحسان ۸/ ۱۷٤ - ۱۷٥ برقم (٦٥١٨)، مسند أحمد ۳۹/ ۲۳۰ طبع الرسالہ، تفسیر ابن کثیر ٥/ ۱۷۲ - تفسیر الطبري ۱۹ / ٥۳، ۲٤٥ حلیة الأولیاء ۱/ ۱۷٥ - ۱۷٦، طبراني الکبیر ۲۰/ ۲٥۳ - ۲٥٤ برقم (٦۰۰)، الدر المنثور ٥/ ۸۱، احاد و المثانی رقم ۲۹۲

عرب محقق شعیب الارنووط لکھتے ہیں۔

إسناده صحیح، رجاله ثقات رجال الصحیح غیر یعمر بن بِشْر، وهو ثقة،
اس کی سند صحیح ہے اس کے رجال ثقہ اور صحیح کے رجال ہیں سوائے یعمر بن بشر جو کہ ثقہ ہے۔

(مسند أحمد ۳۹/ ۲۳۰ طبع الرسالہ)

❖ حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں سورۂ فرقان کی آخری آیت کے تفسیر کرتے ہوئے بحوالہ امام احمد بن حنبل نقل کرتے ہیں اور اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں۔

((هذا إسنادٌ صحیح ولَم یخرجوه)) یعنی یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

اس حدیث کی دلالت ہے کہ تابعین عظام کے عقیدہ میں شرف صحابیت بحالت ایمان حضور سرور عالم ﷺ کو دیکھنے سے خاص ہوتا تھا۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار نہ کیا۔ ان کا غصہ تو اس تمنا و خواہش پر تھا جس کو دل میں سجانے والے کو علم نہ تھا کہ اگر اس کی تمنا پوری ہو جاتی تو اس کی حالت کیا ہوتی اور وہ کس انجام سے دوچار ہوتا۔

❖ حضرت مقداد کی غصہ کی مثال و نظیر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی متفق علیہ حدیث کا وہ ارشاد ہے جس حضور ﷺ نے فرمایا:

حدَّثنا أبو صالحٍ محبوبُ بن مُوسى، أخبرنا أبو إسحاقَ الفَزاريُّ، عن موسى بن عُقْبةَ، عن سالمٍ أبي النَّضرِ مولى عُمرَ بن عُبيد الله -يعني ابنَ مَعمرٍ- وكان كاتباً له قال: كتب إليه عبدُ الله بن أبي أوفى حين خرج إلى الحَروريَّة: أنَّ رسولَ الله -صلَّى الله عليه وسلم- في بعضِ أيامه

النبي لقي فيها العدوّ قال: "يا أيها الناسُ، لا تتمنّوا لِقاءَ العدوّ، وسَلُوا اللهَ العافيةَ، فإذا لقيتُموهم فاصبِروا، واعلَموا أن الجنةَ تحتَ ظِلالِ السيُّوفِ"

تم دشمن سے ملنے اور ٹکرانے کی تمنا نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ سے عافیت طلب کرو جب کبھی دشمن سے آمنا سامنا ہوجائے تو صبر سے کام لو اور یقین رکھو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔

(سنن ابی داود ٤/ ٢٦٩ رقم ٢٦٣١)، مصنف عبد الرزاق (٩٥١٥) - "الدعاء الطبراني" (١٠٦٩) - سنن سعید بن منصور (٢٥١٨)، مصنف ابن أبي شيبة ٥/ ٣٤٠ و١٢/ ٣٦٨ و٤٦٣، "السير أبي إسحاق الفزاري (٥٠٨) و (٥٠٩) و (٥١٠) - صحيح البخاري (٢٨١٨) و (٢٨٣٣) و (٢٩٦٥) و (٣٠٢٤) و (٧٢٣٧)، سنن أبو داود (٢٦٣١) - "الاستذكار" ١٤/ ٤٥ - مسند أبو عوانة ٤/ ٨٨ و٨٩ و٩٠، مستدرك الحاكم ٢/ ٧٨، "الحلية الاولياء" ٨/ ٢٦٠، "السنن البيهقي" ٩/ ٧٦ و١٥٢ "السنن الصغير البيهقي" (٣٦١٤)، "شعب الایمان" (٤٣٠٨)، "الدعوات للبيهقى" (٤٢٣)، "الكفاية" ٤٨٠-٤٨١ -، "الجهاد ابن أبي عاصم" (١٠) مصنف عبد الرزاق (٩٥١٤) - صحيح مسلم (١٧٤٢) "الدعاء الطبراني" (١٠٦٨)

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دیدار سے مشرف ہونے پر تابعین کی خوشی کی دلیل وہ روایت ہے جو امام ابوداود نے سنن ۹۴۸ میں ضعیف سند کے ساتھ نقل کی ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلاَمِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْوَابِصِيُّ حَدَّثَنَا أَبِى عَنْ شَيْبَانَ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ هِلاَلِ بْنِ يِسَافٍ قَالَ قَدِمْتُ الرَّقَّةَ فَقَالَ لِى بَعْضُ أَصْحَابِى هَلْ لَكَ فِى رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ قُلْتُ غَنِيمَةٌ فَدَفَعْنَا إِلَى وَابِصَةَ قُلْتُ لِصَاحِبِى نَبْدَأُ فَنَنْظُرُ إِلَى دَلِّهِ فَإِذَا عَلَيْهِ قَلَنْسُوَةٌ لاَطِئَةٌ ذَاتُ أُذُنَيْنِ وَبُرْنُسُ خَزٍّ أَغْبَرُ وَإِذَا هُوَ مُعْتَمِدٌ عَلَى عَصًا فِى صَلاَتِهِ فَقُلْنَا بَعْدَ أَنْ سَلَّمْنَا. فَقَالَ حَدَّثَتْنِى أُمُّ قَيْسٍ بِنْتُ مِحْصَنٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- لَمَّا أَسَنَّ وَحَمَلَ اللَّحْمَ اتَّخَذَ عَمُودًا فِى مُصَلاَّهُ يَعْتَمِدُ عَلَيْهِ.

ہلال بن یساف بیان کرتے ہیں کہ میں رقہ آیا تو میرے ایک ساتھی نے مجھ سے پوچھا کہ کیا آپ کو کسی صحابی کے دیدار کی خواہش ہے؟ میں نے کہا: یہ تو غنیمت اور سعادت کی بات ہوگی۔ چنانچہ ہم حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ میں نے ساتھی سے کہا: پہلے ان کی وضع قطع اور سیرت و انداز کو دیکھنا چاہیے۔ پس ہم نے بغور دیکھا۔ انہوں نے ایک ٹوپی پہن رکھی تھی جو سر سے چپکی ہوئی تھی اور اس کے دونوں طرف کے کنارے یعنی کان نکلے ہوئے تھے۔ اس کی اوپر انہوں نے خاکی رنگ کی خز کی بنی ہوئی برساتی ڈالی ہوئی تھی اور وہ نماز میں ایک لاٹھی کا سہارا لیے ہوئے تھے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے سلام کیا اور نماز میں پر لاٹھی لینے کی وجہ پوچھی، فرمایا: مجھے ام قیس بنت محصن نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ کی عمر شریف جب قدرے زیادہ ہوگئی اور جسم اطہر

میں کچھ فربہی آگئی تو آپ ﷺ نے مقام نماز میں ایک ستون بنایا اور اس سے ٹیک لگا کر نماز پڑھتے تھے۔

(سنن ابی داود، ۲/ ۲۰۵ رقم ۹۴۸)

یہ وابصہ رضی اللہ عنہ ابن معبد رضی اللہ عنہ ہیں سن نو ہجری میں نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک وفد کے ساتھ حاضر ہوئے۔ جب ہلال بن یساف رضی اللہ عنہ کے سامنے ان کی زیارت اور ملاقات کا ذکر آیا، تو بہت خوش ہوئے اور اس کو غنیمت شمار کیا۔

- سنن ابی داود کی سند میں عبدالسلام بن عبدالرحمن الوابصی کے والد عبدالرحمن الوابصی مجہول ہیں۔ مگر اس کی ایک دوسری سند جس کو محدث حاکم نے مستدرک حاکم ۱/۳۹۷ رقم ۹۷۵ سے نقل کیا ہے۔

أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عُقْبَةَ الشَّيْبَانِيُّ، ثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ إِسْحَاقَ الزُّهْرِيُّ، ثنا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى، أَنْبَأَ شَيْبَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، قَالَ: قَدِمْتُ الرَّقَّةَ فَقَالَ لِي بَعْضُ أَصْحَابِي: هَلْ لَكَ فِي رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: قُلْتُ: نَعَمْ غَنِيمَةٌ، فَدَفَعْنَا إِلَى وَابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍ قُلْتُ لِصَاحِبِي: نَبْدَأُ، فَنَظَرَ إِلَى دَلِّهِ فَإِذَا عَلَيْهِ قَلَنْسُوَةٌ لَاطِئَةٌ ذَاتُ أُذُنَيْنِ، وَبُرْنُسُ خَزٍّ أَغْبَرُ، وَإِذَا هُوَ مُعْتَمِدٌ عَلَى عَصًا فِي صَلَاتِهِ، فَقُلْنَا لَهُ بَعْدَ أَنْ سَلَّمْنَا، فَقَالَ: حَدَّثَتْنِي أُمُّ قَيْسٍ بِنْتُ مِحْصَنٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «لَمَّا أَسَنَّ، وَحَمَلَ اللَّحْمَ اتَّخَذَ عَمُودًا فِي الصَّلَاةِ يَعْتَمِدُ عَلَيْهِ»

❖ اور علامہ ذہبی نے "علی شرطهما" کہا۔ (تلخیص المستدرك: ۹۷۵)

یہ بہت بڑی سعادت اور غنیمت ہے اس سے بڑھ کر اور کیا غنیمت وسعادت ہوگی کہ ایک تابعی اس شخص کی زیارت و مشرف ہوا جو بحالت ایمان، نبی کریم ﷺ کی صحبت میں آیا۔

پندرھویں دلیل:

حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب الاصابہ ۱/ ۲۰-۲۱ پر لکھتے ہیں۔

وقد كان تعظيمُ الصحابة - ولو كان اجتماعُهم به صلَّى الله عليه وآله وسلم قليلاً - مقرَّراً عند الخلفاء الراشدين وغيرهم، فمِن ذلك ما قرأت في كتاب أخبار الخوارج تأليف محمد بن قدامة المروزي، بخطِّ بعضِ مَن سمعه منه في سنة سبعٍ وأربعين ومئتين، قال: حدَّثنا علي بن الجعد، قال: حدَّثنا زهير هو الجعفي، عن الأسود بن قيس، عن نُبيح العَنَزي قال: كنت عند أبي سعيد الخدري))، ثمَّ ذكره الحافظ بإسناده إلى نُبيح قال: ((كنَّا عنده وهو متكئ، فذكرنا عليًّا ومعاوية، فتناول رجلٌ معاوية، فاستوى أبو سعيد الخدري جالساً، ثمَّ قال: كنَّا ننزلُ رفاقاً

مع رسول الله صلَّى الله عليه وآله وسلم، فكنّا رفقةً فيها أبو بكر، فنزلنا على أهل أبيات وفيهم امرأةٌ حُبلى، ومعنا رجلٌ من أهل البادية، فقال للمرأة الحامل: أيسُرُّكِ أن تلِدي غلاماً، قالت: نعم، قال: إن أعطيتِني شاةً ولدتِ غلاماً، فأعطتْه، فسَجَع لها أسجاعاً، ثمَّ عمد إلى الشاةِ فذبحها وطبخها، وجلسنا نأكل منها ومعنا أبو بكر، فلمّا علم بالقصّة قام فتقيّأ كلَّ شيءٍ أكل، قال: ثمّ رأيتُ ذلك البدَويَّ أُتِيَ به عمر بن الخطاب وقد هجا الأنصارَ، فقال لهم عمر: لولا أنّ له صحبةً من رسول الله صلَّى الله عليه وآله وسلم ما أدري ما نال فيها لكفيتكموه، ولكن له صحبة مِن رسول الله صلَّى الله عليه وآله وسلم.

خلفاء راشدین و دیگر صحابہ کرام کے نزدیک صحبت کا شرف پانے والوں کی عظمت ثابت ہے خواہ وہ حضور ﷺ کی صحبت میں بہت کم عرصے کے لیے آئے ہوں۔ ان میں سے ان کی تعظیم کا واقعہ وہ ہے جسے میں نے امام محمد بن نصر المروزی کی کتاب میں پڑھا یہ کتاب ان کے ایک شاگرد نے نقل کی جو اس نے ۲۴۷ ہجری میں سنی۔

ابن جعد نبیح العنزی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کے پاس تھے وہ اس وقت تکیہ لگائے ہوئے آرام فرما رہے تھے اسی دوران ہم نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا، تو ایک شخص نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخانہ کلمات کہے، حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ نے سنے تو سیدھے ہو کر بیٹھ گئے پھر فرمایا:

ہمارا معمول یہ تھا کہ ہم اپنے دوستوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے ہاں مہمان ٹھہرتے تھے ایک دفعہ ایک قوم میں گئے، اس میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ہمیں مختلف گھروں میں ٹھہرایا ایک گھر میں ایک عورت حاملہ تھی۔ ہمارے ساتھ ایک دیہی شخص بھی تھا۔ اس نے عورت سے پوچھا کیا تیرے لیے باعث خوشی ہو گا کہ تیرے ہاں بیٹا پیدا ہو۔ اس نے کہا کیوں نہیں؟ اس بدو نے کہا اگر مجھے ایک بکری دے دے تو تیرے ہاں بیٹا ہو گا۔ اس پر اس عورت نے بکری اس کو دے دی۔ چنانچہ بدو نے اس بکری کا گوشت کیا اور ذبح کر کے پکایا اور ہم سب نے بیٹھ کر اس کا گوشت کھایا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ساتھ تھے، جب انہیں سارے قصے کا علم ہوا تو اٹھے اور جو کچھ کھایا تھا اسے قے کر کے باہر پھینک دیا۔ نبیح کہتے ہیں کہ کچھ مدت بعد میں نے اس بدو کو دیکھا تو اسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تھا کیوں کہ اس نے انصار کی ہجو کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

اس بدو کو اگر حضور نبی کریم ﷺ کی صحبت حاصل نہ ہوئی ہوتی تو اس کی زبان درازی کا تمھاری طرف سے بدلا لیتا کیونکہ حضور ﷺ کی صحبت سے مشرف ہے۔

اس روایت کو محدث بغوی نے اپنی کتاب الجعدیات (۲۶۵۷) اور حافظ ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں دو

متصل اسانید سے نقل کیا ہے۔

أخبرنا أبو القاسم بن السمرقندي أنا أبو القاسم بن البسري وأحمد بن محمد بن إبراهيم القصاري وأبو محمد وأبو الغنائم ابنا أبي عثمان وعاصم بن الحسن والحسين بن أحمد بن محمد بن طلحة قالوا أنا أبو عمر بن مهدي نا محمد بن أحمد بن يعقوب بن شيبة نا جدي حدثني محمد بن سعيد القزويني أبو سعيد نا أبو خيثمة زهير بن معاوية الجعفي عن الأسود يعني ابن قيس عن نبيح العنزي ح

وأخبرنا أبو سعد بن البغدادي واللفظ له أنا أبو عمرو بن منلة وإبراهيم بن محمد الطيان قالا أنا إبراهيم بن خرشيد قوله أنا أبو بكر النيسابوري نا أبو زرعة الرازي نا محمد بن سعيد بن سابق نا أبو خيثمة زهير بن معاوية عن الأسود بن قيس عن نبيح العنزي عن أبي سعيد الخدري قال كنا عنده وهو متكئ فذكرنا— تاريخ دمشق (۵۹/ ۲۰۵)

❀ حافظ سخاوی نے اپنی کتاب الجواہر والدرر میں لکھتے ہیں۔

قلت: فأخرج يعقوب بن شيبة في "مسنده" مِنْ طريق نُبَيْحِ العَنَزِي، عن أبي سعيد رضي الله

علامہ سخاوی نے الجواہر والدرر ۹۸۰/۳ نے بحوالہ مسند یعقوب بن شیبہ سے بیان کیا ہے جس کی سند تاریخ دمشق ۲۰۵/۵۹ پر بھی موجود ہے۔

قابل توجہ نکتہ

حافظ بن حجر عسقلانی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

لفظ علي بن الجعد، ورجال هذا الحديث ثقات، وقد توقَّف عمر رضي الله عنه عن معاتبة فضلاً عن معاقبته لكونه علم أنَّه لقي النَّبِيَّ صلَّى الله عليه وآله وسلم، وفي ذلك أبيَنُ شاهد على أنَّهم كانوا يعتقدون أنَّ شأنَ الصحبة لا يعدله شيء.

علی بن جعد کی روایت کردہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے یعنی اس بدو کو عتاب کرنے سے بھی توقف کیا چہ جائے کہ سزا دیتے۔ وہ جانتے تھے کہ بدو دیدار مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف ہے۔ یہ اس حقیقت کی زبردست دلیل ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عقیدہ ونظریہ تھا کہ شان صحابیت کے برابر اور کوئی شرف نہیں۔

امام مروزی اس کے بعد وہ احادیث لائے ہیں جس میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت ہے۔ اس حدیث کے سلسلہ سند کے تمام راوی ثقہ ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا۔

...بن العنزی سے اصحاب سنن نے تخریج کی۔ حافظ ابن حجر کا اپنی کتاب تقریب التہذیب:۷۰۹۳ پر مقبول کہا یعنی بحیثیت متابعت ورنہ اس کے علاوہ مقبول۔ مگر حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی دوسری کتاب تہذیب التہذیب میں فرماتے ہیں۔

قلت: وقال العجلي: كوفي تابعي ثقة، وذكره علي بن المديني في جملة المجهولين الذين يروي عنهم الأسود بن قيس، وصحح الترمذي حديثه وكذلك ابن خزيمة وابن حبان والحاكم.

میں کہتا ہوں کہ عجلی نے کہا کہ کوفی تابعی ثقہ ہے اور علی بن المدینی نے ان لوگوں مجہول لوگوں میں شمار کیا ہے کہ جو الاسود بن قیس سے روایت کرتے ہیں، اور اسی کی حدیث کی تصحیح امام ترمذی نے کی اور اسی طرح ابن خزیمہ، ابن حبان اور امام حاکم نے۔

۱) حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

رجال هذا الحديث ثقات یعنی اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔ الاصابہ ۱/ ۲۰۔۲۱

۲) حافظ ابوزرعہ الرزی نے اسے ثقہ کہا ہے۔ الجرح والتعدیل ۵۰۸/۸ رقم ۲۳۲۵

۳) امام عجلی نے معرفۃ الثقات ۲/۱۱۱۳ رقم ۱۸۴۱ پر کوفی تابعی ثقہ لکھا ہے۔

۴) علامہ ذہبی نے الکاشف ۲/۲۶۳ رقم ۵۷۹۶ پر ثقہ لکھا ہے۔

۵) حافظ سخاوی نے فتح المغیث ۳/۱۱۴ پر رجالہ ثقات لکھا ہے۔

ہمارا دعوی

ہمارا دعویٰ ہے کہ جس خوش نصیب نے بحالت ایمان حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا یا آپ سے حدیث سنی، تھوڑی یا زیادہ دیر کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا، اس کو صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے۔

دلائل دعوی:

ہمارے دعویٰ کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

دلیل اول:

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ کی تدوین کرنے والے ائمہ کا اتفاق ہے کہ صحبت یعنی تمام صحابیت اس شخص کے لیے ثابت ہے جس نے براہ راست نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعت کی خواہ صرف ایک حدیث سنی۔ کیوں کہ جب وہ اسناد کے درمیان کرتے ہیں تو ان کی اسناد کی انتہاء صحابہ کرام پر کرتے ہیں اور ان کے اسماء کے ساتھ دعائے رضا یعنی رضی اللہ عنہم بھی ...نہ اور صحابہ کرام کے ذکر پر رضی اللہ عنہ کہنا اہل سنت کا طریقہ ہے، جو لوگ صحابہ کرام کے بعد ہوئے ان کے لیے رحمہم اللہ ...

دلیل دوم:

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے احوال پر کتابیں لکھنے ولے علماء جس میں وہ پڑا ہوا ہے کہ شرف صحبت ان مہاجرین و انصار کے لیے ہے۔ جو صلح حدیبیہ سے پہلے ایمان لائے۔ مالکی کی اس باطل رائے کی ماضی میں مثال نہیں ملتی۔ سوائے اس کے ایک معاصر شخص کے جس کا نام عبدالرحمن محمد الحکمی ہے۔ اس نے ذکر کیا کہ حکمی محمد بن سعود اسلامی یونیورسٹی میں ہائر سٹڈیز کا طالب علم ہے اور اس کا ذکر عنقریب مالکی کے اس اعلان و اظہار کے وقت آئے گا کہ اس کی رائے کی سلف میں کوئی نظیر نہیں سوائے اس شخص حکمی کے۔

چند سوالات:

حسن فرحان مالکی کی اس باطل رائے کی فاسد بنیاد پر چند سوالات پیدا ہوتے ہیں کہ اگر صلح حدیبیہ سے پہلے اہل ایمان کو صحابہ کرام میں شمار کیا جائے تو ان بے شمار صحابہ کرام کو کیا کہا جائے گا جو بیعت رضوان کے بعد اسلام لائے اور ارشادات نبوت کی سماعت سے سرفراز ہوئے۔

۱) کیا ان کو تابعین کہا جائے گا؟ یا دیگر نام دیا جائے گا؟

۲) ان سے مروی احادیث کو کس نام سے یاد کیا جائے گا؟ کیا وہ احادیث مرفوع قرار دی جائیں گی؟ یا غیر مرفوع؟ اہل سنت و جماعت کے نزدیک مرفوع حدیث وہ ہے جس میں راوی صراحت کے ساتھ کہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح فرماتے ہوئے سنا۔

جو سند جا کر صحابی پر ختم ہو جائے اہل سنت کے ہاں موقوف کہلاتی ہے اور جس سند کی انتہاء تابعی وغیرہ راوی پر ہو اسے مقطوع کہتے ہیں۔ اور جس سند میں صحابی کا ذکر نہ ہو اور تابعی کہے قال رسول اللہ ﷺ تو اس کو مرسل کا نام دیتے ہیں۔ مالکی کی اس فاسد رائے پر علم حدیث کی تمام مصطلحات پر نظر ثانی کرنی پڑے گی۔ ورنہ مالکی اور اس کے راہ نما حکمی کے شذوذ یعنی امت سے الگ راستہ اختیار کرنے کی واضح دلیل ہے پھر اس بات کے کہنے میں بھی باک نہیں کہ پندرھویں صدی میں جنم لینے والے کی اس رائے میں کچھ بھلائی ہوتی تو امت محمدیہ کے سلف صالحین اس کی طرف ضرور لپک کر جاتے۔ یہ بات عقل نہیں مانتی کہ یہ شاذ نظریہ مختلف زمانوں کے اہل حق سے پوشیدہ رہا اور اسے مالکی اور اس کے گرو [استاد] حکمی کے لیے ذخیرہ بنا کر اور بچا کر رکھا گیا۔

چند دیگر باتوں کی طرف اشارہ

اب چند باتوں کی طرف اشارہ کرنا باقی رہ گیا ہے۔

اول: صلح حدیبیہ کے بعد ایمان لانے والوں کی حیثیت

بے جو مالکی کا دعوی ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد ایمان لانے والوں اور حضور ﷺ کا دیدار کرنے والوں کی صحبت شرعی صحبت نہیں اور ان کی صحبت ایسی ہی ہے جیسی کفار ومنافقین کی صحبت معاذ اللہ۔

جواب:

اس کا یہ دعوی مردود ہے، کیونکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا دیدار مصطفی ﷺ سے مشرف ہونا، حضور ﷺ پر ایمان لانا اور تصدیق کرنا اس صحبت کا سرمایا تھا بخلاف کفار ومنافقین کا دیکھنا اور پاس بیٹھنا کہ وہ نظر ایمان وتصدیق کے ساتھ نہ تھا۔
آٹھویں دلیل میں گذر چکا ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے عرض کیا، یارسول اللہ آپ کی رائے گرامی اس شخص کے متعلق کیا ہے جو آپ ﷺ کے دیدار سے مشرف ہو، آپ ﷺ پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کی تصدیق کرے، اس کو کیا صلہ ملے گا؟ تو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا طوبی لہ یعنی اس کے لیے شادمانی اور سعادت مندی ہے اور یہ تصدیق واتباع کرنے والے صحابی کی دیکھنے اور ایمان وتصدیق سے محروم شخص کے دیکھنے میں واضح کرتی ہے۔
بیسویں دلیل میں حدیث حضرت مقداد گذر چکی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

جبیر بن نفیر اپنے والد سے وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک روز حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے اسی اثناء میں ایک شخص ادھر سے گزرا، تو کہنے لگا۔ خوش خبری ہے ان دو آنکھوں کے لیے جنہوں نے حضور ﷺ کا دیدار کیا ہو، خدا کی قسم ہم چاہتے تھے کہ کاش ہم بھی وہی کچھ دیکھ لیتے جو تم نے دیکھا اور وہیں موجود ہوتے جہاں آپ تھے۔ یہ سن کر حضرت مقداد غضبناک ہوگئے۔ میں حیران تھا کہ بات تو اس نے اچھی کی ہے پھر ہماری طرف رخ کر کے فرمایا: اس کو کس چیز نے آمادہ کیا کہ اس مقام کی تمنا کرے جہاں اللہ تعالی نے اس کو حاضر نہیں ہونے دیا؟ اگر وہاں موجود ہوتا تو معلوم نہیں، کیا کرتا؟ بخدا بہت لوگ ادھر نبی کریم ﷺ کے ارد گرد موجود تھے مگر اللہ تعالی نے انہیں نتھنوں کے بل جہنم میں اوندھا گرا دیا۔ انہیں نے حضور ﷺ کی دعوت قبول نہ کی، آپ ﷺ کی تصدیق بھی نہ کی۔ تم اللہ تعالی کا شکر نہیں کرتے کہ تمہیں اس حالت میں پیدا کیا کہ تم اپنے پروردگار کی معرفت رکھتے ہو۔ اسی طرح اپنے رسول ﷺ کے لائے ہوئے کلام اور احکام کی تصدیق کرتے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ دوسروں کے ذریعے تمھاری آزمائش کو ٹالا گیا ہے۔

الادب المفرد ۱/ ٤٤ رقم ۸۷، الإحسان ۸/ ۱۷٤ - ۱۷۵ برقم (٦٥١٨)، مسند أحمد ٦/ ۲ - ۳ - تفسیر ابن کثیر ٥/ ۱۷۲ - تفسير الطبري ۱۹/ ۵۳، ۲٤۵ حلية الأولياء" ۱/ ۱۷۵ - ۱۷٦، الطبراني الكبير ۲۰/ ۲۵۳ - ۲۵٤ برقم (٦۰۰)، "الدر المنثور" ٥/ ۸۱
ابن تیمیہ کا ایک قول بھی دلیل ششم میں گزرا کہ کفار ومنافقین میں سے جس شخص نے حضور ﷺ کو دیکھا اس کے دیکھنے

کا شمار اور قدر و قیمت نہیں کیوں کہ اس نے ایمان لانے، پیروی کرنے اور مددگار بننے کے حق سے نہیں دیکھا۔ گذشتہ صفحات میں جو کچھ نوک قلم پر آیا اس سے نبی اکرم ﷺ کی صحبت سے مشرف ہونے والے صحابہ کرام کی صحبت اور کفار، منافقین کی صحبت کو برابر ٹھہرانے کے مالکی نظریہ کا بطلان ثابت ہوا ہے۔

قران حکیم میں ہے۔

أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ

توکیا ہم فرمانبرداروں کو مجرموں کی طرح ٹھہرائیں گے، تمہیں کیا ہو گیا، کیا حکم کرتے ہو۔

اعتراض دوم: صلح حدیبیہ سے فتح مکہ تک اسلام لانے والوں پر لغوی اطلاق

حسن فرحان مالکی نے اپنی کتاب ص ۲۵ کے حاشیہ میں لکھا۔

وقد يدخل في مسمّى (الأصحاب) مَن أسلم بعد الحُديبية إلى فتح مكة.

کبھی صلح حدیبیہ سے فتح مکہ تک اسلام لانے والوں کو بھی اصحاب کے نام میں شامل کر لیا جاتا ہے۔

جواب:

میں کہتا ہوں کہ حسن فرحان مالکی اگر کلام کے شروع میں حرف قد نہ لاتا تو اس کا کلام خوبصورت ہوتا کیوں کہ اس کا حرف قد سے کلام شروع کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اسے ان صحابہ کرام کے صحابی ہونے میں یقین نہیں لیکن خود اپنی بیان کردہ تعریف صحابی کو اسلم سے خالی اور مجرد رکھنا فاسد ترین تعریف ہے۔ اس میں تو اس کے جزم و یقین کا اظہار ہے کہ جو لوگ صلح حدیبیہ کے بعد صحبت کا شرف پائے وہ شرعی صحبت یعنی مقام صحابیت وانصار میں محدود کرتا ہے۔

حسن فرحان مالکی کی اس تعریف کا فساد اس سے واضح ہوتا ہے کہ اس کی بناء پر صحابہ کرام کا ایک جم غفیر صحابیت کے شرف سے محروم قرار پاتا ہے حالانکہ یہ اصحاب بہت مشہور اصحاب ہیں مثلاً حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ حضور ﷺ کی احادیث کو بیان کرنے والے ہیں۔

یا جیسے حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہم ہیں جو فتح مکہ سے پہلے اور حدیبیہ کے بعد ہجرت کر کے بارگاہ رسالت میں آئے۔

یا جیسے حضرت عباس عم رسول اللہ ﷺ اور ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ اور دیگر تمام اصحاب ہیں جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے ہجرت کی وہ اس شرف سے محروم ٹھہریں گے۔ حالانکہ ان کا شمار مہاجرین میں ہے جیسا کہ اس حقیقت کی وضاحت دلائل سے ہو چکی ہے۔

اعتراض سوم: مہاجرین وانصار کی اولاد شرعی صحابی نہیں

جہاں تک مہاجرین وانصار کے صاحبزادگان کا تعلق ہے، مالکی نے انہیں شرعی صحبت سے خارج کر دیا۔

- اس نے اپنی کتاب ص ۲۸ پر لکھا۔

ولا يدخل فيهم - يعني الأنصار - أبناءُ الأنصار (الأطفال)، كما لا يدخل في المهاجرين أبناءُ المهاجرين

انصار کے صاحبزادگان شرف صحبت میں ان کے ساتھ شامل نہیں جیسے مہاجرین کے صاحبزادگان مہاجرین میں داخل نہیں۔

- پھر آگے چل کر اسی صفحہ ۲۸ پر لکھتا ہے۔

ومنهم - يعني الذين اتَّبعوا المهاجرين والأنصار بإحسان - أبناءُ المهاجرين وأبناءُ الأنصار!،

جن لوگوں نے مہاجرین وانصاور کی بحسن وخوبی، پیروی کی، مہاجرین وانصار کے صاحبزادے ان تابعین میں سے ہیں۔

- حسن فرحان مالکی نے اس بات کی تائید وتاکید اپنی کتاب کے صفحہ ۸۵ اور ۸۷ پر بھی کی ہے۔

جواب:

مہاجرین وانصار کے ان صاحبزادگان کے متعلق تفصیل ہے جنہوں نے مہاجرین وانصار کی عمدہ پیروی کی۔ ان میں سے جو حضور ﷺ کے دیدار سے شرف یاب ہونے اور ان کا شمار اصحاب میں ہوتا ہے اور جو حضور ﷺ کا دیدار نہ کر سکے وہ تابعین میں سے ہیں۔ اور یہ بات قطعاً معلوم ہے کہ پہلی قسم میں سیدنا امام حسن، سیدنا امام حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم ہیں۔ یہ اہل بیت نبوت میں سے ہیں۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا شمار بھی ان میں ہے۔ اس لیے کہ حضور ﷺ کے ظاہری پردہ فرمانے کے بعد ان کی عمر آٹھ سال تھی۔ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بھی انہی کم سن صحابہ میں سے ہیں۔ ان کا اپنا بیان ہے کہ میں سات سال کا تھا کہ مجھے حضور ﷺ کے ساتھ حج کرایا گیا۔

ان تمام صحابہ نے جو نوعمر تھے۔ نبی کریم ﷺ کی احادیث بیان فرمائی ہیں اور ان میں سے ہر ایک کو شرف صحبت حاصل ہے۔ حضور ﷺ کے دیدار سے شرف یاب ہوئے اور حضور ﷺ نے طوبیٰ لہ فرما کر ان کی تحسین فرمائی۔ ایک شخص نے حضور ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا:

يا رسول الله! أرأيتَ مَن رآكَ فآمن بك وصدَّقك واتَّبعك: ماذا له؟،

یا رسول اللہ ﷺ آپ کا اس شخص کے متعلق کیا خیال ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرے اور پیروی بھی کرے، اس کے لیے کیا ہے؟

اس حدیث کا ذکر بھی گزرا ہے۔

اعتراض چہارم: فتح مکہ کے بعد اسلام لانے والوں پر صحابی کا اطلاق نہیں

جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جو فتح کے سال یا اس سال کے بعد ایمان لائے، مالکی نے بالجزم کہا کہ وہ اصحاب میں داخل نہیں۔

حسن فرحان مالکی اپنی کتاب کے صفحہ ۲۵ کے حاشیہ پر لکھتا ہے۔

"لیکن طلقائے قریش، عتقائے ثقیف، اعرابی اور فتح مکہ کے بعد وفود میں آنے والے لوگ صحابہ کرام میں شامل نہیں اور نہ وہ مہاجرین وانصار کے حکم میں ہیں۔"

جواب:

یہ حقیقت معلوم ہے کہ جس نے ایمان لاکر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی نیز اتباع کی وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ہے۔ اس کی دلیل ابھی گذری ہے ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو فتح مکہ کے سال یا اس سال کے بعد اسلام لانے اور صحبت سے مشرف ہوئے۔ اسی طرح وہ جو آخری حج میں آئے۔

فتح مکہ کے سال اسلام لانے والوں میں بہت مشہور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے یزید بن سفیان رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ، حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ اور عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ کا گورنر بنایا ان کے علاوہ حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ اور عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابی جہل وغیرہم شامل ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب شام تشریف لے گئے تو حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور امرائے لشکر فوجی کمانڈر نے ان کا استقبال کیا اور بتایا کہ شام میں طاعون کی وبا پھیل گئی ہے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مہاجرین اولین سے مشورہ کیا، پھر انصار سے مشورہ کیا اس کے بعد ان قریشی سرداروں سے مشورہ کیا جنہوں نے فتح مکہ کے موقع پر بارگاہ رسالت کی طرف حاضری دی تھی۔ امام بخاری نے صحیح بخاری ۵۷۲۹ اور امام مسلم نے صحیح مسلم: ۲۲۱۹ پر روایت کی ہے۔

❖ صحیح بخاری کی روایات کے الفاظ ہیں کہ

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، خَرَجَ إِلَى الشَّأْمِ، حَتَّى إِذَا كَانَ بِسَرْغَ لَقِيَهُ أُمَرَاءُ الْأَجْنَادِ، أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ وَأَصْحَابُهُ، فَأَخْبَرُوهُ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِأَرْضِ الشَّأْمِ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَقَالَ

عُمَرُ: ادْعُ لِي المُهَاجِرِينَ الأَوَّلِينَ، فَدَعَاهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ، وَأَخْبَرَهُمْ أَنَّ الوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّأمِ، فَاخْتَلَفُوا، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: قَدْ خَرَجْتَ لِأَمْرٍ، وَلاَ نَرَى أَنْ تَرْجِعَ عَنْهُ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: مَعَكَ بَقِيَّةُ النَّاسِ وَأَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلاَ نَرَى أَنْ تُقْدِمَهُمْ عَلَى هَذَا الوَبَاءِ، فَقَالَ: ارْتَفِعُوا عَنِّي، ثُمَّ قَالَ: ادْعُوا لِي الأَنْصَارَ، فَدَعَوْتُهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ، فَسَلَكُوا سَبِيلَ المُهَاجِرِينَ، وَاخْتَلَفُوا كَاخْتِلاَفِهِمْ، فَقَالَ: ارْتَفِعُوا عَنِّي، ثُمَّ قَالَ: ادْعُ لِي مَنْ كَانَ هَا هُنَا مِنْ مَشْيَخَةِ قُرَيْشٍ مِنْ مُهَاجِرَةِ الفَتْحِ، فَدَعَوْتُهُمْ، فَلَمْ يَخْتَلِفْ مِنْهُمْ عَلَيْهِ رَجُلاَنِ، فَقَالُوا: نَرَى أَنْ تَرْجِعَ بِالنَّاسِ وَلاَ تُقْدِمَهُمْ عَلَى هَذَا الوَبَاءِ، فَنَادَى عُمَرُ فِي النَّاسِ: إِنِّي مُصَبِّحٌ عَلَى ظَهْرٍ فَأَصْبِحُوا عَلَيْهِ. قَالَ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الجَرَّاحِ: أَفِرَارًا مِنْ قَدَرِ اللَّهِ؟ فَقَالَ عُمَرُ: لَوْ غَيْرُكَ قَالَهَا يَا أَبَا عُبَيْدَةَ؟ نَعَمْ نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللَّهِ إِلَى قَدَرِ اللَّهِ، أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ لَكَ إِبِلٌ هَبَطَتْ وَادِيًا لَهُ عُدْوَتَانِ، إِحْدَاهُمَا خَصِبَةٌ، وَالأُخْرَى جَدْبَةٌ، أَلَيْسَ إِنْ رَعَيْتَ الخَصْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللَّهِ، وَإِنْ رَعَيْتَ الجَدْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللَّهِ؟ قَالَ: فَجَاءَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ - وَكَانَ مُتَغَيِّبًا فِي بَعْضِ حَاجَتِهِ - فَقَالَ: إِنَّ عِنْدِي فِي هَذَا عِلْمًا، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلاَ تَقْدَمُوا عَلَيْهِ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلاَ تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ» قَالَ: فَحَمِدَ اللَّهَ عُمَرُ ثُمَّ انْصَرَفَ۔

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام کی طرف روانہ ہوئے جب مقام سرغ پر پہنچے تو شامی محاذ کے کمانڈر حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء، آپ رضی اللہ عنہ سے ملے اور بتایا کہ سرزمین شام میں وبا پھیل چکی ہے اس پر آپ کے ہم راہیوں کے درمیان اختلاف ہوا بعض نے کہا ہم ایک امر مہم پر نکلے ہیں ہمارے نزدیک مناسب نہیں کہ واپس جائیں دوسروں نے کہا کہ آپ کے ساتھ خاص اور بقیہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ہمارے خیال کے مطابق آپ انہیں وباء میں نہ لے جائیں۔ سن کر فرمایا: اب جائیں۔ پھر فرمایا: انصار کو بلاؤ۔ تو میں نے ان کو آواز دی، پس آپ نے ان سے بھی مشورہ لیا اور انہوں نے بھی مہاجرین کی طرح اختلاف کیا بعض نے لوٹ چلنے اور بعض نے وباء میں جانے کا مشورہ دیا۔ آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے، اب جانے کی اجازت ہے۔ اس کے بعد فرمایا: اب بزرگان قریش کو بلاؤ، جو فتح مکہ کے وقت ہجرت کر کے آئے، چنانچہ میں نے انہیں بلایا تو انہوں نے بلا اختلاف کہا کہ آپ وبائی علاقہ میں نہ جائیں اور لوگوں کو واپس لے چلیں۔ ان کی بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں صبح ہی سوار ہونے والا ہوں، سب لوگ صبح سواریوں کی پشتوں پر ہوں۔ الحدیث

اس حدیث کے آخر میں ہے کہ:

اس کے بعد عبدالرحمن بن عوف آئے وہ کسی کام کی غرض سے گئے تھے اور موجود نہ تھے۔ انہوں نے کہا، اس

مسئلہ پر میرے پاس علم ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی زبان اقدس سے سنا کہ جب کسی علاقے میں وباء کا سنو تو اس میں نہ جاو اور اگر وباء زدہ علاقے میں ہو تو وہاں سے نہ بھاگو۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شکر خدا ادا کیا اور واپسی کا راستہ لیا۔ (صحیح بخاری ۷/ ۱۳۰ رقم الحدیث ۵۷۲۹ باب ما یذکر فی الطاعون)

یہ حدیث شریف اس امر میں واضح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ ان میں وہ سردار بھی تھے جو فتح مکہ کے سال اسلام لائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طاعون زدہ علاقے میں نہ جانے اور سفر شام سے لوٹ آنے کا فیصلہ ان صحابہ کے مشورہ سے ہوا۔ پھر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنے علم میں موجود حدیث شریف سے تصدیقی خبر دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے، اللہ تعالی کا شکر ادا کیا اور واپسی کے لیے رخت سفر باندھا۔

مالکی کا مائیہ استدلال

حسن مالکی نے اپنے اس دعوی کے اثبات میں بہت سی آیات اور احادیث و آثار کو پیش کر کے استدلال کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے صحبت صلح حدیبیہ سے پہلے کے مہاجرین و انصار تک محدود و مقصور ہے حالانکہ اس نے جو آیات و احادیث پیش کی ہیں ان میں اس کے دعوی پر دلالت کرنے والی کوئی چیز نہیں۔ کیوں کہ یا تو وہ ایسی نصوص ہیں جن میں مطلق مہاجرین و انصار کا ذکر اور ان کی شان و تعریف کا بیان ہے اور یہ حق ہے مگر ان میں ایسی دلالت نہیں کہ صحبت کا شرف مہاجرین و انصار ہی ہیں محدود ہے۔ دوسروں کے لیے ایسا شرف نہیں، یا پھر وہ آیات و احادیث ہیں جن میں عام صحابہ کرام کی تعریف ہے مگر حسن مالکی نے زبردستی اس کو مہاجرین و انصار پر محدود و محمول کیا یا ایسی احادیث و روایات اور آثار ہیں جن میں کسی صحابی نے دوسرے اصحاب کا ذکر کیا۔ جن میں متکلم اور مخاطب کو صحابہ کی تعریف سے خارج کرنے کی دلیل نہیں پائی جاتی۔ جیسا کہ اس کی وضاحت عنقریب تفصیلی کثیر دلائل میں مذکورہ ہوگی۔

واضح رہے کہ میں نے حسن مالکی کی پیش کردہ ہر دلیل پر گرفت نہیں کی کیوں کہ بعض دلائل کے جوابات دیگر دلائل کے جوابات سے بے نیاز کر دیتے ہیں اور ان جوابات کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ حسن مالکی کے ترتیب دلائل کے مطابق رد جواب کی ترتیب نہیں رکھی بلکہ کبھی مقدم دلیل سے پہلے متاخر دلیل کا جواب دیا ہے۔

مالکی کا سورۃ توبہ کی آیت کریمہ سے استدلال

مالکی کا آیت ذیل سے استدلال ہے کہ

لَقَدْ تَابَ اللهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالأَنصَارِ. (سورۃ توبہ: ۱۱۷)

بیشک اللہ کی رحمت متوجہ ہوئی نبی پر اور ان مہاجرین اور انصار پر۔

حسن فرحان مالکی اپنی کتاب کے ص ۲۵ ۔ ۲۷ پر لکھتا ہے کہ

دلیل اول: غزوہ تبوک و طائف کے محاصرہ کے واپسی کے بعد ۹ ھ نو ہجری میں رونما ہوا۔ اس میں مسلمانوں کی تعداد تیس

ہو گی۔ مہاجرین وانصار کی تعداد کم تھی اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انہی کی تعریف فرمائی جیسا کہ کلام ربانی ہے۔

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (سورۃ توبہ:۱۱۷)

بیشک اللہ کی رحمت متوجہ ہوئی نبی پر اور ان مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے مشکل وقت میں نبی کی پیروی کی حالانکہ قریب تھا کہ ان میں سے بعض لوگوں کے دل ٹیڑھے ہوجاتے پھر اللہ کی رحمت ان پر متوجہ ہوئی۔ بیشک وہ ان پر نہایت مہربان، بڑا رحم فرمانے والا ہے۔

...کی کا ایک سوال پر جواب دینے کی کوشش

...کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ خبر کیوں نہ دی کہ اس نے غزوہ تبوک کے سارے لشکر رسول اللہ ﷺ پر کرم ...فرماتے ہوئے سب کی توبہ قبول فرمائی ہے اور یہ کیوں نہ فرمایا:

لقد تاب الله على النبي والذين آمنوا الذين اتبعوه في ساعة العسرة...؟! أو ... على النَّبِيِّ والمؤمنين...؟!

...تحقیق اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ پر رحمت کی نظر ڈالی اور ان اہل ایمان پر جنہوں نے مشکل کی گھڑی میں آپ کا ساتھ دیا۔ اس کا جواب واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہاجرین وانصار کو توبہ اور نظر کرم سے خاص کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ دیگر اہل ایمان ان کے مقام ومرتبہ پر فائز نہیں۔ لہٰذا ان کی توبہ پر جزمی یقین رکھنا صحیح نہیں۔ ہم ان کے متعلق خاموشی اختیار کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے سکوت فرمایا گویا اللہ تعالیٰ نے مہاجرین وانصار کی تعریف فرما کر اس جانب اشارہ فرمادیا کہ دوسرے اہل ایمان ان سے الگ ہیں اور مہاجرین وانصار اپنے گذشتہ عظیم وجلیل کارناموں کے باعث اس کرم نوازی اور توبہ کے مستحق ٹھہرے۔ نیز یہ ترغیب واشارہ ہے کہ جیش عسرۃ کے شرکاء کو چاہیے کہ مہاجرین وانصار کی بہت زیادہ تقلید کریں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف توجہ فرمائے اور ان کی توبہ قبول کرے جس طرح اس نے مہاجرین وانصار کی طرف توجہ کی اور توبہ قبول فرمائی۔ حیرانگی کی بات ہے کہ معاملات کو خلط ملط کرنے والے بعض لوگ سابقہ آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام صحابہ کی توبہ قبول فرمائی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ایسا کر کے تمام اہل ایمان کے لیے اس روز قبول توبہ کا معاملہ ...کر سکتا تھا مگر اس نے خاص حکمت کے تحت توبہ کا معاملہ مہاجرین وانصار تک محدود رکھا۔ الخ

...اس تحریر اور سوال وجواب پر حاشیہ میں یہ اضافہ کرتا ہے۔

"یہ لوگ صحابہ کی تعریف ومفہوم سے ہر اس شخص کا قصد کرتے ہیں جو دیدار مصطفی ﷺ سے بہرہ مند ہوا ہو یا ہر اس مسلمان کو صحابی کہتے ہیں جسے حضور ﷺ سے ملنے کا شرف حاصل ہوا ہو۔ کہتے تو یہ ہیں مگر ان کے ...لفظ پر جمے ہوئے ہیں۔"

مالکی کے استدلال کا رد بلیغ

مالکی کے استدلال کا جواب کئی وجہ پر ہے۔

وجہ اول:

یہ آیت کریمہ ان مہاجرین وانصار کے لیے اللہ تعالیٰ کی خاص کرم نوازی اور خصوصی توجہ کی آئینہ دار ہے جو غزوہ تبوک میں حضور ﷺ کے ہم رکاب تھے لیکن اس میں مطلقاً کوئی ایسی دلیل نہیں جو مالکی کے دعویٰ کے مطابق شرف صحبت کو حدیبیہ سے پہلے اسلام لانے والے مہاجرین وانصار کے ساتھ خاص کرتی ہے جس کی خاطر مالکی نے اس آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے حالانکہ پہلے لکھ چکا کہ میں ایسے دلائل ذکر کروں گا جو ہر اس شخص کے لیے صحبت کے عموم وشمول پر دلالت کریں گے جسے حضور ﷺ کی صحبت میں آنا نصیب ہوا یا اس نے حدیبیہ کے بعد دنیا سے ظاہری پردہ کرنے تک حضور ﷺ کی زیارت کی۔

وجہ دوم:

وجہ دوم یہ ہے کہ آیت کریمہ ہر اس شخص کے لیے اللہ تعالیٰ کی نظر کرم اور توجہ پر دلالت کرتی ہے جو فتح مکہ سے پہلے اور صلح حدیبیہ کے بعد مسلمان ہوا اور پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ ان میں حضرت ابو موسیٰ الاشعری، حضرت ابو ہریرہ، حضرت خالد بن ولید اور حضرت عمرو بن العاص وغیرہم شامل ہیں۔ رضی اللہ عنہم۔ مالکی نے اس صف سے خارج کر دیا جب کہ پہلے لکھ چکا ہوں کہ میں ان دلائل کو ذکر کروں گا جو فتح مکہ تک قابل تعریف ہجرت کے جاری رہنے پر دلالت کرتے ہیں۔

وجہ سوم:

آیت کریمہ اگرچہ غیر مہاجرین وانصار کے قبول توبہ پر نص نہیں مگر جو لوگ فتح مکہ کے بعد اسلام لائے اور نبی کریم ﷺ کے ہم رکابی میں تبوک کی طرف نکلے، اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ان کی محرومی کی کوئی دلیل نہیں بلکہ صحیح احادیث میں ان لوگوں کے لیے بھی ایسے اجر وثواب کا ثبوت ہے جو بوجہ عذر ومجبوری تبوک کی طرف نہ نکلے جیسے تبوک کی طرف نکلنے والوں کا اجر وثواب ہے۔

❖ امام بخاری نے صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيلُ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجَعَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ فَدَنَا مِنَ الْمَدِينَةِ، فَقَالَ: «إِنَّ بِالْمَدِينَةِ أَقْوَامًا، مَا سِرْتُمْ مَسِيرًا، وَلاَ قَطَعْتُمْ وَادِيًا إِلَّا كَانُوا مَعَكُمْ»، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَهُمْ بِالْمَدِينَةِ؟ قَالَ: «وَهُمْ بِالْمَدِينَةِ، حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ»

رسول اللہ ﷺ جب غزوہ تبوک سے لوٹے اور ہم مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو فرمایا: مدینہ منورہ میں ایسے لوگ ہیں جو تمہاری ساری مسافت یعنی سفر اور عبور وادی میں تمہارے ساتھ تھے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ وہ تو مدینہ منورہ میں رہ گئے تھے۔ فرمایا ہاں وہ مدینہ منورہ میں تھے۔ انہیں ان کی معذوری اور مجبوری نے روک دیا تھا۔ یعنی عذر نہ ہوتا تو تمہارے ہم رکاب ہوتے۔

(صحیح بخاری، ٦/ ٨ رقم ٤٤٢٣)

﴿ صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزَاةٍ، فَقَالَ: «إِنَّ بِالْمَدِينَةِ لَرِجَالًا مَا سِرْتُمْ مَسِيرًا، وَلَا قَطَعْتُمْ وَادِيًا، إِلَّا كَانُوا مَعَكُمْ، حَبَسَهُمُ الْمَرَضُ»،

ایک غزوہ میں ہم حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک مدینہ منورہ میں ایسے مرد ہیں کہ جو تمہارے ساتھ تھے، انہیں بیماری نے روک رکھا تھا۔ (صحیح مسلم ٣/ ١٥١٨ رقم ١٩١١)

﴿ امام مسلم نے ایک دوسرے سند بھی نقل کی ہے۔

وحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، ح وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، ح وحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ، غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ وَكِيعٍ: «إِلَّا شَرِكُوكُمْ فِي الْأَجْرِ»

حضرت جابر رضی اللہ عنہ تک جانے والی ایک سند ہے، اس میں الفاظ کا اضافہ ہے کہ مگر وہ تمہارے اجر میں شریک و شامل تھے۔ (صحیح مسلم ٣/ ١٥١٨ رقم ١٩١١)

جب لطف وعطا کی یہ حالت ہے تو میاں حسن فرحان مالکی، تم اللہ تعالی کے کرم کی اس وسعت میں کیوں رکاوٹ ڈالتے ہو اور اہل فضیلت کی اس شان پر کیوں کنجوسی کرتے ہو۔ اور اس فضیلت کے باعث اللہ تعاولی نے ان پر کرم نوازی کی اور اس فضیلت کے حاملین طلقاء وغیرہ تھے۔ نیز وہ اہل فضیلت جو غزوہ بدر میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ ان میں سے انصار تھے جو ہجرت کی فضیلت تو نہ پا سکے مگر جہاد، نیت اور دعوت جہاد پر دشمن کی طرف نکلنے سے محروم نہ ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔

أن النبي ﷺ قال يومَ الفتح: لا هجرةَ بعد الفتح، ولكن جهادٌ ونيَّةٌ، وإذا استُنفِرْتُم فانفِروا۔

فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں مگر جہاد اور نیت کی فضیلت ہے جب تمہیں جہاد کے لیے نکلنے کا کہا جائے تو نکل پڑو۔

(صحیح بخاری: ٢٨٢٥)

اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم نے صحیحین میں روایت کیا جب کہ یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

مقام غور ہے کہ انصار کی تعریف قران حکیم میں آئی۔ان کی نصرت رسالت کے باعث وصف انصار کسے یاد فرمایا یعنی انہوں نے ہجرت نہیں کی جب کہ مہاجرین کونصرت کے ساتھ ہجرت کا وصف بھی حاصل ہوااور جولوگ مہاجرین وانصار میں سے نہ ہوئے مگر نبی کریم ﷺ کی نصرت واعانت کی اور راہ خدا میں حضور ﷺ کے ساتھ چلے اور جہاد کیا ان کو اجمالا اس وصف کا حصہ مل گیا اور نبی کریم ﷺ کا دست و بازو بننے کے باعث انہیں بارگاہ خداوندی سے بہت بڑا اجرو ثواب حاصل ہوا۔کیونکہ اللہ تعالی نے ان لوگوں کی فضیلت اور اجر وثواب کی خوش خبری دی جو ایمان سے منور ہوئے اور حضور ﷺ کے ہمراہ غزوات میں شامل ہوئے۔ان لڑائیوں میں ایک غزوہ تبوک بھی تھا۔اللہ تعالی فرماتا ہے۔

{لَكِنِ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ وَأُولَئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ أَعَدَّ اللهُ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ}.

(سورۃ توبہ:۸۸-۸۹)

لیکن رسول اور جوان کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے اپنے مالوں جانوں سے جہاد کیا اور انہیں کے لیے بھلائیاں ہیں اور یہی مراد کو پہونچے اللہ نے ان کے لیے تیار کر رکھی ہیں بہشتیں جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں گے یہی بڑی مراد ملنی ہے۔

اللہ تعالی نے خبر دی ہے کہ وہ اپنے رسول ﷺ اور آپ کی پیروی کرنے والے اہل ایمان کے لیے کافی ہے فرمایا:

{يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ}.(سورۃ الانفال:٦٤)

اے نبی! اللہ تمہیں کافی ہے اور جو مسلمان تمھارے پیرو کار ہیں۔

مالکی کا آیت "السابقون الاولون" سے استدلال

آیت کریمہ ہے۔ وَالسَّابِقُونَ الأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالأَنصَار (توبہ:١٠٠)

اور بیشک مہاجرین اور انصار میں سے سابقین اولین اور دوسرے وہ جو بھلائی کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے ہیں ان سب سے اللہ راضی ہوا اور یہ اللہ سے راضی ہیں اور اس نے ان کیلئے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے، یہی بڑی کامیابی ہے۔

- مالکی اپنی کتاب ص ۲۷ تا ص ۲۸ پر لکھتا ہے۔

دوسری دلیل اس کے دعوی پر آیت سابقین والین ہے۔اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے تین گروہوں کی خبر دی جو سب کے سب نبی کریم ﷺ کے پاک زمانے میں تھے۔

پہلا گروہ: مہاجرین وسابقین کا گروہ ہے، اس اولین کی قید سے متاخرین مہاجرین خارج ہو گئے جیسے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ان سابقین میں ان کے بیٹے بھی شامل نہیں نہ ہی اہل وفود جو مدینہ منورہ میں نہ رہے خواہ انہوں نے صلح حدیبیہ سے

پہلے اسلام قبول کیا۔

دوسرا گروہ: یہ اولین انصاور کا گروہ ہے جن میں مہاجرین کی اولاد کی طرح ان کے بیٹے شامل نہیں۔

تیسرا گروہ: یہ اچھائی کے ساتھ مہاجرین و انصار کی پیروی کرنے والا گروہ ہے۔ جیسے صلح حدیبیہ کے بعد ہجرت کرنے والے اور عرب وفود جو ایام ارتداد میں اسلام پر قائم رہے ان میں مہاجرین اور انصار کی اولاد بھی ہے اور کبھی قریش کے طلقاء اور نبو ثقیف کے عتقاء یعنی آزاد شدہ اور دیگر اہل ایمان شامل کر لیے جاتے ہیں۔ جن کے اسلام میں حسن پیدا ہوا۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے مہاجرین و انصار کے لیے احسان یعنی خوبی کی شرط نہیں رکھی کیوں کہ کمزوری کے زمانے میں ہجرت و نصرت دونوں اوصاف مال خرچ کرنے اور جہاد کرنے کے نقیض ہیں اور یہ دونوں افضل اعمال ہیں۔ ان کے ساتھ احسان کی من المہاجرین بالاحسان والانصار بالاحسان نہیں فرمایا۔ کیوں کہ اگر کوئی ایسی ہجرت کرے جس کا تقاضہ ملک و اولاد چھوڑنا ہو، تو یہ احسان کی انتہاء اور کمال ہے۔ یہ ہی صورت نصرت کی ہے جو عرب قبائل کو انصار مدینہ کے خاف صف آرائی کے لیے لے آئی۔ اور اسی طرح ہجرت کے ابتدائی ایام میں انصار کی نصرت کی اور مشقت برداشت کی۔ ایسی نصرت کو قید احسان کے ضرورت نہیں، کیوں کہ نصرت کا عمل احسان کا بلند ترین مقام ہے۔

جب اسلام اور مسلمانوں کی طاقت بڑھ گئی تو بارگاہ رسالت کی طرف ہجرت کی مصلحت مہاجرین کی طرف لوٹنے لگی اس سے پہلے ہجرت کی مصلحت کا رخ نبی اکرم ﷺ اور مہاجرین کی طرف تھا۔ فتح مکہ کے بعد ہجرت کر کے مرکز اسلام میں مسلمانوں سے جا ملنا کثرت مال اور حفاظت جان کے باعث غنیمت اور سلامی کی ضمانت بن گیا۔

ان تمام وجوہات کی بناء پر ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالی مدح و ثناء کو صرف مہاجرین و انصار میں کیوں مقصور و محدود کیا پھر مہاجرین کے ساتھ سابقین کی قید سے واضح کر دیا کہ یہ ہی شرعی ہجرت والے مہاجرین ہیں۔

حسن مالکی کے دوسرے استدلال کے جوابات:

حسن مالکی کے اس استدلال کے کئی جوابات ہیں۔

جواب اول:

اس آیت کریمہ میں اس دعوی کی کوئی دلیل نہیں جس کے لیے آیت کریمہ کو پیش کیا گیا۔ مالکی کا دعوی ہے کہ شرعی صحبت حدیبیہ سے قبل اسلام لانے والے مہاجرین و انصار پر مقصور ہے۔ پھر مالکی کے نزدیک سیاق آیت میں حرف من زائد ہے اور یہ مالکی کی خطاء ہے۔ کیوں کہ قران حکیم میں یہ واحد مقام نہیں جس میں حرف من زائد ہو۔

جواب ثانی:

آیت کریمہ میں مہاجرین کا وصف سابقین آیا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مہاجرین میں سابقین بھی ہیں اور

متاخرین بھی۔ حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں وہ قول ذکر کیے۔

۱) سابقین مہاجرین سے مراد وہ ہیں جنہوں نے حدیبیہ کے سال بیعت رضوان کی۔

۲) سابقین سے مراد وہ اصحاب ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی، جب کہ تحویل قبلہ کا واقعہ ہجرت مدینہ کے سولہ ماہ بعد رونما ہوا۔

پہلے قول کی روشنی میں مہاجرین متاخرین وہ حضرات ہیں جنہوں نے صلح حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ سے پہلے ہجرت کی ان میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ ہیں۔ مالکی نے انہیں مدح و ثناء والی صحبت سے خارج کر دیا اور قابل تعریف ہجرت سے بے تعلق بنا دیا۔

جواب ثالث:

بے شک سابقین مہاجرین و انصار کی پیروی کرنے والے دو قسم کے ہیں۔

قسم اول:

وہ صحابہ کرام جو صحبت و دیدار مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے۔

قسم دوم:

جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور دیدار کی دولت نہ پا سکے۔ یہ حضور اقدس رضی اللہ عنہ کے زمانہ پاک میں بھی تھے اور جو بعد میں ہوئے۔ ان سب کو اجر عظیم نصیب ہوگا جس کا اس آیت کریمہ میں وعدہ ہے۔

جواب رابع:

یہ جو حسن مالکی نے صلح حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ سے پہلے کے مہاجرین کے متعلق ذکر کیا ہے کہ

"ہجرت کا فائدہ حکمت کے ساتھ مہاجرین کی طرف لوٹتا ہے، اس سے پہلے اس کا فائدہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین کی طرف جاتا تھا۔"

حسن مالکی کا یہ نظریہ ٹھیک نہیں۔ کیوں کہ جہاد کی مصلحت مجاہد کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل اسلام کی طرف لوٹتی ہے اس کی بہت واضح مثال حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ہے۔ یہ مصلحت انہیں غزوات میں شمولیت اور سخت آزمائش کے باعث حاصل ہوئی۔ ان میں سے ایک غزوہ موتہ ہے جس میں وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ تین کمانڈروں کے بعد کمانڈر بنے اور ان کی کمان میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔

❖ صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

حدثنا أحمد بن واقد، حدثنا حماد بن زيد، عن أيوب، عن حميد بن هلال، عن أنس رضي الله عنه، أن النبي صلى الله عليه وسلم نعى زيدا، وجعفرا، وابن رواحة للناس قبل أن يأتيهم خبرهم، فقال: «أخذ الراية زيد فأصيب، ثم أخذ جعفر فأصيب، ثم أخذ ابن رواحة فأصيب» وعيناه تذرفان: «حتى أخذ الراية سيف من سيوف الله، حتى فتح الله عليهم»

نبی اکرم ﷺ نے حضرت زید، حضرت جعفر اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کے بعد صحابہ کرام کو خبر دی اس خبر سے پہلے حضور ﷺ نے فرمایا: زید نے علم لیا اور مرتبہ شہادت پر فائز ہو گئے پھر جعفر نے علم اٹھایا اور شہید ہو گئے، ان کے بعد عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے علم بلند کیا اور جام شہادت پی لیا۔ خبر دیتے وقت حضور ﷺ کی مبارک آنکھیں اشک بار ہو رہی تھیں۔ یہاں تک کہ علم سیف من سیوف اللہ، اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار، خالد سیف اللہ نے لیا اور اللہ تعالی نے اہل ایمان کو فتح عطا کی۔

(صحيح بخاری ٥/ ١٤٣ رقم ٤٢٦٢)

بڑے تاسف ہے کہ فرحان مالکی کی اس باطل رائے اور فاسد تعریف صحبت پر اللہ کی تلوار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو شرف صحبت رسول اللہ ﷺ سے محروم ٹھہرتی ہے۔

اس کی ایک واضح مثال حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو سفیان بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما کی ہے۔ جن کا شمار طلقاء میں ہوتا ہے، ثابت ہے کہ غزوہ حنین میں جب لوگوں کے قدم اکھڑ گئے تھے تو وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے۔

❖ صحیح مسلم میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

وحدثني أبو الطاهر أحمد بن عمرو بن سرح، أخبرنا ابن وهب، أخبرني يونس، عن ابن شهاب، قال: حدثني كثير بن عباس بن عبد المطلب، قال: قال عباس: شهدت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم حنين، فلزمت أنا وأبو سفيان بن الحارث بن عبد المطلب رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم نفارقه، ورسول الله صلى الله عليه وسلم على بغلة له بيضاء أهداها له فروة بن نفاثة الجذامي، فلما التقى المسلمون والكفار ولى المسلمون مدبرين، فطفق رسول الله صلى الله عليه وسلم يركض بغلته قبل الكفار، قال عباس: وأنا آخذ بلجام بغلة رسول الله صلى الله عليه وسلم أكفها إرادة أن لا تسرع، وأبو سفيان آخذ بركاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «أي عباس، ناد أصحاب السمرة»، فقال عباس: وكان رجلا صيتا، فقلت بأعلى صوتي: أين أصحاب السمرة؟ قال: فوالله، لكأن عطفتهم حين سمعوا صوتي عطفة البقر على أولادها، فقالوا: يا لبيك، يا لبيك،

حضرت عباس رضی اللہ فرماتے ہیں کہ جنگ حنین میں مجھے نبی اکرم ﷺ کی رفاقت حاصل تھی پس میں اور ابوسفیان، حضور ﷺ کے ساتھ وابستہ رہے اور مطلقاً جدا نہ ہوئے۔ حضور ﷺ اپنے سفید خچر پر سوار تھے جو فروہ بن نفاثہ نے آپ ﷺ کو بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔

(صحیح مسلم ۳/ ۱۳۹۸ رقم ۱۷۷۵)

جب مسلمانوں کا کافروں سے سامنا ہوا تو مسلمان بھاگے اس وقت حضور ﷺ خچر کو ایڑ لگا کر کفار کی طرف بڑھ رہے تھے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں خچر کی لگام اس ارادے سے تھامے تھا کہ کہیں تیزی سے آگے نہ نکل جائے۔ ابو سفیان نے نبی اکرم ﷺ کی رکاب تھام رکھی تھی تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: عباس، اصحاب شجرہ یعنی درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں کو آواز دو۔ چنانچہ میں بلند آواز میں صدا دی، اصحاب شجرۃ کہاں ہیں۔ میری اس پکار وہ اس طرح لوٹے جس طرح شیر دار گائیں اپنے بچھڑوں کی طرف لپکتی ہیں وہ اس وقت کہ رہے تھے۔ یالبیک، یالبیک۔

یہ دونوں جلیل القدر صحابہ حضور ﷺ کے چچا اور چچازاد ہیں جو روز حنین حضور ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے اور بھاگے نہیں۔ اس غزوہ میں دونوں کے اسلام کی مصلحت حضور ﷺ کی طرف لوٹی، جب کہ مالکی کی بدبختی ہے کہ وہ ان دونوں کے شرف صحابیت کا اعتبار نہیں کرتا۔ کیوں کہ وہ صلح حدیبیہ کے بعد کا ہے۔ اور مالکی اس شرف کو مہاجرین وانصار قبل حدیبیہ تک محدود ٹھہراتا ہے۔

جواب خامس:

مالکی کا دعوی ہے کہ فتح مکہ کے بعد مسلمانوں سے جاملنا کثرت مال اور حفاظت جاں کے باعث غنیمت اور سلامتی ہے۔ یہ دعوی بھی صحیح نہیں کیونکہ راہ خدا میں لڑنے والے کا قتل سے بچ جانا یقینی امر نہیں بلکہ ایسا مجاہد کبھی مرتبہ شہادت پر فائز ہو جاتا ہے اور کبھی سلامت رہتا ہے۔

جواب سادس:

مالکی کا دعوی ہے کہ مہاجرین کے بیٹے ان کے شرف میں شریک نہیں۔ اسی طرح انصار کی اولاد بھی ان کے شرف میں شامل نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ شرف تو مہاجرین وانصار کے لیے خاص ہے جبکہ مالکی قبل ازیں لکھ چکا ہے کہ میں نے حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہونے والے مہاجرین اور انصار کے بچوں کو صحابہ میں ذکر کیا ہے۔ بخلاف ان کے جو حضور ﷺ کا دیدار نہ کر سکے۔

حسن فرحان مالکی کا آیات حشر سے استدلال

حسن فرحان مالکی اپنی کتاب ص ۳۰۔۳۱ پر لکھتا ہے،

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلاً مِنَ اللهِ وَرِضْوَانًا وَيَنصُرُونَ اللهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ وَالَّذِينَ تَبَوَّؤُوا الدَّارَ وَالإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلاَ يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ وَالَّذِينَ جَاؤُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالإِيمَانِ وَلاَ تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلاً لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ. (سورہ حشر :۸۔۱۰)

ان فقیر مہاجروں کے لیے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکالے گئے اس حال میں کہ اللہ کی طرف سے فضل اور رضا چاہتے ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں ،وہی لوگ سچے ہیں ۔اور وہ جنہوں نے ان (مہاجرین) سے پہلے اس شہر کو اور ایمان کو ٹھکانہ بنالیا وہ اپنی طرف ہجرت کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور وہ اپنے دلوں میں اس کے متعلق کوئی حسد نہیں پاتے جو ان کو دیا گیا اور وہ اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں خود حاجت ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچالیا گیا تو وہی لوگ کامیاب ہیں ۔اور ان کے بعد آنے والے عرض کرتے ہیں :اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کیلئے کوئی کینہ نہ رکھ ،اے ہمارے رب! بیشک تو نہایت مہربان ،بہت رحمت والا ہے۔

میں حسن فرحان مالکی کہتا ہوں۔

اس آیت کریمہ میں بھی اللہ تعالی نے مدح و ثناء کو مہاجرین و انصار کے محدود رکھا اور ان کی نشانیاں ہمیں بتائیں۔پھر بعد والوں کا ذکر احسان کی شرف کے ساتھ جداگانہ کیا جو صالح اعمال کی طرف منسوب و مضاف ہے۔جس کی بڑی نشانی مہاجرین سابقین اور انصار کے لیے دعا ہے اور ان کے ساتھ بغض و عداوت اور سب و شتم سے برات و بے زاری ہے۔ان سے مراد فقط مہاجرین و انصار ہیں ،جیسا کہ گذشتہ آیات اس پر صراحت و وضاحت سے دلالت کرتی ہیں۔امام بغوی رحمہ اللہ علیہ آیت والذین اتبعوھم باحسان کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

{والَّذِينَ جَاؤُوا مِن بَعْدِهِمْ} يعني التابعين، وهم الذين يجيئون بعد المهاجرين والأنصار إلى يوم القيامة. اهـ.

یعنی ایک تفسیری قول یہ ہے کہ {وَالَّذِينَ جَاؤُوا مِن بَعْدِهِمْ} سے مراد وہ لوگ ہیں جو ایمان و ہجرت یا

نصرت میں روز قیامت تک مہاجرین وانصار کے راستہ پر چلیں گے۔

میں حسن فرحان مالکی کہتا ہوں کہ

"یہ امام بغوی کی طرف سے اقرار ہے کہ جو مہاجرین وانصار کے بعد ہوئے ان کو تابعین کا نام دیا جائے گا۔یعنی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، عمرو بن العاص سے ہوتے ہوئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ولید رضی اللہ عنہ تک اور ہمارے اس زمانے کے ان تمام لوگوں تک تابعین کہلائیں گے اور سب کو حکم ہے کہ مہاجرین وانصار سے محبت کریں جن کے وجود سے اسلام کی بنیاد اٹھی۔اور وہ مضبوط قدموں پر قائم ہوا۔تمام لوگوں کو حکم ہے کہ وہ مہاجرین وانصار کے لیے دعا اور استغفار کریں کیوں کہ اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہی لوگ دین حق کے قیام کا سبب ہیں۔بلکہ اس فریضہ کو سرانجام دینے کا ابتدائی حکم تو انہیں صلح حدیبیہ کے بعد فتح مکہ تک اسلام لانے والوں کو ہے اور پھر جو ان کے بعد ایمان لائے انہیں اس کا حکم ہے۔"الخ

دعا و استغفار کے حکم اور سب وشتم سے منع پر مالکی نے جو حاشیہ تحریر کیا اس کے الفاظ یہ ہیں۔

وهذا الإحسان لَم يفعله بعضُ الطُّلَقاء كمعاوية والوليد بن عُقبة وبُسر بن أبي أرطاة والذين حاربوا السابقين كعليٍّ وعمّار والبدريِّين والرِّضوانيِّين الذين كانوا مع علي، بالإضافة إلى سبِّهم عليًّا على المنابر، وسَنِّ هذه السنة السيِّئة، إذن فالذين طعنوا في الصحابة هم أولئك الطُّلَقاء، وهم أوَّلُ من خالف الأمر الإلهي بالاستغفار للذين سبقونا بالإيمان!!

بعض طلقاء نے اس احسان پر عمل نہ کیا جیسے معاویہ، ولید بن عقبہ، بسر بن ابی ارطاہ اور ان لوگوں نے جو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے ساتھ دینے والے بدری اور رضوانی صحابہ کے ساتھ معرکہ آراء ہوئے اور ساتھ ہی حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو منبروں پر گالیاں دیں اور اس بری سنت کو جاری کیا۔پس یہ صحابہ پر طعن کرنے والے طلقاء ہی تھے اور وہ پہلے لوگ تھے جنہوں نے ایمان میں سبقت لے جانے والوں کے لیے استغفار کے حکم خداوندی کی مخالفت کی۔

پھر حسن فرحان مالکی نے {وَالَّذِينَ سَبَقُونَا بِالإِيمَانِ} کی تشریح کرتے ہوئے اگلے قول پر حاشیہ لکھا۔

وعلى هذا فلا حُجَّة للذين يستدلُّون بهذه الآيات على وجوب السكوت عن دراسة التاريخ وذِكر الظالمين بظلمِهم والعادلين بعدلِهم؛ حتى يعرفَ الناسُ موطنَ القُدوة والتأسِّي من السلف!!

اس بناء پر ان لوگوں کے لیے کوئی حجت نہیں جو ان آیات کے تاریخ کے مطالعہ اور ظالموں کے ظلم اور عادلوں کی عدل پر لازما خاموش رہنے پر استدلال کرتے ہیں تاکہ لوگ مقام قیادت اور نمونہ سلف پر آگاہ ہو سکیں۔

فرحان مالکی کے آیات حشر سے استدلال کا جواب

حسن فرحان مالکی سورہ الحشر کی آیات سے جو استدلال کیا ان کے جوابات کئی وجہ پر ہیں۔

اول:

یہ تینوں آیات مصارف فے کی وضاحت میں ہیں اور ان میں مہاجرین وانصار کی مدح وثنا بھی ہے مگر ان آیات میں حسن مالکی کے مزعوم نکتہ نگارہ کی کوئی دلیل نہیں۔

دوم:

تیسری آیت کریمہ ان لوگوں کے متعلق ہے جو مہاجرین اور انصار کے بعد آئیں گے وہ مہاجرین وانصار کے سابق الایمان ہونے کی وجہ سے ان کے حق میں دعا کریں گے نیز اہل ایمان کے ساتھ کینہ وعداوت سے دلوں کی سلامتی طلب کریں گے مگر اس آیت اور سابقہ دو آیات میں صلح حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ سے پہلے ایمان لانے والوں مثلاً حضرت خالد بن ولید، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے شرف صحبت وہجرت سے خارج اور محروم ہونے کا ذکر نہیں جیسا کہ فرحان مالکی کا زعم اور دعوی ہے۔

سوم:

بعض مہاجرین سابقین مثلاً حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے ساتھ فتح مکہ والے سال یا اس سے پہلے یا اس کے بعد اسلام قبول کرنے والوں کو جو اختلاف ہوا۔ وہ اس کا تقاضہ نہیں کرتا کہ ان پر تنقید اور ان کے خلاف زبان درازی کی جائے بلکہ ان سب کی محبت، ان کی مدح وثناء، ان کے لیے دعا ضروری ہے۔ اور ان کے درجات ومراتب پر ان کو رکھنا اور سمجھنا واجب ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ان سب کو بھلائی کا وعدہ دیا گیا ہے۔ ان کے دلوں میں باہم عداوت وکینہ کا جو بوجھ تھا اللہ تعالی نے اسے نکال باہر کیا اور اگر کچھ شائبہ باقی ہے تو اسے بھی نکال دے گا۔ جب کہ اللہ تعالی نے اس کی خبر قرآن حکیم میں دی ہے اور اس کا ذکر سورۃ اعراف اور سورۃ حجر میں آیا ہے۔

- سورۃ الاعراف میں ہے۔

وَ نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۫ وَ مَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْ لَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ وَ نُوْدُوْۤا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (سورۃ اعراف:۴۳)

اور ہم نے ان کے سینوں سے بغض وکینہ کھینچ لیا، ان کے نیچے نہریں بہیں گی اور وہ کہیں گے: تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں اس کی ہدایت دی اور ہم ہدایت نہ پاتے اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتا۔ بیشک ہمارے

رب کے رسول حق لائے اور انہیں ندا کی جائے گی کہ یہ جنت ہے، تمہیں تمہارے اعمال کے بدلے میں اس کا وارث بنادیا گیا۔

• سورہ حجر آیت ۴۷ میں ہے۔

وَ نَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ۔(سورہ حجر:۴۷)

اور ہم نے ان کے سینوں میں جو کچھ کینے تھے سب کھینچ لیے آپس میں بھائی ہیں تختوں پر روبرو بیٹھے

❖ مفسر شوکانی نے آیت حشر کی آیت وَالَّذِيْنَ جَاۗءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ کی تفسیر میں لکھا۔

وَالَّذِيْنَ جَاۗءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔(سورۃ حشر :۱۰)

اوران کے بعد آنے والے عرض کرتے ہیں : اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کیلئے کوئی کینہ نہ رکھ،اے ہمارے رب! بیشک تو نہایت مہربان، بہت رحمت والا ہے۔

❖ شوکانی لکھتا ہے یعنی کہ جولوگ مہاجرین وانصار کے بعد آئے وہ بھلائی کے ساتھ پیروی کرنے والے روزقیامت تک تابعین باحسان میں شمار ہیں۔ قاضی شوکانی مزید لکھتا ہے۔

أَمَرَهُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ بَعْدَ الِاسْتِغْفَارِ لِلْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ أَنْ يَطْلُبُوا مِنَ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ أَنْ يَنْزِعَ مِنْ قُلُوبِهِمُ الْغِلَّ لِلَّذِينَ آمَنُوا عَلَى الْإِطْلَاقِ، فَيَدْخُلُ فِي ذَلِكَ الصَّحَابَةُ دُخُولًا أَوَّلِيًّا لِكَوْنِهِمْ أَشْرَفَ الْمُؤْمِنِينَ، وَلِكَوْنِ السِّيَاقِ فِيهِمْ، فَمَنْ لَمْ يَسْتَغْفِرْ لِلصَّحَابَةِ عَلَى الْعُمُومِ وَيَطْلُبْ رِضْوَانَ اللّٰهِ لَهُمْ فَقَدْ خَالَفَ مَا أَمَرَهُ اللّٰهُ بِهِ فِي هَذِهِ الْآيَةِ، فَإِنْ وَجَدَ فِي قَلْبِهِ غِلًّا لَهُمْ فَقَدْ أَصَابَهُ نَزْغٌ مِنَ الشَّيْطَانِ، وَحَلَّ بِهِ نَصِيبٌ وَافِرٌ مِنْ عِصْيَانِ اللّٰهِ بِعَدَاوَةِ أَوْلِيَائِهِ وَخَيْرِ أُمَّةِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَانْفَتَحَ لَهُ بَابٌ مِنَ الْخِذْلَانِ يَفِدُ بِهِ عَلَى نَارِ جَهَنَّمَ إِنْ لَمْ يَتَدَارَكْ نَفْسَهُ باللجوء إِلَى اللّٰهِ سُبْحَانَهُ وَالِاسْتِغَاثَةِ بِهِ بِأَنْ يَنْزِعَ عَنْ قَلْبِهِ مَا طَرَقَهُ مِنَ الْغِلِّ لِخَيْرِ الْقُرُونِ وَأَشْرَفِ هَذِهِ الْأُمَّةِ، فَإِنْ جَاوَزَ مَا يَجِدُهُ مِنَ الْغِلِّ إِلَى شَتْمِ أَحَدٍ مِنْهُمْ، فَقَدِ انْقَادَ لِلشَّيْطَانِ بِزِمَامٍ وَوَقَعَ فِي غَضَبِ اللّٰهِ وَسُخْطِهِ، وَهَذَا الدَّاءُ الْعُضَالُ إِنَّمَا يُصَابُ بِهِ مَنِ ابْتُلِيَ بِمُعَلِّمٍ مِنَ الرَّافِضَةِ، أَوْ صَاحِبٍ مِنْ أَعْدَاءِ خَيْرِ الْأُمَّةِ الَّذِينَ تَلَاعَبَ بِهِمُ الشَّيْطَانُ، وَزَيَّنَ لَهُمُ الْأَكَاذِيبَ الْمُخْتَلِفَةَ وَالْأَقَاصِيصَ الْمُفْتَرَاةَ وَالْخُرَافَاتِ الْمَوْضُوعَةَ، وَصَرَفَهُمْ عَنْ كِتَابِ اللّٰهِ الَّذِي لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ، وَعَنْ سُنَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَنْقُولَةِ إِلَيْنَا بِرِوَايَاتِ الْأَئِمَّةِ الْأَكَابِرِ فِي كُلِّ عَصْرٍ مِنَ الْعُصُورِ، فَاشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَى، وَاسْتَبْدَلُوا الْخُسْرَانَ الْعَظِيمَ بِالرِّبْحِ الوافر، وما زَالَ الشَّيْطَانُ الرَّجِيمُ يَنْقُلُهُمْ مِنْ مَنْزِلَةٍ إِلَى مَنْزِلَةٍ، وَمِنْ رُتْبَةٍ إِلَى رُتْبَةٍ، حَتَّى صَارُوا أَعْدَاءَ كِتَابِ اللّٰهِ، وَسُنَّةِ

رَسُولِهِ، وَخَيْرِ أُمَّتِهِ، وَصَالِحِي عِبَادِهِ، وَسَائِرِ الْمُؤْمِنِينَ، وَأَهْمَلُوا فَرَائِضَ اللَّهِ، وَهَجَرُوا شَعَائِرَ الدِّينِ، وَسَعَوْا فِي كَيْدِ الْإِسْلَامِ وَأَهْلِهِ كُلَّ السَّعْيِ، وَرَمَوُا الدِّينَ وَأَهْلَهُ بِكُلِّ حَجَرٍ وَمَدَرٍ، وَاللَّهُ مِنْ وَرَائِهِمْ مُحِيطٌ۔

اور اللہ تعالی نے ان تابعین کو حکم دیا کہ مہاجرین وانصار کے لیے مغفرت کریں اور یہ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالی ان کے دلوں سے اہل ایمان کے خلاف کینہ دور فرمادے، اس لحاظ سے صحابہ کرام سب سے پہلے اس حکم میں داخل ہیں یعنی دعائے مغفرت ونزعِ غل میں ۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ سیاق کلام صحابہ کرام کے بارے میں ہے پس جو شخص ان کے لیے دعا مغفرت نہ کرے ح اور ان کے لیے رضاء خداوندی کا طالب نہ ہو تو اس حکم کے خلاف ورزی کرے گا جس کا اللہ تعالی نے اس آیت کریمہ میں حکم دیا پھر اگر دل میں صحابہ کرام کا کینہ پائے تو اس پر شیطان کا حملہ ہے، اسے اولیاء اللہ اور امت محمدیہ کے بہترین افراد کی عداوت کے باعث خدائی نافرمانی کا وافر حصہ ملا ہے اس کے لیے رسوائی کا دروازہ کھل گیا۔ جس کے ساتھ آتش جہنم میں جائے گا۔ بشرطیکہ اللہ تعالی کی بارگاہ میں پناہ لے کر اور استغاثہ کر کے اپنی حفاظت کا سامان نہ کرے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ اپنے دل سے کینہ اور بغض دور کردے جو امت محمدیہ کے اہل شرف کے خلاف اس کے دل میں جاگزین ہو چکا۔ پھر اگر یہ قلبی بغض اور کینہ بڑھ کر صحابہ کرام کی گستاخی اور اہانت تک لے جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ شیطان نے اس کی باگ دوڑ تھام کر اسے اپنا غلام بنالیا ہے اور وہ اللہ تعالی کے غیظ وغضب اور ناراضگی کا شکار ہو گیا۔

یہ پیچیدہ لاعلاج بیماری دراصل اس شخص کو لگتی ہے جو کسی رافضی یا دشمن صحابہ استاد کے ذریعے دام فریب میں گرفتار ہوتا ہے وہ ایسے بدبخت ہیں جن کو شیطان نے کھلونا بنالیا۔ ان کے لیے گھڑا ہوا جھوٹ، جوڑے ہوئے قصے اور بیہودہ من گھڑت بکواسات سجادیے۔ اور اللہ تعالی کی اس کتاب سے پھیر دیا جس پر باطل آگے پیچھے سے حملہ آور نہیں ہو سکتا، اور ملت محمدیہ سے دور کر دیا جو ہر عصر کے اکابر ائمہ کی روایات سے ہم تک منقول ہو کر آئی۔ پس انہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی انہوں نے زبردست نفع چھوڑ کر بہت بڑا خسارہ لے آیا۔ شیطان انہیں متواتر جا بجا اور رتبہ بہ رتبہ پھراتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ، بہترین امت یعنی صحابہ کرام، صالحین اور تمام مومنین کے دشمن بن گئے۔ فرائض سے غافل ہو گئے اور دینی شعائر سے بیگانہ بن گئے۔ مسلمانوں اور اسلام کے خلاف خفیہ منصوبہ میں پوری تندی سے سرگرم ہو گئے اور دین واہ دین پر تنقید اور سنگ باری میں لگ گئے۔ حالانکہ اللہ تعالی نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے۔ (فتح القدیر ۵/ ۲۴۰)

چہارم:

کرمانی نے مطالعہ تاریخ کی طرف جو اشارہ کیا اس کا جواب یہ ہے کہ مطالعہ تاریخ کی دو جہتیں اور حالتیں ہیں۔

ا۔ زبان و دل کو کینہ و بغض سے سلامت اور پاک رکھ کر تمام اصحاب رسول اللہ ﷺ سے متعلقہ تاریخ پر نظر ڈالنا اور مطالعہ کرنا جس میں اصحاب رسول ﷺ کی حرمت صحیح روایات واخبار پر مبنی ہو اور غیر صحیح روایات کو ممیز کر دیا جائے اور صحیح روایات کو عمدہ محامل پر محمول کیا جائے اور تمام صحابہ کرام سے حسن ظن رکھا جائے اور ان کے لیے دعا خیر اور استغفار کی جائے

اا۔ یہ تاریخ کا محمود مطالعہ ہے۔

۲۔ مطالعہ تاریخ کی دوسری صورت وجہت یہ ہے کہ تمام صحابہ کرام کے بارے میں دلوں اور زبانوں کی سلامتی نہ ہو بلکہ صحابہ کرام کے متعلق غلو اور بغض کے ساتھ جفاء اور زیادتی ہو۔ اس مطالعہ سے نفسوں میں خرابی اور سینوں میں تعصب پیدا ہو۔ دل امراض شبہات سے آلودہ اور معمور ہو جائیں اور سارا زور اور اعتماد تاریخ سے نقل ہونے والی گندگی پر ہو اور ایسی روایات پیش نظر ہوں جن کا سر ہے نہ پاوں۔ مطالعہ تاریخ کی یہ صورت مذموم ہے حقیقت یہ ہے کہ مالکی کا مطالعہ تاریخ اسی مذموم قسم پر مبنی ہے۔ میں نے اس کے کلام سے جو کچھ نقل کیا اس سے آگہی اسی حقیقت کا پتہ دیتی ہے۔ خصوصاً جو اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلافت کے زیادہ حق دار ہونے میں شک پیدا کیا۔ اس کی مثال ہے۔

مالکی لکھتا ہے کہ روایات آئی ہیں کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ اگر سقیفہ بنی ساعدہ میں ہوتے تو خلافت کا فیصلہ ان کے حق میں ہوتا حالانکہ مالکی کی یہ بات تک بندی اور اندھیرے میں تیر چلانے کے مترادف ہے۔ اس کا لفظ "لو" یعنی "اگر" شیطانی عمل کا دروازہ کھولتا ہے۔

مالکی اپنی اس تحریر میں انتخاب کے طریقہ میں بھی شک پیدا کرتا ہے جس کے ذریعے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت تکمیل پذیر ہوئی۔ اس کے نزدیک بیعت کا یہ طریقہ اس مشروعیت کو کمزور کرتا ہے۔ اس لیے مالکی اس بیعت کو قہر و غلبہ کے مشابہ کہتا ہے۔ حالانکہ تمام خلفاء راشدین کی خلافت اسی ترتیب پر ہے جو اللہ تعالی نے ازلی ارادہ میں مقدر اور مشروع ہوئی۔ پس خلافت راشدہ کا اسی ترتیب پر ہونا، تقدیر کا معاملہ نظر آتا ہے۔ اس سلسلہ میں جو اللہ تعالی نے چاہا وہ ہو کر رہا اور خلاف مشئیت کچھ نہ ہوا۔ جو اس کی مشئیت ہوتی ہے وہ ہوتا ہے اور جس چیز کی مشئیت نہیں ہوتی اس کا وقوع بھی نہیں ہوتا۔ اس سارے معاملے کا یہی شرعی مفہوم ہے۔ اور اس پر حدیث عرباض بن ساریہ رضی اللہ دلالت کرتی ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ ، حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ ، حَدَّثَنَا ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَمْرٍو السُّلَمِيِّ ، عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ ، قَالَ : صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلاةَ الصُّبْحِ ۔۔۔ فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ۔

حضور ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو شخص زیادہ عرصہ تک زندہ رہا وہ عنقریب بہت اختلاف دیکھے گا، اس وقت تم پر میری سنت کی اتباع اور میرے خلفاء راشدین مہدیین کی اتباع لازم ہوگی۔

(مستدرک حاکم ۱ / ۷٤ رقم الحدیث ۳۲۹)

اس حدیث کو امام ابوداود، امام ترمذی، اور امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔
اس پر وہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جو حضور ﷺ کے غلام سفینہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔
حَدَّثَنَا سَوَّارُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُمْهَانَ عَنْ سَفِينَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم خِلَافَةُ النُّبُوَّةِ ثَلَاثُونَ سَنَةً ثُمَّ يُؤْتِي اللهُ الْمُلْكَ أَوْ مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ
حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: خلافت نبوت تیس سال ہوگی پھر اللہ تعالی جس کو چاہے گا شاہی یا اپنی ملک عطا کرے گا۔

سنن ابی داود ۷/ ۴۳ رقم ۴٦٤٧ باب فی الخلفاء، الترمذي (۲۳۷۵) . وقال الترمذي هذا حديث حسن. "سنن النسائي الكبرى" (۸۰۹۹) "مسند أحمد" (۲۱۹۱۹)، "صحيح ابن حبان" (٦٦٥٧) و (٦٩٤٣)

عرب محقق شعیب الارنووط سنن ابی داود میں اس حدیث کی تعلیق میں لکھتا ہے۔
إسناده حسن من أجل سعيد بن جُمهان، فهو صدوق حسن الحديث.
(سنن ابی داود ۷/ ۴۳ رقم ۴٦٤٧)

جہاں تک مالکی کی اس زعم کا تعلق ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت جس طریقے سے ہوئی وہ بیعت کی مشروعیت کو کمزور کرتا ہے اور قہر و غلبہ کے مترادف و مشابہ ہے۔ اس کا یہ کلام پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ وہ یعنی مالکی ایک وادی میں ہے اور اہل سنت دوسری وادی میں۔ مراد یہ ہے کہ اس کا اہل سنت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ اس کا رد عنقریب آرہا ہے۔ جہاں تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے احق بالخلافۃ ہونے میں مالکی کی تشکیک کا ذکر ہوگا۔
مگر لکل ساقطه لا قطة "ہر گری ہوئی چیز کو اٹھانے والی بھی ہوتی ہے کے مصداق یہ کتب عقائد میں مالکی کے مذموم مطالعے کا انداز ہے، اس نے سطحی نظر سے بعجلت مطالعہ کیا اور حاصل مطالعہ کو مملکت عربیہ کے مرکز دراسات تاریخ [ہسٹری اسٹڈیز سینٹر] سے شائع کر دیا جس کا مجھے تاخیر سے علم ہوا۔ اس کا شائع کرنا کار گناہ اور زیادتی پر تعاون ہے۔ اس لیے کہ باطل کی اشاعت ہو تو اس کے ضرر یعنی برے اثرات کی کوئی حد ہی نہیں ہوتی جیسے حق کی اشاعت اپنے دامن میں بے انتہا نفع لاتی ہے، اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ فرمایا:
حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَابْنُ حُجْرٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنُونَ ابْنَ جَعْفَرٍ، عَنِ الْعَلَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى، كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا، وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ، كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا».
نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص ہدایت کی دعوت دے اسے ان لوگوں کی مثل اجر و ثواب ملے گا جو اس کی پیروی

کریں گے اور ان کے اجر وثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی اسی طرح جو شخص گمراہی کی طرف بلائے تو اس پر گناہ ہوگا اس کی پیروی کرنے والوں کے گناہ کی مثل اور ان کے گناہوں میں سے کچھ کم نہ ہوگا۔

(صحیح مسلم ٤/ ٢٠٦٠ رقم ٢٦٧٤)

اس حدیث کو امام مسلم نے صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

حسن فرحان مالکی کا "آیت حدید" سے استدلال اور اس کا رد

اس کے دعوی کی چوتھی دلیل حسب ذیل آیت کریمہ ہے۔ مالکی اپنی کتاب کے ص ۳۱۔۳۲ پر لکھتا ہے۔

وَمَا لَكُمْ أَلاَّ تُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللهِ وَلِلهِ مِيرَاثُ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضِ لاَ يَسْتَوِي مِنكُم مَنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلاًّ وَعَدَ اللهُ الْحُسْنَىٰ وَاللهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ. (سورۃ حدید: ۱۰)

اور تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو حالانکہ آسمانوں اور زمین سب کا وارث اللہ ہی ہے۔ تم میں فتح سے پہلے خرچ کرنے والے اور جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں، وہ بعد میں خرچ کرنے والوں اور لڑنے والوں سے مرتبے میں بڑے ہیں اور ان سب سے اللہ نے سب سے اچھی چیز کا وعدہ فرمالیا ہے اور اللہ تمھارے کاموں سے خبردار ہے۔

میں حسن فرحان مالکی کہتا ہوں: حیرانگی اس بات کی ہے کہ بعض لوگ اس آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہیں کہ تمام صحابہ جنتی ہیں کیوں کہ اللہ تعالی نے متقدمین اور متاخرین صحابہ کو جنت کا وعدہ دیا اور اس کا وعدہ سچا ہے اور وہ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ میں مالکی کہتا ہوں کہ آیت کریمہ کا حکم حدیبیہ سے پہلے کے مہاجرین اور انصار کو شامل ہے اور یہ فتح مکہ تک آنے والے اصحاب پر فضیلت دیتی ہے۔ اس کے حکم میں طلقاء اور عتقاء شامل نہیں اور نہ ہی دیگر اہل ایمان۔ کیوں کہ انہوں نے اس عرصہ میں مالی راہ خدا میں خرچ نہ کیا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ سورہ حدید فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی، اس بنا پر طلقاء، عتقاء اور دیگر اہل ایمان مدح و ثناء کے زمرے میں نہیں آتے۔ پھر یہ فضیلت انفاق وقتال کے ساتھ مقید ہے۔ جس طرح مہاجرین وانصار کی اس تعریف وتوصیف میں ہم شامل نہیں اسی طرح حدیبیہ کے بعد فتح مکہ تک کے اہل اسلام کی تعریف کا دائرہ فتح مکہ کے بعد اسلام لانے والوں تک وسیع نہیں۔ یا پھر اس آیت کریمہ کا حکم تو سب کے لیے عام ہے مگر شرط احسان کے ساتھ جس کا ذکر پہلے گذرا۔ اس معنی میں کہ اللہ تعالی نے مہاجرین وانصار اور حسن وخوبی کے ساتھ پیروی کرنے والوں کے لیے جنت کا وعدہ دیا جہاں تک احسان کے بغیر متبعین کا تعلق ہے ان کے لیے وعدہ نہیں۔ ان امور میں الجھاؤ کا باعث اور خلل عظیم دراصل عام رویئت کا مسئلہ ہے، جس میں ہم نے طلقاء کو سابقین کے ساتھ خلط ملط کردیا۔ اس لیے تمام امور کو صحیح مقامات پر رکھنا ضروری ہے۔ الخ

مالکی کے استدلال کا رد

ا یہ کہ آیت میں فتح سے مراد کیا ہے ؟اس کے متعلق دو قول ہیں، جن کو مفسر ابن کثیر اور علامہ شوکانی نے ذکر کیا ہے۔

پہلا قول: اس فتح سے مراد فتح مکہ ہے اور یہ ہی جمہور کا قول ہے۔

قول جمہور کی روشنی میں آیت کریمہ اس پر دال ہے کہ فتح مکہ سے پہلے مسلمانوں یعنی مہاجرین وانصاور کا انفاق وقتال۔ان مسلمانوں کے انفاق وقتال سے افضل ہے جو فتح مکہ کے بعد اسلام لائے۔اس کے ساتھ محمود ہجرت کے فتح مکہ تک جاری رہنے کی احادیث وارد ہیں۔اس میں حسن فرحان مالکی کے اس دعوی کا رد ہے کہ محمود ہجرت اور صحبت صلح حدیبیہ سے پہلے مسلمانوں کے لیے ہے۔(۱)

دوسرا قول: اس فتح سے مراد صلح حدیبیہ ہے۔

دوسرے قول پہ فتح سے مراد صلح حدیبیہ ہے، اس میں ایسی کوئی دلیل نہیں جو اس بات کی مانع ہو کہ باقی اصحاب رسول ﷺ جو حدیبیہ کے بعد نبی کریم ﷺ کے ظاہری پردہ کرنے تک اسلام لائے اور صحبت سے مشرف ہوئے۔وہ اس وعدہ خداوندی میں داخل نہیں جس وعدہ پر آیت کریمہ دلالت کر رہی ہے۔ہاں یہ صحیح ہے کہ متقدمین صحابہ اور متاخرین صحابہ کے درمیان مراتب کا قطعی تفاوت ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ تم صحابہ کرام علیھم الرضون کے لیے جو وعدہ حسنی یعنی جنت کی بشارت اور وعدہ ہے۔اس میں حسن مالکی کے لیے حیرانگی والی کوئی بات نہیں جن مفسرین نے کلاوعدہ اللہ الحسنی میں مذکورہ حسنی کی تفسیر جنت سے کی ہے ان میں علامہ شوکانی بھی ہیں۔(۲)

---

(۱) ان تفاسیر میں سے کچھ کی نشاندہی کرتے ہیں، جن میں "فتح مکہ" مراد لی گئی ہے اور فیصلہ اپنے قارئین پہ چھوڑتے ہیں کہ آیا ان کے مصنفین بھی اہل تحقیق شمار ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ ملاحظہ ہو: تفسیر خازن جزء ۲۷، ص ۲۷، تفسیر جلالین ص ۴۴۹، تفسیر مدارک ج ۳، ص ۴۳۵، تفسیر بغوی ج ۴، ص ۳۲۳، تفسیر ماوردی ج ۵، ص ۴۷۱، تفسیر ابن عباس ص ۵۳۸، تفسیر کبیر ج ۱۰، ص ۴۵۳، تفسیر مظہری ج ۷، ص ۲۸، تفسیر ابی سعود ج ۶، ص ۲۰۱، تفسیر روح المعانی ج ۱۴، ص ۲۶۳، تفسیر قرطبی، ج ۱۷، ص ۲۰۵، تفسیر ثعالبی ج ۶، ص ۲۱۰۶، تفسیر روح البیان ج ۹، ص ۴۲۲، تفسیر جمالین ج ۲، ص ۳۰۷، تفسیر ماتریدی ج ۹، ص ۵۱۹، تفسیر البحر المحیط ج ۸، ص ۲۰۹، احکام القرآن للجصاص ج ۳، ص ۶۲۲، ابن کثیر مترجم ج ۵، ص ۲۴۳، کشاف ص ۱۳۵۴، تفسیر ضیاء القرآن ج ۵، ص ۶۲۲، تفسیر نعیمی ج ۴، ص ۱۸۲، تفسیر نور العرفان ص ۸۴۰، تفسیر تبیان القرآن ج ۱۱، ص ۷۱۸، تفسیر صراط الجنان ج ۹، ص ۷۳۳)

(۲) مزید دیکھئے تفسیر صاوی ج ۶، ۲۱۰۴، تفسیر مدارک ج ۳، ص ۴۳۵، تفسیر بغوی ج ۴، ص ۳۲۴، تفسیر کبیر ج ۱۰، ص ۴۵۳، تفسیر ابی سعود ج ۶، ص ۲۰۲، تفسیر ماوردی ج ۵، ۴۷۱، تفسیر قرطبی جزء ۲۷، ج ۱۷، ص ۲۰۷، تفسیر روح المعانی ج ۱۴، ص ۲۶۴، تفسیر روح البیان ج ۹، ص ۴۲۴، تفسیر جمالین ج ۲، ص ۳۱۷، تفسیر ملا علی قاری ج ۵، ص ۱۰۷، تفسیر ابن عباس ص ۵۳۸، تفسیر در منثور ج ۸، ص ۵۰، غیرہا۔ رضوی

مندرجہ ذیل مشہور تفاسیر میں حسنی سے مراد جنت ہی ہے۔

تفسیر سمرقندی ۳/۳۸۱، تفسیر کبیر للرازی ۱۰/۴۵۳، مدارک التنزیل ۳/ ۳۸۱، خازن ۴/ ۲۲۸ ،جلالین مع جمل ۴/۲۸۷،صاوی ۴/۱۴۴،روح المعانی ۱۴/۱۷۲،روح البیان ۹/۳۵۷،کشاف ۴/۴۳۷،بیضاوی ص ۷۱۵۔

سنت میں بھی اس کی یہ ہی تعبیر و تفسیر آئی ہے کہ حسنی سے مراد جنت ہے اور امام مسلم کی صحیح مسلم ۲۹۷۔۲۹۸ روایت کردہ حدیث حضرت صہیب رضی اللہ عنہ میں بھی ہے۔

حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ صُهَيْبٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ، قَالَ: يَقُولُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: تُرِيدُونَ شَيْئًا أَزِيدُكُمْ؟ فَيَقُولُونَ: أَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوهَنَا؟ أَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ، وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ؟ قَالَ: فَيَكْشِفُ الْحِجَابَ، فَمَا أُعْطُوا شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ إِلَى رَبِّهِمْ عَزَّ وَجَلَّ ".

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" جب جنتی، جنت میں جا چکے ہونگے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ فرمادے گا تم اور کچھ زیادہ چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے: کیا تو نے ہمارے چہرے روشن نہ کئے ہم کو جنت نہ دی جہنم سے نہ بچایا و پھر پردہ اٹھ جائے گا۔ اس وقت جنتیوں کو کوئی چیز اس سے بھلی معلوم نہ ہوگی یعنی اپنے پروردگار کی طرف دیکھنے سے۔ (صحیح مسلم:۲۹۷)

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَزَادَ ثُمَّ تَلَا هَذِهِ الْآيَةَ: {لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَى وَزِيَادَةٌ} [يونس: ٢٦]

حماد بن سلمہ اسی سند سے ی حدیث بیان کرتے ہیں، اس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَى وَزِيَادَةٌ "یعنی نیکوں کے واسطے نیکی ہے اور زیادہ۔ "یعنی دیدار الہی۔

(صحیح مسلم:۲۹۸)

پھر حسن فرحان مالکی کی طرف سے اظہار تعجب کا کیا معنی؟ اللہ تعالی بہت وسعت اور رحمت والا ہے اس کی رحمت نے ہر چیز
کو گھیر رکھا ہے۔ سب سے زیادہ رحمت خداوندی اور جنت پانے والے اصحاب رسول ﷺ ہی تو ہیں جو اس امت کے
بہترین لوگ ہیں جب کہ یہ امت سب امتوں سے افضل ہے جو نوع انسانی کے لیے پردہ وجود پر ظاہر ہوئی۔ صحابہ کرام کو اللہ
تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی رفاقت و صحبت کے لیے منتخب کیا اور اس حیات دنیوی میں ان کی آنکھوں کو حضور ﷺ
کے روئے زیبا کے دیدار کی سعادت بخشی، ان کے کانوں کو قران اور احادیث مصطفی ﷺ سننے کا شرف عطا کیا اور پھر
دوسرے لوگوں تک اس سرمایہ رسالت کو پہنچانے کا اعزاز دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ اور مخلوق خدا
کی درمیان واسطہ ہیں۔

دلیل پنجم: آیت انفال سے استدلال

حسن فرحان مالکی کے صفحہ ۳۴۳ پر رقم طراز ہے۔ دلیل پنجم: اللہ کا ارشاد گرامی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُم مِّن وَلَايَتِهِم مِّن شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا وَإِنِ اسْتَنصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ وَاللهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ. (سورۃ الانفال: ۷۲)

بے شک جو ایمان لائے اور اللہ کے لیے گھربار چھوڑے اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے لڑے اور وہ جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی وہ ایک دوسرے کے وارث ہیں اور وہ جو ایمان لائے اور ہجرت نہ کی تمہیں ان کا ترکہ کچھ نہیں پہنچتا جب تک ہجرت نہ کریں اور اگر وہ دین میں تم سے مدد چاہیں تو تم پر مدد دینا واجب ہے مگر ایسی قوم پر کہ تم میں ان میں معاہدہ ہے اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

میں فرحان مالکی کہتا ہوں کہ اس آیت کریمہ میں بہت فائدے ہیں۔

پہلا فائدہ مہاجرین کی صرف انصار کے ساتھ ولایت کا اثبات اس کی تفسیر نبی کریم ﷺ سے مروی ہے۔

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ جَرِيرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ أَوْلِيَاءُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ، وَالطُّلَقَاءُ مِنْ قُرَيْشٍ، وَالْعُتَقَاءُ مِنْ ثَقِيفٍ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ"

مہاجرین اور انصار ایک دوسرے کے اولیاء ہیں جب کہ طلقائے قریش اور عتقائے ثقیف ایک دوسرے کے قیامت تک کے اولیاء ہیں۔ (مسند امام احمد ۳۱/ ۵۴۷ رقم ۱۹۲۱۵)

اس حدیث میں طلقاء کو اصحاب نبی کریم ﷺ یعنی مہاجرین و انصار سے علیحدہ کر دیا گیا جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ، ثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَرْزُوقٍ، ثنا أَبُو دَاوُدَ، ثنا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ، سَمِعْتُ أَبَا الْبَخْتَرِيِّ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ السُّورَةُ: إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ قَرَأَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى خَتَمَهَا، ثُمَّ قَالَ: «أَنَا وَأَصْحَابِي حَيِّزٌ، وَالنَّاسُ حَيِّزٌ، لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ»

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں اور میرے اصحاب ایک طرف ہیں اور دیگر لوگ دوسری طرف ۔۔۔ (المستدرك حاكم ۲/ ۲۸۲ رقم ۳۰۱۷)

یہ ارشاد فتح مکہ کے روز کا ہے۔ دوسری حدیث میں اصحابي کا لفظ مطلق ہے جس کی تفسیر پہلی حدیث نے کر دی

ہے۔ اور اس مطلق کو مقید کیا یعنی اصحاب سے مراد فقط مہاجرین اور انصار ہیں۔ اس باہم اتفاق و ربط پر غور کیجئے بے شک تمہیں ایسا اتفاق و ربط دوسری جگہ نہ ملے گا۔

دوسرا فائدہ: بے شک جو لوگ ایمان لائے دیگر ہجرت نہ کی وہ عہد رسالت میں مسلمانوں کی ولایت کے حق دار نہ ٹھہرے، ولایت سے مراد تصرف اور دوستی ہے۔ جب فتح مکہ سے پہلے کے مسلمان نصرت و ولاء کے حق دار نہیں، اس وقت تک کہ ہجرت نہ کریں تو بھلا طلقاء اسکے حق دار کیسے ہو گئے؟ جو ہجرت کا انتظار کرتے رہے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "فتح کے بعد ہجرت نہیں، ہاں جہاد اور نیت باقی ہے"۔

تیسرا فائدہ: جن مسلمانوں نے ہجرت نہ کی، روا نہیں کہ کفار و معاندین کے مقابلہ میں ان کی مدد کی جائے، معاہدین سے مراد وہ کافر ہیں جن کے مہاجرین و انصار نے معاہدہ کیا۔ یہ حکم مہاجرین اور ایمان لا کر اپنے شہر جانے والوں کے درمیان وسیع فرق ظاہر کرتا ہے۔ پھر ان لوگوں کے متعلق کیا خیال ہے جو اس وقت مشرف بہ ایمان ہوئے جب مکہ سے شرعی ہجرت کا معاملہ ہی ختم ہو چکا تھا؟

دراصل یہ لوگ دنیا کی رغبت و حرص میں نیز تلوار کے ڈر سے اسلام لائے یہاں تک کہ بعد میں ان کا اسلام لانے کا معاملہ اچھا ہو گیا۔ الخ۔ [کلام مالکی]

حسن فرحان مالکی کے پانچویں استدلال کا جواب

پہلا جواب:

ا۔ مہاجرین و انصار کا باہم اولیاء ہونا ان دوسروں کی ولایت کی نفی پر دلالت نہیں کرتا جو فتح مکہ کے بعد ایمان لائے کیوں کہ وہ بھی اہل فضیلت مسلمان تھے۔ ہاں ایمانی درجات میں ان کے درمیان بہت تفاوت اور فرق ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے۔

لَا يَسْتَوِىْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ۠ (سورۃ الحدید: ۱۰)

اور تمہیں کیا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو حالانکہ آسمانوں اور زمین سب کا وارث اللہ ہی ہے تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں اُن سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا اور اللہ کو تمھارے کاموں کی خبر ہے۔

اس کا تفصیلی بیان حدیث المهاجرون و الانصار بعضهم اولياء بعض کے ذکر کے تحت آرہا ہے۔

...سرا جواب:

...یث "المهاجرون والأنصار بعضهم أولياء بعض" صحیح ہے جب حدیث "انا و اصحابی حیز"

...روف ہے اس کا بیان اپنے محل پر آ رہا ہے۔

...سرا جواب:

...سن فرحان مالکی نے یہ جو دعوی کیا ہے کہ مہاجرین وانصار ہی اصحاب ہیں باقی لوگ نہیں۔ یہ قول باطل ہے۔ مالکی نے ...

...کے بطلان دعوی پر تنبیہ کی ہے۔

...وتھا جواب:

...کو ہجرت کا شرف نہ ملا لیکن جہاد ونیت کے شرف سے محروم نہ ہوئے۔ ان میں سے کثیر لوگوں نے نبی کریم ﷺ ...معیت میں جہاد کیا اور امتحان میں پورے اترے۔ مالکی کا یہ قول کہ " ان کا اسلام لانا دنیا کی رغبت و حرص اور تلوار کے ڈر ...ے تھا" صریح ظلم ہے جو روز قیامت اس کے لیے ہر طرح کی تاریکی کا باعث ہوگا۔ خصوصا جب اس کے اس بہتان کی ...بت اصحاب رسول اللہ ﷺ کی طرف ہے اور ان پر ظلم ہے۔

...ض کریں کہ ان میں سے کسی کا اسلام لانا حصول دینا کے لیے تھا تو اس کی یہ حالت حسن و خوبی سے بدل گئی جس کی دلیل ...ضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مبارکہ ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَنَمًا بَيْنَ جَبَلَيْنِ، فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ، فَأَتَى قَوْمَهُ فَقَالَ: «أَيْ قَوْمِ أَسْلِمُوا، فَوَاللهِ إِنَّ مُحَمَّدًا لَيُعْطِي عَطَاءً مَا يَخَافُ الْفَقْرَ» فَقَالَ أَنَسٌ: «إِنْ كَانَ الرَّجُلُ لَيُسْلِمُ مَا يُرِيدُ إِلَّا الدُّنْيَا، فَمَا يُسْلِمُ حَتَّى يَكُونَ الْإِسْلَامُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا».

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص حصول دنیا ہی کے لیے اسلام قبول کرتا یہاں تک کہ اسلام اس کے نزدیک دنیا اور اس کی ہر چیز سے محبوب ہو جاتا ہے۔

(صحیح مسلم ۴/ ۱۸۰۶ رقم ۲۳۱۲)

سورۂ فتح کی آیت سے حسن فرحان مالکی کا استدلال

...الکی نے اپنی کتاب ص ۳۰۶۔۷ ۳ پر آٹھویں دلیل کے تحت لکھا۔ سورہ فتح کی آیت کریمہ ہے۔

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي

الإنجیل کزرع أخرج شطأہ فآزرہ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بھم الکفار وعد اللہ الذین آمنوا وعملوا الصالحات منھم مغفرۃ وأجرا عظیما۔

(سورۃ الفتح:۲۹)

محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت، آپس میں نرم دل ہیں۔ تُو انہیں رکوع کرتے ہوئے، سجدے کرتے ہوئے دیکھے گا، اللہ کا فضل ورضا چاہتے ہیں، ان کی علامت ان کے چہروں میں سجدوں کے نشان سے ہے۔ یہ ان کی صفت تورات میں (مذکور) ہے اور ان کی صفت انجیل میں (مذکور) ہے۔ (ان کی صفت ایسے ہے) جیسے ایک کھیتی ہو جس نے اپنی باریک سی کونپل نکالی پھر اسے طاقت دی پھر وہ موٹی ہوگئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی، کسانوں کو اچھی لگتی ہے (اللہ نے مسلمانوں کی یہ شان اس لئے بڑھائی) تاکہ ان سے کافروں کے دل جلائے۔ اللہ نے ان میں سے ایمان والوں اور اچھے کام کرنے والوں سے بخشش اور بڑے ثواب کا وعدہ فرمایا ہے۔

میں حسن فرحان مالکی کہتا ہوں:

اگر بعض علماء اس آیت کو فتح مکہ کے مسلمانوں کی فضیلت پر بطور دلیل نہ لاتے تو میں اس جیسی آیات کو یہاں ہرگز پیش نہ کرتا۔ یہ آیت کریمہ سورۃ فتح کی ہے جو فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی۔ اس بنا پر الذین مع کی تعریف وتوصیف اس وقت کے مہاجرین وانصار کے حق میں نازل ہوئی بعد کے لوگوں کے حق میں نہیں۔ مزید برآں معیت یعنی ساتھ دینا اور امام میر، نصرت وتمکین، کا تقاضا کرتی ہے جن ایام میں کمزوری اور ضرورت ہوتی ہے۔ [کلام مالکی]

مالکی کے اس دعوی کا جواب:

مالکی کے اس دعوی کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ تمام صحابہ کرام کے حق میں عام ہے اس میں مہاجرین وانصار کا تخصیصی ذکر نہیں۔ لیکن مالکی زبردستی اس کو مہاجرین وانصار پر مقصور کرتا ہے۔ اس کی شدید خواہش ہے کہ فتح مکہ کے مسلمان کسی صورت اس فضیلت کے حق دار نہ بننے پائیں۔ جب کہ اللہ تعالی کا ارشاد پاک ہے۔

ما یفتح اللہ للناس من رحمۃ فلا ممسک لھا (سورۃ فاطر:۲)

اللہ جو رحمت لوگوں کے لیے کھولے اس کا کوئی روکنے والا نہیں۔

سورۃ فتح اور یہ آیت کریمہ اگرچہ فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی مگر اس کی دلیل نہیں کہ نزول سے پہلے اصحاب ہی مراد ہوں بلکہ یہ حکم ان تمام اصحاب کے لیے ہے جو ظاہری پردہ کرنے تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں رہے۔ بے شک اس آیت کریمہ میں بیان شدہ صفات ان اہل ایمان کی ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ اور ان کا ذکر تورات وانجیل میں بھی آیا۔ اور وہ تمام اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کسی صحابی کو ان سے خارج کرنے کی کوئی وجہ

نہیں اور آیت میں حرف من تبعیضیہ نہیں بلکہ بیان جنس کے لیے ہے۔ یعنی سب کو بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ
ہے اسکی نظیر اللہ تعالی کا یہ ارشاد گرامی ہے۔
وَعَدَ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُم مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا۔ (سورۃ المائدہ:۹)
ایمان والے نیکوکاروں سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔
یہاں منھم میں، من ﷺ جنس کے لیے تبعیض کے لیے نہیں۔ مراد یہ ہے کہ ان سب کو بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ دیا
ہے یہ اس ارشاد خداوندی کی نظیر ہے۔
لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا إِلَهٌ وَاحِدٌ وَإِن لَّمْ يَنتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ
الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔(سورہ المائدہ:۷۳)
بیشک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا: بیشک اللہ تین (معبودوں) میں سے تیسرا ہے حالانکہ عبادت کے لائق
تو صرف ایک ہی معبود ہے اور اگر یہ لوگ اس سے باز نہ آئے جو یہ کہہ رہے ہیں تو جو ان میں کافر رہیں گے ان کو
ضرور دردناک عذاب پہنچے گا۔
یہاں من جنس کا ہے، تبعیض کا نہیں کیونکہ عذاب تو ان سب کو ہوگا۔

بارھویں دلیل:

حسن فرحان مالکی کا حدیث "المهاجرون والأنصار أولياء بعضهم" سے استدلال

فرحان مالکی اپنی کتاب ص ۴۲۔۴۳ پر لکھتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔
حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ جَرِيرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ أَوْلِيَاءُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ، وَالطُّلَقَاءُ مِنْ قُرَيْشٍ، وَالْعُتَقَاءُ مِنْ
ثَقِيفٍ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ"
مہاجرین اور انصار ایک دوسرے کے اولیاء ہیں جب کہ طلقائے قریش اور عتقائے ثقیف ایک دوسرے کے
قیامت تک کے اولیاء ہیں۔ (مسند امام احمد ۳۱/ ۵۴۷ رقم ۱۹۲۱۵)
میں حسن فرحان مالکی کہتا ہوں:
یہ حدیث اس بارے میں واضح ہے کہ طلقائے قریش اور عتقائے ثقیف کا مہاجرین وانصار سے تعلق نہیں۔ اس
بناء پر وہ ان فضیلتوں کے حق دار نہیں جو مہاجرین وانصار کی شان میں آئیں۔ اس استدلال کی روشنی میں ہمارے
لیے جائز نہیں کہ ہم معاملات کو خلط ملط کر دیں اور جن کو اللہ تعالی نے پست کیا ان کو بلند کریں یا جن کو اللہ تعالی نے
رفعت دی انہیں پست کر دیں۔

جواب:

یہ حدیث صحیح ہے میں نے اسے گزشتہ دلائل میں پیش کیا کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ مہاجرین کی ممدوح ہجرت فتح مکہ تک جاری رہی نہ کہ صلح حدیبیہ تک جیسا کہ حسن مالکی کا زعم اور دعوی ہے۔ اور یہ اس بات کی دلیل بھی نہیں کہ عتقاء اور طلقاء اصحاب رسول ﷺ میں شامل نہیں۔ یہ تو فقط مہاجرین وانصار کے درمیان تماثل وتشابہ یعنی مرتبہ میں ایک جیسے ہونے پر اور اس طرح طلقاء اور عتقاء کے درمیان تماثل وتشابہ ہونے پر دلالت کرتی ہے اور ان اصحاب رسول ﷺ میں کوئی ایسا نہیں جسے اللہ تعالی نے پست کیا ہو جیسا کہ مالکی کی خام خیالی ہے۔ اللہ تعالی نے تو صحبت رسول ﷺ کی برکت سے سب صحابہ کو بلند درجوں پر فائز کیا۔ ہاں ان کی رفعت وعظمت میں تفاوت ہے۔ مہاجرین وانصار کا ایک دوسرے کے لیے اولیاء ہونا طلقاء وعتقاء کے باہم اولیاء ہونے کے منافی نہیں۔ کیوں کہ وہ تمام فضیلت والے مومنین ہیں۔ اللہ تعالی نے ان کے حق میں فرمایا:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۔ (سورۃ توبہ:۷۱)

اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔

❖ علامہ ابن کثیر نے سورہ انفال کی آخری آیات کی تفسیر میں لکھا۔

ذكر تعالى أصنافَ المؤمنين، وقسمهم إلى مهاجرين خرجوا من ديارهم وأموالهم وجاؤوا لنصر الله ورسوله وإقامة دينه، وبذلوا أموالهم وأنفسهم في ذلك، وإلى أنصار: وهم المسلمون من أهل المدينة إذ ذاك، آووا إخوانهم المهاجرين في منازلِهم وواسَوهم في أموالِهم، ونَصروا الله ورسولَه بالقتال معهم، فهؤلاء بعضهم أولياء بعض، أي: كلٌّ منهم أحقُّ بالآخر من كلِّ أحد، ولهذا آخى رسول الله ﷺ بين المهاجرين والأنصار، كلّ اثنين أخوان، فكانوا يتوارثون بذلك إرثاً مقدَّماً على القرابة، حتى نسخ الله تعالى ذلك بالمواريث .

اللہ تعالی نے اہل ایمان کی کئی اقسام بیان فرمائیں۔ ان کی ایک قسم مہاجرین کی ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے اور اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی مدد واعانت اور اقامت دین کے لیے نکلے۔ اور اس عظیم کام کے لیے اپنی جانیں اور اپنے مال لٹا دیے۔ دوسری قسم انصار مدینہ کی ہے، یہ مدینہ کے اہل ایمان تھے جنہوں نے مہاجرین بھائیوں کو پناہ دی، ان کو مال پیش کیے اور معرکے حق وباطل میں ان کے شانہ بشانہ لڑے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دین کی مدد کی پس وہ ایک دوسرے کے اولیاء ہیں۔ یعنی ان میں سے ہر ایک دوسرے کا زیادہ حق دار ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے ان کے درمیان مواخات قائم فرما کر ہر ایک کو دوسرے کا بھائی بنا دیا۔ پس رشتہ داروں سے بڑھ کر میراث میں ان کا حصہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ احکام میراث نازل ہوئے اور یہ عمل منسوخ ہو گیا۔

فرحان مالکی کا حدیث حیز سے استدلال:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ، ثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَرْزُوقٍ، ثنا أَبُو دَاوُدَ، ثنا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ، سَمِعْتُ أَبَا الْبَخْتَرِيِّ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ السُّورَةُ: إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ قَرَأَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى خَتَمَهَا، ثُمَّ قَالَ: «أَنَا وَأَصْحَابِي حَيِّزٌ، وَالنَّاسُ حَيِّزٌ، لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ»

حضرت ابو سعید الخذری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اور میرے اصحاب ایک طرف ہیں اور دیگر لوگ دوسری طرف۔۔۔(المستدرک حاکم ۲/ ۲۸۲ رقم ۳۰۱۷)

حسن فرحان مالکی نے اس حدیث کو بارھویں دلیل کے طور پر پیش کیا اور کہا کہ یہ حدیث ابو سعید الخذری رضی اللہ عنہ ہے۔ فتح مکہ کے روز یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ۙ وَ رَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۙ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ اسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا (سورۃ النصر ۱۔۳)

جب اللہ کی مدد اور فتح آئے اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج فوج داخل ہوتے ہیں تو اپنے رب کی ثناء کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور اس سے بخشش چاہو بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ ایک طرف ہیں جب کہ میں اور میرے اصحاب دوسرے طرف ہیں۔ مروان نے ابو سعید الخذری رضی اللہ عنہ کی زبان سے اس حدیث کے الفاظ سنے تو آگ بگولہ ہو گیا اور ابو سعید الخذری رضی اللہ کو زدو کوب کرنے پر تل گیا۔ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اسے اس حال میں دیکھ کر کہا کہ ابو سعید الخذری رضی اللہ عنہ نے سچ کہا۔

مالکی نے اس حدیث کو مختصرا ذکر کیا ہے۔ پھر اس حدیث کے حاشیہ میں مالکی لکھتا ہے۔

اس روایت کو امام احمد بن حنبل نے مسند ۴۵/۴ طبع دار الفکر میں بہ سند محمد بن جعفر ثنا شعبہ عن عمرو بن مرۃ عن ابی البختری الطائی عن ابی سعید الخذری رضی اللہ عنہ نقل کیا اور یہ حدیث شرط شیخین پر سند اصحیح ہے۔ امام احمد، ان کے استاد غندر اور شعبہ ثقات، اثبات کبار ائمہ حدیث میں سے ہیں۔ عمرو بن مرۃ شعبہ کا شریک ہے، ثقہ عبادت گذار ہے اور ایک جماعت محدثین کے رجال میں سے ہے۔ ابو البختری نام سعید بن فیروز ہے وہ بھی ثقہ ثبت رجال جماعت میں سے ہے۔ البتہ ارسال کرتا ہے۔ شیخین نے صحیحین میں اس سے عنعنہ کے ساتھ روایات لی ہیں۔ پس یہ سند اصح الاسانید میں سے ہے۔ سب رجال جماعت محدثین ہیں سوائے احمد بن حنبل کے اور وہ ثقہ امام ہیں۔ الخ

حسن مالکی نے اس سے نتیجہ نکالتے ہوئے لکھا۔

"پس اس حدیث میں طلقاء کا جو اسلام میں داخل ہوئے، صحابہ کرام سے خارج قرار دینا بہت واضح ہے" ۔الخ

حسن فرحان مالکی کی طرف سے طلقاء کی خارج از صحابہ ہونے کے دلائل

مالکی کی دلیل اولی:

نبی کریم ﷺ نے سورہ نصر کی تلاوت فرمائی اس میں ذکر ہے کہ لوگ دین خداوندی میں فوج در فوج داخل ہوں گے اور لوگوں سے مراد طلقاء ہی ہیں۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: لوگ ایک طرف ہیں اور میں اور میرے اصحاب دوسری طرف ہیں یعنی دوسرا فریق ہیں۔ پھر اس سے کیا مراد ہے؟ دراصل اس میں پوری وضاحت ہے کہ اس سے کوئی اور مراد نہیں سوائے اس کے کہ لوگ طلقاء ان اصحاب رسول ﷺ میں داخل نہیں جو شرعی صحبت کے مرتبہ پر فائز ہوئے، یہ شرعی صحبت ہی مدح و تعریف کی مستحق ہے جس میں ہر طرح کی تعریف و توصیف صحابہ کرام کے لیے ہے، جب ہم نے سن لیا کہ کس حدیث سے اصحاب رسول ﷺ کی تعریف ہوئی ہے اور کسی اثر و خبر صحابہ سے ان کی مدح و ثناء ہے تو ان احادیث و آثار کا مصداق صرف اصحاب رسول ﷺ ہی کو قرار دیا جائے گا۔ جن کو نبی کریم ﷺ نے دیگر لوگوں سے الگ قرار دیا۔ اور الناس میں سب سے پہلے ہی طلقاء ہیں جو فتح مکہ کے روز اسلام لائے۔ ہمارے لیے جائز نہیں کہ دونوں چیزوں کے فرق کو جمع کردیں جن کے درمیاں رسول اللہ ﷺ نے فرق کیا، اور جو شخص اس پر زور دے اور دونوں چیزوں کو ایک چیز قرار دے وہ نبی کریم ﷺ پر ناانصافی کی تہمت رکھ رہا ہے۔ جس طرح ذوالخویصرہ نے روز حنین حضور ﷺ پر ناانصافی کا الزام لگایا تھا۔ اللہ تعالی اس سے پناہ دے کہ ہم حضور ﷺ کے ارشاد کو ٹھکرا دیں یا آپ ﷺ کی مراد کے برعکس، تاویل کریں۔ حضور ﷺ کی مراد اس حدیث میں صراحت و وضاحت کے ساتھ ہے۔

مالکی کی دلیل ثانیہ:

مروان کا روایت حدیث پر حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کو زدوکوب کرنے کی کوشش کرنا اور آگ بگولہ ہونا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث اس کے باپ اور معاویہ، جس کے لیے مروان کام کرتا تھا، کو صف صحابہ سے نکال رہی تھی اور دوسرے لوگوں میں شامل کر رہی تھی، جن کا کوئی امتیازی وصف نہ تھا۔

مالکی کی دلیل ثالثہ:

تیسری دلالت، حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کی فہم ہے وہ تینوں جانتے تھے کہ اس حدیث سے مروان کو غصہ آئے گا مگر ان سب نے علانیہ کلمہ حق کہہ دیا۔ جب کہ پہلے وہ مروان کے خوف سے اسے چھپا رہے تھے۔

مالکی کی طرف سے ایک شبہ:

بعض علماء کہیں گے کہ طلقاء وغیرہ لوگوں نے بعد میں شرف صحبت حاصل کرلیا۔ تو ہم [مالکی] اس کے جواب میں کہہ دیتے ہیں کہ طلقاء اور عتقاء قیامت تک ایک دوسرے کے اولیاء ہیں۔ یہ دونوں گروہ کبھی مہاجرین وانصار میں شمار نہ ہوں گے جیساکہ اس کی شرح پہلے گذر چکی ہے۔ الخ۔ [کلام مالکی]

مالکی کے استدلال کے جوابات:

جواب اول:

یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کے اسناد صحیح نہیں چہ جائے کہ اس کو اصح الاسانید کہا جائے جیساکہ مالکی کا زعم ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ابوالبختری اور حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع ہے۔

- علامہ مزی نے تہذیب الکمال میں ابوالبختری کے متعلق لکھا ہے۔

قال أبو داود: أبو البَختَرى لَم يسمع من أبی سعید.

ابوالبختری کا نام سعید بن فیروز ہے، ابوداود کہتے ہیں کہ ابوالبختری نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے سماعت نہیں کی۔ امام ابوداود کا یہ ارشاد ان کی سنن میں ہے جو حدیث نمبر ۱۵۵۹ کے آخر میں ہے۔ امام ابوداود فرماتے ہیں: ابوالبختری نے حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے سماعت نہیں کی۔

- حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

وقال ابن سعد: . وكان كثيرَ الحديث يرسل حديثَه، ويروي عن الصحابة ولَم يسمع من كثير أحد، فما كان من حديثه سَماعاً فهو حسن، وما كان غيره فهو ضعيف، وقال ابن أبي حاتم في المراسيل عن أبيه: لَم يُدرك أبا ذر ولا أبا سعيد ولا زيد بن ثابت ولا رافع بن خديج، وهو عن عائشة مرسل۔

ابن سعد نے کہا کہ ابوالبختری کثیر الحدیث تھا اور حدیث میں ارسال کرتا تھا، وہ صحابہ سے بھی روایت کرتا تھا بہت سی احادیث ایسی بھی ہیں جو اس نے کسی صحابی سے نہ سنیں، البتہ جو کسی صحابی سے سنی وہ حسن ہے اور جس کی سماعت نہ کی وہ ضعیف ہے۔ ابن ابی حاتم، مراسیل میں اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ابوالبختری کی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں۔ اسی طرح حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے بھی ملاقات ثابت نہیں۔ وہ حضرت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی ارسال کرتے ہیں۔

(تہذِیب التهذیب ٤/ ٦٥ رقم ١٢٧)

جواب دوم:

مالکی کا دعوی کہ شیخین نے صحیحین میں ابوالبختری سے عنعنہ کے ساتھ روایت کی، یہ غیر مسلم ہے کیوں کہ دونوں نے ابوالبختری، حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کوئی روایت نہیں لی۔ البتہ بطریق ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ ابوالبختری کی بعض اصحاب سنن نے روایت کیا جیسا کہ مزی کی تحفۃ الاشراف ۳۵۶/۳۔۳۵۷ میں ہے۔ فرض کریں کہ شیخین کا ابوالبختری از ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ عنعنہ کے ساتھ روایت کرنا صحیح ہے تو اس کا قبول کرنا شیخین کی اپنی شرط کے ساتھ ہو گا۔ دوسروں کی عنعنہ سے مروی حدیث کو قبول نہ کیا جائے گا۔ جب تک سماعت کا صریح ثبوت نہ ہو۔

امام نووی شرح صحیح مسلم ۳۳/۱ پر لکھتے ہیں۔

واعلم أنَّ ما كان في الصحيحين عن المدلسين بـ (عن) ونحوها فمحمول على ثبوت السماع من جهة أخرى، وقد جاء كثيرٌ منه في الصحيح بالطريقين جميعاً، فيذكر رواية المدلس بـ (عن) ثمَّ يذكرها بالسماع ويقصد به هذا المعنى۔

جان لو کہ جو حدیث صحیحین میں اہل تدلیس وغیرہ نے عن کے ساتھ روایت کی وہ کسی دوسری جہت سے سماع کے ثبوت پر محمول ہوگی۔ ایسی بہت ساری احادیث صحیح میں دونوں طریقوں سے مروی ہیں۔ امام پہلے مدلس راوی کی عن سے مروی روایت کر لیتے ہیں پھر اسے سماع کے ساتھ ذکر کرتے ہیں اور پیش نظر سماع والا مفہوم ہوتا ہے۔

جواب سوم:

بالفرض اگر یہ حدیث پایہ صحت کو پہنچے تو خود مالکی کے خلاف حجت ہے کیونکہ دلالت کر رہی ہے کہ مہاجرین بعد صلح حدیبیہ فتح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں۔ اور یہ مالکی کی شاذ رائے اور انوکھے دعوے کے خلاف ہے جس کے مطابق اہل ہجرت کی محمود ہجرت مہاجرین قبل حدیبیہ کے ساتھ مختص ہے۔

مالکی کا افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں شک کرنا

حسن فرحان مالکی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دوسروں پر افضلیت میں شک پیدا کرنے کی جسارت کی اور کہا:

بیسویں دلیل: حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ، قثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ قثنا الْوَلِيدُ بْنُ بُكَيْرٍ التَّمِيمِيُّ قثنا سُفْيَانُ بْنُ سَعِيدٍ الثَّوْرِيُّ، عَنْ فُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ، عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: مَنْ فَضَّلَ عَلِيًّا عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ فَقَدْ أَزْرَى عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ، وَلَا أَدْرِي هَلْ يَنْفَعُهُ عَمَلٌ أَمْ لَا؟

یعنی جس نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر فضیلت دی

اس نے تمام مہاجرین وانصار صحابہ کرام کی توہین کی۔ (فضائل صحابہ ۱/ ۲۴۸ رقم ۳۰۹)
اس روایت کی سند جید ہے اور اس کے سارے راوی ثقہ ہیں سوائے ولید بن بکیر کے، اس میں محدثین کا اختلاف ہے۔ اس اثر روایت میں حضرت ابراھیم نخعی رضی اللہ عنہ نے صحابہ کی تفسیر مہاجرین و انصار سے کی اور یہ مقام غور ہے۔ حضرت ابراھیم نخعی رضی اللہ عنہ کبار تابعین میں سے تھے۔ اس تحفظ کے باوجود انہیں نے اس شخص پر تشنیع کی جو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو شیخین کریمین پر فضیلت دے۔ اس میں بھی شک نہیں کہ بعض سابقین مہاجرین و انصار نے ایسا کہا یعنی حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو افضل کہا، جیسا کہ استیعاب میں علامہ ابن عبد البر نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے احوال میں ذکر کیا اور بعض روایات اس پر دلالت کرتی ہیں۔ الخ

جواب اول:

اس روایت کی اسناد کے بارے میں مالکی کا کہنا کہ اس کی سند جید ہے، اس کے راوی ثقات ہیں سوائے ولید بن بکیر کے کہ وہ مختلف فیہ ہے۔ حالانکہ یہ غیر جید ہے کیوں کہ ولید بن بکیر کے متعلق دار قطنی کہتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے، اس کو ابو حاتم شیخ کہتے ہیں ابن حبان نے اسے ثقات میں ذکر کیا جب کہ مزی نے تہذیب الکمال اور اس کی تہذیب ابن حجر میں ہے۔ حافظ ابن حجر تقریب التہذیب میں فرماتے ہیں کہ لین ہے۔ ذہبی نے میزان میں کہا کہ ما رأیت من وثقه غير ابن حبان میری نظر میں اس کو سوائے ابن حبان کے کسی نے ثقہ نہیں کہا۔ جب کہ ابن حبان کی شہرت ہے کہ وہ توثیق ثقہ قرار دینے میں سہل انگاری یعنی تساہل کرتے ہیں۔

❁ حافظ ابن حجر عسقلانی تقریب التہذیب میں عبد السلام بن ابی الجنوب کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ

ضعيف، لا يُغترُّ بِذكر ابن حبان له في الثقات؛ فإنَّه ذكره في الضعفاء أيضاً

ضعیف راوی ہے ابن حبان کا ثقات میں ذکر کرنے سے دھوکا نہ کھائیے کیوں کہ ابن حبان نے اسے ضعفاء میں بھی ذکر کیا ہے۔ (تقریب التہذیب ۱/ ۳۵۵ رقم ۴۰۶۵)
لیکن اس اثر و روایت کے مفہوم کا تعلق ہے وہ صحیح ہے۔

جواب دوم:

جہاں تک اس روایت کو دلیل بنا کر مالکی کا صحبت کو مہاجرین و انصار تک محدود کرنے اور دوسروں کو اس شرف سے محروم کرنے کا تعلق ہے وہ صحیح نہیں۔ مہاجرین و انصار کا اس روایت میں ذکر ہونا دوسرے صحابہ کو شرف صحابیت سے خارج کرنے کی دلیل نہیں۔ مہاجرین و انصار کا ذکر اس لیے ہوا کہ وہ دیگر صحابہ سے زیادہ شان اور تقدیم رکھتے ہیں۔ جب کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بحالت بیداری کرنے والا یہ شخص یقیناً صحابی ہے، اگرچہ درجات صحبت وفضیلت میں تفاوت ہے۔

جواب سوم:

حسن فرحان مالکی نے اس روایت میں شیخین کی حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ پر تفضیل کے متعلق جو تحفظ ظاہر کیا وہ امت محمدیہ کے سلف صالحین کے نظریہ کے خلاف ہے۔ اس نظریہ پر صحابہ و تابعین سے مروی صحیح احادیث و روایات دلالت کرتی ہیں اور ان صحابہ میں خود حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔ میں اس سلسلہ کے بعض دلائل کا ذکر عنقریب کروں گا جن پر سلف صالحین کا یہ نظریہ قائم ہے، مجھے ان میں سے صحیح مرفوع احادیث و آثار اور بہت سے علما کی حکایت اجماع پر آگاہی حاصل ہے۔

افضلیت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر مرفوع احادیث

صحیح مسلم میں حضرت جندب بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ - وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ قَالَ إِسْحَاقُ: أَخْبَرَنَا، وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: - حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ عَدِيٍّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ النَّجْرَانِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي جُنْدَبٌ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ بِخَمْسٍ، وَهُوَ يَقُولُ: «إِنِّي أَبْرَأُ إِلَى اللهِ أَنْ يَكُونَ لِي مِنْكُمْ خَلِيلٌ، فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى قَدِ اتَّخَذَنِي خَلِيلًا، كَمَا اتَّخَذَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ أُمَّتِي خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا،

حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی ﷺ کو ظاہری دنیا سے رخصت ہونے سے پانچ دن پہلے یہ کہتے ہوئے سنا: "میں اللہ تعالیٰ کے حضور اس چیز سے براءت کا اظہار کرتا ہوں کہ تم میں سے کوئی میرا خلیل ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنالیا ہے، جس طرح اس نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا تھا، اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیل بناتا۔۔۔

(صحیح مسلم ۱/ ۳۷۷ رقم ۵۳۲)

نبی کریم ﷺ نے یہاں ایسی بات کی خبر دی جو وقوع پذیر نہ ہوئی۔ اگر وہ وقوع پذیر ہوتی تو کیسے ہوتی؟ یعنی پوری امت میں سے کسی کو خلیل کے مرتبہ سے نوازتے تو وہ صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے۔ اور یہ چیز حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تمام [illegible] پر تفضیل کی دلیل ہے۔

حدیث دوم:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دیگر صحابہ کرام پر افضلیت کی دلیل دوسری حدیث وہ ہے جسے بخاری اور مسلم نے صحیحین میں

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ العَزِيزِ بْنُ المُخْتَارِ، قَالَ: خَالِدٌ الحَذَّاءُ، حَدَّثَنَا عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ العَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَعَثَهُ عَلَى جَيْشِ ذَاتِ السُّلاَسِلِ، فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: " أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: «عَائِشَةُ»، فَقُلْتُ: مِنَ الرِّجَالِ؟ فَقَالَ: «أَبُوهَا»، قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: «ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ» فَعَدَّ رِجَالًا۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے لشکر ذات السلاسل کا کمانڈر بنا کر روانہ کیا میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو سب سے زیادہ محبت کس سے ہے فرمایا: عائشہ سے میں نے پوچھا مردوں میں؟ فرمایا عائشہ کے باپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے۔ میں نے پوچھا، ان کے بعد؟ فرمایا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے پھر کئی مردوں کی نام لیے۔

(صحیح بخاری ۵/ ۵ رقم ۳۶۶۲، صحیح مسلم ۴/ ۱۸۵۶ رقم ۲۳۸۴)

حدیث سوم:

امام ترمذی جامع میں روایت کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا المُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ مَنْ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيْكَ؟ قَالَ: عَائِشَةُ، قِيلَ: مِنَ الرِّجَالِ. قَالَ: أَبُوهَا.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کو سب سے زیادہ کس سے محبت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ پوچھا گیا کہ مردوں میں سے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ کے باپ سے۔ (سنن ترمذی ۶/ ۱۹۰ رقم ۳۸۹۰)

یہ حدیث صحیح ہے اس کے تمام راوی شیخین کے راوی ہیں سوائے احمد بن عبدہ الضبی کے اور وہ مسلم کا راوی ہے۔

موقوف روایات:

دوسری قسم کی روایات و آثار صحابہ کرام پر موقوف ہیں ان میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

❖ ا۔ امام بخاری اپنی صحیح میں حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا جَامِعُ بْنُ أَبِي رَاشِدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو يَعْلَى، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الحَنَفِيَّةِ، قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: «أَبُو بَكْرٍ»، قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: «ثُمَّ عُمَرُ»، وَخَشِيتُ أَنْ يَقُولَ عُثْمَانُ، قُلْتُ: ثُمَّ أَنْتَ؟ قَالَ: «مَا أَنَا إِلَّا رَجُلٌ مِنَ المُسْلِمِينَ»

حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، ان کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد گرامی حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل کون ہے؟ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ میں نے پوچھا پھر کون فرمایا: عمر بن خطاب۔ پھر مجھے اندیشہ ہوا کہ ان کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا نام لیں گے تو میں نے انداز سوال بدل کر کہا، پھر تو افضل آپ ہی ہوں گے نا؟ تو فرمایا کہ میں تو مسلمانوں میں سے ایک فرد ہوں۔ (صحیح بخاری ۵/ ۷ رقم ۳۶۷۱)

❖ ۲۔ امام احمد مسند میں بطریق حضرت شعبی سے روایت کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا مَنْصُورُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ يَعْنِي الْغُدَانِيَّ الْأَشَلَّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، حَدَّثَنِي أَبُو جُحَيْفَةَ، الَّذِي كَانَ عَلِيٌّ يُسَمِّيهِ وَهْبَ الْخَيْرِ، قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: "يَا أَبَا جُحَيْفَةَ، أَلَا أُخْبِرُكَ بِأَفْضَلِ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا؟" قَالَ: قُلْتُ: بَلَى. قَالَ: وَلَمْ أَكُنْ أَرَى أَنَّ أَحَدًا أَفْضَلُ مِنْهُ، قَالَ: "أَفْضَلُ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُو بَكْرٍ، وَبَعْدَ أَبِي بَكْرٍ، عُمَرُ، وَبَعْدَهُمَا آخَرُ ثَالِثٌ وَلَمْ يُسَمِّهِ

حضرت شعبی روایت کرتے ہیں کہ مجھے ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ نے بتایا (ابو جحیفہ کو حضرت علی عبد الخیر کہا کرتے تھے)۔ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابا جحیفہ، کیا تجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت کے افضل فرد کا نہ بتاؤں، میں نے عرض کیا، ہاں۔ کیوں نہیں، حالانکہ میں نے نہیں سمجھتا تھا کہ کوئی علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے زیادہ فضیلت والا ہے، فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے زیادہ فضیلت والے ابو بکر ہیں، ان کے بعد عمر ہیں اور ان دونوں کے بعد تیسرے ہیں اور ان کا نام نہ لیا۔ (مسند امام احمد ۲/ ۲۰۱ رقم ۸۳۵)

یہ حدیث الاسناد ہے اس کے راوی شیخین بخاری و مسلم کے راوی ہیں سوائے منصور بن عبد الرحمن کے، کہ وہ مسلم کے رجال میں سے ہے۔ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا یہ اثر مسند امام احمد بن حنبل اور زوائد عبد اللہ بن احمد میں مروی ہے جس کے طرق صحیح یا حسن ہیں اور رقم نمبر ۸۳۳ سے رقم ۸۳۷ تک اور پھر رقم ۸۷۱ پر ہے۔

❖ ۳۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فضائل صحابہ میں حضرت ابراہیم النخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قثنا هَيْثَمُ بْنُ خَارِجَةَ، وَالْحَكَمُ بْنُ مُوسَى، قَالَا: نا شِهَابُ بْنُ خِرَاشٍ قَالَ: حَدَّثَنِي الْحَجَّاجُ بْنُ دِينَارٍ، عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ قَالَ: ضَرَبَ عَلْقَمَةُ بْنُ قَيْسٍ هَذَا الْمِنْبَرَ فَقَالَ: خَطَبَنَا عَلِيٌّ عَلَى هَذَا الْمِنْبَرِ، فَحَمِدَ اللَّهَ وَذَكَرَهُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَذْكُرَهُ، ثُمَّ قَالَ: أَلَا إِنَّهُ بَلَغَنِي أَنَّ أُنَاسًا يُفَضِّلُونِي عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ، وَلَوْ كُنْتُ تَقَدَّمْتُ فِي ذَلِكَ لَعَاقَبْتُ، وَلَكِنِّي أَكْرَهُ الْعُقُوبَةَ قَبْلَ التَّقَدُّمِ، فَمَنْ قَالَ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ فَهُوَ مُفْتَرٍ، عَلَيْهِ مَا عَلَى الْمُفْتَرِي، إِنَّ خَيْرَ النَّاسِ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرُ،

حضرت ابراہیم النخعی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ علقمہ بن قیس نے منبر پر ہاتھ مار کر فرمایا، اس منبر پر سیدنا علی

المرتضی رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا، پہلے اللہ کی حمد کی پھر جتنا اللہ نے چاہا انہوں نے ذکر کیا، اس کے بعد فرمایا: سنو، مجھے خبر ملی ہے کہ کچھ لوگ مجھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتے ہیں اگر میں پہلے اس کی وارننگ دے چکا ہوتا تو اب ضرور سزا دیتا مگر مجھے پسند نہیں کہ خبردار کرنے سے پہلے سزا دوں، پس اب جو شخص ایسی بات منہ سے نکالے گا تو مفتری ہوگا اور وہ مفتری کی سزا کا مستحق ہوگا، بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ فضیلت والے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

(فضائل صحابہ ۱/ ۳۳۶ رقم ٤٨٤)

یہ سند حسن ہے اور اس سند کے راوی ابو معشر ہیں یعنی زیاد بن کلیب اور وہ ثقہ راوی ہیں۔ اس اثر کو ابن ابی عاصم نے السنۃ:۱۲۱۹ میں نقل کیا۔ زوائد فضائل صحابہ:۴۹ میں بہ سند ضعیف حکم جحل سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي هَدِيَّةُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قثنا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قثنا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ الْحَكَمِ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ جَحْلٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ: لَا يُفَضِّلُنِي أَحَدٌ عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ إِلَّا جَلَدْتُهُ حَدَّ الْمُفْتَرِي.

حکم بن جحل سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا جو بھی مجھے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیے گا میں اسے مفتری کی حد لگاؤں گا۔ (زوائد فضائل صحابہ:۴۹)

السنۃ ابن ابی عاصم:۱۲۱۹ پر اسی کا مفہوم روایت کیا ہے۔ حضرت ابراھیم النخعی رضی اللہ عنہ نے اشارہ دیا کہ اس شخص کو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی طرف سے سزا دی جائے گی جو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو شیخین کریمین پر فضیلت دے۔

❖ ۴۔ ابن سعد روایت نقل کرتے ہیں۔

قَالَ: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ عَنْ مُفَضَّلِ بْنِ مُهَلْهَلٍ عَنْ مُغِيرَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِإِبْرَاهِيمَ: عَلِيٌّ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ. فَقَالَ لَهُ إِبْرَاهِيمُ: أَمَا إِنَّ عَلِيًّا لَوْ سَمِعَ كَلَامَكَ لَأَوْجَعَ ظَهْرَكَ. إِذَا كُنْتُمْ تُجَالِسُونَنَا بهذا فلا تجالسونا.

پھر کہا کہ ایک شخص نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو شیخین کریمین رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ مجھے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبوب ہیں۔ حضرت ابراھیم النخعی رضی اللہ نے سنا تو اسے تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ اگر تیرا کلام سنتے تو تجھے مفتری کی سزا دیتے ہوئے تیری پیٹھ پر کوڑے لگاتے، تو اس عقیدہ کے ساتھ ہماری مجلس میں نہ بیٹھا کر۔

(طبقات ابن سعد٦/ ٢٨٣ و طبع٦/ ٢٧٥، حلیۃ الاولیاء٨/ ٢٥٣)

اس روایت کو ابن سعد نے طبقات میں حضرت ابراھیم النخعی رضی اللہ عنہ سے بطریق احمد بن یونس عن ابی الاحوص و مفضل بن مہلہل نقل کیا اور اس کے سارے راوی ثقہ اور قابل حجت ہیں اور وہ صحیحین کے رجال ہیں سوائے مفضل بن مہلہل کے وہ

مسلم کے رجال میں سے ہے۔ اس روایت میں مغیرہ کا ابراہیم النخعی سے عنعنہ ہے اور وہ مدلس راوی ہے۔

۴۔ ابن ماجہ اپنی سنن میں روایت کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلِمَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ: خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَبُو بَكْرٍ، وَخَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ أَبِي بَكْرٍ عُمَرُ۔

عبداللہ بن سلمہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد افضل ابوبکر ہیں اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے بہتر عمر ہیں۔

سنن ابن ماجه ١/ ٧٨ رقم ١٠٦، مسند أحمد (٨٣٣)، "السنة ابن أبي عاصم (١٢٠٢)، صحيح البخاري (٣٦٧١)، سنن أبو داود (٦٢٩؟)

اس کی سند میں عبداللہ بن سلمہ المرادی کو امام بخاری، امام ابوحاتم، امام نسائی، اور دارقطنی نے ضعیف کہا ہے مگر اس کی صحیح متابعت کی وجہ سے یہ روایت صحیح ہے۔

❖ ۵۔ امام بخاری اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ العَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «كُنَّا نُخَيِّرُ بَيْنَ النَّاسِ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنُخَيِّرُ أَبَا بَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ، ثُمَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ»۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ہم لوگوں کے درمیان افضل شخص کا ذکر کرتے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو افضل کہتے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو۔ (صحیح بخاری ٥/ ٤ رقم ٣٦٥٥)

﴿ اقوال اجماع ﴾

علماء کی ایک جماعت نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دیگر صحابہ پر افضلیت کے اجماع کی حکایت کی ہے۔ جن علماء نے حکایت اجماع کا ذکر کیا ان کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ یحیی بن سعید الانصاری۔ محدث لالکائی نے شرح اصول الاعتقاد: ۲۶۰۸۔۲۶۰۹ میں ان کا ذکر کیا ہے۔

وَأنا أَحْمَدُ، قَالَ: نا مُحَمَّدٌ، قَالَ: نا أَبُو بَكْرٍ الْجَارُودِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ عِيسَى يَقُولُ وَأَمْلَاهُ عَلَيَّ قَالَ: نا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيَّ قَالَ: حَدَّثَنِي وَمَا رَأَيْتُ شَيْخًا أَنْبَلَ مِنْهُ قَالَ: قُلْتُ لَهُ: مَنْ أَدْرَكْتَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِينَ، مَا كَانَ قَوْلُهُمْ فِي

أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيٍّ؟ قَالَ: مَنْ أَدْرَكْتُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِينَ لَمْ يَخْتَلِفُوا فِي أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَفَضْلِهِمَا، إِنَّمَا كَانَ الِاخْتِلَافُ فِي عَلِيٍّ وَعُثْمَانَ

۲۔ سفیان بن سعید الثوری۔ ابن ابی زمنین نے کتاب السنۃ: ۱۹۴ میں ان کا تذکرہ کیا۔

اَلْعِنَاقِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ الْجُهَنِيُّ قَالَ: ـ ثُمَّ ذَهَبْتُ مِنْ فَوْرِي إِلَى سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ: أَزْرَى عَلَى اِثْنَيْ عَشَرَ أَلْفًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا أَخْوَفَنِي مَعَ هَذَا أَنْ لَا يَصْعَدَ لَهُ إِلَى السَّمَاءِ تَطَوُّعٌ.

۳۔ شریک بن عبد اللہ النخعی کوفی۔ اس کا ذکر بھی کتاب السنۃ ابن ابی زمنین: ۱۹۴ میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔

اَلْعِنَاقِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ الْجُهَنِيُّ قَالَ: قُلْتُ لِشَرِيكٍ مَا تَقُولُ فِيمَنْ فَضَّلَ عَلِيًّا عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ؟ فَقَالَ: أَزْرَى عَلَى اِثْنَيْ عَشَرَ أَلْفًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

۴۔ عبد اللہ بن مبارک۔ اس کا ذکر ابن ابی زمنین نے السنۃ: ۱۹۷ پر تذکرہ کیا ہے۔

وَهْبٌ قَالَ: وَحَدَّثَنِي اِبْنُ وَضَّاحٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ حَمَّادٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ أَنَّهُ قَالَ: نَأْخُذُ بِاجْتِمَاعِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَدَعُ مَا سِوَاهُ، وَقَدِ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنَّ عُثْمَانَ خَيْرُهُمْ، فَعُثْمَانُ خَيْرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ، وَبَعْدَهُمْ عَلِيٌّ، ثُمَّ خَيْرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ هَؤُلَاءِ الْأَرْبَعَةِ أَصْحَابُ الشُّورَى، ثُمَّ أَهْلُ بَدْرٍ، ثُمَّ الْأَوَّلُ فَالْأَوَّلُ مِنْ سَائِرِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (فَاعْرِفْ) هُمْ حَقَّ سَابِقِهِمْ.

۵۔ امام محمد بن ادریس الشافعی۔ امام بیہقی نے الاعتقاد ص ۱۹۲ پر اس کا تذکرہ کیا ہے۔

ما اختلف أحد من الصحابة والتابعين فى تفضيل أبى بكر وعمر و تقديمهما على جميع الصحابة

صحابہ کرام اور تابعین میں سے کسی نے بھی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے افضل ہونے اور باقی تمام صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے مقدم ہونے کے لحاظ سے اختلاف نہیں کیا۔

(الاعتقاد و الهداية الى سبيل الرشاد، ص: ٣٦٩، دار الافاق الجديدة، بيروت)

۶۔ یوسف بن عدی۔ ابن ابی زمنین نے السنۃ: ۱۹۶ پر اس کا تذکرہ کیا ہے۔

وَهْبٌ قَالَ: وَحَدَّثَنِي اِبْنُ وَضَّاحٍ قَالَ: سَأَلْتُ يُوسُفَ بْنَ عَدِيٍّ فَقُلْتُ لَهُ: أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ أَفْضَلُ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، وَلَيْسَ يَخْتَلِفُ فِي ذَلِكَ إِلَّا مَنْ لَا يُعْبَأُ بِهِ، وَإِذَا أَرَدْتَ فَضْلَهُمَا فَانْظُرْ إِلَيْهِمَا مِمَّا جَعَلَهُمَا اللهُ مَعَ نَبِيِّهِ فِي قَبْرٍ.

۷، ۸۔ ابوزرعہ الرازی اور ابوحاتم الرازی۔ ان کا تذکرہ بحوالہ لالکائی شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ: ۳۲۱ پر کیا ہے۔

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُظَفَّرِ الْمُقْرِئُ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَبَشٍ الْمُقْرِئُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي حَاتِمٍ قَالَ: سَأَلْتُ أَبِي وَأَبَا زُرْعَةَ عَنْ مَذَاهِبِ أَهْلِ السُّنَّةِ فِي أُصُولِ الدِّينِ وَمَا أَدْرَكَا عَلَيْهِ الْعُلَمَاءَ فِي جَمِيعِ الْأَمْصَارِ وَمَا يَعْتَقِدَانِ مِنْ ذَلِكَ فَقَالَا: " أَدْرَكْنَا الْعُلَمَاءَ فِي جَمِيعِ الْأَمْصَارِ حِجَازًا وَعِرَاقًا وَشَامًا وَيَمَنًا فَكَانَ مِنْ مَذْهَبِهِمْ:— وَخَيْرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ثُمَّ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ ثُمَّ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَهُمُ الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُونَ الْمَهْدِيُّونَ۔

۹۔امام نووی فرماتے ہیں: اجمع أهل السنة على أن أفضلهم على الاطلاق أبو بكر، ثم عمر.

(تهذيب الاسماء واللغات للنووى، ج ۱، ص ۲۸، فصل فى حقيقة الصحابى)

۱۰۔امام ذہبی نے اسے کتاب الکبائر ص ۲۳۶ پر کیا ہے۔

ابن عبدالبر کی استیعاب کے حوالہ پر نقد

یہ جو مالکی نے استیعاب امام ابن عبدالبر کے حوالے سے لکھا کہ بہت سے صحابہ کرام حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ پر فضیلت دیتے تھے۔ مگر گذارش ہے کہ ان صحابہ کرام سے بالاسناد ایسے عقیدے کی آگاہی نہ ہو سکی۔ اگر کچھ ثابت ہو بھی وہ اسی نکتہ نگاہ پر محمول ہوگا جو حضرت ابو جحیفہ کا حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے پہلے تھا۔ جیسا کہ انہوں نے فرمایا، ولم أكن أرى أنَّ أحداً أفضل منه میں تو آپ کی وضاحت سے پہلے کسی کو افضل نہ جانتا تھا، یہ حوالہ ابھی گذرا ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی طرف منسوب عقیدہ کی نقل ثابت بھی ہو جائے تو اس نکتہ نگاہ کا مقابلہ نہیں کر سکتی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع احادیث اور صحابہ کرام کے موقوف آثار واخبار سے ثابت ہے۔ ان صحابہ کرام میں جناب علی المرتضی رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔ مالکی کا یہ شاذ نظریہ امت محمدیہ کے اجماع نظریہ کے خلاف ہے جو تفضیل شیخین سے متعلق ہے۔ اللہ تعالی جملہ صحابہ وتابعین اور ائمہ دین سے راضی ہو۔

بمنزلة هارون من موسى سے استدلال

جہاں تک ان روایات کا تعلق ہے جو مالکی کے نزدیک تفضیلِ علی المرتضی رضی اللہ عنہ پر دلالت کرتی ہیں۔ ان روایات کی تعیین اور وضاحت اس نے نہیں کی۔ شاید کہ حسن فرحان مالکی کی مراد حدیث سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

أما ترضى أن تكون مني بمنزلة هارون من موسى، إلاَّ أنَّه لا نبيَّ بعدي

کیا تم راضی نہیں کہ مجھ سے مقام ومرتبہ میں وہی نسبت رکھو جو ہاروں علیہ السلام کی موسی علیہ السلام سے تھی سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

بمنزلة هارون من موسى سے استدلال کا جواب:

اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ حدیث مذکورہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے مگر خلفاء ثلاثہ پر ان کے افضل ہونے کی دلیل نہیں۔ جن احادیث و آثار اور حکایات اجماع کا پہلے ذکر ہوا ان سے واضح ہے کہ حقیقت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیگر تمام صحابہ کرام پر فضیلت حاصل ہے۔ حیرت ہے کہ مالکی کو افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں شک ہے حالانکہ احادیث صحیحہ اور اجماع علماء کی حکایت افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر دلالت کرتی ہیں۔ بلکہ چار تابعین کی روایات میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے بصراحت ثابت ہے کہ آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو افضل قرار دیتے تھے۔ ان میں سے ایک روایت تو بخاری میں ہے۔ بعض روایات میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی افضلیت بھی حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے ارشادات سے ثابت ہے۔

محدث عبد الرزاق کا افضلیت شیخین کریمین کا اقرار

محدث ابن عدی اپنی سند سے لکھتے ہیں۔

حدثنا الشرقي، حدثنا أبو الأزهر سمعت عبد الرزاق يقول أفضل الشيخين بتفضيل علي إياهما على نفسه ولو لم يفضلهما لم أفضلهما كفى بي إزراء أن أحب عليا ثم أخالف قوله.

ابوالازہر احمد بن الازہر نیشاپوری نے کہا کہ میں نے عبد الرزاق کو کہتے ہوئے سنا: کہ میں اس لیے شیخین کو افضل مانتا ہوں کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے انہیں تفضیل دی ورنہ میں انہیں تفضیل نہ دیتا۔ میرے لیے یہ گناہ کافی ہے کہ میں علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے محبت کروں پھر ان کی مخالفت کروں۔

الکامل فی الضعفاء ابن عدی ۶/ ۵۴۰، تهذیب التهذیب ۶/ ۳۱۳، العلل احمد بن حنبل: ۱۵۴۶، تهذیب الکمال ۱۸/ ۶۰، سیر اعلام النبلاء ۸/ ۲۲۷، میزان الاعتدال ۲/ ۶۱۲، تذکرة الحفاظ ۱/ ۲۶۷، مغانی الاخیار للعینی ۲/ ۲۲۳، تاریخ دمشق ۳۶/ ۱۹۰، تاریخ الاسلام للذهبی ۵/ ۳۷۴

❖ زوائد فضائل صحابہ میں سند سے قول نقل ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ قثنا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ النَّيْسَابُورِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّزَّاقِ يَقُولُ: وَاللهِ مَا انْشَرَحَ صَدْرِي قَطُّ أَنْ أُفَضِّلَ عَلِيًّا عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ، وَرَحْمَةُ اللهِ عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ، وَرَحْمَةُ اللهِ عَلَى عُثْمَانَ، رَحْمَةُ اللهِ عَلَى عَلِيٍّ، وَمَنْ لَمْ يُحِبَّهُمْ فَمَا هُوَ بِمُؤْمِنٍ، وَإِنَّ أَوْثَقَ أَعْمَالِنَا حُبُّنَا إِيَّاهُمْ أَجْمَعِينَ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ، وَلَا جَعَلَ لِأَحَدٍ مِنْهُمْ فِي أَعْنَاقِنَا تَبِعَةً، وَحَشَرَنَا فِي زُمْرَتِهِمْ وَمَعَهُمْ، آمِينَ رَبَّ الْعَالَمِينَ.

محدث عبد اللہ بن احمد، سلمۃ بن شبیب ابو عبد الرحمن نیشاپوری کا بیان نقل کرتے ہیں کہ میں نے عبد الرزاق کی

زبان سے سنا وہ کہہ رہے تھے۔: مجھے اس بات سے مطلقاً شرح صدر نہیں ہوا کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر فضیلت دوں۔ اللہ تعالی کی رحمت ہو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر، اللہ کی رحمت ہو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اور اللہ تعالی کی رحمت ہو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ پر۔ جو ان سے محبت نہ کرے وہ مومن نہیں۔ بے شک ہمارے اعمال میں انتہائی قابل اعتماد عمل سب خلفاء راشدین سے ہماری محبت ہے اور کسی کے خلاف زبان اعتراض کا الزام گلے میں نہ ڈالنا ہے۔ اے پروردگار ہمارا حشر ان میں اور ان کے ساتھ فرما۔ (فضائل صحابہ ۱/ ۱۴۶ رقم ۱۲۶)

تهذيب التهذيب ٦/ ٣١٣، العلل احمد بن حنبل: ١٥٤٦، تهذيب الكمال ١٨/ ٦٠، سير اعلام النبلاء ٨/ ٢٢٧، ميزان الاعتدال ٢/ ٦١٢، تذكرة الحفاظ ١/ ٢٦٧، مغانى الاخيار للعينى ٢/ ٢٢٣، تاريخ دمشق ٣٦/ ١٩٠، تاريخ الاسلام للذهبى ٥/ ٣٧٤، تذهيب تهذيب الكمال ٦/ ٨٨

﴿ حضرت ابو بکر صدیق کے احق بالخلافت ہونے میں شک ﴾

حسن فرحان مالکی اپنی کتاب ص ۲۸ پر عنوان کیا" الاختلاف يوم السقيفة وموقف المسلمين منها وآثارها الفكرية "اختلاف روز سقیفہ، مسلمانوں کا موقف اور اس اختلاف کے فکری اثرات۔ اس عنوان کے تحت مالکی کا کلام ص ۳۴ پر ختم ہوتا ہے اور یہ کلام حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے احق و اولی بالخلافت میں تشکیک پیدا کرتا ہے۔ میں یہاں اس کلام کے بعض اختتامی کلمات کرتا ہوں جو اس تشکیک کے آئینہ دار جملوں پر مشتمل ہیں۔

- حسن فرحان مالکی اپنی کتاب ص ۲۹ پر لکھتا ہے۔

"انصار کو جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری دنیا سے پردہ کرنے کی خبر ملی تو سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے۔ وہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ ان کی دلیل یہ تھی کہ انصار مدینہ منورہ کے اصل باسی ہیں اور مدینہ منورہ اسلام کا دار الحکومت ہے اور قریش وہ ہیں جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ سے جلا وطن کیا تھا۔ جب کہ انصار نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت وحمایت اور حفاظت کی۔ اس سلسلہ میں انہیں سختیوں اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ دوسری طرف مہاجرین تو مدینہ منورہ میں انصار کے مہمان تھے، اس بنا پر گھر والوں کو گھر میں تصرف کا زیادہ حق ہے۔" الخ

- حسن مالکی نے اپنی کتاب ص ۳۰ پر حاشیہ آرائی کی۔

بعض لوگوں کی رائے ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے والے ان کو دوسروں سے زیادہ خلافت کا حق دار نہ سمجھتے تھے کیوں کہ ان کے خیال میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دوسروں کے ہم پایہ تھے۔ سو انہوں نے اندیشہ فتنہ اور امر واقع کے پیش نظر راضی ہو کر بیعت کی۔ الخ

• حسن مالکی ص ۳۰-۳۱ پر اس طرح رقم طراز ہے۔

بزرگ مہاجرین کا ایک اور گروہ تھا جنہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت نہ کی، ان کے سرخیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد اور داماد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کے ساتھ بنو ہاشم مثلاً امام حسن، امام حسین، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، ان کے بیٹے عبداللہ اور فضل تھے۔ ان کے ساتھ کبار مہاجرین کا ایک گروہ تھا جیسے حضرت عمار بن یاسر، حضرت سلمان فارسی، حضور ابوذر غفاری اور حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہم وغیرہ۔ اسی طرح ان کے ساتھ بعض انصار تھے جیسے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ وغیرہ عام صحابہ وہ سمجھتے تھے کہ بعد منصب خلافت کے سب سے زیادہ حق دار تھے کیوں کہ وہ سب سے پہلے اسلام لائے اور اس لیے بھی کہ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت قرابت تھی سوائے نبوت کے۔ جیسے ہارون علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاں منزلت تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ علماء، شجاع اور زہاد صحابہ میں سے تھے۔ آپ عشرہ مبشرہ میں سے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبتی قرابت، دامادی، پرورش اور رہائش کا تعلق تھا۔

مہاجرین کی یہ قسم اور بعض انصار سمجھتے تھے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منصب خلافت پر فائز ہونے کے سب سے زیادہ اہلیت رکھتے تھے۔ بلکہ بہت واضح تھا کہ انصار کی اکثریت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے زیادہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف میلان رکھتی تھی۔ کیوں کہ انہیں علم تھا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ قریشی ہونے کے باوجود کسی قریشی کو انصار پر ترجیح نہ دیں گے۔ انہوں نے اس بناء پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی کہ انصاور کے ساتھ بحث و تکرار کے وقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سقیفہ میں موجود نہ تھے۔ اگر وہ ادھر ہوتے تو خلافت کا معاملہ ان کے حق میں طے ہوتا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب بعض انصار نے دیکھا کہ خلافت کا منصب سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے پھیرا جا رہا ہے تو انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نام پکارا۔ مدینہ میں انصار کی تعداد بہت تھی۔ لیکن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری دنیا سے پردہ کرنے پر ان کی رسومات میں مشغول ہونے کے سبب سقیفہ کے اس ہنگامی اجتماع کی اطلاع نہ پا سکے۔ یا وہ سمجھتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو چھوڑ کر خلافت نبوت کی احقیت کی خاطر الجھنے کے لیے جانا مناسب نہیں، پس انہوں نے ان ذمہ داری رسومات کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہنے کو ترجیح دی۔ اور اس اشتغال میں دو دن لگ گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری رسومات سے پہلے مکمل ہو چکی تھی۔ جس کا اثر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، ان کے ساتھ اہل بیت مثلاً حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا، اور ان کے حامی مہاجرین و انصار نے بہت لیا۔ وہ سب خیال کرتے تھے کہ اصحاب سقیفہ نے ان کے مقام و مرتبے کا لحاظ نہیں رکھا۔ اور ان سے مشورہ کیے بغیر ہی خلافت کا معاملہ نپٹا دیا۔ وہ اس کو بہتر سمجھتے تھے کہ لوگ

صبر و سکون سے سوچ لیں یہاں تک کہ حضور ﷺ کی آخری رسومات مکمل ہو جائے پھر مشورہ کر کے جس کو خلافت کا اہل سمجھیں منصب خلافت پر فائز کر دیں۔ یا پھر مہاجرین و انصاور نیز اوس و خزرج کے درمیان نزاعی خلافت کا قضیہ نپٹایا جائے۔

یہ ہی بات بیعت نہ کرنے والے اصحاب کے نزدیک بیعت کی مشروعیت کو کمزور کرتی ہے اور اسے قہر و غلبہ کے مشابہ بنا دیتی ہے، جو اس شرعی شوری کے خلاف ہے جس کا حکم دیا گیا۔ ارشاد خداوندی ہے، وامرھم شوری بینھم صحابہ کرام کے معاملات باہم مشاورت سے ہوتے ہیں۔ الخ

- حسن فرحان مالکی اپنی کتاب میں سقیفہ میں رونما ہونے والے اختلاف کے متعلق حاشیے میں لکھتا ہے۔

بعض لوگوں کی رائے ہے کہ ادھر سقیفہ میں پہلے کے قبیلے والے اسباب اور گروہی اور شخصی تعصبات تھے، ان اہل سقیفہ کا اختلاف اسلامی مصلحت پر مبنی نہ تھا۔ انصار کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی طرف میلان کی وجہ یہ تھی کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے مشرکین مکہ قریش کو زیادہ ٹھکانے لگایا تھا۔ غزوہ بدر میں اکیلے قریش کے پندرہ جوان کاٹ ڈالے تھے بعض مورخین مثلاً واقدی نے یہ تعداد تئیس تک ذکر کی ہے۔ انصار سمجھتے تھے کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ قریش کو زیر کرنے میں کاٹ دینے والی تلوار کی مانند تھے۔ اور مستقبل میں قریش خصوصاً طلقاء قریش جو قریش کی نمائندگی کرتے تھے کی سرکشیوں کو کچل سکتے تھے۔ انصار کی نظر میں اگر حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ خلیفہ بن جاتے تو انہیں قریش کی اذیتوں اور ان پر دوسروں کو ترجیح دینے کی نوبت نہ آتی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ قریش حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے عداوت رکھتے تھے کیوں کہ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے برعکس قریش کے گھروں میں زیادہ بربادی ڈالی تھی۔ ثابت نہیں کہ خلفاء ثلاثہ نے قریش کو قتل کیا ہو سوائے ایک شخص کے جسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بدر کے روز قتل کیا۔ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے بدر، احد، خندق اور فتح مکہ کے روز دسیوں قریشیوں کو مار کر واصل جہنم کیا۔ جب کہ قریش کے ساتھ مشہور جنگیں یہ ہی تھیں۔ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ اور انصار کے درمیان گہری محبت تھی اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا ان کے ساتھ بہت بڑا تعلق تھا۔ اپنے عہد خلافت میں انہیں نے انصار کے فاضل علماء کو مناصب عطا کیے۔ الخ

- اس کے بعد حسن فرحان مالکی نے سات منصب داروں کا ذکر کیا۔ بعد ازاں لکھا کہ

خلفاء ثلاثہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں انصار کو ان مناصب سے محروم رکھا گیا۔ کیوں کہ زیادہ تر مناصب قریشیوں کے دست تصرف میں تھے۔ اور یہ بات ان اسباب کی معرفت کے مطالعے کے طرف بلاتی ہے۔ یہ اتفاق بھی ذکر کے قابل ہے کہ انصار کے بارے میں ارشاد نبی کریم ﷺ ہے۔

وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ، ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، وَاللَّفْظُ لَهُ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْأَنْصَارِ: «لَا يُحِبُّهُمْ إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يُبْغِضُهُمْ إِلَّا مُنَافِقٌ، مَنْ أَحَبَّهُمْ أَحَبَّهُ اللهُ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ أَبْغَضَهُ اللهُ»

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: انصار سے محبت نہیں کرتا مگر مومن اور ان سے عداوت نہیں رکھتا مگر منافق۔

(صحیح مسلم ۱/ ۸۵ رقم ۱۲۹)

اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق حدیث ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، وَأَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَاللَّفْظُ لَهُ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ زِرٍّ، قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ، وَبَرَأَ النَّسَمَةَ، إِنَّهُ لَعَهْدُ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيَّ: «أَنْ لَا يُحِبَّنِي إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يُبْغِضَنِي إِلَّا مُنَافِقٌ»

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ علی سے صرف مومن ہی محبت کرتا ہے اور سوائے منافق کے ان سے کوئی عداوت نہیں رکھتا۔ (صحیح مسلم ۱/ ۸٦ رقم ۱۳۱)

یہ دونوں حدیثیں صحیح مسلم میں ہیں اور امام مسلم نے اس کے باب باندھا ہے۔

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ حُبَّ الْأَنْصَارِ وَعَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ مِنَ الْإِيمَانِ وَعَلَامَاتِهِ، وَبُغْضِهِمْ مِنْ عَلَامَاتِ النِّفَاقِ- [سبحان اللہ]

۲۔ حسن فرحان مالکی اپنی کتاب ص ۴۳ کے حاشیہ میں رقمطراز ہے۔

روز فتح مکہ، قریش کے دو ہزار آدمی اسلام لائے ان کو طلقاء کہتے ہیں۔ انصار خوفزدہ تھے کہ ان قریش کی خلافت ان طلقاء کے ہاتھ آجائے گی اور یہ تیس سال بعد ایسا ہی ہوا۔ جب معاویہ بن سفیان تخت حکومت پر براجمان ہو گئے وہ طلقاء میں سے تھے۔ اور اس دور میں انصار کو پیچھے رکھا گیا جس کی نبی کریم ﷺ نے خبر دی تھی۔ الخ

حسن فرحان مالکی کا رد دو جہتوں سے:

حسن فرحان مالکی کے اس صاف واضح کلام کو وارد کرنے کے بعد جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زیادہ حق دار خلافت ہونے میں شک پیدا کیا گیا، میں اس کا دو جہتوں سے جواب دوں گا۔

پہلی جہت: بعض ایسی باتوں پر تنبیہ جو مالکی نے بطور استدلال پیش کیں۔

دوسری جہت: ان دلائل کا بیان جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلافت کا زیادہ حق دار ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

پہلی جہت:

جو شخص حسن فرحان مالکی کے اس کلام کو دیکھے گا، اس مالکی کے اہل سنت میں ہونے اور سنت کے ساتھ تعلق رکھنے [illegible] تک نہ آئے گی۔ وہ اس کلام کو دیکھ کر فوراً ذہن میں محسوس کرے گا کہ اس کے سامنے کسی گروہ کی [illegible] ہے۔ (۱) اس قسم کے کلام سنے پڑھنے یا اس کے تصور ہی سے جواب کی ضرورت نہیں، تاہم اس کے [illegible] پر تنبیہ کروں گا۔

امر اول:

حسن فرحان مالکی نے تیسرے مقطع پر حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے اولیٰ و احق بالخلافت ہونے کی طرف اشارہ [illegible] دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا بڑا مقام ہے جیسے حضرت ہارون علیہ السلام کی موسیٰ علیہ السلام سے قربت و منزلت ہے سوائے نبوت کے۔

جواب:

اس کا جواب یہ ہے کہ بعض بدعتی گروہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو خلافت کا زیادہ حق دار ثابت کرنے کے لیے اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں، یہ حدیث صحیحین میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ صحیح بخاری میں اس کے الفاظ اس طرح ہیں۔

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الحَكَمِ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى تَبُوكَ، وَاسْتَخْلَفَ عَلِيًّا، فَقَالَ: أَتُخَلِّفُنِي فِي الصِّبْيَانِ وَالنِّسَاءِ؟ قَالَ: «أَلَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ، مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ نَبِيٌّ بَعْدِي»

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک کے لیے روانہ ہوئے تو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا نائب بنایا تو انہوں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کیا آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس سے خوش نہیں کہ تمھاری میرے ہاں وہ منزلت ہے جو ہارون علیہ السلام کی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی، فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (صحیح بخاری ۶/ ۳ رقم ۴۴۱۶)

یہ حدیث تفضیلیہ اور اہل بدعت کی دلیل نہیں بن سکتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی دلجوئی کے لیے فرمائے تھے۔ جب انہوں نے عرض کیا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑ رہے ہیں اور یہ جب

---

(۱)۔ عصر حاضر میں اس کی مثال قاری ظہور احمد فیضی ہے۔ جس کی کتاب شرح اسنی المطالب، الاحادیث الموضوعہ، صلح امام حسن، دیگر کتب اس کے عقیدہ و موقف کا واضح ثبوت ہیں۔

بنانا تنے عرصہ کے لیے تھا، جتنے عرصہ سفر تبوک پر تھے۔ جیسے ہارون علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کے عرصہ مناجات میں ان کے نائب تھے اور تشبیہ سے یہ ہی مراد تھی۔ نبی کریم ﷺ کا عرصہ غیبت میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو نائب بنانا مشبہ ہے اور مشبہ بہ موسیٰ علیہ السلام کا عرصہ غیبت میں ہارون علیہ السلام کا نائب ہونا ہے۔ فرق بس اتنا ہے کہ یہاں مشبہ بہ نبی ہے۔ کیوں کہ ایک زمانے میں کئی نبی ہو سکتے تھے جہاں تک ہمارے نبی کریم ﷺ کا تعلق ہے۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں نہ ہی آپ کے زمانے میں۔ اس روایت میں رسول اللہ ﷺ کے بعد متصلاً حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے احق بالخلافت ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔

امر دوم:

حسن فرحان مالکی نے پانچویں مقطع یعنی نکتہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اولی بالخلافت ہونے کی طرف اشارہ کیا اور اس کی دلیل دی ہے کہ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کئی قریشیوں کو قتل کیا۔

جواب:

میں کہتا ہوں کہ کثرت قتل کا دلیل اولیت میں اعتبار نہیں کیونکہ معلوم ہے کہ بعض متاخرین مسلمانوں نے افضل و متقدمین سے زیادہ اہل کفر پر قیامت توڑی اور پشتوں کے پشتے لگائے جب کہ خلافت میں تفضیل و تقدیم کا دارومدار کئی دلائل پر ہے اور تفضیل صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دلائل پہلے تحریر ہو چکے ہیں اور کچھ دیر بعد وہ دلائل بھی ذکر ہوں گے جو خلافت صدیق اکبر کی تقدیم پر دلالت کرتے ہیں۔

امر سوم:

حسن فرحان مالکی نے پانچویں مقطع اور نکتہ میں اشارہ کیا کہ صحیح مسلم میں دو حدیثیں مروی ہیں۔ ایک انصار کے بارے میں اور دوسری حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو دلالت کرتی ہیں کہ انصار و علی رضی اللہ عنہ سے صرف مومن محبت کرتے ہیں اور ان سے بغض و عداوت صرف منافق کرتے ہیں۔

جواب:

میں کہتا ہوں کہ انصار کے متعلق حدیث صحیحین میں بروایت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس کے الفاظ ہیں۔

وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ، ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، وَاللَّفْظُ لَهُ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْأَنْصَارِ: «لَا يُحِبُّهُمْ إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يُبْغِضُهُمْ إِلَّا مُنَافِقٌ، مَنْ أَحَبَّهُمْ أَحَبَّهُ اللهُ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ أَبْغَضَهُ اللهُ»

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انصار سے محبت نہیں کرتا مگر مومن اور ان سے عداوت نہیں رکھتا مگر منافق۔ پس جو ان سے محبت کرے اللہ اس سے محبت کرتا ہے اور جو ان سے بغض رکھے اللہ اس کو دشمن ٹھہراتا ہے۔

(صحیح بخاری ۵/ ۳۲ رقم ۳۷۸۳، صحیح مسلم ۱/ ۸۵ رقم ۱۲۹)

صحیح مسلم میں حضرت زر سے مروی ہے کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، وَأَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَاللَّفْظُ لَهُ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ زِرٍّ، قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ، وَبَرَأَ النَّسَمَةَ، إِنَّهُ لَعَهْدُ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيَّ: «أَنْ لَا يُحِبَّنِي إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يُبْغِضَنِي إِلَّا مُنَافِقٌ»

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا اور نسمہ کو پروان چڑھایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: مجھ علی سے محبت نہ کرے گا مگر مومن اور بغض نہ رکھے گا مگر منافق۔

(صحیح مسلم ۱/ ۸۵ رقم ۱۳۱)

منافقین کی انصار سے بغض وعداوت کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے دین اسلام کے غلبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی اور یہ بات انصار کے ساتھ مختص نہیں کیوں کہ مہاجرین بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست و بازو تھے۔ ان کے پاس ہجرت اور نصرت کے دونوں شرف تھے۔ اس لیے انصار سے افضل تھے۔ اللہ تعالی نے انہیں دونوں اوصاف سے متصف فرمایا:

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلاً مِنَ اللهِ وَرِضْوَانًا وَيَنصُرُونَ اللهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ۔ (سورۃ الحشر :۸)

ان مال فئے کے حق دار مہاجروں کے لیے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکالے گئے اس حال میں کہ اللہ کی طرف سے فضل اور رضا چاہتے ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، وہی لوگ سچے ہیں۔

❖ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ علیہ فتح الباری میں حدیث حب انصار کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فَلِهَذَا جَاءَ التَّحْذِيرُ مِنْ بُغْضِهِمْ وَالتَّرْغِيبُ فِي حُبِّهِمْ حَتَّى جُعِلَ ذَلِكَ آيَةَ الْإِيمَانِ وَالنِّفَاقِ تَنْوِيهًا بِعَظِيمِ فَضْلِهِمْ وَتَنْبِيهًا عَلَى كَرِيمِ فِعْلِهِمْ وَإِنْ كَانَ مَنْ شَارَكَهُمْ فِي مَعْنَى ذَلِكَ مُشَارِكًا لَهُمْ فِي الْفَضْلِ الْمَذْكُورِ كُلٌّ بِقِسْطِهِ وَقَدْ ثَبَتَ فِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ لَا يُحِبُّكَ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضُكَ إِلَّا مُنَافِقٌ وَهَذَا جَارٍ بِاطِّرَادٍ فِي أَعْيَانِ الصَّحَابَةِ لِتَحَقُّقِ مُشْتَرَكِ الْإِكْرَامِ لِمَا لَهُمْ مِنْ حُسْنِ الْغَنَاءِ فِي الدِّينِ قَالَ صَاحِبُ الْمُفْهِمِ وَأَمَّا الْحُرُوبُ الْوَاقِعَةُ بَيْنَهُمْ فَإِنْ وَقَعَ مِنْ بَعْضِهِمْ بُغْضٌ فَذَاكَ مِنْ غَيْرِ هَذِهِ الْجِهَةِ بَلْ لِلْأَمْرِ الطَّارِئِ الَّذِي

اقْتَضَى الْمُخَالَفَةَ وَلِذَلِكَ لَمْ يَحْكُمْ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ بِالنِّفَاقِ وَإِنَّمَا كَانَ حَالُهُمْ فِي ذَاكَ حَالَ الْمُجْتَهِدِينَ فِي الْأَحْكَامِ لِلْمُصِيبِ أَجْرَانِ وللمخطىء أجر واحد والله أعلم۔

اسی وجہ سے انصار کی عداوت سے اجتناب کرنے اور ان سے محبت کرنے کا حکم آیا ہے اور ان سے محبت وعداوت کو ایمان و نفاق کی علامت ٹھہرایا ہے جو ان کی بہت بڑی فضیلت اور اعلی کردار کی نشان دہی ہے اور جو اس کردار میں شریک ہیں وہ بھی اس فضیلت میں شامل ہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: علی تم سے صرف مومن ہی محبت کرے گا اور کوئی منافق ہی عداوت رکھے گا۔ اور محبت و عداوت والا معاملہ تمام صحابہ میں اطراد جاری ہے تاکہ مشترکہ فضیلت اور عزت افزائی کا تحقق ہو۔ اور صاحب المفہم [قرطبی] نے فرمایا کہ جہاں تک ان شکر رنجیوں اور معرکہ آرائیوں کا تعلق ہے جن میں وہ مبتلا ہوئے وہ جہت نفرت کی وجہ سے نہ تھیں بلکہ کسی ہنگامی صورت حال کے باعث ہوئیں جس صورت حال کا تقاضہ بظاہر مخالفت تھا۔ یہ ہی وجہ ہے کہ انہوں نے ایک دوسرے پر نفاق کا الزام نہ لگایا۔ اس معاملے میں ان کا حال ایسا تھا جیسے مجتہدین کا احکام میں ہوتا ہے کہ صحیح فیصلہ تک پہنچنے والے کو دوہرا اجر ملتا ہے اور خطاء کرنے والے کو ایک اجر حاصل ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ (فتح الباری ۱/ ۶۳)

کتاب المفہم صحیح مسلم کی شرح ہے اس کے مصنف ابوالعباس احمد بن عمر قرطبی ہیں اور وہ ابو عبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر قرطبی مشہور و مفسر کے شیخ ہیں۔ کتاب المفہم ۶/۶۲۰ پر اس کی عبارت کچھ یوں ہے۔

حتى أدى ذلك إلى الحروب العظيمة والخطوب الجسيمة؛ فإنَّ كل طائفة كانت ترى أنها المصيبة المحقة، ومخالفتها المخطئة؛ فإنَّها كانت أمورا اجتهادية، ولم يكن فيها نصوص قطعية، ويستثنى من ذلك قتلة عثمان، فإنَّه لم يرتكب ما يوجب خلعه، ولا قتله، والخوارج على علي والمسلمين؛ فإنَّهم حكموا بكفر الجميع، فهاتان الطائفتان مخطئتان قطعاً، ومن عدا هؤلاء فإمَّا مصيب في اجتهاده فله أجران۔

حسن مالکی نے یہ جو لکھا ہے کہ امام مسلم نے باب حبُّ عليٍّ والأنصار من الإيمان کا باب باندھا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ امام مسلم نے تبویب نہ کی تھی البتہ حکما صحیح مسلم مبوب ہے۔ اس کے ابواب و تراجم کا کام کسی اور محدث نے کیا۔ امام نووی نے شرح صحیح مسلم کی شرح میں فرماتے ہیں۔

وقد ترجم جماعة أبوابه بتراجم بعضها جيد وبعضها ليس بجيد إما لقصور في عبارة الترجمة وإما لركاكة لفظها وإما لغير ذلك وانا ان شاء الله أحرص على التعبير عنها بعبارات تليق بها في مواطنها والله أعلم۔

محدثین کی ایک جماعت نے تراجم کے ساتھ ابواب کا کام کیا، ان میں سے بعض باب عمدہ ہیں اور بعض غیر

جید۔ جس کی کئی وجوہات ہیں۔

۱) یا تو ترجمہ یعنی عنواں کی عبارت میں کوتاہی ہے۔

۲) یا لفظی رکاکات ہے۔

۳) یا کوئی اور وجہ ہے۔

میری شدید خواہش ہے کہ میں ایسی عبارت سے انہیں مزین کروں جو اپنے مقام پر ان کو شیان شان ہو۔

(شرح صحیح مسلم ۱/ ۲۱)

دوسری جہت:

دوسری جہت ان دلائل کے متعلق ہے جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے احق بالخلافت ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ یہاں بعض ان احادیث و آثار اور حکایت اجماع کو ضبط میں تحریر لاتا ہوں جو میرے علم و آگہی میں ہیں۔

احادیث و آثار

۱۔ امام بخاری: ۵۶۶۶ و امام مسلم: ۲۳۸۷ اپنی صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں نے فرمایا:

حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فِي مَرَضِهِ " ادْعِي لِي أَبَا بَكْرٍ، أَبَاكِ، وَأَخَاكِ، حَتَّى أَكْتُبَ كِتَابًا، فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَتَمَنَّى مُتَمَنٍّ وَيَقُولُ قَائِلٌ: أَنَا أَوْلَى، وَيَأْبَى اللهُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَّا أَبَا بَكْرٍ "

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری ایام میں حکم دیا اپنے والد ابو بکر اور اپنے بھائی کو بلا لاو تا کہ ان کے لیے تحریر کر دوں مجھے ڈر ہے کہ خواہش مند تمنا نہ کرے اور کوئی کہنے والا دعوی کرے کہ میں زیادہ حق دار ہوں، جب کہ اللہ تعالی اور اہل ایمان، ابو بکر کے سوا کسی کو تسلیم نہ کریں گے۔

۲۔ امام بخاری: ۷۲۲۰، امام مسلم: ۲۳۸۶ میں حضرت جبیر بن معطم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا:

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةٌ، فَكَلَّمَتْهُ فِي شَيْءٍ، فَأَمَرَهَا أَنْ تَرْجِعَ إِلَيْهِ، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَرَأَيْتَ إِنْ جِئْتُ وَلَمْ أَجِدْكَ كَأَنَّهَا تُرِيدُ الْمَوْتَ، قَالَ: إِنْ لَمْ تَجِدِينِي، فَأْتِي أَبَا بَكْرٍ

حضرت جبیر بن معطم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا: ایک عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں بارگاہ میں آئی اور کسی چیز کے متعلق گفتگو کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پھر آنا۔ بولی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں آوں اور آپ کو نہ

پاؤں تو، گویا وہ آپ ﷺ کے ظاہری پردہ کے بارے میں اشارہ کر رہی تھی۔ فرمایا: مجھے نہ پایا تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آجانا۔

۳۔ امام بخاری نے صحیح بخاری: ۶۷۸ پر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ، عَنْ زَائِدَةَ، عَنْ عَبْدِ المَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: مَرِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاشْتَدَّ مَرَضُهُ، فَقَالَ: «مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ»

حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی طبیعت مبارکہ ناساز ہوگئی اور بیماری بڑھ گئی تو فرمایا: ابو بکر کو جا کر کہیے، وہ لوگوں کو نماز پڑھادیں۔ (صحیح بخاری ۱/ ۱۳۶ رقم ۶۷۸)

❖ اس حدیث کو امام مسلم نے صحیح مسلم ۱/ ۳۱۶ رقم ۴۲۰ پر روایت کیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان صحیح بخاری: ۶۷۹ اور صحیح مسلم: ۴۱۸ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ المُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّهَا قَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي مَرَضِهِ: «مُرُوا أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ» — (صحیح بخاری 1/ 136 رقم 679)

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ المُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّهَا قَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي مَرَضِهِ: «مُرُوا أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ» — (صحیح مسلم 1/ 313 رقم 418)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کہو کہ وہ لوگوں کو باجماعت نماز پڑھادیں۔

واضح رہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مقدم کر کے امامت نماز سونپنے سے یہ ہی سمجھا کہ وہ خلافت کے بھی زیادہ حق دار ہیں۔

❖ ابن سعد اپنی کتاب طبقات میں روایت کرتے ہیں کہ

قَالَ: أَخْبَرَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ زِرٍّ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: لَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَتِ الأَنْصَارُ: مِنَّا أَمِيرٌ وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ. قَالَ فَأَتَاهُمْ عُمَرُ فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الأَنْصَارِ أَلَسْتُمْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ أَمَرَ أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ؟ قَالُوا: بَلَى. قَالَ: فَأَيُّكُمْ تَطِيبُ نَفْسُهُ أَنْ يَتَقَدَّمَ أَبَا بَكْرٍ؟ قَالُوا: نَعُوذُ بِاللهِ أَنْ نَتَقَدَّمَ أَبَا بَكْرٍ.

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب حضور ﷺ نے ظاہری دنیا سے پردہ کیا تو انصار نے کہا کہ ایک امیر حاکم ہم سے ہو اور ایک امیر مہاجرین سے ہو تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور فرمایا: آگے

گروہ انصار، کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی آخری دنوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں؟ انصار نے جواب دیا، ہاں اس کا حکم دیا تھا۔ فرمایا، تم میں سے کس کو اچھا لگتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھے اور امام بنے۔ اللہ کی پناہ کہ تم میں سے کوئی ایسا کرے۔

طبقات ابن سعد۳/ ۱۳۳، مصنف ابن أبي شيبة ۷/ ۴۳۲، مسند أحمد ۱/ ۳۹۶،فضائل الصحابة ۱/ ۱۸۲، سنن النسائي ۲/ ۷۵، تاريخ دمشق ۳۰/ ۲۷۱،حلية الاولياء ۴ / ۱۸۸ ،مستدرک الحاکم ۳/ ۶۷، الاحاديث المختاره ۱/ ۳۳۶، جزئه بن عاصم (۱۱) ، المعرفة و التاريخ ۱ / ۴۵۴، السنة ابن أبي عاصم (۱۱۵۹) ، سنن الكبرى البيهقي ۸ / ۱۵۲ -(۳۷۶۵) و (۳۸۴۲)

یہ روایت صحیح الاسناد ہے اس حدیث کے راوی جماعت محدثین کے رجال میں سے ہیں۔ اس سلسلہ سند میں ایک راوی عاصم بن ابی النجود ہے اور اس کی حدیث صحیحین میں مروی ہے۔

❖ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلاَلٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔۔۔فَقَالَ عُمَرُ: بَلْ نُبَايِعُكَ أَنْتَ، فَأَنْتَ سَيِّدُنَا، وَخَيْرُنَا، وَأَحَبُّنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخَذَ عُمَرُ بِيَدِهِ فَبَايَعَهُ، وَبَايَعَهُ النَّاسُ،۔۔۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روز سقیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا۔ ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں کیوں کہ آپ ہمارے سردار ہیں۔ آپ ہم سے افضل ہیں اور ہم سے زیادہ آپ رسول اللہ ﷺ کو محبوب ہیں۔ پس جناب عمر نے ان کا ہاتھ تھام کر بیعت کر لی اور پھر سب لوگوں نے بیعت کی۔

(صحیح بخاری، رقم الحديث۳۶۶۸)

❖ امام مسلم اپنی صحیح: ۵۳۲ میں حضرت جندب بن عبداللہ البجلی سے روایت کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ - وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ قَالَ إِسْحَاقُ: أَخْبَرَنَا، وقَالَ أَبُو بَكْرٍ: - حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ عَدِيٍّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ النَّجْرَانِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي جُنْدَبٌ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ بِخَمْسٍ، وَهُوَ يَقُولُ: «إِنِّي أَبْرَأُ إِلَى اللهِ أَنْ يَكُونَ لِي مِنْكُمْ خَلِيلٌ، فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى قَدِ اتَّخَذَنِي خَلِيلًا، كَمَا اتَّخَذَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ أُمَّتِي خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا،

حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی ﷺ کو ظاہری دنیا سے رخصت ہونے سے پانچ

ن وصال سے پہلے یہ کہتے ہوئے سنا: "میں اللہ تعالیٰ کے حضور اس چیز سے براءت کا اظہار کرتا ہوں کہ تم میں سے کوئی میرا خلیل ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنالیا ہے، جس طرح اس نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا تھا، اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیل بناتا۔۔۔۔

(صحیح مسلم ۱/ ۳۷۷ رقم ۵۳۲)

حیات مبارکہ ﷺ کے آخری ایام میں حضور ﷺ کی زبان مبارک سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے اس میں ایک عظیم اشارہ بھی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دوسروں سے زیادہ خلافت کے حق دار ہیں۔

❖ صحیح بخاری: ۳۶۶۴، صحیح مسلم: ۲۳۹۲ میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ الْمُسَيَّبِ، سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي عَلَى قَلِيبٍ عَلَيْهَا دَلْوٌ، فَنَزَعْتُ مِنْهَا مَا شَاءَ اللَّهُ، ثُمَّ أَخَذَهَا ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ فَنَزَعَ بِهَا ذَنُوبًا أَوْ ذَنُوبَيْنِ، وَفِي نَزْعِهِ ضَعْفٌ، وَاللَّهُ يَغْفِرُ لَهُ ضَعْفَهُ، ثُمَّ اسْتَحَالَتْ غَرْبًا، فَأَخَذَهَا ابْنُ الخَطَّابِ فَلَمْ أَرَ عَبْقَرِيًّا مِنَ النَّاسِ يَنْزِعُ نَزْعَ عُمَرَ، حَتَّى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ»

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا میں نے سنا کہ حضور ﷺ فرمارہے تھے کہ میں خواب راحت میں تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ بئیر قلیب پر ہوں اور اس پر ایک ڈول ہے تو میں نے اس سے ڈول نکالے جتنے اللہ تعالیٰ نے چاہے۔ پھر میں نے وہ ڈول، ابوبکر بن قحافہ کو دیا اور انہوں نے پکڑ کر ایک یا دو ڈول نکالے مگر نکالنے میں زور نہ تھا۔ اللہ ان کی اس کمزوری کو بخشے۔ ان کے بعد ڈول حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لیا، تو پھیل کر بڑا ہو گیا۔ میں نے عمر جیسا کوئی عبقری طاقتور شخص نہیں دیکھا جو اس طرح ڈول کھینچے۔ یہاں تک کہ لوگوں نے اونٹوں کے تھان اور حوض تک سیراب کر لیے۔ (صحیح بخاری ۵/ ٦ رقم ٣٦٦٤)

ذہن نشین رہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں۔ اس خواب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت اور کم عرصہ خلافت کی طرف اشارہ ہے۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت اور اس کی درازی اور بہت بڑی فتوحات مندی کی طرف اشارہ ہے۔

❖ امام ابن ابی شیبہ اپنی کتاب مصنف ابن ابی شیبہ میں روایت کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَلْعٍ، عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ: قُبِضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى خَيْرِ مَا قُبِضَ عَلَيْهِ نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ، وَأَثْنَى عَلَيْهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: ثُمَّ اسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ، فَعَمِلَ بِعَمَلِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِسُنَّتِهِ، ثُمَّ قُبِضَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى خَيْرِ مَا قُبِضَ عَلَيْهِ أَحَدٌ، وَكَانَ خَيْرَ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَمَ، ثُمَّ اسْتُخْلِفَ عُمَرُ، فَعَمِلَ بِعَمَلِهِمَا وَسُنَّتِهِمَا، ثُمَّ قُبِضَ عَلَى خَيْرِ مَا قُبِضَ عَلَيهِ أَحَدٌ، وَكَانَ خَيْرَ هَذِهِ الأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا وَبَعْدَ أَبِي بَكْرٍ.

حضرت عبد بن خیر کا بیان ہے میں نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ نبی کریم ﷺ کا اس بھلائی پر ظاہری دنیا سے پردہ کیا جس پر کوئی نبی ہوتا ہے پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے عمل اور سنت کے مطابق عمل کیا۔ پھر ان کا دنیا سے پردہ اس بھلائی پر ہوا جس پر کسی کا ہو سکتا ہے وہ حضور ﷺ کے بعد اس امت کے سب سے زیادہ فضیلت والے تھے ان کے بعد حضرت عمر تخت حکومت پر بیٹھے تو انہوں نے نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عمل اور سنت پر عمل کیا پھر ان کا اس بھلائی پر دنیا سے پردہ ہوا جس پر کسی کا ہو سکتا ہے۔ وہ نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد اس امت کے افضل فرد تھے۔

مصنف ابن ابی شیبہ ۲۱/ ۱۴۸ رقم ۳۹۸۳۶ – ۳۸۲۰۸، مسند امام احمد ۲/ ۲۳۳، تہذیب الکمال ۱۸/ ۳۲۲، تاریخ دمشق ۴۴/ ۲۵۹، فضائل ابی بکر صدیق للعشاری، رقم ۱۴، الاحادیث المختارہ ۲/ ۲۸۷، فضائل صحابہ ۱/ ۱۰۱ رقم ۷

خلافت صدیقی پر اجماع واتفاق

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یا کسی اور صحابی کے لیے خلافت پر نبی کریم ﷺ نے کوئی صریح نص نہیں لیکن اس حقیقت پر دلالت کرنے والی صحیح احادیث آئی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دوسروں سے زیادہ خلافت کے حق دار تھے۔ اس سلسلہ کی کچھ روایات گذر چکی ہیں۔ جب کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت پر اتفاق کیا اور اس حقیقت کا ظہور ہوا جس کی خبر نبی کریم ﷺ نے حدیث ذیل میں دی۔

يأبى الله والمؤمنون إلاّ أبا بكر

یعنی اللہ تعالیٰ اور مومنین سوائے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کسی کو خلیفہ تسلیم نہ کریں گے۔

(صحیح بخاری: ۵۶۶۶، صحیح مسلم ۴/ ۱۸۵۷)

حسب ذیل روایات بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت پر صحابہ کرام کے اجماع واتفاق پر دلالت کرتی ہیں۔

❖ امام حاکم نے مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ جَعْفَرٍ الْقَطِيعِيُّ، ثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حَنبَلٍ، حَدَّثَنِي أَبِي وَأَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، قَالَا: ثنا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، ثنا عَاصِمٌ، عَنْ زِرٍّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: «مَا رَأَى الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللهِ حَسَنٌ، وَمَا رَآهُ الْمُسْلِمُونَ سَيِّئًا فَهُوَ عِنْدَ اللهِ سَيِّءٌ، وَقَدْ رَأَى الصَّحَابَةُ جَمِيعًا أَنْ يَسْتَخْلِفُوا أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالی کے ہاں بھی اچھی ہے اور جسے مسلمان برا سمجھیں وہ اللہ تعالی کے نزدیک بھی بری ہے اور تمام صحابہ نے اس رائے پر اتفاق کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنائیں۔ (مستدرك حاكم ۳/ ۸۳ و طبع ۳/ ۷۸، رقم ٤٤٦٥)

❖ علامہ ذہبی نے تلخیص المستدرک: ۴۴۶۵ پر اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

امام بخاری صحیح میں محدث زہری کی سند سے روایت نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّهُ سَمِعَ خُطْبَةَ عُمَرَ الآخِرَةَ حِينَ جَلَسَ عَلَى المِنْبَرِ، وَذَلِكَ الغَدَ مِنْ يَوْمِ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَشَهَّدَ وَأَبُو بَكْرٍ صَامِتٌ لاَ يَتَكَلَّمُ، قَالَ: «كُنْتُ أَرْجُو أَنْ يَعِيشَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى يَدْبُرَنَا، يُرِيدُ بِذَلِكَ أَنْ يَكُونَ آخِرَهُمْ، فَإِنْ يَكُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ، فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَدْ جَعَلَ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ نُورًا تَهْتَدُونَ بِهِ، هَدَى اللَّهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ صَاحِبُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثَانِيَ اثْنَيْنِ، فَإِنَّهُ أَوْلَى المُسْلِمِينَ بِأُمُورِكُمْ، فَقُومُوا فَبَايِعُوهُ»، وَكَانَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ قَدْ بَايَعُوهُ قَبْلَ ذَلِكَ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ، وَكَانَتْ بَيْعَةُ العَامَّةِ عَلَى المِنْبَرِ قَالَ الزُّهْرِيُّ: عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُولُ لِأَبِي بَكْرٍ يَوْمَئِذٍ: «اصْعَدِ المِنْبَرَ»، فَلَمْ يَزَلْ بِهِ حَتَّى صَعِدَ المِنْبَرَ، فَبَايَعَهُ النَّاسُ عَامَّةً

زہری نے، انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی کہ انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کا دوسرا خطبہ سنا جب آپ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے، یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کے دنیا سے ظاہری پردہ کرنے کے دوسرے دن کا ہے انہوں نے کلمہ شہادت پڑھا، ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش تھے اور کچھ نہیں بول رہے تھے، پھر کہا مجھے امید تھی کہ نبی کریم ﷺ زندہ رہیں گے اور ہمارے کاموں کی تدبیر وانتظام کرتے رہیں گے۔ ان کا منشا یہ تھا کہ نبی کریم ﷺ ان سب لوگوں کے بعد تک زندہ رہیں گے تو اگر آج محمد ﷺ دنیا سے ظاہری طور پر پردہ فرما گئے ہیں تو اللہ تعالی نے تمھارے سامنے نور (قرآن) کو باقی رکھا ہے جس کے ذریعہ تم ہدایت حاصل کرتے رہو گے اور اللہ نے محمد ﷺ کو اس سے ہدایت کی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے ساتھی (جو غار ثور میں) دو میں کے دوسرے ہیں، بلاشک وہ تمھارے امور خلافت کے لیے تمام مسلمانوں میں سب سے بہتر ہیں، پس اٹھو اور ان سے بیعت کرو۔ ایک جماعت ان سے پہلے ہی سقیفہ بنی ساعدہ میں بیعت کر چکی تھی، پھر عام لوگوں نے منبر پر بیعت کی۔ زہری نے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے، انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس دن کہہ رہے تھے، منبر پر چڑھ آئیے۔ چنانچہ وہ اس کا برابر اصرار کرتے رہے، یہاں تک کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھ گئے اور سب لوگوں نے آپ سے بیعت کی۔ (صحیح بخاری ۹/ ۸۱ رقم ۷۲۱۹)

۳۔ امام ابوداود اپنی سند سے نقل کرتے ہیں۔

حدَّثنا محمدُ بنُ مسكينٍ، حدَّثنا محمد -يعني الفِريابيَّ- سمعتُ سفيانَ يقول: مَنْ زَعَمَ أن عليًا كان أحقَّ بالولاية منهما فقد خطَّأ أبا بكر وعُمرَ والمهاجرين والأنصار، وما أُراهُ يرتفعُ له مع هذا عَملٌ إلى السماء۔

امام ابوداود روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن مسکین نے بتایا کہ فریابی کا بیان ہے کہ میں نے سفیان ثوری کی زبانی سنا، وہ کہہ رہے تھے کہ جو شخص یہ گمان کرے کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے زیادہ حکومت وولایت کے حق دار تھے اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور مہاجرین و انصار کو خطا کار قرار دیا۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس عقیدہ کے ساتھ اس کا کوئی عمل بارگاہ خداوندی یعنی آسمان کی طرف بلند ہو۔ (سنن ابی داود ۷/ ۳۲ رقم ٤٦٣٠ وطبع ٤/ ۳۳۷ رقم ٤٦٣٢، حلیہ الاولیاء ۷/ ۳۱)

یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، محمد بن یوسف فریابی ثقہ راوی ہیں ان کی احادیث جماعت محدثین نے روایت کی ہیں۔ محمد بن مسکین بھی ثقہ ہیں۔ امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداود اور امام نسائی نے ان کی روایات لی ہیں۔

۴۔ امام بیہقی اپنی کتاب مناقب شافعی ۱/ ۴۳۴ میں امام شافعی کا فرمان نقل کرتے ہیں۔

أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو الطَّيِّبِ الْفَقِيهُ قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَصْبَهَانِيُّ عَنْ أَبِي يَحْيَى السَّاجِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ مُحَمَّدٍ الزَّعْفَرَانِيَّ يَقُولُ: سَمِعْتُ الشَّافِعِيَّ يَقُولُ: أَجْمَعَ النَّاسُ عَلَى خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ فَاسْتَخْلَفَ أَبُو بَكْرٍ عُمَرَ ثُمَّ جَعَلَ عُمَرُ الشُّورَى إِلَى سِتَّةٍ عَلَى أَنْ يُوَلُّوهَا وَاحِدًا، فَوَلَّوْهَا عُثْمَانَ۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ لوگوں یعنی علماء کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع ہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ چھ افراد کی شوری بنا کر معاملہ ان کے سپرد کیا کہ کسی ایک کو خلیفہ بنالیں، چنانچہ سب نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنالیا۔ (مناقب الشافعی ۱/ ٤٣٤)

یہ قول مختلف اسانید کے ساتھ شرح اصول الاعتقاد ۸/ ۱۴۷۶، معرفۃ السنن والآثار ۱/ ۱۹۳ میں نقل کیا گیا ہے۔

۵۔ امام ابوالحسن الاشعری علی بن اسماعیل اپنی کتاب الابانۃ کے صفحہ ۱۸۵۔۱۸۶ پر لکھتے ہیں۔

"وأثنى الله عزَّ وجلَّ على المهاجرين والأنصار والسابقين إلى الإسلام، وعلى أهل بيعة الرضوان، ونطق الكتاب بمدح المهاجرين والأنصار في مواضع كثيرة، وأثنى على أهل بيعة الرضوان، فقال عزَّ وجلَّ: {لَقَدْ رَضِيَ اللهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ} الآية. قد أجمع هؤلاء الذين أثنى عليهم ومدحهم على إمامة أبي بكر الصديق رضي الله عنه، وسمّوه خليفة رسول الله صلى الله عليه وسلم، وبايعوه وانقادوا له، وأقرّوا له بالفضل، وكان أفضل

الجماعة في جميع الخصال التي يستحقّ بها الإمامةَ من العلم والزهد وقوّة الرأي وسياسة الأمّة وغير ذلك".

اللہ تعالی نے مہاجرین وانصار سابقین اسلام اور اہل بیعت رضوان کی تعریف بیان فرمائی۔ یہ کتاب اللہ میں کئی جگہ مہاجرین وانصار کی مدح آئی اور اہل بیت رضوان کی شان بیان ہوئی۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔{لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ} الآية. اور اللہ تعالی نے جن لوگوں کی تعریف وتوصیف کی ان سب نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع کیا اور انہیں خلیفہ الرسول کا نام دیا، ان کی بیعت کی، ان کے سامنے سر اطاعت خم کیا اور ان کی فضیلت کا اقرار کیا۔ وہ جملہ فضائل میں ساری امت سے افضل تھے مثلاً علم، زہد، قوت رائے اور سیاست امت وغیر ذلک اس لیے وہ امامت کے زیادہ حق دار ٹھہرے۔ (الابانة ۱۸۵.۱۸۶)

۱۔ امام ابو محمد عبداللہ بن محمد بن عثمان الحافظ المعروف ابن السقاء فرماتے ہیں۔

"وأجمع المهاجرون والأنصار على خلافة أبي بكر، قالوا له: يا خليفة رسول الله! ولَمْ يُسَمَّ أحدٌ بعده خليفة، وقيل: إنّه قُبِضَ النّبيُّ صلى الله عليه وسلم عن ثلاثين ألف مسلم، كلٌّ قال لأبي بكر: يا خليفة رسول الله! ورَضوا به مِن بعده، رضي الله عنهم، وإلى حيث انتهينا قيل لهم: أمير المؤمنين".

مہاجرین وانصار کا خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر اجماع ہے وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ الرسول کہہ کر پکارتے تھے۔ ان کے بعد کسی کو نائب رسول کا نام نہیں دیا گیا۔ ایک قول ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہری دنیا سے پردہ کیا، تیس ہزار مسلمان مدینہ منورہ میں موجود تھے سب نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ کو پکارا، یا خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے راضی تھے اور ہم جہاں بھی گئے انہیں امیر المومنین کہا گیا۔ (تاریخ بغداد ۱۰/ ۱۳۱)

۲۔ ابو عثمان الصابونی اسماعیل بن عبدالرحمن اپنی کتاب عقیدہ السلف اصحاب الحدیث ص ۸۷ پر فرماتے ہیں۔

"ويُثبت أصحابُ الحديث خلافةَ أبي بكر رضي الله عنه بعد وفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم باختيار الصحابة واتّفاقهم عليه وقولهم قاطبة: رَضِيَه رسولُ الله صلى الله عليه وسلم لِدِيننا فرضيناه لدُنيانا، يعني أنّه استخلفه في إقامة الصلوات المفروضات بالناس أيّام مرضه وهي الدِّين، فرضيناه خليفةً للرسول صلى الله عليه وسلم علينا في أمور دُنيانا. وقولهم: قدَّمك رسول الله صلى الله عليه وسلم فمَن ذا الذي يُؤخّرك؟ وأرادوا أنّه صلى الله عليه وسلم قدَّمَك في الصلاة بنا أيّام مرضه، فصلينا وراءك بأمره، فمَن ذا الذي يُؤخّرك بعد تقديمه إيّاك؟! وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يتكلّم في شأن أبي بكر في حال حياته بِما يُبيِّن للصحابة أنّه أحقُّ الناس بالخلافة بعده، فلذلك اتّفقوا عليه واجتمعوا، فانتفعوا بمكانه۔ والله۔ وارتفعوا به وعزُّوا وعَلَوْا بسببه".

ائمہ حدیث کے نزدیک ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے انتقال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت صحابہ کرام کے انتخاب و اختیار اور اجماع سے منعقد ہوئی۔ تمام صحابہ کرام نے یک زبان ہو کر کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہمارے دین کے لیے پسند فرمایا اس لیے ہم نے انہیں اپنی دنیا کے لیے پسند کر لیا۔ یعنی حضور ﷺ نے انہیں اپنی علالت کے ایام میں فرض نمازوں کی امامت کے لیے اپنا خلیفہ بنایا اور یہ دین ہے۔ پس ہم نے اپنے دنیاوی امور یعنی حکومت کی امامت کے لیے انہیں رسول اللہ ﷺ کا نائب بنا لیا۔ صحابہ کرام نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔ اے ابوبکر! رسول اللہ ﷺ نے آپ کو آگے بڑھایا ہے پھر کون آپ کو پیچھے کر سکتا ہے؟

ان کی مراد یہ تھی کہ ایام علالت میں حضور ﷺ نے آپ کو نماز میں مقدم کیا اور ہم نے اس حکم رسول اللہ ﷺ کی بناء پر آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔ پس کون ہے جو اس تقدیم کے بعد آپ کو پیچھے کرے۔ نبی کریم ﷺ نے بارہا اپنی حیات مبارکہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان بیان فرمائی جس سے صحابہ پر واضح کر دیا کہ آپ ﷺ کے بعد خلافت کے سب سے زیادہ حق دار ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس حقیقت کے پیش نظر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہ اجماع و اتفاق کیا اور ان کے مقام و مرتبہ سے فائدہ اٹھا کر عزت و رفعت کی دولت حاصل کی۔ (عقیدہ السلف اصحاب الحدیث ص ۸۷)

۸۔ امام بیہقی اپنی کتاب الاعتقاد میں فرماتے ہیں۔

"وقد صحَّ بما ذكرنا اجتماعُهم على مبايعته مع علي بن أبي طالب، فلا يجوز لقائل أن يقول: كان باطنُ عليٍّ أو غيرِه بخلاف ظاهرِه، فكان عليٌّ أكبرَ محلاً وأجلَّ قدراً من أن يقدم على هذا الأمر العظيم بغير حقٍّ أو يُظهرَ للناس خلافَ ما في ضميره، ولو جاز هذا في اجتماعهم على خلافة أبي بكر لم يصحَّ إجماعٌ قطُّ، والإجماعُ أحدُ حُجج الشريعة، ولا يجوز تعطيلُه بالتوهُّم."

میں نے جو ذکر کیا اس سے یہ حقیقت درجہ صحت کو پہنچ گئی کہ صحابہ کرام نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت پر اتفاق کیا اور ان کے ساتھ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اس لیے کسی معترض کے لیے یہ کہنا جائز نہیں کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ یا دوسرے بیعت کرنے والوں کا باطن ان کے ظاہر کے خلاف تھا کیوں کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ اس سے کہیں بلند اور بڑا تھا کہ ناحق اس امر عظیم پر اقدام کرتے یا لوگوں کے سامنے اپنے ضمیر کے خلاف ظاہر کرتے۔ اگر خلافت صدیقی پر صحابہ کرام کے اس اتفاق میں ظاہر و باطن کے اس اختلاف کی گنجائش ہوتی تو اجماع ہرگز صحیح نہ ہوتا کیوں کہ اجماع ایک شرعی حجت و دلیل ہے جسے صرف وہم و گمان سے معطل کرنا جائز نہیں۔ (الاعتقاد ص ۱۷۹، ۱۸۰)

امام ابن قدامہ اپنی کتاب لمعۃ الاعتقاد میں فرماتے ہیں۔

"وهو (أي أبو بكر الصديق) أحقُّ خلق الله بالخلافة بعد النبيِّ صلى الله عليه وسلم؛ لفضله وسابقته وتقديم النبيِّ صلى الله عليه وسلم له في الصلاة على جميع الصحابة رضي الله عنهم وإجماع الصحابة على تقديمه ومبايعته، ولم يكن الله ليجمعهم على ضلالة".

نبی کریم ﷺ کے ظاہری پردہ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فضیلت ایمانی میں سبقت اور بحکم رسول اللہ ﷺ تمام صحابہ پر نماز میں تقدیم کے باعث سب سے زیادہ خلافت وامامت کے مستحق تھے۔ ان کی تقدیم ومبایعت پر صحابہ کرام کا اجماع ہے جب کہ یہ ممکن نہ تھا کہ اللہ تعالی صحابہ کرام کو گمراہی پر اتفاق کرنے دیتا۔

(لمعة الاعتقاد ص ۳۵)

امام قرطبی تفسیر جامع الاحکام القرآن میں لکھتے ہیں۔

وأجمعت الصحابةُ على تقديم الصدِّيق بعد اختلافٍ وقع بين المهاجرين والأنصار في سقيفة بني ساعدة في التعيين، حتى قالت الأنصار: منَّا أميرٌ ومنكم أمير، فدفعهم أبو بكر وعمر والمهاجرون عن ذلك، وقالوا لهم: إنَّ العربَ لا تدين إلاَّ لهذا الحيِّ من قريش، ورَوَوا لهم الخبرَ في ذلك، فرجعوا وأطاعوا القريش".

سقیفہ میں خلیفہ کے تعین وتقرر پر مہاجرین وانصار کے درمیان اختلاف ہوا یہاں تک کہ انصاور نے کہا، ایک امر ہم میں سے اور ایک امیر تم میں سے۔ اس کے بعد تمام صحابہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مقدم کرنے پر اجماع کیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور مہاجرین نے انصار کو اپنے نکتہ نگاہ سے رجوع پر آمادہ کیا اور کہا اہل عرب سوائے قبیلہ قریش کے کسی کے سامنے سر اطاعت خم نہ کریں گے اور تقدیم ابی بکر کے لیے ایک حدیث بھی ذکر کی، چنانچہ انصار نے رجوع کر کے خاندان قریش کی اطاعت اختیار کر لی۔

(جامع الاحكام القرآن ۱/ ٢٦٤)

امام نووی شرح صحیح مسلم میں حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

سُئِلَتْ عَائِشَةُ مَنْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَخْلِفًا لَوِ اسْتَخْلَفَهُ قَالَتْ أَبُو بَكْرٍ فَقِيلَ لَهَا ثُمَّ مَنْ بَعْدَ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ عُمَرُ ثُمَّ قِيلَ لَهَا مَنْ بَعْدَ عُمَرَ قَالَتْ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ ثُمَّ انْتَهَتْ إِلَى هٰذَا) يَعْنِي وَقَفَتْ عَلَى أَبِي عُبَيْدَةَ هٰذَا دَلِيلٌ لِأَهْلِ السُّنَّةِ فِي تَقْدِيمِ أَبِي بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرَ لِلْخِلَافَةِ مَعَ إِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ وَفِيهِ دَلَالَةٌ لِأَهْلِ السُّنَّةِ أَنَّ خِلَافَةَ أَبِي بَكْرٍ لَيْسَتْ بِنَصٍّ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى خِلَافَتِهِ صَرِيحًا بَلْ أَجْمَعَتِ الصَّحَابَةُ عَلَى عَقْدِ الخلافة له وتقديمه لفضيلته ولو كان هُنَاكَ نَصٌّ عَلَيْهِ أَوْ عَلَى غَيْرِهِ لَمْ تَقَع

الْمُنَازَعَةُ مِنَ الْأَنْصَارِ وَغَيْرِهِمْ أَوَّلًا وَلَذَكَرَ حَافِظُ النَّصِّ مَا مَعَهُ وَلَرَجَعُوا إِلَيْهِ لَكِنْ تَنَازَعُوا أَوَّلًا وَلَمْ يَكُنْ هُنَاكَ نَصٌّ ثُمَّ اتَّفَقُوا عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَاسْتَقَرَّ الْأَمْرُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی کو خلیفہ مقرر کرتے تو کس پر نگاہ انتخاب پڑتی؟ فرمایا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر، پوچھا گیا ان کے بعد کس کو منتخب فرماتے؟ فرمایا عمر کو۔ پھر سوال ہوا، کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد کس کو تو فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت ابوعبیدہ بن جراح کو۔ پھر سلسلہ کلام کو چھوڑ دیا۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ خلافت کے معاملہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مقدم کرنے کی دلیل اہل سنت ہے اس کے ساتھ اجماع صحابہ بھی ہے۔ اس میں اہل سنت کے نکتہ نگاہ کی تائید و دلیل ہے کہ مسئلہ خلافت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح نص موجود نہ تھی بلکہ صحابہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے باعث ان کے لیے عقد خلافت اور تقدیم پر اجماع کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یا کسی اور کے لیے اگر نص موجود ہوتی تو انصار و مہاجرین کے درمیان اس مسئلہ پر اختلاف و نزاع نہ ہوتا اور نص کو یاد رکھنے والا وقت نزاع اس کا حوالہ دیتا اور سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اس نص کی طرف رجوع لاتے، سو ابتداء نزاع ہوا کیوں کہ نص نہ تھی، پھر بعد از بحث و تخصیص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اتفاق کر لیا یوں امر خلافت مستحکم ہوا۔

(شرح صحیح مسلم ۱۵/ ۱۵۴-۱۵۵)

۱۳۔ ابن قیم نے اپنی کتاب الفوائد میں ایک فصل فضائل صدیق اکبر پر باندھی ہے۔ اس میں ایک قول ہے۔

نطقت بفضله الْآيَات وَالْأَخْبَار وَاجْتمعَ على بيعته الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَار

آیات و احادیث نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر بول کر گواہی دی اور مہاجرین و انصار نے آپ کی بیعت پر اجماع کیا۔ (الفوائد لابن قیم ص ۷۳ و طبع ص ۹۵)

۱۴۔ ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں رقم طراز ہیں۔

وَقَدِ اتَّفَقَ الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ عَلَى بَيْعَةِ الصِّدِّيقِ فِي ذَلِكَ الْوَقْتِ، حَتَّى عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَالزُّبَيْرَ بْنَ الْعَوَّامِ رضى الله عنهما، وَالدَّلِيلُ عَلَى ذَلِكَ مَا رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ حَيْثُ قَالَ: أَنْبَأَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ الْحَافِظُ الْإِسْفَرَايِينِيُّ، ثَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحَافِظُ، ثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنِ خُزَيْمَةَ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ أَبِي طَالِبِ الا: ثنا بندار بن يسار، ثَنَا أَبُو هِشَامٍ الْمَخْزُومِيُّ، ثَنَا وُهَيْبٌ، ثنا داود بن أبي هند، ثنا أبو نضرة عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قُبِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاجْتَمَعَ النَّاسُ فِي دَارِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ، وَفِيهِمْ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ قَالَ: فَقَامَ خَطِيبُ الْأَنْصَارِ فَقَالَ: أتعلمون أنا أَنْصَارَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَحْنُ أَنْصَارُ خَلِيفَتِهِ كَمَا كُنَّا أَنْصَارَهُ، قَالَ: فَقَامَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ: صَدَقَ قَائِلُكُمْ ولو قلتم غير هذا لم نبايعكم فَأَخَذَ بِيَدِ أَبِي بَكْرٍ وَقَالَ: هَذَا صَاحِبُكُمْ فَبَايِعُوهُ، فبايعه عمر، وبايعه

المهاجرون والأنصار، وقال: فَصَعِدَ أَبُو بَكْرٍ الْمِنْبَرَ فَنَظَرَ فِي وُجُوهِ الْقوم فلم ير الزبير، قال: فدعا الزبير فَجَاءَ قَالَ: قُلْتُ: ابْنُ عَمَّةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وسلم أردت أَنْ تَشُقَّ عَصَا الْمُسْلِمِينَ، قَالَ: لَا تَثْرِيبَ يَا خَلِيفَةَ رَسُولِ اللهِ، فَقَامَ فَبَايَعَهُ، ثُمَّ نَظَرَ فِي وُجُوهِ الْقَوْمِ فَلَمْ يَرَ عليا، فدعا بعلي بن أبي طالب قال: قُلْتُ: ابْنُ عَمِّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَتَنُهُ عَلَى ابْنَتِهِ، أَرَدْتَ أَنْ تَشُقَّ عَصَا الْمُسْلِمِينَ، قَالَ: لَا تَثْرِيبَ يَا خَلِيفَةَ رَسُولِ اللهِ فَبَايَعَهُ، هَذَا أَوْ مَعْنَاهُ۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بیعت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر اتفاق کیا یہاں تک حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے بھی بیعت کی۔ اس کا ثبوت بیہقی کی روایت ذیل ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے ظاہری پردہ فرمایا تو لوگ سعد بن عبادہ کے گھر جمع ہو گئے ان میں ابو بکر و عمر بھی تھے تو انصار کے ایک خطیب نے اٹھ کر کہا کہ تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین میں سے تھے اور آپ کا خلیفہ بھی مہاجرین میں سے ہو گا۔ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار و مددگار ہیں پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کے بھی انصار ہوں گے۔ یہ سن کر جناب عمر اٹھے اور کہا تمہارے خطیب نے سچ کہا۔ اگر تم اس سے ہٹ کر بات کرو گے تو ہم تمہاری بات نہیں مانیں گے۔ یہ تمہارے صاحب ہیں ان کی بیعت کرو چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیعت کی اور مہاجرین و انصار نے بیعت کی۔ حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے اور لوگوں کے چہروں میں جھانک کر دیکھا، تو انہیں زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نظر نہ آئے سو انہیں بلا بھیجا۔ جب وہ آئے تو فرمایا، آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد اور حواری ہیں۔ آپ مسلمانوں کی جمعیت کی لاٹھی توڑنا چاہتے ہیں؟ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے کہا: اے خلیفہ رسول، مواخذہ نہ کیجئے۔ پھر اٹھے اور بیعت کی۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے چہروں پر نظر ڈالی۔ تو علی نظر نہ آئے۔ پھر انہیں بلا بھیجا جب وہ تشریف لائے تو فرمایا۔ آپ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد اور داماد ہیں کیا آپ وحدت المسلمین کو پارہ پارہ کرنا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: اے نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم تلخی نہ فرمائیے پھر اٹھے اور بیعت کر لی۔ (البدایہ و النہایہ ۶/ ۳۰۱، و طبع ۶/ ۳۳۳)

یہ روایت صحیح الاسناد ہے اس کے رجال مسلم کے رجال ہیں۔ اس کے ایک راوی ابو بکر بن خزیمہ امام الائمہ صاحب صحیح ہیں۔

- ابراہیم ابن ابی طالب محمد بن نوح ہیں ان کا تذکرہ امام ذہبی نے سیر الاعلام النبلاء میں کیا ہے۔

الإمام الحافظ المجوِّد الزاهد، شيخ نيسابور، وإمام المحدِّثين في زمانه، ونقل عن الحاكم أنه قال فيه: إمام عصره بنيسابور في معرفة الحديث والرِّجال، جمع الشيوخ والعلل.

علامہ ذہبی نے ان کے متعلق فرمایا کہ وہ امام حافظ، مجود، زاہد، شیخ نیشاپور اور اپنے زمانے کے امام المحدثین ہیں۔ امام حاکم سے منقول ہے کہ ان کے متعلق فرمایا: نیشاپور میں اپنے زمانے کے معرفت حدیث و رجال میں امام تھے۔

انہوں نے شیوخ وعلل کو جمع کیا۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۳/ ۴۵۷)

- ابوعلی الحسین بن علی الحافظ کے حالات امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں لکھے۔

الحافظ الإمام العلاَّمة الثبت أبو علي الحسين بن علي ابن يزيد بن داود النيسابوري، أحد النُّقَّاد

حافظ، امام، علامہ، ثبت، ابوعلی الحسین بن علی ابن یزید بن داود نیشاپوری، ناقدین روایات میں سے ایک تھے۔

(سیر اعلام النبلاء ۱۶/ ۵۱)

- امام بیھقی کے شیخ کا ترجمہ لکھتے ہوئے علامہ ذہبی نے فرمایا:

الإمام الحافظ النَّاقد القاضي أبو الحسن علي بن محمد بن علي بن حسين ابن شاذان بن السَّقا الإسفرايِني، من أولاد أئمَّة الحديث، سمع الكتب الكبار وأملى وصنَّف۔

امام، حافظ، ناقد، قاضی ابوالحسین علی بن محمد بن علی بن حسین ابن شاذان ابن السقاء الاسفرائینی، آپ ائمہ حدیث کی نسل میں سے تھے۔ کبار محدثین کی کتابوں کی سماعت کی کتابیں املاء کرائیں اور تصنیف کیں۔

(سیر الاعلام النبلاء ۱/ ۳۰۵)

ابن کثیر نے اس حدیث کو البدایہ میں یہ بھی واضح کیا کہ ان کے شیخ کی کنیت ابوالحسن تھی۔ پھر فرمایا:

وَهَذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ مَحْفُوظٌ مِنْ حَدِيثِ أَبِي نَضْرَةَ الْمُنْذِرِ بْنِ مَالِكِ بْنِ قِطْعَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ سَعْدِ بْنِ مَالِكِ بْنِ سِنَانٍ الْخُدْرِيِّ

یہ حدیث صحیح الاسناد سے حدیث ابی نضرۃ المنذر بن مالک سے بہ سند ابی سعید بن مالک الخدری رضی الہ عنہ سے محفوظ ہے۔ (البدایہ والنہایہ ۵/ ۲۷۰ طبع احیاء التراث، وط ۵/ ۲۷۰)

امام بیھقی نے سنن الکبری ۸/۱۴۳ میں اس سلسلہ سند کو لا کر اس کے متن کو پہلی سند کے متن پر چسپاں کیا اور نحوہ کہا۔

حافظ ابن کثیر مزید لکھتے ہیں۔

وَقَالَ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ فِي مَغَازِيهِ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّ أَبَاهُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ كَانَ مَعَ عُمَرَ وَأَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ مَسْلَمَةَ كَسَرَ سَيْفَ الزُّبَيْرِ، ثُمَّ خَطَبَ أَبُو بَكْرٍ وَاعْتَذَرَ إِلَى النَّاسِ وَقَالَ: وَاللَّهِ مَا كُنْتُ حَرِيصًا عَلَى الْإِمَارَةِ يَوْمًا وَلَا لَيْلَةً، وَلَا سَأَلْتُهَا اللَّهَ فِي سِرٍّ وَلَا عَلَانِيَةٍ، فَقَبِلَ الْمُهَاجِرُونَ مَقَالَتَهُ، وَقَالَ عَلِيٌّ والزبير ما تأخرنا إلا لأنَّنا أُخرنا عَنِ الْمَشُورَةِ، وَإِنَّا نَرَى أَبَا بَكْرٍ أَحَقَّ النَّاسِ بِهَا. إِنَّهُ لَصَاحِبُ الْغَارِ، وَإِنَّا لَنَعْرِفُ شَرَفَهُ وَخَيْرَهُ، وَلَقَدْ أَمَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وسلَّم بالصَّلاة بِالنَّاسِ وَهُوَ حَيٌّ۔ (البدایہ والنہایہ ۶/ ۳۳۳ طبع احیاء التراث)

موسیٰ بن عقبہ نے مغازی میں بحوالہ سعد بن ابراہیم لکھا مجھے میرے والد نے بتایا کہ ان کے والد گرامی عبدالرحمن بن عوف، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور یہ کہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی

لکار توڑ دی تھی۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور لوگوں سے معذرت کی، فرمایا: بخدا مجھے خلافت و امارت کی ہرگز طلب نہ تھی۔ دن یا رات کے کسی حصہ میں اس کا طلبگار نہ ہوا نہ کبھی اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ یا ظاہر اس کی خواہش کی۔ پس مہاجرین نے آپ کا عذر قبول کیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ہماری ناراضگی کی وجہ یہ ہی تھی کہ ہمیں مشورہ میں شامل نہ کیا گیا حالانکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سب سے زیادہ خلافت کا حق دار سمجھتے ہیں۔ بے شک وہ صاحب غار ہیں ہم ان کے شرف اور فضیلت کو جانتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی حیات ظاہری ہی میں صحابہ کرام کو نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ اس قسم کا اظہار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے شایان شان تھا اور یہ ایسی حقیقت ہے جس پر شواہد و آثار دلالت کرتے ہیں۔ آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات کے بعد ان کے ساتھ ذی القصہ کی طرف نکلے۔ ہم عنقریب اس قصہ کا ذکر کریں گے۔ آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ دلی خیر خواہی کا اظہار کرتے اور مشورہ دیتے تھے جہاں تک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ظاہری پردہ کرنے کے بعد بیعت کرنے کا تعلق ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ ماہ بعد ہوا۔ وہ دوسری بیعت پر محمول ہے۔ اس دوسری بیعت نے مسئلہ میراث پر کلام کے باعث ہونے والی شکر رنجی کا خاتمہ اور ازالہ کر دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نص ارشاد کے بناء پر دعویٰ میراث تسلیم نہ کیا تھا کہ ہم پیغمبروں کا ظاہری اموال والا ورثہ نہیں ہوتا، ظاہری پردہ کے بعد جو کچھ چھوڑتے ہیں، صدقہ ہوتا ہے۔

موسیٰ بن عقبہ والی روایت سنداً صحیح ہے۔ سعد بن ابراہیم اور ان کے والد صحیحین کے رجال میں سے ہیں۔

۱۵۔ یحییٰ بن ابی بکر العامری اپنی کتاب الریاض المستطابہ میں لکھتے ہیں۔

"وقد كانت بيعتُه إجماعاً من الصحابة الذين هم أعرفُ بالحال، وأدرى بصحّة الدليل في المقال، والإجماعُ حُجّة قطعية من غيرهم، فما ظنُّك بهم؟!".

صحابہ کرام نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بالاجماع بیعت خلافت کی۔ وہ صورت حال کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے اور موضوع زیر بحث میں صحت دلیل سے بخوبی آگاہ تھے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ جب غیر صحابہ کا اجماع قطعی حجت ہے تو تمہارا اجماع صحابہ کے متعلق کیا خیال ہے؟ وہ حجت کیوں نہیں؟

(الریاض المستطابہ ص ۱۴۳)

خلاصہ بحث:

مذکورہ صفحات میں احادیث و آثار اور حکایت اجماع سے بیان ہو چکا ہے کہ خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ برحق ہے۔ وہ دوسروں سے زیادہ خلافت کے حق دار تھے۔ اس کے برخلاف دعویٰ و قول راہ حق سے انحراف ہے۔ گمراہی ہے، جادہ حق سے خروج ہے اور مسلمانوں کے راستے سے ہٹ کر دوسروں کی پیروی ہے۔ جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ایمان کے راستے کی

تعین ہی ان الفاظ میں فرمایا۔ "یأبی اللہ والمؤمنون إلا أبا بکر" یعنی اللہ تعالیٰ اور اہل ایمان ابوبکر صدیق [illegible] منصب کے لیے کسی کو تسلیم نہ کریں گے۔ پس اللہ تعالیٰ کو سوائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ کسی کی تقدیم قبول نہیں [illegible] اہل ایمان بھی ان کے سوا کسی کو مقدم کرنا تسلیم نہیں کرتے۔ جب کہ مومنین کے راستے سے منحرف اہل [illegible] حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر دیگر اصحاب کو تقدیم دینے پر بضد ہیں۔ اللہ تعالیٰ رسوائی سے بچائے۔

راقم کہتا ہے کہ حسن مالکی کا شان سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں غلو آپ کو کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ اس طرح شیخین [illegible] ساتھ اس کی جفاکاری نہیں نقصان نہیں پہنچاتی۔ اس غلو وجفا کا نقصان اور ضرر تو اہل غلو وجفا ہی کی طرف لوٹتا ہے۔ [illegible] تعالیٰ سے سلامتی اور عافیت کی دعا کرتے ہیں۔

ضروری تنبیہ:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی احقیت خلافت پر شک اور کلام کے بعد مالکی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت [illegible] کے مستحق خلافت ہونے پر تشکیک کی کوشش کی ہے۔ میں نے اپنے نفس کو اس کلام کا ذکر کرنے اور اس کے جواب [illegible] مشغول نہیں کیا۔ بلکہ خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے متعلق اس کے کلام اور اس کلام کے جواب پر اکتفاء کیا ہے [illegible] ہے کہ جس کے دل میں خلافت صدیقی کے متعلق شک پیدا کرنا آسان ہے اس کے لیے خلافت حضرت [illegible] خلافت عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں شک پیدا کرنا بھی آسان ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں ہر شر [illegible] محفوظ اور سلامت رکھے۔ آمین

حضرت عباس اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شرف صحبت سے انکار

مالکی کا باطل زعم ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ صحابہ کرام میں نہ تھے۔ اس ضمن میں مالکی نے ایسی روایات لے کر دلیل پیش کرنے کی کوشش کی ہے کہ صحابہ کرام تو بس مہاجرین و انصار تھے۔ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ان میں شامل نہ تھے۔

حسن مالکی کی اکیسویں دلیل:

حسن فرحان مالکی ص [illegible] پر لکھتا ہے۔

اکیسویں دلیل یہ ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

حدثنا عبد الله قال: حدثني أبي، قثنا أبو أسامة قال: حَدَّثَنِي مُجَالِدٌ، عَنْ عَامِرٍ، عَنِ ابْنِ عباس، قال: قال لي أبي: يا بني أرى أمير الْمُؤْمِنِينَ يُقَرِّبُكَ وَيَخْلُو بِكَ وَيَسْتَشِيرُكَ مَعَ نَاسٍ مِنْ أَصْحَابِ رسول الله صلى الله عليه وسلم، فَاحْفَظْ عَنِّي ثَلَاثًا

دیا ہیں دیکھتا ہوں کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ قرب و تقاوت سے نوازتے ہیں اور اصحاب رسول ﷺ کے ساتھ تم سے مشورہ کرتے ہیں، مجھ سے تین باتیں لے کر یاد رکھنا۔

(فضائل صحابہ ۲/ ۹۵۷ رقم ۱۸۶۲)

اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں سوائے مجالد بن سعید کے۔ الخ

میں (حسن فرحان مالکی) کہتا ہوں کہ اگر یہ روایت صحیح ہے تو اس کا مطلب ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو اور اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو صحابہ کرام میں شمار نہیں کرتے تھے۔ اور سیاق کلام سے یہی متبادر ہے لیکن مجالد سخت ضعیف ہے، جھوٹ سے متہم بھی کیا جاتا ہے مگر آئندہ کا کلام اس قول کی تصدیق کرتا ہے۔ الخ

حسن فرحان مالکی کی بائیسویں دلیل:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو مَعْمَرٍ قثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ قثنا عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ عُمَرُ يَسْأَلُنِي مَعَ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ يَقُولُ لِي:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اصحاب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ سے بھی مشورہ پوچھتے تھے۔

(فضائل صحابہ ۲/ ۹۷۰ رقم ۱۹۰٤)

اس کی سند صحیح اور محقق نے اس کی صحت بیان کی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو اصحاب رسول سے خارج سمجھتے تھے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے بعد اسلام قبول کرنے والے طلقاء وامثالھم صحابہ کرام سے نہ تھے۔ الخ

حسن فرحان مالکی کی تئیسویں دلیل:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: قثنا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ أَبُو هَاشِمٍ قثنا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قثنا أَبِي قَالَ: سَمِعْتُ يَعْلَى يُحَدِّثُ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: " لَمَّا قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ لِرَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ: هَلُمَّ فَلْنَسْأَلْ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَدِيثِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّهُمْ كَثِيرٌ " قَالَ: الْعَجَبُ لَكَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، أَتَرَى النَّاسَ يَحْتَاجُونَ إِلَيْكَ وَفِي الْأَرْضِ مَنْ تَرَى مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ؟

نبی کریم ﷺ کا دنیا سے ظاہری پردہ ہوا، تو میں نے ایک انصاری سے کہا: چلو ہم اصحاب رسول اللہ علیہ وسلم سے حدیث رسول ﷺ کے متعلق پوچھتے ہیں۔ اس نے کہا کہ حیرانی ہے۔ آپ سمجھتے ہیں کہ لوگ آپ کی

طرح احتیاج رکھتے ہیں۔ حالانکہ آپ دیکھتے ہیں کہ روئے زمین پر ابھی صحابہ کرام موجود ہیں۔
(فضائل صحابہ ۲/ ۳۷۶ رقم ۱۹۲۵)

اس روایت میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پہلے ارشاد کی تائید ہے کہ صحابہ کرام مہاجرین وانصار تھے۔ اس کی سند صحیح اور محقق نے اس کی تصحیح کی ہے۔ الخ

حسن فرحان مالکی کی چوبیسویں دلیل:

امام لیث کا قول ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ: قثنا أبو هِشَام قثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ قَالَ: أنا لَيْثٌ، عَنْ طَاوُسٍ قَالَ: قِيلَ لَهُ أَدْرَكْتَ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ وَانْقَطَعْتَ إِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ؟ فَقَالَ: «أَدْرَكْتُ سَبْعِينَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَدَارَوْا فِي شَيْءٍ انْتَهَوْا إِلَى قَوْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ»

امام طاوس سے پوچھا گیا کہ آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا زمانہ پایا، کبھی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس گئے؟ کہا، میں نے ستر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ جب کسی معاملہ میں لوگوں کا اختلاف ہوتا وہ قول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع کرتے۔ (فضائل صحابہ ۲/ ۹۷۳ رقم ۱۹۱۴)

یہ روایت بھی فضائل صحابہ کی ہے، اس کے راوی ثقہ ہیں، سوائے لیث بن ابی سلیم کے۔ محقق نے اس کی تحسین کی اور روایت کو صحیح قرار دیا۔ میں مالکی کہتا ہوں: طاوس بن کیسان کبار تابعین میں سے تھے اور روایت کا ظاہری مفہوم واضح کر رہا ہے کہ طاوس حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو اصحاب میں شمار نہ کرتے تھے اگرچہ ان کی علمی جلالت وفضیلت مسلم ہے۔ الخ

حسن فرحان مالکی کی دلیل ۲۱ سے ۲۴ تک کا رد:

مالکی نے حدیبیہ سے پہلے کے مہاجرین وانصار تک محمود صحبت کو مقصور ومحدود کیا اور بے شمار صحابہ کرام کو شرف صحبت سے محروم رکھنے کے لیے اپنی ساختہ تعریف کو ذریعہ بنایا۔ ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے حبر الامت ترجمان قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی ہیں جن کی صحاح ستہ میں مرویات کی تعداد ۱۶۶۰ تک پہنچتی ہے۔ جیسا کہ خزرجی کی کتاب خلاصہ میں ہے۔ ان مرویات میں ۷۵ روایات صحیح بخاری صحیح مسلم میں متفق علیہ ہیں۔ ۱۲۰ احادیث کی تخریج میں صحیح بخاری منفرد ہیں۔ جب کہ صحیح مسلم ۴۹ روایات میں انفراد ہے۔

یہ بہت بڑا دعوی ہے کہ مالکی کے نزدیک حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے بھی صحابی نہ تھے۔ یہ ایسا دعوی ہے کہ حسن فرحان مالکی سے پہلے اس کی طرف کسی کا ذہن نہیں گیا اور نہ ہی میں نے اس کے کلام سے پہلے کسی کا کلام سنا پڑھا۔ اس باطل دعوی کا مجرد تصور ہی جواب اور رد کے اشتغال سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ یعنی اس کے جواب کی ضرورت نہیں رہتی۔ لیکن اس کے باوجود اس کا جواب عرض کرتا ہوں۔

جواب اول:

صحابہ کرام اور بعد صحابہ کسی سے ایسی روایت مروی نہیں جس میں ہو کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ صحابی نہ تھے۔ حسن مالکی کا یہ دعوی پندرھویں صدی کی بدعت ہے۔

جواب دوم:

حسن مالکی نے جو آثار و اخبار نقل کیے اور ان میں حضرت عباس اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ذکر ہے۔ ان میں ایسی کوئی دلیل نہیں جس سے وہ جماعت صحابہ سے خارج ہوں۔ ان آثار میں مالکی وہ روایت بھی لایا ہے جس کی سند میں مجالد راوی ہے۔ اور خود بیان کیا ہے کہ وہ ضعیف اور متہم بالکذب ہے، اس کا حکم تو امام ابوداود کی سنن میں آچکا ہے۔

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ أَخْبَرَنَا خَالِدٌ ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا خَالِدٌ - الْمَعْنَى - عَنْ بَيَانِ بْنِ بِشْرٍ - قَالَ مُسَدَّدٌ أَبُو بِشْرٍ - عَنْ وَبَرَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قُلْتُ لِلزُّبَيْرِ مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تُحَدِّثَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ - صلى الله عليه وسلم - كَمَا يُحَدِّثُ عَنْهُ أَصْحَابُهُ فَقَالَ أَمَا وَاللَّهِ لَقَدْ كَانَ لِي مِنْهُ وَجْهٌ وَمَنْزِلَةٌ وَلَكِنِّي سَمِعْتُهُ يَقُولُ « مَنْ كَذَبَ عَلَىَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ ».

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے عرض کرتے ہیں کہ کیا وجہ ہے کہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث روایت نہیں کرتے جیسے صحابہ کرام بیان کرتے ہیں؟ فرمایا: خدا کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں میرا بڑا مقام و مرتبہ تھا لیکن میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے۔ جس نے مجھ پر ارادتاً جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

(سنن ابی داود ٥/ ٤٩٤ رقم ٣٦٥١)

یہ حدیث صحیح ہے، اس کے رجال کو امام بخاری اور امام مسلم نے لیا ہے سوائے مسدد کے کہ وہ صرف بخاری کا راوی ہے۔

تبصرہ:

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا اپنے والد گرامی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے پوچھنا کہ آپ کے لیے کیا چیز مانع ہے کہ آپ اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث نقل نہیں فرماتے جس طرح اصحاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے روایت کرتے ہیں؟ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خارج نہیں کرتا کیوں کہ وہ سابقین اولین مہاجرین سے تھے اور وہ ان دس اصحاب میں شامل تھے جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی۔ جب کہ ان کے صاحبزادے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں پیدا ہونے والے بچے تھے۔

اس حقیقت پر وہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جو صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الأَسْوَدِ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، يَرْجِعُ أَصْحَابُكَ بِأَجْرِ حَجٍّ وَعُمْرَةٍ، وَلَمْ أَزِدْ عَلَى الْحَجِّ؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے کہ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے اصحاب تو حج و عمرہ کا ثواب لے کر لوٹیں گے مگر مجھے تو حج سے کچھ زیادہ اجر و ثواب نہیں ملا۔ (صحیح بخاری ٤/ ٥٥ رقم ٢٩٨٤)

❖ صحیح مسلم میں حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا تفصیل اس طرح ہے۔

وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَفْلَحَ بْنِ حُمَيْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُهِلِّينَ بِالْحَجِّ، فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ، وَفِي حُرُمِ الْحَجِّ، وَلَيَالِي الْحَجِّ، حَتَّى نَزَلْنَا بِسَرِفَ، فَخَرَجَ إِلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ: «مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ مِنْكُمْ هَدْيٌ فَأَحَبَّ أَنْ يَجْعَلَهَا عُمْرَةً، فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ، فَلَا» فَمِنْهُمُ الْآخِذُ بِهَا وَالتَّارِكُ لَهَا، مِمَّنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ، فَأَمَّا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ، وَمَعَ رِجَالٍ مِنْ أَصْحَابِهِ لَهُمْ قُوَّةٌ، فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِي، فَقَالَ: «مَا يُبْكِيكِ؟» قُلْتُ: سَمِعْتُ كَلَامَكَ مَعَ أَصْحَابِكَ فَسَمِعْتُ بِالْعُمْرَةِ قَالَ «وَمَا لَكِ؟» قُلْتُ: لَا أُصَلِّي۔

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حج کی تلبیہ کہتے ہوئے نکلے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب کی طرف تشریف لے گئے اور فرمایا تم میں سے جس کے پاس قربانی کا جانور ہو اور وہ اس کو عمرہ میں تبدیل کرنا چاہے تو کرلے۔ اور جس کے پاس قربانی کا جانور ہو تو احرام حج ہی رہنے دے۔ تو بعض نے اس ارشاد کے مطابق عمرہ کو اختیار کیا اور بعض نے حج کو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قربانی کا جانور تھا نیز آپ کے ساتھ مالدار اصحاب کے پاس جانور تھے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے میں اس وقت رو رہی تھی۔ فرمایا: کیوں رو رہی ہو۔ میں نے عرض کیا میں نے آپ کا کلام سنا ہے جو آپ اصحاب سے کر رہے تھے تو میں نے عمرہ کا سنا جبکہ میں عمرہ نہیں کر سکتی۔ پوچھا کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا کہ میں نماز نہیں پڑھ سکتی۔ یعنی شرعی عذر پیدا ہو گیا۔

(صحیح مسلم ٢/ ٨٧٥ رقم ١٢١١ باب بیان وجوہ الاحرام وانه یجوز)

پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ان تین مقامات پر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہنا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ خود صحابہ کے شرف میں شامل نہیں بلکہ اس حدیث میں دلیل ہے کہ جو لوگ بھی سفر حج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے وہ سب اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور ایسا ہی حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صادر ہوا۔ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں ایسی بے شمار مثالیں ہیں۔ اور یہ واضح مسئلہ ہے۔

جواب سوم:

ملکی کا یہ دعوی بے جا ہے کہ حضرت عباس اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل نہ ہوا۔ اور یہ بعض اہل بیت نبوت کے حق میں ظلم اور جفا ہے۔ ابن تیمیہ، مجموع الفتاوی ۴/۴۱۹ پر لکھتے ہیں۔

وَأَبْعَدُ النَّاسِ عَنْ هَذِهِ الْوَصِيَّةِ الرَّافِضَةُ ؛ فَإِنَّهُمْ يُعَادُونَ الْعَبَّاسَ وَذُرِّيَّتَهُ ؛ بَلْ يُعَادُونَ جُمْهُورَ أَهْلِ الْبَيْتِ وَيُعِينُونَ الْكُفَّارَ عَلَيْهِمْ،

نبی کریم ﷺ نے اہل بیعت نبوت کے حق میں جو وصیت فرمائی، بدعتی سب سے زیادہ اس سے دور اور کنارہ کش ہیں وہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد سے دشمنی رکھتے ہیں بلکہ جمہور اہل بیت سے دعداوت رکھتے ہیں اور کافروں کو ان کے خلاف مدد دیتے ہیں۔ (مجموع الفتاوی ٤/ ٤١٩ سئل عن رجل متمسك بالسنة)

حسن فرحان مالکی کی یہ جفا کاری اس صحابی سے ہے جو نسب اور رشتہ میں حضور ﷺ سے بہت قریب ہے یعنی آپ ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ۔ اگر حضور ﷺ کی ترکہ میں وراثت ہوتی تو آپ ﷺ کا چچا، ازواج مطہرات اور ان کی صاحبزادی خاتون جنت رضی اللہ عنہا، اس وراثت کی حقدار ہوتیں کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا:

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَلْحِقُوا الفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا، فَمَا بَقِيَ فَلِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ-

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: فرائض اہل فرائض کو دو پس جو بچ جائے وہ قریب ترین مذکر شخص کے لیے ہے۔

(صحیح بخاری ٨/ ١٥٢ رقم ٦٧٣٧ باب میراث الجد مع الاب و الاخرة)

یہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی زیادتی ہے جن کو حضور ﷺ نے سینے سے لگا کر دعا کی۔

حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: ضَمَّنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ: «اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الكِتَابَ»

اے اللہ، عبداللہ کو قرآن کا علم عطا کر۔ (صحیح بخاری ١/ ٢٦ رقم ٧٥)

❖ صحیح بخاری کی ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ القَاسِمِ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الخَلاَءَ، فَوَضَعْتُ لَهُ وَضُوءًا قَالَ: «مَنْ وَضَعَ هَذَا فَأُخْبِرَ فَقَالَ اللَّهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ»

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔۔۔۔اے اللہ: اسے دین کی فہم عطا کر۔

(صحیح بخاری ١/ ٤١ رقم الحدیث ١٤٣ باب وضع الماء عند الخلاء)

کیا حسن فرحان مالکی کے دعوی پر ان دونوں مبارک ہستیوں کو شرف صحبت سے محروم قرار دے سکتے ہیں؟

حسن مالکی کا زعم فاسد کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ صحابی نہ تھے

حسن فرحان مالکی اپنی کتاب ص ۴۳-۴۴ پر لکھتا ہے۔

تیرھویں دلیل: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے۔

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: كَانَ بَيْنَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، وَبَيْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ شَيْءٌ، فَسَبَّهُ خَالِدٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَسُبُّوا أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِي، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَوْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا، مَا أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِهِمْ، وَلَا نَصِيفَهُ»

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اصحاب میں سے کسی کو گالی نہ دو کیوں کہ تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کردے تو کسی صحابی کے ایک مد یا نصف مد کے برابر نہیں ہو سکتا۔

(صحیح مسلم ۴/ ۱۹۶۷ رقم ۲۵۴۱ باب تحریم سب الصحابہ رضی اللہ عنہم)

حسن مالکی حاشیہ میں لکھتا ہے کہ یہ حدیث صحیح مسلم کی کتاب فضائل صحابہ میں ہے۔ حسن مالکی مزید لکھتا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث لا تسبوا اصحابی کے الفاظ سے مشہور ہے اور یہ خطاب خالد بن ولید سے ہے۔ جب وہ فتح مکہ کے بعد بنی جزیمہ کے قصبہ میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے نزاع کر رہے تھے۔ یہ اس مسئلہ کی واضح دلیل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس طبقہ سے خارج قرار دیا، جو شرف صحبت سے مشرف ہے۔ اس کی زیادہ قوی پہلی دلالت یہ ہے کہ تکملہ حدیث میں شرعی صحبت کا بیان ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَوْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا، مَا أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِهِمْ، وَلَا نَصِيفَهُ»

تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا بھی راہ خدا میں خرچ کردے وہ صحابی کے ایک مد یا نصف مد خرچ کرنے کے برابر نہیں۔ (صحیح مسلم ۴/ ۱۹۶۷ رقم ۲۵۴۱)

پس یہی شرعی صحبت ہے جسے خالد بن ولید وصف شجاعت کے باوجود حاصل نہ کرسکے۔ ایک اور طبقہ کے لوگ مثلاً عمرو بن العاص بھی اس شرعی صحبت کو نہ پا سکے۔ لہذا طلقاء مکہ، عتقائے ثقیف، اعرابی اور بعد میں آنے والے وفود تو بدرجہ اولی اس شرف کے حامل نہ ہو سکے۔

حسن مالکی کی دوسری دلالت:

حسن فرحان مالکی لکھتا ہے کہ اس کی دوسری دلالت حضرت خالد بن ولید کا اقرار اور اس مسئلہ میں سکوت ہے۔ اس ارشاد کے وقت انہوں نے نہ کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے نہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس صحبت شرعی جس کے حاملین سابقین اسلام تھے اور صحبت عامہ یالاحقہ جس کا شرف رکھنے والوں کو تابعین کہہ سکتے ہیں، کے درمیان تفاوت اور فرق کو بخوبی جانتے تھے۔

حسن مالکی کی تیسری دلالت:

اس حدیث کا معاملہ فتح مکہ کے بعد ہوا۔ حضرت خالد بن ولید اس واقعہ سے کافی عرصہ پہلے تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے۔ مگر شرعی صحبت کی فضیلت پانے کی التجاء وسفارش نہ کرسکتے پھر بھلا بعد والوں کو یہ شرف کیسے مل سکتا ہے؟

استدلال مالکی کا محاکمہ اور جواب:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد مبارک کہ لَا تَسُبُّوا أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِي میرے اصحاب کو گالی نہ دو، میں اصحاب سے مراد عبدالرحمن بن عوف وغیرہ وہ اصحاب ہیں۔ جن کو اسلام قبول کرنے میں سبقت حاصل ہے مگر یہ روایت عبدالرحمن یا دیگر ایسے اصحاب میں شرف صحبت کے حصر پر دلیل نہیں۔ اس میں ان کی زیادہ فضیلت کی دلیل ہے اگرچہ اس فضیلت میں دوسرے بھی شامل ہیں، ہاں ان کے درجات وفضیلت میں بڑا تفاوت ہے۔

ابن تیمیہ منہاج السنہ ۴۳۱/۸ پر لکھتے ہیں۔

وَمِمَّا يُبَيِّنُ أَنَّ الصُّحْبَةَ فِيهَا خُصُوصٌ وَعُمُومٌ، كَالْوِلَايَةِ وَالْمَحَبَّةِ وَالْإِيمَانِ وَغَيْرِ ذَلِكَ مِنَ الصِّفَاتِ الَّتِي يَتَفَاضَلُ فِيهَا النَّاسُ فِي قَدْرِهَا وَنَوْعِهَا وَصِفَتِهَا مَا أَخْرَجَاهُ فِي الصَّحِيحَيْنِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: كَانَ بَيْنَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ وَبَيْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ شَيْءٌ فَسَبَّهُ خَالِدٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: " «لَا تَسُبُّوا أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِي؛ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَوْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ» ". انْفَرَدَ مُسْلِمٌ بِذِكْرِ خَالِدٍ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ دُونَ الْبُخَارِيِّ فَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِخَالِدٍ وَنَحْوِهِ: «لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي» يَعْنِي عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ وَأَمْثَالَهُ؛ لِأَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ وَنَحْوَهُ هُمُ السَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ، وَهُمُ الَّذِينَ أَسْلَمُوا قَبْلَ الْفَتْحِ وَقَاتَلُوا، وَهُمْ أَهْلُ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ، فَهَؤُلَاءِ أَفْضَلُ وَأَخَصُّ بِصُحْبَتِهِ مِمَّنْ أَسْلَمَ بَعْدَ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ، وَهُمُ الَّذِينَ أَسْلَمُوا بَعْدَ الْحُدَيْبِيَةِ، وَبَعْدَ مُصَالَحَةِ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَهْلَ مَكَّةَ وَمِنْهُمْ خَالِدٌ وَعَمْرُو بْنُ الْعَاصِ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي طَلْحَةَ وَأَمْثَالُهُمْ.

وَهَؤُلَاءِ أَسْبَقُ مِنَ الَّذِينَ تَأَخَّرَ إِسْلَامُهُمْ إِلَى أَنْ فُتِحَتْ مَكَّةُ وَسُمُّوا الطُّلَقَاءَ مِثْلَ سُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو . وَالْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، وَأَبِي سُفْيَانَ بْنِ حَرْبٍ وَابْنَيْهِ يَزِيدَ وَمُعَاوِيَةَ وَأَبِي سُفْيَانَ بْنِ الْحَارِثِ، وَعِكْرِمَةَ بْنِ أَبِي جَهْلٍ وَصَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ وَغَيْرِهِمْ مَعَ أَنَّهُ قَدْ يَكُونُ فِي هَؤُلَاءِ مَنْ بَرَزَ بِعِلْمِهِ عَلَى بَعْضِ مَنْ تَقَدَّمَهُ كَثِيرًا كَالْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ وَأَبِي سُفْيَانَ بْنِ الْحَارِثِ وَسُهَيْلِ بْنِ

عَمْرٍو، وَعَلَى بَعْضِ مَنْ أَسْلَمَ قَبْلَهُمْ مِمَّنْ أَسْلَمَ قَبْلَ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ وَكَمَا بَرَزَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلَى أَكْثَرِ الَّذِينَ أَسْلَمُوا قَبْلَهُ. وَالْمَقْصُودُ هُنَا أَنَّهُ نَهْيٌ لِمَنْ صَحِبَهُ آخِرًا يَسُبُّ مَنْ صَحِبَهُ أَوَّلًا لِامْتِيَازِهِمْ عَنْهُمْ فِي الصُّحْبَةِ بِمَا لَا يُمْكِنُ أَنْ يَشْرَكَهُمْ فِيهِ حَتَّى قَالَ:

"«لَوْ أَنْفَقَ أَحَدُكُمْ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ»".

فَإِذَا كَانَ هَذَا حَالَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا مِنْ بَعْدِ الْفَتْحِ وَقَاتَلُوا، وَهُمْ مِنْ أَصْحَابِهِ التَّابِعِينَ لِلسَّابِقِينَ مَعَ مَنْ أَسْلَمَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ وَهُمْ أَصْحَابُهُ السَّابِقُونَ، فَكَيْفَ يَكُونُ حَالُ مَنْ لَيْسَ مِنْ أَصْحَابِهِ بِحَالٍ مَعَ أَصْحَابِهِ؟!.

اس سے جو بات واضح ہے یہ ہے کہ شرف صحبت میں خصوص و عموم ہے جیسے ولایت، محبت اور ایمان وغیر ذلک کی صفات میں خصوص و عموم ہوتا ہے۔ ان صفات کی قدر، نوع اور صفت میں لوگوں کا باہم تفاضل ہوتا ہے جیسا کہ صحیحین میں حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ میں مروی ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے درمیان کچھ تلخی ہوئی تو حضرت خالد بن ولید نے ان کو گالی دی۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے کسی صحابی کو گالی نہ دو۔ تمھارا کوئی شخص احد کے برابر سونا بھی خرچ کر دے تو ان کے ایک مد یا نصف مد کو نہیں پہنچ سکتا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا نام لینے میں امام مسلم منفرد ہیں۔ امام بخاری نے ان کا ذکر نہیں کیا۔ سنو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے کسی صحابہ کو گالی نہ دو۔ کیونکہ عبدالرحمن بن عوف اور ان جیسے اصحابؓ پہلے ایمان لانے والوں میں سے تھے جو فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے اور جہاد کیا۔ یہ ہی اہل بیعت رضوان تھے اس لحاظ سے وہ ان سے زیادہ فضیلت اور خصوصی صحبت سے مشرف ہوئے جو بیعت رضوان کے بعد ایمان لائے۔ یہ صلح حدیبیہ کے بعد مشرف باسلام ہوئے۔ ان میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن ابی طلحۃ رضی اللہ عنہ اور ان جیسے دوسرے لوگ تھے۔ اور یہ گروہ ان سے پہلے ہے جو بعد میں فتح مکہ تک اسلام لائے، ان کو طلقاء کا نام دیا گیا مثلاً سہیل بن عمرو، حارث بن ہشام، ابو سفیان بن حرب، ان کے بیٹے یزید اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم۔ البتہ بعض اپنے علم و فضل کے باعث پہلوں سے نمایاں ہو گئے۔ جیسے حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ، حضرت ابو سفیان بن حارث رضی اللہ عنہ، حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ، ان میں سے بعض تو فتح مکہ سے پہلے اسلام لانے سے بھی نمایاں ٹھہرے۔ جس طرح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دیگر سابقین سے بازی لے گئے۔

اس حدیث سے مقصد ان لوگوں کو گالی گلوچ سے منع کرنا تھا جو بعد میں اسلام لائے کہ وہ پہلے ایمان لانے والوں کو سب و شتم نہ کریں کیوں کہ ان کو شرف صحبت میں ایسا امتیازی مقام حاصل ہے کہ اس میں شریک ہونا ممکن نہیں۔ اس لیے فرمایا: تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا بھی راہ خدا میں خرچ کر دے تو ان کے خرچ کیے ایک

بدیان صف مد کے برابر نہیں ہو سکتا۔ جب یہ حال ان لوگوں کا ہے جو فتح مکہ کے بعد اسلام لائے اور جہاد میں شریک ہوئے اور وہ حضور ﷺ کے ایسے اصحاب ہیں جو سابقین اسلام کے بعد ہوئے پھر بھلا اس شخص کی ان سے کیا نسبت جو صحبت کے شرف سے محروم ہوا؟ (منہاج السنة۸/ ۴۳۱۔۴۳۳)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار:

حسن فرحان مالکی اپنی کتاب کے صفحہ ۵۴۔۵۵ پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھتا ہے۔

- پچیسویں دلیل: اسود بن یزید کی روایت ہے وہ کہتے ہیں۔

أخبرنا أبو القاسم الحسين بن الحسن بن محمد أنا أبو القاسم بن أبي العلاء أنا عبد الرحمن بن محمد بن ياسر أنا علي بن يعقوب بن أبي العقب حدثني القاسم بن موسى بن الحسن نا عبدة الصفار نا أبو داود نا أيوب بن جابر عن أبي إسحاق عن الأسود بن يزيد قال قلت لعائشة ألا تعجبين لرجل من الطلقاء ينازع أصحاب محمد (صلى الله عليه وسلم) في الخلافة قالت وما تعجب من ذلك هو سلطان الله يؤتيه البر والفاجر وقد ملك فرعون أهل مصر أربع مائة سنة۔

اسود بن یزید کی روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا آپ کو اس شخص یعنی معاویہ کے متعلق حیرانی نہیں ہوتی جو اصحاب محمد ﷺ سے خلافت کے معاملہ میں نزاع کرتا ہے۔ فرمایا: حیرانی کی کیا بات ہے؟ یہ تو حکومت ہے، اللہ تعالیٰ نیک و بد کو عطا کر دیتا ہے۔ فرعون نے چار سو سال تک اہل مصر پر حکومت کی۔ (تاریخ دمشق۵۹/ ۱۴۵)

میں حسن فرحان مالکی کہتا ہوں: اس روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اصحاب رسول ﷺ سے خارج کیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تابعین کرام طلقاء کو اصحاب رسول ﷺ میں شمار نہ کرتے تھے بلکہ خود صحابہ ان کو اس صف میں شمار نہ کرتے تھے۔ جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسود بن یزید النخعی سے اس معاملہ میں اتفاق کیا۔

مالکی نے اپنی اس عبارت پر حاشیہ آرائی کی ہے۔

"اس اثر روایت کو ابن عساکر نے بطریق ابوداود الطیالسی نقل کیا ہے۔ اور اس کی سند اس طرح ہے۔"

"نا أيوب بن جابر عن أبي إسحاق عن الأسود بن يزيد"

اس سند کے راوی ثقہ ہیں سوائے ایوب بن جابر کے۔ اس کے متعلق محدثین کرام کا اختلاف ہے۔ امام احمد بن حنبل، عمرو بن علی الفلاس، ابن عدی، علامہ ذہبی اور امام بخاری اس کو قوی قرار دیتے ہیں۔ البتہ یحییٰ بن معین، امام نسائی، ابن

مدینی، محدث ابو حاتم، امام ابوزرعہ الرازی اور یعقوب بن سفیان فسوی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ علامہ ذہبی نے درمیانہ راستہ اختیار کیا ہے اور کہا کہ وہ مشہور صالح الحدیث ہے بعض ائمہ نے اسے ضعیف کہا۔ میں [حسن فرحان مالکی] کہتا ہوں کہ فی الجملہ اس کی سند جید ہے، انشاء اللہ تعالی۔ الخ

حسن فرحان مالکی اپنی کتاب ص ۵۰۔۵۱ پر لکھتا ہے۔

- انیسویں دلیل: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول:

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَتْ لِي عَائِشَةُ: يَا ابْنَ أُخْتِي «أُمِرُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِأَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَبُّوهُمْ».

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ انہیں حکم تھا کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے استغفار کریں مگر انہوں نے ان کو گالی دی۔ (صحيح مسلم ٤/ ٢٣١٧ رقم ٣٠٢٢ كتاب التفسير)

كانت تلمّح لِمَا يفعله أهلُ الشام من لعن علي وبعض أهل العراق في لعن عثمان.

ترجمہ: اس میں اشارہ کر رہی تھیں کہ اہل شام حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ پر تنقید کرتے تھے اور بعض اہل عراق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتے تھے۔

میں حسن فرحان مالکی کہتا ہوں کہ اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ ان کا تعلق اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ تھا۔ ایسا ہی ایک قول حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قثنا وَكِيعٌ قثنا سُفْيَانُ، عَنْ نُسَيْرِ بْنِ ذُعْلُوقٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ: لَا تَسُبُّوا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ، فَلَمَقَامُ أَحَدِهِمْ سَاعَةً خَيْرٌ مِنْ عَمَلِ أَحَدِكُمْ عُمْرَهُ".

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو گالی نہ دو۔ خدا کی قسم ان کی ایک گھڑی کا مقام ومرتبہ تمھاری زندگی بھر کے عمل سے افضل ہے۔

(فضائل صحابه للاحمد بن حنبل ١/ ٥٧ رقم ١٥ و ٢/ ٩٠٧ رقم ١٧٢٩)

حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عائشہ c، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے یہ اقوال وارشادات اس زمانے کے ہیں جس میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم لوگوں میں پھیل گیا۔ جبکہ یہ دونوں ہستیاں نبی کریم a کے سابقین اصحاب میں سے تھیں۔ اور ان پر سب وشتم کرنے والے بعض وہ بھی تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف تھے۔ یا ہماری فہم کے مطابق صحبت کا شرف رکھنے والے تھے۔ ہم ایک عرصہ گذرا تو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور ان جیسے اصحاب کے سب وشتم کا سلسلہ ختم ہو گیا مگر معاویہ اور عمرو بن العاص کے سب وشتم کا سلسلہ برقرار رہا۔ ہم نے یہاں ان روایات وعبارات کو اختیار کیا تا کہ ان سے سب وشتم کرنے والوں کی طرف رجوع کریں۔ البتہ فرق یہ ہے کہ جن طلقاء پر سب

وشتم کیا گیا وہ ان سابقین کی طرح نہ تھے جن پر سب وشتم نہ کیا گیا بلکہ طلقاء تو مطلقاً صحابہ میں شامل نہ تھے۔ بلکہ وہ اپنے ساتھ لائے ہوئے دفاعی آثار وروایات کے ذریعے صحبت میں داخل ہوئے۔ اس حقیقت کی تحقیق وتفتیش بہت اہم ہے جو باسانی ہاتھ نہیں آتی۔ الخ

حسن فرحان مالکی پھر اس کلام کے حاشیہ میں لکھتا ہے۔

ان آثار وروایات کے ذریعے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے کلام کیا جنہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر زبان طعن دراز کی تھی۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کیا اور حضرت عائشہ نے ان سے مخاطب کیا جنہوں نے سابقین اولین پر سب وشتم کیا۔ اسی طرح حضرت سعید بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے شاتمین پر تنقید کی بلکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر عرفہ کی تلبیہ روکنے کی بنا پر لعن طعن کرتے تھے۔ اس ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سب صحابی کی حرمت پر بعض نصوص روایات کیے مگر معاویہ رضی اللہ عنہ پر تنقید کے قائل تھے۔ وہ یہ کام دو وجہ سے کرتے تھے۔

۱۔ وہ سمجھتے تھے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی نہیں۔

۲۔ اس وجہ سے کہ ان کی نظر میں معاویہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں تبدیلی کی۔ اہل شام نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی عداوت میں تلبیہ کو بدل دیا کیونکہ وہ ایسا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں کرتے تھے۔ (مسند امام احمد ۳/۲۶۴ طبع احمد شاکر)

بہت سے مہاجرین سابقین اور انصار مثلاً حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ، حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ وغیرہم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کرتے تھے۔ متاخری علماء میں سے محمد بن عقیل وہ سنی عالم ہیں اپنی کتاب النصائح الکافیہ میں جواز لعن کی طرف گئے ہیں۔ الخ

حسن فرحان مالکی ص ۵۵ پر لکھتا ہے۔

- چھبیسویں دلیل یہ ہے کہ

قول معاوية لكعب لمّا بشّره بأنّه سيكون بعد عثمان: تقول هذا وها هنا علي والزبير وأصحاب محمد؟ قال: أنت صاحبها، يعني صاحب الخلافة.

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفہ بن جائیں گے تو انہوں نے سن کر کہا تم ایسا کیا کہہ رہے ہیوں جب کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ اور دیگر اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں۔ تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: آپ صاحب خلافت ہیں۔

مجھے [حسن فرحان مالکی] سے ایسی کوئی نص نہیں ملی جس میں انہوں نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے

ہونے کا دعویٰ کیا ہو۔اس کے برعکس یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ن اپنے آپ کو صحابی نہ سمجھتے تھے۔اگرچہ یہ ثابت ہے کہ انہوں نے کہا:

قد صحبنا رسول اللہ ﷺ یعنی ہم نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت اور ہم نشینی اختیار کی۔

مسند امام احمد۲۸/ ۱۱۷ رقم ۱۶۹۱٤،شرح معانی الآثار ۱/ ۳۰٤،مصنف ابن ابی شیبہ۲۵/ ۳٤۹،

اس سے ان کا مقصد صحبت عامہ تھا، شرعی صحبت نہ تھا۔اگر ان کا مقصد شرعی صحبت تھا تو اس دعویٰ کی تردید کتاب وسنت سے ہوتی ہے۔

❁ پھر حسن فرحان مالکی نے اس روایت پر تعلیقاان الفاظ میں لکھا۔

خلال کی کتاب السنۃ ص ۲۸۱ اور ۴۵۷ میں اس کی سند صحیح ہے جسے محقق نے صحیح قرار دیا اور ابن عساکر نے اسے اپنی اسناد کے ساتھ تاریخ دمشق ۵۹/۱۲۳ میں نقل کیا۔

حسن فرحان مالکی کے استدلال کا تجزیہ وجواب:

مالکی کے اس استدلال کا جواب کئی وجوہ سے ہے۔

وجہ اول: اثر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ضعیف ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی یہ روایت ثابت نہیں ہے کیونکہ جن ائمہ نے ایوب بن جابر کو ضعیف کہا ان کی تعداد بہت ہے اور جو اس کی تضعیف سے باز رہے ان کا کلام واضح نہیں کہ وہ ایوب بن جابر کے معاملہ کو قوی کرے۔وہ ائمہ کے ایسے اقوال کے متقاضی ہے جو اس کو قوت دیں۔امام ذہبی نے اس اپنی کتاب الکاشف میں ضعیف کہا اور اس سے حافظ ابن حجر عسقلانی نے تقریب التہذیب میں نقل کرکے تضعیف کی۔

ابن عساکر کی تاریخ دمشق میں اس کی اسناد اس طرح ہیں۔

أخبرنا أبو القاسم الحسين بن الحسن بن محمد أنا أبو القاسم بن أبي العلاء أنا عبد الرحمن بن محمد بن ياسر أنا علي بن يعقوب بن أبي العقب حدثني القاسم بن موسى بن الحسن نا عبدة الصفار نا أبو داود نا أيوب بن جابر عن أبي إسحاق عن الأسود بن يزيد قال قلت لعائشة (تاريخ دمشق۵۹/ ۱٤۵)

ابن عساکر کی سند میں القاسم بن موسیٰ بن الحسن اشیب کے نام سے مشہور ہے۔اس کا ذکر خطیب نے تاریخ بغداد ۱۲/۴۳۵ میں کیا اور اپنے دو شاگردوں اور دو شیوخ سے زیادہ کا ذکر نہیں کیا۔اور اس پر جرح وتعدیل کا ذکر بھی نہیں کیا،اس لیے مجہول الحال راوی ہے۔اس میں ایک راوی عبدالرحمن بن محمد بن یاسر ہے،اس کو امام ذہبی نے سیر الاعلام النبلاء ۱۷/۴۱۵ پر ذکر کیا ہے اور جرح وتعدیل پر کلام نہیں کیا۔اس کے احوال میں لکھا ہے وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق اچھی رائے رکھتا تھا۔

جواب دوم:

حسن فرحان مالکی نے قول اسود بن یزید سے جو سمجھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

قلت لعائشة ألا تعجبين لرجل من الطلقاء ينازع أصحاب محمد (صلى الله عليه وسلم) في الخلافة.

"کیا آپ کو اس شخص یعنی معاویہ کے متعلق حیرانی نہیں ہوتی جو اصحاب محمد ﷺ سے خلافت کے معاملہ میں نزاع کرتا ہے۔" اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ یہ طلقاء جن میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے نہیں۔"

یہ ایک غلط سمجھنے والے شخص کی فہم ہے۔ قبل ازیں میں، حسن فرحان مالکی کے اس فاسد گمان کو واضح کر چکا ہوں جس میں اس نے کہا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اصحاب میں رسول ﷺ میں سے نہ تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس ارشاد کو مالکی نے جس طرح سمجھا اس کا جواب وہی ہے جو قبل ازیں دیا جا چکا ہے۔

جواب سوم:

یہ جو مالکی نے دعوی کیا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کو جائز سمجھتے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ ان کو صحابی نہیں قرار دیتے تھے، اس کا جواب یہ ہے کہ

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق حسن مالکی کے اس دعوے کا جواب قبل ازیں گذر چکا ہے اسی طرح ان کے والد گرامی کے متعلق بھی۔

۲۔ حسن فرحان مالکی کے اس دعوی کے برعکس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعریف کی، انہیں مجتہد کے وصف سے یاد کیا اور انہیں نبی اکرم ﷺ کا صحابی قرار دیا۔

❖ صحیح بخاری میں ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ

حَدَّثَنَا الحَسَنُ بْنُ بِشْرٍ، حَدَّثَنَا المُعَافَى، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الأَسْوَدِ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، قَالَ: أَوْتَرَ مُعَاوِيَةُ بَعْدَ العِشَاءِ بِرَكْعَةٍ، وَعِنْدَهُ مَوْلًى لِابْنِ عَبَّاسٍ، فَأَتَى ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ: «دَعْهُ فَإِنَّهُ قَدْ صَحِبَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نماز عشاء کے بعد ایک رکعت نماز وتر پڑھی، اس وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا خادم ان کے پاس تھا۔ اس نے جا کر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اس سے آگاہ کیا: تو انہوں نے فرمایا: چھوڑو، وہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں۔

(صحیح بخاری ۵/ ۲۸ رقم ۳۷۶۴ باب ذکر معاویہ رضی اللہ عنہ)

❖ صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت ہے۔

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، قِيلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ: " هَلْ لَكَ فِي أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ مُعَاوِيَةَ، فَإِنَّهُ مَا أَوْتَرَ إِلَّا بِوَاحِدَةٍ؟ قَالَ: «أَصَابَ، إِنَّهُ فَقِيهٌ»

ابن ابی ملکیہ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں ؟انہوں نے وتر کی نماز صرف ایک رکعت پڑھی ؟فرمایا وہ فقیہ ہیں۔

(صحیح بخاری ۵/ ۲۸ رقم ۳۷۶۵ باب ذکر معاویہ رضی اللہ عنہ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعن کا اثر ضعیف

۳۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ہر گز حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعن نہیں کیا اور نہ ہی وہ اس کو جائز سمجھتے تھے بلکہ ان سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مدح و توصیف ثابت ہے۔جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے جسے حسن مالکی نے سند پکڑی اور بہ تحقیق احمد شاکر اسے مسند کی طرف منسوب کیا۔وہ مسند میں اس طرح ہے۔

قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، قَالَ: لَا أَدْرِي أَسَمِعْتُهُ مِنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، أَمْ نُبِّئْتُهُ عَنْهُ، قَالَ: أَتَيْتُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ بِعَرَفَةَ وَهُوَ يَأْكُلُ رُمَّانًا، فَقَالَ: " أَفْطَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ، وَبَعَثَتْ إِلَيْهِ أُمُّ الْفَضْلِ بِلَبَنٍ، فَشَرِبَهُ" وَقَالَ: " لَعَنَ اللهُ فُلَانًا عَمَدُوا إِلَى أَعْظَمِ أَيَّامِ الْحَجِّ، فَمَحَوْا زِينَتَهُ، وَإِنَّمَا زِينَةُ الْحَجِّ التَّلْبِيَةُ "

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ ہمیں اسماعیل نے بیان کیا کہ ایوب نے کہا: مجھے معلوم نہیں کہ میں نے اسے سعید بن جبیر سے سنا یا مجھے ان کی طرف سے خبر دی گئی کہا میں عرفہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا وہ اس وقت انار کھا رہے تھے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ میں افطار کیا۔ام الفضل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دودھ بھیجا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا۔نیز کہا کہ اللہ فلاں پر لعنت کرے انہوں نے قصداً ایام حج کی زینت مٹادی۔ایام حج کی زینت تو تلبیہ ہے۔

(مسند امام احمد ۲/ ۴۳٤ رقم ۱۸۷۰ ت احمد شاکر و طبع ۳/ ۳٦٤ رقم الحدیث ۱۸۷۰ الرسالہ)

شیخ احمد شاکر نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا اور کہا کہ اس کا سلسلہ سند ضعیف ہے۔اس کی دلیل یہ ہے یہ ایوب کا حضرت سعید بن جبیر سے سننا مشکوک ہے اور اس حکم ضعف کا مالکی کو علم ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ کے بعد آٹھ سال تک حیات رہے اگر یہ اثر صحیح ہوتا تو اس کا ذکر کرتے۔احتمال یہ ہے یہ بہ صورت صحت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اس سے مراد کوئی اور شخص لیا نہ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کیوں کہ اس لعن میں ابہام ہے، تعیین نہیں،البتہ عرفہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا افطار کرنا، ام الفضل کا دودھ پیش کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نوش فرمانا ثابت ہے۔

کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بغض علی رضی اللہ عنہ کی وجہ سے سنت کو ترک کیا؟

علامہ ظفر القادری بکھروی صاحب کی کتاب القول الاحسن فی جواب صلح الامام الحسن ص ۱۹۱ تا ۱۹۳ پر قاری ظہور احمد فیضی کا اسی روایت سے استدلال کرنے پر علمی نقد کیا ہے جس کو محققین و علماء کے لیے پیش کیا جاتا ہے۔ علامہ بکھروی لکھتے ہیں۔

موصوف ظہور فیضی اپنی کتاب صلح امام حسن ص ۱۱۸ پر لکھتے ہیں۔

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ بِعَرَفَاتٍ، فَقَالَ مَا لِي لَا أَسْمَعُ النَّاسَ يُلَبُّونَ؟ فَقُلْتُ يَخَافُونَ مِنْ مُعَاوِيَةَ فَخَرَجَ ابْنُ عَبَّاسٍ مِنْ فُسْطَاطِهِ، فَقَالَ: «لَبَّيْكَ اللهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ تَرَكُوا السُّنَّةَ مِنْ بُغْضِ عَلِيٍّ:

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم عرفہ میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے تو انہوں نے پوچھا: سعید، کیا وجہ ہے کہ میں لوگوں کی تلبیہ کی آواز نہیں سن رہا؟ میں نے عرض کیا: معاویہ سے خوف کر رہے ہیں۔ پس ابن عباس رضی اللہ عنہ اپنے خیمہ سے نکلے تو پڑھنے لگے: «لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ ، اگرچہ معاویہ کی ناک رگڑی جائے، اے اللہ، ان پر لعنت فرما، انہوں نے علی رضی اللہ عنہ سے بغض کی وجہ سے سنت کو چھوڑ دیا۔

(بحوالہ سنن الکبری للبیہقی: ۱۰/ ۵۹ حدیث ۹۵۲۱، سنن نسائی حدیث ۳۰۰۶، صحیح ابن خزیمہ حدیث ۲۸۳، المستدرک حاکم: ۱/ ٤٦٤ حدیث ۱۷۰٦) .

جواب:

گذارش ہے کہ اگر واقعہ کو ایک خاص رنگ دے کر پیش کیا جائے تو اس سے ایک الگ کہانی نمودار ہوتی ہے اور یہ کہانی عوام الناس کے سامنے پیش کر کے ان کو دھوکا دیا جاتا ہے پیش کردہ روایت میں اگر غور کیا جائے تو ایک بات واضح ہوگی کہ اس میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تلبیہ کی آواز نہ آنے کا کہہ رہے ہیں ایک بات، جو لکھاری موصوف نے چھپائی، وہ یہ ہے کہ عرفات میں اگر تلبیہ کی آواز نہیں آرہی تھی تو اس سے تکبیر کی آواز نہ آنے کی ممانعت کیسے ثابت ہوئی؟ کیا عوام الناس کو یہ بات بتائی گئی کہ یہ مسئلہ عرفہ کے دن تکبیر پڑھی جائے یا تلبیہ پڑھی جانے کے اختلافی باب میں سے ہے صحابہ کرام میں یہ معاملہ اختلافی تھا کہ عرفہ کے دن تکبیر پڑھنا افضل ہے یا تلبیہ پڑھنا افضل ہے؟ کیا موصوف نے عوام الناس کے سامنے اس مسئلہ کا دوسرا پہلو بھی رکھا کہ:

عرفہ کے دن تکبیر افضل یا تلبیہ؟

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حدَّثنا أحمدُ بن حنبل، حدَّثنا عبدُ الله بنُ نُمير، حدَّثنا يحيى بن سعيد، عن عبد الله بن أبي سلمة، عن عبد الله بن عبد الله بن عمرعن أبيه، قال:غَدَونا مع رسول الله صلَّى الله عليه وسلم من منى إلى عرفات مِنَّا الْمُلبّي ومنا المُكبِّرُ۔

ترجمہ:کہ ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ سے عرفات کے طرف چلے،ہم میں سے کچھ لوگ تلبیہ پڑھنے والے تھے اور کچھ لوگ تکبیر۔ (سنن أبي دائود حديث ۱۸۱٦)

اس کے علاوہ یہ حدیث صحیح مسلم رقم ۱۲۸۴، سنن الکبریٰ، حدیث ۳۹۷٦، ۳۹۷۵، مسند أحمد رقم ۴۷۳۳ میں موجود ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا فتویٰ

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا فتویٰ ہے کہ

حَدَّثنا ابنُ فُضَيْلٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ وَبَرَةَ بن عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ ذُكِرَ لابْنِ عُمَرَ التَّلْبِيَةُ يَوْمَ عَرَفَةَ، فَقَالَ التَّكْبِيرُ أَحَبُّ إِلَيَّ۔

ترجمہ:عرفات کے دن تکبیر پڑھنا تلبیہ پڑھنے سے افضل ہے۔

(مُصنف ابن أبي شيبه، رقم الحديث ۱۵۷۵۰، ۱۵۳۰۱)

(۳) راوی تابعی ابن یعفور رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

أَبو بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ أَبِي يَعْفُورٍ قَالَ كُنْتُ أَسِيرُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ الْحَنَفِيَّةِ مِنْ مِنًى إِلَى عَرَفَاتٍ فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُكَبِّرُ، وَكَانَ ابْنُ الْحَنَفِيَّةِ يُلَبِّي۔

ترجمہ:میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ منیٰ سے عرفات کی طرف چلا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تکبیر پڑھ رہے تھے اور حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ تلبیہ۔

(مُصنف ابن أبي شيبه رقم ۱۵۰۷۸)

(۴) حضرت محمد بن ابوبکر الثقفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

أَبو بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ قَالَ:حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ الثَّقَفِيُّ قَالَ:سَأَلْتُ أَنَسًا، كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ «كَانَ يُلَبِّي الْمُلَبِّي فَلَا يُنْكِرُ عَلَيْهِ، وَيُكَبِّرُ الْمُكَبِّرُ فَلَا يُنْكِرُ عَلَيْهِ۔

ترجمہ:میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کس طرح کرتے تھے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تلبیہ پڑھنے والے تلبیہ پڑھتے تھے اور انہیں منع نہ کیا جاتا تھا اور تکبیر پڑھنے والے تکبیر پڑھتے تھے اور انہیں بھی منع نہ کیا جاتا تھا۔ (مُصنف ابن أبي شيبه ،رقم الحديث ۱۵۰۷۹)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تلبیہ اور تکبیر دونوں پڑھے جاتے تھے بعض صحابہ کرام تکبیر پڑھتے اور بعض تکبیر، کوئی کسی کو منع نہ کرتا، روایات مذکورہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک تلبیہ افضل ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک تکبیر پڑھنا افضل ہے۔

کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے تلبیہ کہنے سے روکا؟

گذارش ہے کہ پہلے تو یہ بات ثابت ہے کہ صحابہ کرام دونوں عمل کو جائز سمجھتے تھے بعض صحابہ کرام تلبیہ کو افضل سمجھتے اور بعض صحابہ کرام تکبیر کو افضل سمجھتے، خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں دونوں امور پر عمل ہوتا بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے تلبیہ سے منع بھی کیا ہو تو اس کی وجہ اس کا غیر افضل عمل ہوگا مگر دیگر روایات، کتب حدیث میں موجود ہیں جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حج کے موقعہ پر تلبیہ سنا اور اس سے نہ منع کیا اور نہ ہی روکا۔

❖ حضرت عبدالرحمن بن قاسم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ ، عَنْ سُفْيَانَ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ: خَرَجَ مُعَاوِيَةُ لَيْلَةَ النَّفْرِ فَسَمِعَ صَوْتَ تَلْبِيَةٍ ، فَقَالَ :مَنْ هٰذَا ؟ قَالُوا عَائِشَةُ ، اعْتَمَرَتْ مِنَ التَّنْعِيمِ ،فَذُكِرَ ذَالِكَ لِعَائِشَةَ ، فَقَالَتْ لَوْ سَأَلَنِي لَأَخْبَرْتُهُ.

ترجمہ: یوم نفر کی رات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نکلے تو آپ نے تلبیہ پڑھنے کی آواز سنی، آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یہ کون پڑھ رہا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پڑھ رہی ہیں، جو مقام تنعیم سے عمرہ کر رہی تیں، بعد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے اس واقعہ کا ذکر کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اگر وہ مجھ سے دریافت کرتے تو بلند آواز سے پڑھنے کی وجہ بتاتی۔ (مُصنف ابن أبی شیبہ رقم الحدیث ۱۴۸۸۵)

تلبیہ پڑھنے سے منع کرنے کا الزام کس کی طرف سے؟

اب قارئین کرام کے سامنے اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر تلبیہ سے پڑھنے کا الزام کس نے لگایا؟ اگر موصوف اس روایت کی سند پیش کر دیتے تو عوام الناس کو حقیقت کا معلوم ہوتا ہے کہ آخر اس الزام کی حقیقت کیا ہے اور کس نے روایت میں گڑبڑ کی ہے امام نسائی رحمہ اللہ نے اس روایت کی سند کچھ یوں بیان کی ہے۔

أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ الْأَوْدِيُّ، قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ مَيْسَرَةَ بْنِ حَبِيبٍ، عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ، بِعَرَفَاتٍ۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے اس کو راوی خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ سے ہی نقل کیا ہے۔ اس روایت کے راوی خالد بن مخلد کے بارے محدثین کرام نے تصریح کی ہے کہ یہ شیعہ راوی ہے۔

(۱) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:

له أحاديث مناكير. یعنی اس کی روایت میں مناکیر ہیں۔ (العلل رقم ۱۴۰۳)

(۲) امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: صَدُوْقٌ لَکِنَّهُ يَتَشَيَّعُ.

یعنی صدوق ہے مگر شیعہ ہے۔ (سير أعلام النبلاء ۸/ ۳۴۶)

(۳) ابن سعد رحمہ اللہ نے کہا:

وَكَانَ مُنْكَرَ الْحَدِيثِ فِي التَّشَيُّعِ مُفْرِطًا وَكَتَبُوا عَنْهُ ضَرُورَةً

یعنی یہ منکر الحدیث ہے اور اس میں افراط کی حد تک تشیع تھا، اور اس سے ضرورت کے وقت ہی لکھنا چاہیے۔

(الطبقات الكبرى: ٦/ ٤٠٦)

(۴) صالح جزرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ثقة في الحديث إلا أنه كان متهما بالغلو، یعنی کہ ثقہ ہے مگر (تشیع) کے غلو سے متہم ہے۔

(۵) حافظ مغلطائی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

وذكره الساجي وأبو العرب والعقيلي في جملة الضعفاء

امام ساجی، امام ابوالعرب اور عقیلی نے ضعفاء میں شمار کیا ہے۔

(اکمال علی تہذیب الکمال: ۱/ ۳۱۹ بحوالہ حاشیہ تہذیب الکمال: ۸/ ۱۶۳)

مذکورہ حوالہ جات سے یہ معلوم ہوا اس روایت کو ایک خاص رنگ دے کر پیش کرنے والا شیعہ راوی خالد بن مخلد ہے اور اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے تلبیہ پڑھنے پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نہ منع کیا تو ان کی طرف منع کرنے والی بات حج میں کسی نے مشہور کر دی وگرنہ اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہ تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تو دونوں عمل ثابت ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا عرفات پر تلبیہ پر موقف

مزید یہ بات بھی نوٹ کریں کہ پیش کردہ روایت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ الزام تھا کہ انہوں نے یہ عرفات میں تلبیہ کرنے سے روکا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی مخالفت میں یہ عمل کیا۔ مگر موصوف لکھاری نے اپنی کتاب "صلح حسن ص ۱۲۰" پر صحیح بخاری کی روایت نقل کر کے کہ اس بات کا اقرار کیا ہے کہ حضرت رضی اللہ عنہ سے پہلے تلبیہ کہنے پر منع کرنے والے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے جب یہ کام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے پہلے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی کر چکے تھے تو اس کا الزام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر کیسے لگایا جا سکتا ہے؟ موصوف نے جو روایت خود پیش کی وہ بھی ملاحظہ کیجئے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْأَعْوَرُ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ اخْتَلَفَ عَلِيٌّ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا وَهُمَا بِعُسْفَانَ فِي الْمُتْعَةِ فَقَالَ عَلِيٌّ مَا تُرِيدُ إِلَّا أَنْ تَنْهَى عَنْ أَمْرٍ فَعَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَأَى ذَالِكَ عَلِيٌّ أَهَلَّ بِهِمَا جَمِيعًا۔

(الجامع المسند الصحیح، رقم الحدیث ۱۵۶۹)

حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے مابین عسفان کے مقام پر حج تمتع کے مسئلہ میں اختلاف پیدا ہو گیا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کا اس کے سواء کوئی ارادہ نہیں کہ آپ لوگوں کو اس عمل سے روک دیں، جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا، بہر حال جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یہ صورت حال دیکھی تو انہوں نے حج و عمرہ دونوں کے لیے تلبیہ کی آواز بلند کی۔

قارئین کرام خود اس روایت کو پڑھ کر نتیجہ اخذ کریں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے پہلے اگر یہ ہی کام حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی کیا اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بھی ایسا ہی ہوا تو الزام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر کیوں؟ اور ان کی ذات کو ہدف نشانہ کیوں بنایا گیا؟ انتھی

۴۔ جہاں تک مالکی کے اس قول کا تعلق ہے کہ بہت سے مہاجرین سابقین اور انصار مثلاً حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور حضرت قیس بن سعد وغیرہم رضی اللہ عنہم، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعن کرتے تھے، مالکی نے اپنے قول کی تائید میں کوئی مستند روایت پیش نہیں کی۔ اور اگر کوئی روایت مستند ہو بھی تو غالب امکان یہ ہی ہے کہ ان کی طرف منسوب کی گئی ہے، اس کی خرابی ظاہر ہو چکی ہے۔

محمد بن عقیل الحضرمی سنی نہیں بلکہ بدعتی ہے

۵۔ حسن مالکی نے کہا: متاخرین علماء میں سے محمد بن عقیل سنی عالم نے اپنی کتاب النصائح الکافیہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعن کرنے کو جائز کہا ہے۔

گذارش ہے کہ: محمد بن عقیل حضرمی ہے اس کا اہل سنت سے کچھ تعلق نہیں بلکہ وہ اہل بدعت میں سے ہے۔ صاحب معجم المولفین ۱۰/۲۹۷ نے عاملی کی کتاب اعیان الشیعہ کے مصادر میں اس کے احوال بیان کیے ہیں۔ مالکی میں یہ بیماری ہے اسے اسی شخص اور اس جیسے گم راہ بدعتی لوگوں سے لگی ہے جس کتاب کا اس نے ذکر کیا اس کتاب کا نام ہے "النصائح الكافية لمن يتولى معاوية" اس کتاب کے عنوان اور عنوان کا تقاضہ ہی یہ ہے کہ جو شخص حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہے وہ ان کی محبت چھوڑ دے بلکہ ان سے بغض و عداوت رکھے اور یہ اس قسم کی خیر خواہی اور نصیحت ہے جو شیطان نے آدم و حوا علیہما السلام سے کی تھی۔ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ مبارکہ میں فرمایا:

وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ. (سورۃ الاعراف: ۷)

" اور اس نے قسمیں کھا کھا کر اُن کو یقین دلایا کہ میں آپ دونوں کے لیے بہت ہی خیر خواہ ہوں۔ "

اور یہ خیر خواہی برادران یوسف علیہ السلام کی یوسف علیہ السلام کی خیر خواہی کی جنس سے ہے، جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کی حکایت سے کیا۔

قَالُوْا يٰاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ. (سورۃ یوسف: ۱۱)

بولے اے ہمارے باپ آپ کو کیا ہوا کہ یوسف کے معاملے میں ہمارا اعتبار نہیں کرتے اور ہم تو اس کے خیر خواہ ہیں۔

محمد بن عقیل الحضرمی نے نصائح وغیرہ کتب میں صحابہ کرام کی مذمت و اہانت میں جو کچھ سپرد قلم کیا اس کی طرف اس نے اپنی کتاب العتب الجمیل کے شروع میں اشارہ کیا ہے اور کہا کہ میں نے اپنی اس کتاب میں بعض ان لوگوں کے ذکر سے تعرض نہیں کیا جو عالی جناب حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت حسنین کریمین اور ان کی والدہ سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے ساتھ بر سر پیکار ہوئے اور نہ ہی اس سے تعرض کیا۔ انہوں نے خاندان علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے دشمنی کی ان کے فضائح میں سے کسی فضیحت کا ذکر نہ کیا جس کا ایک ذرہ سمندر کے پانی سے مل جائے تو سب کو بدبودار اور متعفن کر دے مثلاً معاویہ اور اس کا باپ ابوسفیان جو منافقوں کا سرپرست تھا۔ اس کی ماں حضرت حمزہ کا جگر چبانے والی، عمرو بن العاص، مغیرہ بن شعبہ، سمرۃ بن جندب، ابوالاعور السلمی، ولید بن عقبہ اور ان جیسے دیگر لوگ، اس کا فساد ہر عاقل منصف پر پوشیدہ نہیں۔ اس کا کچھ ذکر میں اپنی آنے والی کتاب النصائح الکافیہ اور اس کے بعد تقویت الایمان میں کروں گا۔ الخ

محمد بن عقیل الحضرمی کے صحابہ کرام کے متعلق عقائد مختصراً پیش کر دیے ہیں اور ایسے شخص کو حسن فرحان مالکی اہل سنت میں شمار کر کے دھوکا دے رہا ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا بیعت رضوان میں شرکت

جن صحابہ کرام کا اس نے نام لیا ہے ان میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں جو بیعت رضوان کے خوش نصیبوں میں شامل تھے۔ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ۔ (سورۃ الفتح: ۱۸)

بیشک اللہ ایمان والوں سے راضی ہوا جب وہ درخت کے نیچے تمہاری بیعت کر رہے تھے تو اللہ کو وہ معلوم تھا جو ان کے دلوں میں تھا تو اس نے ان پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا بیعت رضوان میں شامل ہونے والے جہنم میں نہ جائیں گے۔ اس کا بیان ان شاء اللہ مالکی کی مغیرہ بن شعبہ پر تنقید کے ضمن میں آ رہا ہے۔

۶۔ پیشوائے مالکی، ابن عقیل حضرمی نے اپنی کتاب العتب الجمیل میں اپنے استاد کے اشعار لکھے جن کا آخری شعر ہے۔

قُلامة من ظفر إبهامه تعدل من مثل البخاري مئة

اس کے انگوٹھے کے ناخن کا تراشہ بخاری جیسے سو محدثین کے برابر ہے۔ ابہامہ میں ہا ضمیر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف راجع ہے جو کہ واضح غلو پر مبنی ہے اور امام بخاری پر ظلم ہے۔ ابو سلیمان خطابی نے اس قول کا بہت عمدہ جواب دیا: ولا تغْلُ في شيء من الأمر واقتصِد كلا طرفي قصد الأمور ذميمُ

کسی معاملہ میں غلو نہ کر، راہ اعتدال اختیار کر، کیوں کہ معاملات میں اعتدال کی دونوں اطراف یعنی افراط و تفریط قابل مذمت ہے۔

ابن عقیل حضرمی اسی غلو اور جفا میں مبتلاء ہے اسے یہ بیماری اپنے شیخ سے وراثت میں ملی۔ اور مالکی نے یہ ترکہ ان دونوں پیشواؤں اور ان جیسے لوگوں سے پایا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ شاگردوں کو فکری بیماری لگتی ہے زیادہ تر انکے اساتذہ سے سرایت کرتی ہے۔ ابن عقیل اپنے شیخ اور اس قبیل کے اساتذہ کے اثر سے اس غلو و جفا میں مبتلاء ہوا۔ اور حسن فرحان مالکی نے ابن عقیل کی شاگردی اختیار کی اور اس قسم کی شاگردی کبھی براہ راست گمراہ علماء سے ہوتی ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ مالکی اپنی رائے و کلام میں اہل سنت کے پاک صاف عقیدہ سے اہل بدعت و ضلالت کے عقائد کی طرف چلا گیا۔ ہم اس رسوائی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

۷۔ حسن مالکی کا یہ کہنا کہ اسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کوئی نص روایات نہیں ملی کہ وہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہیں۔ خود اس کے الفاظ اس کا رد کر رہے ہیں، اس نے لکھا یہ ثابت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لَقَدْ صَحِبْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یعنی ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری میں بہ سند روایت مروی ہے۔

حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، قَالَ: سَمِعْتُ حُمْرَانَ بْنَ أَبَانَ، عَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: «إِنَّكُمْ لَتُصَلُّونَ صَلاَةً، لَقَدْ صَحِبْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا رَأَيْنَاهُ يُصَلِّيهَا، وَلَقَدْ نَهَى عَنْهُمَا» يَعْنِي: الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ العَصْرِ۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم لوگ ایسی نماز پڑھتے ہو ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے لیکن ہم نے آپ کو یہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا بلکہ اس سے منع فرمایا: یعنی عصر کے بعد دو رکعتیں۔

(صحیح بخاری ۵/ ۲۹ رقم الحدیث ۳۷۶۶)

جب کہ حسن مالکی کہتا ہے کہ:

"اگر چہ یہ ثابت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے مگر اس سے مراد صحبت عامہ ہے، شرعی صحبت نہیں۔ اگر انہوں نے اس صحبت سے شرعی صحبت کا قصد کیا، قران کا قول، کتاب و سنت کے نصوص سے قابل رد ہے۔"

حسن فرحان مالکی کے اس دعوی کو سن کر اہل دانش حیرت زدہ رہ جائیں کیونکہ صلح حدیبیہ کے بعد دولت ایمان اور صحبت رسالت سے مشرف ہونے والوں سے صحبت کی نفی مومنین کی راہ سے انحراف اور نیا راستہ اختیار کرنا ہے جس کی طرف پہلے کسی کا ذہن نہیں گیا۔ مثلاً حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ وغیرہم سے اس وصف کی نفی کرتا ہے۔

حسن فرحان مالکی نے دعوی کیا ہے کہ

معاویہ رضی اللہ عنہ نے اگر اس صحبت سے شرعی صحبت کا قصد کیا تو کتاب وسنت کے نصوص اس کی تردید کررہے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ کتاب وسنت میں ایسی کوئی دلیل نہیں جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس صحبت کی نفی کرے۔ حسن فرحان مالکی کے دلائل دراصل خطا کار کی فہم پر مبنی ہیں اور یہ پندرھویں صدی کی بدعت ہے۔ میں اس کی پہلے وضاحت کر چکا ہوں۔

جہاں تک اس اثر روایت کا تعلق ہے اس کی سند میں اعمش کا ابوصالح سے عنعنہ ہے وہ مدلس ہے اور اس میں روایت میں کعب کا کلام منکر ہے۔ نیز جن اصحاب کا نام آیا ہے اگر ثابت بھی ہو تب بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خارج کرنے کی دلیل نہیں بن سکتا۔ جیسا کہ مالکی کا گمان ہے پھر کیا یہ روایت اس کی دلیل ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو صحابی نہیں سمجھتے تھے۔

تنبیہ:

⑤ خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ۱/۲۰۹ میں اپنی اسناد کے ساتھ رباح بن الجراح سے قول نقل کیا ہے کہ

وأخبرنا ابن رزق قال نا أَبُو الْحُسَيْنِ أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ يَحْيَى الأدمي البزار قال: نبأنا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي الْعَوَّامِ قَالَ نا رَبَاحُ بْنُ الْجَرَّاحِ الْمَوْصِلِيُّ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلا يَسْأَلُ الْمُعَافَى بْنَ عِمْرَانَ فَقَالَ: يَا أَبَا مَسْعُودٍ أَيْنَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ مِنْ معاوية ابن أَبِي سُفْيَانَ؟ فَغَضِبَ مِنْ ذَلِكَ غَضَبًا شَدِيدًا، وَقَالَ: لا يُقَاسُ بِأَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدٌ، مُعَاوِيَةُ صَاحِبُهُ وَصِهْرُهُ وَكَاتِبُهُ وَأَمِينُهُ عَلَى وَحْيِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

میں نے ایک شخص کو سنا وہ معافی بن عمران سے پوچھ رہا تھا اے ابو مسعود، مقام و مرتبہ میں عمر بن عبدالعزیز حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے کیا نسبت رکھتے ہیں؟ اس پر وہ غضبناک ہو کر بولے، اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی کو قیاس نہیں کیا جاتا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی، سالے، کاتب اور وحی خداوندی کے امین تھے۔

(تاریخ بغداد و ذیولہ ۱/ ۲۲۴) الآجری ۵/ ۲۴۶۶، شرح اصول الاعتقاد لالکائی ۸/ ۱۴۴۵،

خطیب بغدادی نے ابو توبہ ربیع بن نافع کے حوالے سے لکھا کہ

أَخْبَرَنَا مُحَمَّد بْن أَحْمَد بْن رزق البزار قال نبأنا أَبُو إِسْحَاق إِبْرَاهِيم بْن مُحَمَّدِ بْن يَحْيَى النيسابوري قَالَ نا أَبُو عَمْرو أَحْمَدُ بْن مُحَمَّدِ بْن أَحْمَد الحيري قراءة عليه [بمكة] قال نبأنا عثمان بْن سعيد قَالَ سمعت الربيع بْن نافع يقول: معاوية بْن أَبِي سفيان ستر أصحاب رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فإذا كشف الرجل الستر اجترئ على ما وراءه.

معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما اصحاب رسول ﷺ کا ستر ہیں جب کوئی شخص اس پردے کو کھولتا ہے تو پس پردہ جو کچھ ہے وہ اس پر جسارت اور زبان درازی کرنے لگتا ہے۔

(تاریخ بغداد و ذیلولہ ۱/ ۲۲۳)، تاریخ دمشق ۵۹/ ۲۰۹، تاریخ ابوزرعہ الرازی ۱/ ۱۸۹-۳۰۸

محدث ابن عساکر اپنی تاریخ دمشق ۵۹/۲۰۹ میں بسند عبداللہ بن مبارک سے روایت کرتے ہیں:

أخبرنا أبو بكر محمد بن شجاع أنا أحمد بن عبد الغفار أنا محمد بن محمد بن سليمان أنا عبد الله بن محمد بن جعفر نا عبد الرحمن بن داود نا علي بن سلمون قال سمعت علي بن جميل قال سمعت عبد الله بن المبارك يقول معاوية عندنا محنة فمن رأيناه ينظر إلى معاوية شزرا اتهمناه على القوم أعني على أصحاب محمد (صلى الله عليه وسلم)

حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہمارے نزدیک کسوٹی ہیں پس ہم جس شخص کو دیکھتے ہیں وہ ان کی طرف ترچھی نظر سے دیکھ رہا ہے، ہم اسے صحابہ کرام کے معاملے میں متہم سمجھتے ہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اہل انصاف کے کلام کے تین نمونے ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے الاحادیث الراویہ لمدح الامیر معاویہ مصنفہ: علامہ ظفر القادری بکھروی اور شان و مقام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مصنفہ: علامہ ابوالحسن نقشبندی صاحب، طبع دار التحقیق پبلشرز، کی کتاب پڑھیے جس میں تقریباً ۵۰۰ علماء اہل سنت کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے تعریف و توصیف کرنا بحوالہ ثابت کیا ہے۔

ابوتوبہ اور ابن مبارک رحمہا اللہ نے سچ فرمایا: دیکھیے مالکی نے شان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں جسارت کی، زبان طعن کھولی اور ان کی صحابیت کا انکار کیا تو دیگر اصحاب رسول اللہ ﷺ پر بھی جری ہو گیا اور ان صحابہ کی صحابیت کا انکار کر بیٹھا جنہوں نے صلح حدیبیہ کے بعد اسلام قبول کیا۔ بلکہ خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی خلافت پر تنقید کر کے خلافت میں شک پیدا کرنے لگا بے شک کجروی سے دل کج ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے

فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللهُ قُلُوبَهُمْ. (الصف: ۵)

پھر جب وہ ٹیڑھے ہوئے تو اللہ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اور یہ برائی کی سزا ہے کہ غلط کار آدمی ایک غلطی کے بعد دوسری غلطی میں مبتلا ہو جاتا ہے جیسے نیک کام کے ثواب سے نیکوکار کو

...میرے نیک کا تدفیق ملتے ہے

مرویات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

صحیحین اور دیگر کتب احادیث میں مرویات معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق خزرجی اپنی کتاب الخلاصہ میں لکھتے ہیں۔

له۔أي في الكتب الستة۔مئة وثلاثون حديثاً، اتَّفقا على أربعة، وانفرد البخاري بأربعة، ومسلم بخمسة

صحاح ستہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مرویات کی تعداد ۱۳۰ ہے۔ان میں سے چار متفق علیہ ہیں، چار میں بخاری اور پانچ میں مسلم منفرد ہیں۔ مسند امام احمد بن حنبل میں ایک سو گیارہ احادیث سلسلہ ۱۶۸۲۸ سے ۱۶۹۳۸ تک مروی ہیں۔

بزعم مالکی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ مغیرہ رضی اللہ عنہ صحابہ نہ تھے

حسن فرحان مالکی اپنی کتاب ص ۸۷ کے حاشیہ میں لکھتا ہے۔

اس بحث کے بعد عنقریب بعض ان لوگوں کے بارہ میں تفصیلی تحقیق آرہی ہے جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کا دیدار کیا اور اس کے باوجود شرعی صحبت نہ پاسکے۔ پھر مالکی نے مثال دے کر کہا: وہاں معاویہ، عمرو بن العاص، مغیرہ اور ان جیسے لوگوں کے متعلق مباحث ہیں۔ جن کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ رضی اللہ عنہم ۔الخ

حضرت عمرو بن العاص کا ذکر مالکی کے پہلے کلام میں آچکا ہے جو اس نے حضرت خالد بن ولید کے متعلق کیا۔اس کلام میں مالکی نے حضرت عمرو بن العاص کی مذمت کی اس طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کلام میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم کے مذمت کا بیان ہے۔

ہفوات مالکی کا جواب:

میرے علم کے مطابق کوئی ایسا شخص نہیں جس نے ان تینوں افراد کی صحابیت کا انکار کیا ہو، یا ان کے صحابی ہونے میں اختلاف کیا ہو۔ سوائے فرحان مالکی کے جس کا دعوی ہے کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ وہی مہاجرین ہیں جو صلح حدیبیہ سے پہلے ہجرت کر کے آئے نیز وہ انصار جو اس صلح کے وقت موجود تھے۔ اس طرح ایک دوسرا شخص حکمی بھی حسن فرحان مالکی کا پیش رو ہے۔ جس کا ذکر مالکی نے کیا، کہ اس کے نزدیک صحبت قبل حدیبیہ کے مہاجرین وانصار تک محدود ہے جب کہ یہ بھی حقیقت ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ حدیبیہ سے پہلے مشرف بایمان ہو چکے تھے۔ یہ بات میرے علم میں نہیں کہ کیا شیخ حکمی بھی حسن فرحان مالکی کی طرح حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو اصحاب رسول میں شامل نہیں سمجھتا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو صحابہ میں شمار نہ کرنا، پندرھویں صدی کی بدعات میں سے ہے بلکہ بعض صحابہ میں مبتلاء بعض گمراہ فرقے جو صحابہ کرام پر سب وشتم کرنے اور ان کو فاسق یا کافر قرار دیتے ہیں وہ بھی ان کے شرف صحابیت کا انکار نہیں کرتے۔ البتہ یہ

کہتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے بعد مرتد ہوگئے تھے۔ امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق مالکی کا انتہائی قبیح کلام پہلے نقل ہو چکا اور اس کا جواب بھی دیا جا چکا۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ

جہاں تک حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی اور اسلامی لشکر کے کمانڈر سپہ سالار تھے، ان کی فضیلت پر ذیل کی احادیث دلالت کرتی ہیں۔

۱۔ امام بخاری اپنی صحیح بخاری میں میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تک پہنچنے والی سند سے روایت کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ العَزِيزِ بْنُ المُخْتَارِ، قَالَ: خَالِدٌ الحَذَّاءُ، حَدَّثَنَا عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ العَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَعَثَهُ عَلَى جَيْشِ ذَاتِ السُّلاَسِلِ، فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: " أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: «عَائِشَةُ»، فَقُلْتُ: مِنَ الرِّجَالِ؟ فَقَالَ: «أَبُوهَا»، قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: «ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ» فَعَدَّ رِجَالًا

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یعنی حضرت عمرو بن العاص کو غزوہ ذات سلاسل کے لیے بھیجا۔ بعد ازاں میں حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ آپ ﷺ کو سب سے زیادہ محبت کس سے ہے؟ فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ میں نے پوچھا کہ مردوں میں سے؟ فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا کے باپ سے۔ میں نے سوال کیا پھر کس سے؟ فرمایا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے۔ پھر کئی مردوں کے نام لیے۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث ٣٦٦٢)

امام بخاری نے اس حدیث کو مناقب ابی بکر:۳۵۸ اور باب غزوہ ذات السلاسل میں روایت کیا۔ اور امام مسلم نے صحیح مسلم:۲۳۸۴ میں اسے نقل کیا ہے۔ واضح رہے کہ اس لشکر میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔

وَفِي الْحَدِيثِ جَوَازُ تأمير الْمَفْضُول على الفاضل إِذَا امْتَازَ الْمَفْضُولُ بِصِفَةٍ تَتَعَلَّقُ بِتِلْكَ الْوِلَايَةِ وَمَزِيَّةُ أَبِي بَكْرٍ عَلَى الرِّجَالِ وَبِنْتِهِ عَائِشَةَ عليالنساء وَقَدْ تَقَدَّمَتِ الْإِشَارَةُ إِلَى ذَلِكَ فِي الْمَنَاقِبِ وَمَنْقَبَةٌ لِعَمْرِو بْنِ الْعَاصِ لِتَأْمِيرِهِ عَلَى جَيْشٍ فِيهِمْ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَإِنْ كَانَ ذَلِكَ لَا يَقْتَضِي أَفْضَلِيَّتَهُ عَلَيْهِمْ لَكِنْ يَقْتَضِي أَنَّ لَهُ فَضْلًا فِي الْجُمْلَةِ

اس حدیث میں مفضول کو فاضل پر امیر بنانے کا جواز ہے بشرطیکہ مفضول اس عہدہ کے وصف میں ممتاز ہو، اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہے ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مردوں پر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کو عورتوں پر فضیلت و مزیت حاصل ہے۔ باب مناقب میں اس کی جانب اشارہ ہو چکا ہے۔ اس میں حضرت

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی منقبت بھی ظاہر ہے کہ حضور ﷺ نے انہیں ایسے لشکر کا امیر بنایا جس میں افاضل صحابہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ اگر اس سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی ان پر افضلیت ثابت نہیں ہوتی لیکن اس کا تقاضا ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو اجمالی فضیلت حاصل ہے۔ (فتح الباری شرح صحیح بخاری ۸/ ۷۵)

گزارش ہے کہ کیا نبی کریم ﷺ نے ایک غیر صحابی کو ایسے لشکر کا کمانڈر بنایا جس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے؟ مالکی کے دعوی کا مقتضی تو یہی ہے۔

۲۔ امام مسلم اپنی کتاب صحیح مسلم میں بسند عبد الرحمن بن شماسہ سے روایت کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْعَنَزِيُّ، وَأَبُو مَعْنٍ الرَّقَاشِيُّ، وَإِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، كُلُّهُمْ عَنْ أَبِي عَاصِمٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ يَعْنِي أَبَا عَاصِمٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ، عَنِ ابْنِ شِمَاسَةَ الْمَهْرِيِّ، قَالَ: حَضَرْنَا عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ، وَهُوَ فِي سِيَاقَةِ الْمَوْتِ، يَبْكِي طَوِيلًا، وَحَوَّلَ وَجْهَهُ إِلَى الْجِدَارِ، فَجَعَلَ ابْنُهُ يَقُولُ: يَا أَبَتَاهُ، أَمَا بَشَّرَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَذَا؟ أَمَا بَشَّرَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَذَا؟ قَالَ: فَأَقْبَلَ بِوَجْهِهِ، فَقَالَ: إِنَّ أَفْضَلَ مَا نُعِدُّ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، إِنِّي قَدْ كُنْتُ عَلَى أَطْبَاقٍ ثَلَاثٍ، لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَمَا أَحَدٌ أَشَدَّ بُغْضًا لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِّي، وَلَا أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أَكُونَ قَدِ اسْتَمْكَنْتُ مِنْهُ، فَقَتَلْتُهُ، فَلَوْ مُتُّ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ لَكُنْتُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، فَلَمَّا جَعَلَ اللهُ الْإِسْلَامَ فِي قَلْبِي أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: ابْسُطْ يَمِينَكَ فَلْأُبَايِعْكَ، فَبَسَطَ يَمِينَهُ، قَالَ: فَقَبَضْتُ يَدِي، قَالَ: «مَا لَكَ يَا عَمْرُو؟» قَالَ: قُلْتُ: أَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِطَ، قَالَ: «تَشْتَرِطُ بِمَاذَا؟» قُلْتُ: أَنْ يُغْفَرَ لِي، قَالَ: «أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ؟ وَأَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا؟ وَأَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ؟» وَمَا كَانَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا أَجَلَّ فِي عَيْنِي مِنْهُ، وَمَا كُنْتُ أُطِيقُ أَنْ أَمْلَأَ عَيْنَيَّ مِنْهُ إِجْلَالًا لَهُ، وَلَوْ سُئِلْتُ أَنْ أَصِفَهُ مَا أَطَقْتُ؛ لِأَنِّي لَمْ أَكُنْ أَمْلَأُ عَيْنَيَّ مِنْهُ، وَلَوْ مُتُّ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ لَرَجَوْتُ أَنْ أَكُونَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، ثُمَّ وَلِينَا أَشْيَاءَ مَا أَدْرِي مَا حَالِي فِيهَا، فَإِذَا أَنَا مُتُّ فَلَا تَصْحَبْنِي نَائِحَةٌ، وَلَا نَارٌ—

حضرت عبد الرحمن بن شماسہ سے روایت ہے کہ ہم سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور وہ مرنے کے قریب تھے تو بہت دیر تک روئے اور دیوار کی طرف اپنا منہ پھیر لیا۔ ان کے بیٹے کہنے لگے: ابا جی! آپ کیوں روتے ہیں؟ کیا رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اس کی بشارت نہیں دی تھی؟ آپ کو کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ

خوشخبری نہیں دی تھی؟" یہ سن کر فرمایا: ہاں، بے شک جس چیز کو ہم افضل سمجھتے ہیں وہ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی شہادت ہے۔ اور میرے اوپر تین حال گزرے ہیں۔ ایک حال یہ تھا جب میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ میں کسی کو برا نہیں جانتا تھا اور مجھے آرزو تھی کہ کسی طرح میں قابو پاؤں اور آپ ﷺ کو قتل کروں۔ پھر اگر میں اس حال میں مرجاتا تو جہنمی ہوتا۔ دوسرا حال یہ تھا کہ اللہ نے اسلام کی محبت میرے دل میں ڈالی اور میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ میں نے کہا: اپنا داہنا ہاتھ بڑھایئے تاکہ میں بیعت کروں آپ ﷺ سے۔ آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا میں نے اس وقت اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" کیا ہوا تجھ کو اے عمرو"! میں نے کہا شرط کرنا چاہتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا" کیا شرط میں نے کہا: یہ شرط کہ میرے گناہ معاف ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا" اے عمرو! تو نہیں جانتا کہ پیشتر کے گناہوں کو اسلام گرا دیتا ہے جس طرح پیشتر کے گناہوں کو ہجرت گرا دیتی ہے"۔ اس کے بعد پھر رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مجھ کو کسی کی محبت نہ تھی اور نہ میری نگاہ میں آپ ﷺ سے زیادہ کسی کی شان تھی اور میں آپ ﷺ کے جلال کی وجہ سے آنکھ بھر کر نہ دیکھ سکتا تھا اور اگر کوئی مجھ سے آپ ﷺ کی صورت کو پوچھے تو میں بیان نہیں کر سکتا کیونکہ میں آنکھ بھر کر آپ ﷺ کو دیکھ نہیں سکتا تھا اور اگر میں مرجاتا اس حال میں تو امید تھی کہ جنتی ہوتا مگر اس کے دیگر چیزوں میں ہم کو پھنسنا پڑا۔ میں نہیں جانتا کہ ان کی وجہ سے میرا کیا حال ہوگا۔۔۔۔

صحیح مسلم ۱/ ۱۱۲ رقم ۱۹۲ و طبع ۱۲۱ و طبع ۳۲۱ بَابُ كَوْنِ الْإِسْلَامِ يَهْدِمُ مَا قَبْلَهُ وَكَذَا الْهِجْرَةِ وَالْحَجِّ)

یہ حدیث کئی جملوں پر مشتمل ہے جس میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی فضیلت پائی جاتی ہے، جہاں تک ان کے شک بار ہونے کا تعلق ہے وہ معیوب نہیں۔ یہ اولیاء اللہ کی شان ہے کہ وہ اللہ تعالی سے ڈرتے ہیں۔ اور اس سے امید و رجاء رکھتے ہیں۔ بعض اہل علم سے یہ بات آئی ہے کہ خوف و رجاء مومن کے لیے ایسے ہیں جیسے پرندے کے لیے دو پر۔ وہ صرف امید نہیں رکھتا اور نہ ہی صرف رکھو بلکہ امیدوار و خائف ہوتا ہے۔ قرآن حکیم میں اولیاء اللہ کی یہ صفات آئی ہیں۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی احادیث صحیحین وغیرہما میں مروی ہیں۔ امام ذہبی سیر اعلام النبلاء ۵۵/۳ پر لکھتے ہیں۔

((داهيةُ قريش ورجل العالَم، ومَن يُضرب به المَثَل في الفِطْنَة والدَّهاء والحزم، هاجر إلى رسول الله ﷺ مسلماً في أوائل سنة ثمان، مرافقاً لخالد بن الوليد وحاجب الكعبة عثمان بن طلحة، ففرح النَّبِيُّ ﷺ بقدومهم وإسلامِهم، وأمَّر عَمراً على بعض الجيش، وجهَّزه للغزو.

له أحاديث ليست كثيرة، تبلغ بالمكرَّر نحو الأربعين، اتفق البخاري ومسلم على ثلاثة منها، وانفرد البخاري بحديث، ومسلم بحديثَين

حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ، داهیۃ قریش، رجل العالم، جن کی ذہانت دھاء اور حزم میں مثال دی جاتی ہیں۔

آٹھ ہجری کے اوائل میں مسلمان ہو کر نبی کریم ﷺ کی طرف ہجرت کی۔ آپ رضی اللہ عنہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھی تھے۔ نیز کعبہ کے کلید بردار عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھی تھے۔ ان کے آنے اور اسلام لانے پر حضور ﷺ کو بہت خوشی ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بعض فوجی دستوں کی کمان سونپی اور لڑائیوں میں بھیجا۔ ان سے احادیث مروی ہیں مگر ان کی تعداد کم ہے۔ جو مکررات کے ساتھ چالیس تک پہنچی ہے اس میں ۳ متفق علیہ ہیں۔ بخاری اور مسلم کا ایک ایک حدیث میں انفراد ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ

جہاں تک حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے وہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں اور ان کا تعلق ان اصحاب رسول ﷺ سے ہے، جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت رضوان کی تھی اور اہل بیعت رضوان کی فضیلت پر ذیل کی آیات و احادیث دلالت کرتی ہیں۔

لَقَدْ رَضِيَ اللهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ.(سورۃ الفتح:۱۸)

بیشک اللہ ایمان والوں سے راضی ہوا جب وہ درخت کے نیچے تمھاری بیعت کر رہے تھے۔

اصحاب شجرہ قطعی جنتی

نبی کریم ﷺ نے اصحاب شجرہ کے متعلق فرمایا:

حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ: أَخْبَرَتْنِي أُمُّ مُبَشِّرٍ، أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ عِنْدَ حَفْصَةَ: «لَا يَدْخُلُ النَّارَ، إِنْ شَاءَ اللهُ، مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ أَحَدٌ، الَّذِينَ بَايَعُوا تَحْتَهَا».

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اصحاب شجرہ میں سے کوئی شخص جہنم میں نہ جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(صحیح مسلم:۲۴۹۶ باب فضائل اصحاب الشجرۃ اھل بیعۃ الرضوان)

یہ وہ خوش نصیب ہیں جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی، اس حدیث کو امام مسلم نے ام مبشر سے روایت کیا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا اصحاب شجرہ میں سے ہونا

حدیث مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ اور حدیث مروان بن حکم واضح کرتی ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ اصحاب بیعت رضوان میں سے تھے۔ صحیح بخاری کے باب صلح حدیبیہ میں ہے کہ

حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، قَالَ: أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، عَنِ المِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، وَمَرْوَانَ، يُصَدِّقُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا حَدِيثَ صَاحِبِهِ، قَالاَ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الحُدَيْبِيَةِ حَتَّى إِذَا كَانُوا بِبَعْضِ الطَّرِيقِ۔۔۔ وَجَعَلَ يُكَلِّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكُلَّمَا تَكَلَّمَ أَخَذَ بِلِحْيَتِهِ، وَالمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ قَائِمٌ عَلَى رَأْسِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَعَهُ السَّيْفُ وَعَلَيْهِ المِغْفَرُ، فَكُلَّمَا أَهْوَى عُرْوَةُ بِيَدِهِ إِلَى لِحْيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَرَبَ يَدَهُ بِنَعْلِ السَّيْفِ، وَقَالَ لَهُ: أَخِّرْ يَدَكَ عَنْ لِحْيَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم کلام تھا، وہ جب بھی بات کرتا تو اپنا ہاتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک سے لگاتا۔ اس وقت حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے تھے۔ ان کے ہاتھ میں تلوار تھی اور سر پر خود، عروہ بن مسعود جب جھک کر داڑھی شریف کی طرف ہاتھ بڑھاتا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ تلوار کا دستہ لگا کر فرماتے تھے۔ اپنا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک داڑھی سے ہٹا لے۔ (صحیح بخاری ۳/ ۱۹۳ رقم ۲۷۳۱ باب الشروط فی الجهاد و المصالحة)

۲۔ صحیح بخاری میں حدیث نمبر ۳۱۵۹ ہے۔

حَدَّثَنَا الفَضْلُ بْنُ يَعْقُوبَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّقِّيُّ، حَدَّثَنَا المُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ الثَّقَفِيُّ، حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ المُزَنِيُّ، وَزِيَادُ بْنُ جُبَيْرٍ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ حَيَّةَ، قَالَ: بَعَثَ عُمَرُ النَّاسَ فِي أَفْنَاءِ الأَمْصَارِ، يُقَاتِلُونَ المُشْرِكِينَ، فَأَسْلَمَ الهُرْمُزَانُ، فَقَالَ: إِنِّي مُسْتَشِيرُكَ فِي مَغَازِيَّ هَذِهِ؟ قَالَ: نَعَمْ مَثَلُهَا وَمَثَلُ مَنْ فِيهَا مِنَ النَّاسِ مِنْ عَدُوِّ المُسْلِمِينَ مَثَلُ طَائِرٍ لَهُ رَأْسٌ وَلَهُ جَنَاحَانِ وَلَهُ رِجْلاَنِ، فَإِنْ كُسِرَ أَحَدُ الجَنَاحَيْنِ نَهَضَتِ الرِّجْلاَنِ بِجَنَاحٍ وَالرَّأْسُ، فَإِنْ كُسِرَ الجَنَاحُ الآخَرُ نَهَضَتِ الرِّجْلاَنِ وَالرَّأْسُ، وَإِنْ شُدِخَ الرَّأْسُ ذَهَبَتِ الرِّجْلاَنِ وَالجَنَاحَانِ وَالرَّأْسُ، فَالرَّأْسُ كِسْرَى، وَالجَنَاحُ قَيْصَرُ، وَالجَنَاحُ الآخَرُ فَارِسُ، فَمُرِ المُسْلِمِينَ، فَلْيَنْفِرُوا إِلَى كِسْرَى، - وَقَالَ بَكْرٌ، وَزِيَادٌ جَمِيعًا عَنْ جُبَيْرِ بْنِ حَيَّةَ - قَالَ: فَنَدَبَنَا عُمَرُ، وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْنَا النُّعْمَانَ بْنَ مُقَرِّنٍ، حَتَّى إِذَا كُنَّا بِأَرْضِ العَدُوِّ، وَخَرَجَ عَلَيْنَا عَامِلُ كِسْرَى فِي أَرْبَعِينَ أَلْفًا، فَقَامَ تَرْجُمَانٌ، فَقَالَ: لِيُكَلِّمْنِي رَجُلٌ مِنْكُمْ، فَقَالَ المُغِيرَةُ: سَلْ عَمَّا شِئْتَ؟ قَالَ: مَا أَنْتُمْ؟ قَالَ: نَحْنُ أُنَاسٌ مِنَ العَرَبِ، كُنَّا فِي شَقَاءٍ شَدِيدٍ وَبَلاَءٍ شَدِيدٍ، نَمَصُّ الجِلْدَ وَالنَّوَى مِنَ الجُوعِ، وَنَلْبَسُ الوَبَرَ وَالشَّعَرَ، وَنَعْبُدُ الشَّجَرَ وَالحَجَرَ، فَبَيْنَا نَحْنُ كَذَلِكَ إِذْ بَعَثَ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَرَبُّ الأَرَضِينَ - تَعَالَى ذِكْرُهُ وَجَلَّتْ عَظَمَتُهُ - إِلَيْنَا نَبِيًّا مِنْ أَنْفُسِنَا نَعْرِفُ أَبَاهُ وَأُمَّهُ، فَأَمَرَنَا نَبِيُّنَا رَسُولُ رَبِّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «أَنْ نُقَاتِلَكُمْ حَتَّى تَعْبُدُوا اللهَ وَحْدَهُ، أَوْ تُؤَدُّوا الجِزْيَةَ،

وَأَخْبَرَنَا نَبِيُّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رِسَالَةِ رَبِّنَا، أَنَّهُ مَنْ قُتِلَ مِنَّا صَارَ إِلَى الجَنَّةِ فِي نَعِيمٍ لَمْ يَرَ مِثْلَهَا قَطُّ، وَمَنْ بَقِيَ مِنَّا مَلَكَ رِقَابَكُمْ"،

حضرت جبیر بن حیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کفار سے جنگ کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوجوں کو فارس کے بڑے بڑے شہروں کی طرف روانہ کیا۔ اور ہمیں اہل فارس سے لڑنے کا حکم دیا اور ہم پر نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کو افسر اعلی بنایا، یہاں تک کہ جب ہم دشمنوں کی سرزمین پر پہنچے اور کسری کا جرنیل ہمارے مدمقابل چالیس ہزار جوانوں کو لے کر نکلا تو اس کے ترجمان نے اٹھ کر کہا: تم میں سے کوئی شخص بات کرے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا، کیا چاہتا ہے؟ اس نے کہا کہ تم کون ہو؟ فرمایا ہم عرب ہیں، بدبختی اور مصیبت کے مارے تھے۔ بھوک کے باعث چمڑہ اور گٹھلی تک کھا جاتے تھے ہم اس حالت میں تھے کہ عرش وفرش کے مالک نے ہماری طرف ایک رسول مبعوث فرمایا جس کے ماں باپ سے ہم بخوبی واقف ہیں، پس اللہ کے رسول ﷺ اور ہمارے نبی نے ہمیں تمھارے خلاف صف آراء اور معرکہ آزما ہونے کا حکم دیا۔ یہاں تک کہ تم اللہ وحدہ لا شریک لہ پر ایمان لا کر اس کی عبادت کرنے لگو یا پھر جزیہ دینا قبول کرلو۔ ہمارے نبی کریم ﷺ نے ہمیں اپنی رب کی طرف سے خبر دی ہے کہ ہم میں سے جو شخص راہ خدا میں مارا جائے وہ شہید ہے اور وہ جنت کی ایسی نعمتوں میں داخل ہوگا جو کسی نے دیکھی نہیں اور ہم میں سے جو بچ رہے وہ تمھاری گردنوں کا مالک بن جائے گا۔

(صحیح بخاری ۳۱۵۹ باب الجزیہ و الموادعة مع اهل الحرب)

میں کہتا ہوں: اللہ اکبر، کتنا حسین، عظیم اور جزیل کلام ہے۔ یہ ایمان کی قوت سے ظاہر ہونے والا کلام ہے۔ اسی ایمانی قوت سے صحابہ کرام علیہم الرضوان اور ان کے نقش قدم پر چلنے والوں نے فتح و کامرانی حاصل کی۔ اور اسلام و مسلمین کے لیے وجہ عزت و افتخار بنے یہ قوت و شجاعت کی زبان سے نکلا ہوا کلام ہے۔ افسوس ہے کہ اس زمانے میں بہت سے نادان مسلمان ایسے ہیں جو کمزوری اور ذلت کی زبان سے بولتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسلام میں جہاد تو صرف دفاع کے لیے مشروع ہوا جس کے لیے اللہ تعالی سے مدد مانگی جاتی ہے۔ حالانکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ ثَابِتِ بْنِ ثَوْبَانَ، حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي مُنِيبٍ الْجُرَشِيِّ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "بُعِثْتُ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ بِالسَّيْفِ حَتَّى يُعْبَدَ اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَجُعِلَ رِزْقِي تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِي، وَجُعِلَ الذِّلَّةُ وَالصَّغَارُ عَلَى مَنْ خَالَفَ أَمْرِي، وَمَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ

میں قیامت سے پہلے تلوار کے ساتھ مبعوث ہوا یہاں تک کہ اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کی جائے اور میرا رزق نیزوں کے سائے تلے رکھا گیا۔ اور ذلت و رسوائی اس کے لیے ہے جو میرے حکم کی مخالفت کرے اور جو کسی قوم سے تشبہ اختیار کرے تو اس کا شمار انہی میں ہوگا۔ (مسند امام احمد ۹/ ۱۲۶ رقم ۵۱۱۵)

اس حدیث کو امام احمد بن حنبل نے مسند میں حدیث عبداللہ بن عمر کے حوالہ سے تخریج کیا۔ یہ حدیث ثابت ہے، اس کے رجال قابل احتجاج میں حافظ ابن رجب نے اس کی شرح، ایک لطیف مطبوع جزء میں کی جس کا عنوان ہے "الحِكَم الجديرة بالإشاعة في شرح حديث بُعثت بين يدي الساعة"۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی تعریف کرنا

۵۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کوفہ کے گورنر تھے۔ امام بخاری نے صحیح میں بسند زیاد بن علاقہ سے روایت کی۔

حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلاَقَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ جَرِيرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، يَقُولُ يَوْمَ مَاتَ المُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، قَامَ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، وَقَالَ: عَلَيْكُمْ بِاتِّقَاءِ اللَّهِ وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ، وَالوَقَارِ، وَالسَّكِينَةِ، حَتَّى يَأْتِيَكُمْ أَمِيرٌ، فَإِنَّمَا يَأْتِيكُمُ الآنَ. ثُمَّ قَالَ: اسْتَعْفُوا لِأَمِيرِكُمْ، فَإِنَّهُ كَانَ يُحِبُّ العَفْوَ، ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، فَإِنِّي أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ: أُبَايِعُكَ عَلَى الإِسْلاَمِ فَشَرَطَ عَلَيَّ: «وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ» فَبَايَعْتُهُ عَلَى هَذَا، وَرَبِّ هَذَا المَسْجِدِ إِنِّي لَنَاصِحٌ لَكُمْ، ثُمَّ اسْتَغْفَرَ وَنَزَلَ۔

میں نے جریر بن عبداللہ کو فرماتے سنا کہ جس دن حضرت مغیرہ نے ظاہری دنیا سے پردہ کیا انہوں نے اٹھ کر خطبہ دیا، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا: تم پر لازم ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک لہ سے ڈرو اور وقار و سکینت اختیار کرو۔ یہاں تک کہ تم پر دوسرا حاکم مقرر ہو اور وہ ابھی آنے والا ہے۔ پھر فرمایا کہ دنیا سے پردہ کرنے والے حاکم کے لیے دعائے مغفرت کرو کیوں کہ وہ [یعنی حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ] عفو و درگزر کو پسند کرتے تھے۔ پھر فرمایا کہ اس کے بعد تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ تو میں نے عرض کیا: میں اسلام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کرتا ہوں پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر ہر مسلمان کی خیر خواہی کی شرط رکھی۔ سو میں نے اس شرط پر بیعت کی۔ اس مسجد کے رب کی قسم: بے شک میں تمہارا خیر خواہ ہوں پھر استغفار کیا اور منبر سے اتر آئے۔

(صحیح بخاری ۱/ ۲۱ رقم ۵۸ باب الدِّينُ النَّصِيحَةُ: لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئِمَّةِ المُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ)

یہ حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ کا اہل کوفہ سے خطاب ہے اس میں انہوں نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے گورنر ہونے کا بیان ہے اور ان کی تعریف و توصیف ہے۔ اور اس بات کی وضاحت ہے کہ ان کا کلام اہل اسلام کی خیر خواہی پر مبنی تھا۔ جس پر انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔

یہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے چند فضائل ہیں اور بہت اہمیت والی فضیلت یہ ہے کہ آپ بیعت شجرہ والے اصحاب میں شامل تھے اس کے باوجود مالکی نہیں مانتا کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو صحابیت کا شرف حاصل تھا۔ اس کی یہ نرالی رائے

پندرھویں صدی کی ہے کہ صحابیت کا شرف فقط مہاجرین و انصار ما قبل حدیبیہ تک محدود ہے جب کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بھی ان میں شامل تھے۔ لیکن مالکی کے نزدیک ان کے خرابی یہ ہوئی کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے گورنر بن گئے، اس لیے ان کے فضائل بھی ان کے کام نہ آئے۔ حسن فرحان مالکی نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور ان کی قبیل کے اصحاب کے متعلق بھرپور وسیع بحثوں کو ضبط تحریر میں لانے کا وعدہ کیا یعنی صحابہ کرام کی مزعومہ اولی جہت کے متعلق اور یہ باطل کام کا وعدہ ہے جسے ایفا نہ کرنا ضروری ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث صحیحین اور کتب حدیث میں ہیں۔ علامہ خزرجی خلاصہ میں لکھتے ہیں:

شهد الحديبية، وأسلم زمن الخندق، له ـ أي في الكتب الستة ـ مئة وستة وثلاثون حديثاً، اتّفقا على تسعة، وانفرد البخاري بحديث، ومسلم بحديثين.

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ کے وقت موجود تھے، غزوہ خندق میں اسلام لائے، صحاح ستہ میں آپ کی ایک سو چھتیس احادیث مروی ہیں، ان میں سے نو متفق علیہ ہیں۔ ایک میں بخاری منفرد اور دو میں مسلم منفرد ہیں۔

لغوی صحبت کا زعم:

حسن فرحان مالکی اپنی کتاب ص ۵۶ پر لکھتا ہے۔

"بعض معترضین گذشتہ اعتراضات پر بھی اعتراض کرتے ہیں اور جو شخص اس بحث کو پڑھتا یا سنتا ہے، اسے اعتراض کرنے کا حق حاصل ہے، جیسے ہمیں حق ہے کہ ہم ان اعتراضات پر کھل کر رائے زنی کریں، خواہ اعتراضات صحیح ہوں یا غلط۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جب تک لغت میں وسعت ہے اور صحبت اختیار کرنے والے ہر شخص پر صحابی یا صاحب کا اطلاق ہو سکتا ہے تو اس کو لغوی صحبت کہنے میں کچھ حرج نہیں"۔

جواب: افسوس ہے، ہم نے لغت سے تجاوز کرتے ہوئے ہر اس شخص کو صحابی قرار دے دیا جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور جو شرعی صحابی نہ تھا۔ اس پر بھی صحابی ہونے کا اطلاق کر دیا، یہ پہلی غلطی ہے۔

۲۔ ہم [حسن فرحان مالکی] بار بار کہہ چکے کہ ہم صحبت کے اطلاق سے نہیں روکتے، جب اس سے مراد مطلق صحبت ہو مگر اس مطلق صحبت کا اطلاق تو کفار و منافقین پر بھی جائز ہے۔ اس معنی میں کہ منافقین بھی اس لغوی جہت کی صحبت کے حامل تھے۔ جیسے کفار اس صحبت میں شریک و شامل تھے۔ اور لغت اس کا احتمال رکھتی ہے اس لیے ہم نے ذکر کیا کہ شرعی صحبت پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ بعد فتح مکہ ایمان لانے والوں پر اس کا اطلاق صحیح نہیں۔ خواہ انہوں نے زیارت کی اور صحبت میں وقت گزارا۔ ہاں وہ لغت کے اعتبار سے صحابی تھے اور عرف کے لحاظ سے بھی صحابی تھے مگر شرعی جہت سے وہ ہرگز اصحاب میں شامل نہ تھے۔

...الکی کی ہرزہ سرائی کا جواب:

اولاً: نبی کریم ﷺ کی تھوڑی دیر کی صحبت کا بھی اعتبار ہے بلکہ مجرد رویت یعنی دیدار بھی صحابی کو شمار کرنے کو کافی ہے اس کے دلائل پہلے گذر چکے کہ جس شخص کی نبی کریم ﷺ بحالت ایمان ملاقات ہوئی اس کی صحابیت کا اعتبار ہے یعنی اس کو صحابی سمجھا جائے گا۔ چھٹی، آٹھویں اور چودھویں دلیل میں یہ نص گزری کہ جس شخص نے حضور ﷺ کا دیدار کیا وہ صحابی ہے۔

ثانیاً: یہ جو مالکی نے دعوی کیا کہ فتح مکہ کے بعد ایمان لانے والوں پر شرعی صحابیت کا اطلاق جائز نہیں خواہ وہ دیدار و صحبت سے مشرف ہوا۔ اس کے جواب میں ،میں کہتا ہوں حسن فرحان مالکی نے اس محمود شرعی صحبت کی فتح مکہ کے بعد ایمان لانے والوں سے ہی نفی نہیں کی۔ بلکہ اس کا ظلم اس حد تک بڑھ گیا کہ اس نے صلح حدیبیہ کے بعد اسلام لانے والوں، ہجرت کرنے والوں اور صحبت سے فیض یاب ہونے والوں سے بھی شرعی صحبت کا انکار کر دیا جیسا کہ اس نے رسالہ کے آغاز، درمیان اور اس کے اختتام پر بتکرار صحابی کی تعریف کی اور اس کا جواب بھی بارہا گزرا۔

ثالثاً: یہ جو ذکر کیا کہ جس کی طرف بھی صحبت کی اضافت و نسبت کی گئی اس کی صحبت شرعی نہ تھی اور یہ کہ اس کے صحبت کفار اور منافقین کی صحبت کے مماثل ہے۔ میں کہتا ہوں: اس سلسلہ رد و جواب کے آغاز میں واضح کر چکا کہ ان اصحاب کی صحبت ایمان و تصدیق اور اتباع رسالت سے مقرون تھی اور یہ چیز کفار و منافقین کی صحبت میں نہیں یعنی اس کے برعکس ہے اس بناء پر گذارش کرتا ہوں کہ کیا یہ دین و دانش کے نزدیک جائز ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد کے وقت نبی کریم ﷺ کے ظاہری پردہ کرنے تک ایمان لانے والے ہزاروں سعادت مندوں کی صحبت کفار و منافقین کی صحبت جیسی ہو؟ ان ایمان لانے والوں میں حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ، چچازاد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں بلکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بھی جو اصحاب شجرہ میں سے تھے۔ حسن فرحان مالکی اس شرف صحبت یعنی صحابیت کا انکار کر چکا۔ میں نے گذشتہ اوراق میں اس کا کلام نقل کر کے اس کا رد لکھا ہے۔

رابعاً: اپنے کلام کے آغاز میں مالکی نے کہا، ہمیں حق حاصل ہے کہ ہم ان اعتراضات کے متعلق رائے زنی کریں خواہ صحیح ہوں یا غلط۔ میں اس کے جواب میں کہتا ہوں: کہ جب اعتراضات صحیح اور حق ہوں تو ان کے جواب کے درپے ہونا اور تسلیم حق کے بعد رجوع نہ کرنا باطل مجادلہ ہے۔

صحبت شرعی اور خطاء پر مبنی فہم:

حسن فرحان مالکی نے اپنی کتاب ص ۵۷ تا ۵۹ پر لکھا۔

آپ صحبت شرعیہ سے کیا مفہوم لیتے ہیں؟ اور آپ سے پہلے کسی نے صحبت شرعیہ کے نام سے اسے موسوم کیا؟

جواب:

صحبت شرعی وہی صحبت ہے جس پر اللہ تعالی اوراس کے رسول ﷺ کا جزئی فیصلہ ہے۔ اللہ تعالی نے اس کی تعریف میں آیات نازل فرمائیں، مسلمان کمزوری اور لاچاری کے دور میں تھے۔ اسلام اور نبی کریم ﷺ کو ان ایام ضعف میں نصرت وحمایت کی ضرورت تھی۔

یہ صحبت ایسا وصف ہے کہ اگر اہل صحبت کی تعریف ہو یا سب وشتم نہ کرنے کا معاملہ یا اصحاب کی اقتداء کا ذکر تو یہ سب اہل شرعی صحبت کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ اس کا یہ معنی نہیں کہ کسی زمانہ کے صالحین کی تعریف وتوصیف ممنوع نہیں یہ توان سابقین مہاجرین وانصار کے خصوصی احترام کا پتہ دیتی ہے جن کو اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ نے فضیلت دی۔ جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ کیا مجھ [مالکی] سے پہلے کسی نے صحبت کی وصحبت شرعی کا نام دیا تو اس کے دو جواب ہیں۔

۱۔ عام جواب ۲۔ خاص جواب

عام جواب:

بہت سی اصطلاحیں ہیں جن کو شریعت نے خاص دلالت عطا کی سوائے پہلی دلالت کے یعنی لغوی دلالت کے۔ مثال زکوۃ، صلاۃ، اور حج کی اصطلاحات ہیں۔ لغت کے لحاظ سے ان کے معنی ہیں، طہارت اور پاکیزگی، دعا اور قصد۔ لیکن اسلام نے نصوص کتاب وسنت سے ان معانی کو دوسری دلالتیں عطا فرمائی ہیں مگر سابقہ دلالتوں کی نفی نہیں فرمائی۔ پس حج کا معنی قصد ہے لیکن بیت اللہ الحرام کی طرف معین شعائر کی ادائیگی کے لیے۔ زکاۃ کا معنی پاک کرنا جب یہاں مال کو پاک کرنے کے مفہوم میں ہے اور گناہ سے پاک کرنے والی۔ اسی طرح کے دیگر الفاظ اور اصطلاحات ہیں جس کا مطلب یہ ہے یہ شرعی عام مصطلحات پر بعض قیدیں بڑھا دیتی ہے تاکہ ان کا مقید، شرعی مدلول ہوجائے۔ بعد اس کے کہ مدلول مشترک لفظی ہو یا اس میں لغوی مجازات کا اضافہ ہو یہ ہی حالت لفظ صحبت کی ہے۔ جب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لا تسبوا اصحابی یعنی میرے اصحاب کو گالی نہ دو، جس سے ہمیں معلوم ہوا کہ اس حدیث میں کلمہ اصحابی سے مراد صرف سابقین مہاجرین وانصار ہیں۔ اس کی دلالت یہ ہے کہ لاتسبوا کے مخاطبین وہ صحابی ہیں جن کے اسلام لانے کا معاملہ حدیبیہ کے بعد تک موخر ہوا۔ اور وہ خطاب میں بطریق اولی داخل ہیں۔ اسی طرح جب ہم دیکھتے کہ آیت کریمہ نبی کریم ﷺ کی معیت حاصل کرنے والوں کی تعریف کرتی ہے تو اس کا رخ صرف صحبت شرعیہ کی طرف ہوتا ہے اور اس کی دلالت دیگر ان آیات کے ساتھ ہے جو مہاجرین وانصار پر اقتصار کرتی ہیں۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ کلمہ الذین معہ یہ ایک مجمل کلمہ ہے جس کی تفسیر مہاجرین وانصار سے ہوئی ہے کیوں کہ قرآن اپنے بعض حصوں کی تفسیر بعض دیگر آیات سے کرتا ہے۔

خاص جواب:

جہاں تک جواب خاص کا تعلق ہے، ہاں بعض محققین نے اس کے اطلاق میں مجھ سے سبقت کی ہے، اس کے باوجود میں کسی سے تقاضا نہیں کرتا کہ اس اطلاق سے شرعی صحبت کو لازم ٹھہرائے اور اس کا التزام کرے، لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ اگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تعریف کرے تو صرف ان صحابہ کرام پر اس تعریف وثناء کو چسپاں کرے جن پر اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ نے اس کو چسپاں کیا اور اس کا مصداق ٹھہرایا یعنی صرف مہاجرین وانصار۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کوئی بیعت رضوان کی فضیلت میں وارد آیات واحادیث کو طلقاء پر یا بعد کے لوگوں پر بھی انطباق کرے تو یہ علمی منہج کے خلاف ہے۔ مجھ سے پہلے بعض علماء نے اس سے ملتے جلتے الفاظ استعمال کیے۔ مثلاً حضرت ابراھیم النخعی اور علامہ ابن عبدالبر ہیں۔ معاصرین میں سے شیخ عبدالرحمن حکمی ہے، اس کا نظریہ ہے کہ جو شخص بیعت رضوان کے بعد اسلام لایا، وہ صحابہ کے نام میں داخل نہیں۔ شیخ حکمی کی اس موضوع پر تحقیق ہے جس کا ایک نسخہ میرے پاس ہے۔ پھر میں [حسن فرحان مالکی] کہتا ہوں: صحابہ کرام مہاجرین وانصار کے شان میں وارد آیات کریمہ کی یہ تفسیر آپ سے پہلے کس نے کی اور مہاجرین وانصار کے بعد کے لوگوں پر کس نے ان آیات کا انطباق کیا؟ پھر یہ بھی شرط نہیں کہ اس موضوع پر کسی نے سبقت کی ہو جب تک اس موضوع کے دلائل وبراھین موجود ہیں۔ پس نقد وتنقید تو ان دلائل وبراھین پر ہوگی، ان سے ہٹ کر تو نہ ہوگی اور کلمہ من سبقک، آپ سے پہلے کس نے یہ مفہوم لیا، کوئی دلیل نہیں، یہ تو متاخرین نے چند الفاظ ومصطلحات کا اطلاق کیا جو ان سے پہلے نہ تھے۔ جیسے تفسیر، تجوید اور خود لفظ مصطلح، اصول فقہ، خاص، عام، مطلق، مقید وغیرہ الفاظ، یہ سب نبی کریم ﷺ کے زمانہ اقدس میں نہ تھے اور نہ دور اول میں تھے۔

جواب الجواب:

حسن فرحان مالکی نے جو اعتراض اپنے اوپر وارد کیا ہیں اس کے جواب کا ذیل میں جواب دیا جاتا ہے۔

۱۔ مہاجرین وانصار کی تعریف پر دلالت کرنے والے جن دلائل کی طرف اس نے اشارہ کیا وہ سب حق ہیں مہاجرین وانصار اس فضیلت کے حامل ہیں لیکن ان دلائل سے دیگر اہل ایمان کی فضیلت کے نفی نہیں۔

۲۔ جن عام دلائل کی طرف اشارہ کیا اور جن میں نبی کریم ﷺ کی شان معیت پانے والوں کی تعریف وثناء ہے ان کو صرف مہاجرین وانصار پر محمول کرنا صحیح نہیں۔ وہ دلائل مہاجرین وانصار واور دیگر بعد کے ایمان والوں کو بھی شامل ہیں۔ ہاں مہاجرین وانصاور پہلے درجے پر ہیں۔ مگر مالکی کے لیے قطعا روا نہیں کہ وہ صحابہ کرام میں سے کسی کے ساتھ کینہ اور عداوت رکھے اور اس کا کینہ وعداوت اسے اصحاب رسول اللہ ﷺ کی کثیر تعداد مثلاً طلقائے مکہ تک لے جائے اور عام فضیلت جو تمام اصحاب کے لیے ہے اسے مہاجرین وانصار کے ساتھ مختص کر کے محدود ٹھہرائے۔

۳۔ حسن فرحان مالکی نے بیعت رضوان کی فضیلت والی آیات واحادیث کو طلقا یا بعد کے اہل ایمان پر چسپاں کرنے والوں کو

ہدف تنقید بنایا۔ میں کہتا ہوں کہ اس ارشاد خداوندی کو اس طرح چسپاں کرنے کا تصور نہیں۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ. (سورۃ الفتح:۱۸)

بیشک اللہ ایمان والوں سے راضی ہوا جب وہ درخت کے نیچے تمھاری بیعت کر رہے تھے۔

مثلاً اہل بیعت رضوان کے سواء طلقاء وغیرہم پر، جیسے اہل بدر کے فضائل کو دوسروں پر چسپاں نہیں کیا جا سکتا، مگر یہ مالکی کی تہویل [گھبراہٹ] ہے۔ اللہ تعالی اسے ہدایت دے۔

۴۔ حسن فرحان مالکی نے یہ جو کہا کہ بہت سی مصطلحات کو شرح نے خاص دلالت عطا کی اور ان کی پہلی دلالت نہ رہی۔ میں کہتا ہوں کہ ہاں معاملہ اسی طرح ہے مگر اس کی غلطی بین فہم محمود صحبت کو مہاجرین و انصار تک محدود کرنا اور اس حکم کو شریعت کی طرف منسوب کرنا، جیسا کہ مالکی نے کہا ہرگز جائز نہیں، کیوں کہ لغت میں صحبت عام ہے جو قلیل و کثیر کو شامل ہے۔ اسی طرح مومنین منافقین اور کافرین تک اس کا دائرہ کار ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت، شریعت کی نظر میں، صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو بحالت ایمان رویت و صحبت سے مشرف ہوئے اور پیرو بنے اور یہ بات ان دلائل میں گذر چکی جو شروع میں آئے۔

۵۔ یہ جو دعوی کیا کہ آیات و احادیث میں مذکور صحبت مہاجرین و انصار قبل حدیبیہ تک محدود ہے اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ صحبت لفظ ایمان کی طرح مشترک ہے جو ہر صاحب ایمان و اسلام کے لیے ہے جب کہ ان کے درمیاں درجات کا بہت تفاوت ہے اسی طرح صحبت تمام صحابہ کے لیے مشترک ہے، اس میں ہر صحابی اس شرف کا حامل ہے خواہ اسے ہم نشینی کا زیادہ عرصہ میسر ہوا یا کم۔ مگر مقامات فضیلت میں بہت فرق ہے۔ اس کی نظیر نگاہ کی محسوسات ہیں جن میں دیکھنے والوں کا تفاوت ہوتا ہے کوئی تیز نگاہ ہوتا ہے جو نئے چاند کو دیکھ لیتا ہے اور کسی کو فوری نظر نہیں آتا۔ کسی کو مسافات بعیدہ سے اشیاء نظر آجاتی ہیں اور کسی کو نہیں۔ کوئی باریک چیز دیکھ لیتا ہے اور کسی کی نظر نہیں پڑتی کوئی کمزور نظر ہوتا ہے جسے صرف قریب کی یا بڑی جسامت کی چیز نظر آتی ہے مگر سب حاملین نظر اس حقیقت میں مشترک ہیں کہ انہیں نظر آتا ہے اور بینائی سے محروم نہیں۔

۶۔ حدیث لا تسبوا اصحابی پر کلام گذرا، جہاں مالکی نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا اور اپنے گمان فاسد سے ان کے شرف صحبت کا انکار کیا۔ مالکی کو اپنے فاسد رائے کہ صحبت شرعی صرف مہاجرین اور انصار قبل حدیبیہ تک محدود ہے کی نظرو تائید سلف صالحین سے نہ ملی باوجودیکہ اسے اس کی شدید خواہش و حرص تھی۔ اس نے برملا اپنی تہی دامنی کا اظہار کیا کہ معاصرین میں سے صرف ایک آدمی اس کا ہم نوا ہے اور وہ ہے عبدالرحمن الحکمی۔ یہ جو مالکی نے امام ابراہیم النخعی اور امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ علیہما کا حوالہ دیا مگر اس حوالہ کا ثبوت پیش نہ کر سکا کہ ہم اس کے ثبوت و معنی میں غور کر لیتے اس [مالکی] نے بس اتنا کہا کہ "بعض علماء نے اس تعریف صحبت میں مجھ سے سبقت کی لیکن الفاظ متقاربہ کے ساتھ"۔

میں کہتا ہوں کہ الفاظ متقاربہ کے ساتھ اس کی تعبیر اس کے مرادی معنی، یہ مالکی کے عدم اطمینان کی دلیل ہے۔

۷۔ مالکی نے لکھا کہ "اس میں شرط نہیں کہ اس موضوع اور اس کی تعریف پر اس سے پہلے کسی نے کلام کیا ہو جب تک اس موضوع کے دلائل و براھین موجود نہیں۔ پھر تنقید ان دلائل و براھین پر ہوگی، کسی اور بات پر نہیں۔"

گزارش ہے کہ حسن فرحان مالکی کے لیے مناسب تھا کہ سلف صالحین سے تائیدی حوالہ نہ پا کر اس کلام میں پناہ لینے کی بجائے اپنی رائے کو الزام دیتا اور ان بعض اہل رضوان کی پیروی کرتا جو بعض شرائط صلح پر مطمئن نہ تھے اور نبی کریم ﷺ کی طرف مراجعت کی اور بعد میں علانیہ کہتے تھے کہ

يا أيها الناس! اتّهموا الرأي في الدّين، "لوگو، دین کے معاملہ میں اپنی رائے کو مورد الزام ٹھہراو"

وہ دلائل، جن کی طرف حسن مالکی نے اشارہ کیا۔ انہیں سلف صالحین نے صحیح طور پر سمجھا تھا۔ اس لیے انہوں نے صحبت کو مہاجرین و انصار ماقبل حدیبیہ تک محدود نہ کیا۔ پس لازم ہے کہ ہم بھی فہم سلف کے موافق کتاب و سنت کے نصوص پر اعتماد کریں اور مالکی کے لیے مناسب ہے کہ اس فاسد رائے پر شرمندگی کا ظہار کرے جس کی طرف اس سے پہلے سوائے عبدالرحمن الحکمی کے کوئی نہ گیا۔

۸۔ یہ جو مالکی نے ذکر کیا کہ نئی مصطلحات کے حصول سے علم اور علماء کی طرف نفع لوٹتا ہے۔ مثلاً علم اصول، علم تجوید اور دیگر علمی مصطلحات کا نفع، یہ قابل تعریف اور عمدہ بات ہے۔ ان مصطلحات سے علم تک رسائی آسان ہوتی ہے۔ مگر حسن مالکی پر جو آفت آئی ہے وہ نصوص کی غلط فہم کی وجہ سے اور صحبت کو مہاجرین و انصاور قبل حدیبیہ میں مقصور کرنے کے باعث ہے۔ اس کا مصطلحات کے ساتھ کچھ تعلق نہیں اور یہ دین میں نیا راستہ اختیار کرنے کے سبب ہے۔

کیا اجماع کے لیے امت اجابت کا اتفاق ضروری ہے؟

مالکی کا زعم فاسد ہے کہ اجماع کے لیے امت اجابت کا متفق ہونا ضروری ہے۔

حسن مالکی اپنی کتاب ص ۵۹ پر لکھتا ہے۔

کبھی کہا جاتا ہے کہ صحبت کو مہاجرین و انصار سے مقید کرنا اس اجماع کے خلاف ہے جس پر محدثین کا اتفاق ہوا، اور وہ ہے ہر اس شخص کی صحبت کا اعتبار جس نے بحالت ایمان حضور نبی کریم ﷺ کو دیکھا اور اسلام ہی پر اس دنیا سے پردہ کیا، وہ صحابی ہے۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ایسا اجماع منعقد نہیں ہوا۔ الخ

حسن مالکی نے اس اعتراض پر ص ۵۹ پر چند سوالات اٹھائے ہیں جن میں سے آخری سوال یہ ہے کہ

کیا محدثین کرام کا کسی بات پر اتفاق ہونا اجماع شمار ہوتا ہے۔ خواہ اس میں علماء اصول نے اختلاف کیا ہو؟ بلکہ جس مسئلہ پر اہل سنت نے اتفاق کیا کہ وہ قابل اعتبار اجماع ہے؟ یا ساری امت اجابت کا اجماع ضروری ہے؟ پس یہ سوال الگ بحث کا تقاضا کرتا ہے اور ہر سوال کے قطعی فیصلہ کی ضرورت ہے اور یہ بحث جواب کا احتمال بھی نہیں رکھتی۔ کیوں کہ اس بحث کے محرر نے یہ بحث اس لیے نہیں لکھی کہ کوئی پسند کرے اور نہ ہی وہ چاہتا ہے کہ ایسا

کلام کرے جو اس کے احاطہ علم سے باہر ہو۔ ورنہ وہ شرعی ممانعت کا مرتکب ہوگا جس سے باز رہنے کا حکم ہے۔ میں اپنے بھائیوں کا منصفانہ بحث و تحقیق کی طرف دعوت دیتا ہوں کہ کم از کم اس کی کوشش تو کرلی جائے۔ اس کے ساتھ میں اپنی علمی کوتاہی کا معترف ہوں اور انکساری کا اظہار کرتا ہوں۔ الخ

حسن فرحان مالکی اپنے قول: الگ بحث کی ضرورت پر حاشیہ ص ۵۹ پر لکھتا ہے۔

جو اجماع کا نظریہ رکھتے ہیں ان کی بہت قوی دلیل مشہور" حدیث لاتجتمع امتی علی ضلالۃ" میری امت گمراہی پر اکھٹی نہ ہوگی۔ اگرچہ اس حدیث کے ثابت ہونے میں کلام ہے مگر اس میں امت سے مراد بعض امت نہیں بلکہ ساری امت اجابت ہے۔ فقہی، کلامی اور سیاسی مذاہب کے باہم اختلافات کے باوجود تمام مسلمان مراد ہیں جو شخص زعم کرے کہ امتی سے مراد محدثین یا مذاہب چہار گانہ کے لوگ ہیں تو وہ جزاف کہہ رہا ہے۔ الخ

مالکی کے مزعومات کے جوابات:

حسن فرحان مالکی کے مزعومات کے جواب کچھ یوں ہیں۔

جواب اول:

صحابی کی تعریف کہ جس نے بحالت ایمان سر کی آنکھوں سے حضور ﷺ کو دیکھا یا آپ ﷺ کی صحبت میں آیا ہے، صحابی ہے۔ دلائل سے ثابت ہے کہ میں نے حسن مالکی کے رد کے آغاز میں اس کا اجمالاً ذکر کیا۔ اور وہ اس تعریف کے معتبر ہونے کے لیے کافی ہے خواہ اس میں اجماع حاصل ہوا یا نہیں۔

جواب دوم:

دوسرا جواب یہ ہے کہ مالکی کی رائے کے فاسد ہونے پر اجماع منعقد ہے کہ مہاجرین و انصار قبل حدیبیہ ہی صحابی ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حسن مالکی کو اپنی رائے حق میں سلف سے کوئی سند نہیں ملی، سوائے اس کے ایک معاصر شخص عبدالرحمن حکمی کے۔ مالکی کے نزدیک صحابی کی جو تعریف ہے اس کی بناء پر اس نے جن اصحاب رسول اللہ ﷺ کو شرعی صحابیت سے خارج کیا ان میں حضرت عباس بن عبدالمطلب، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوموسی الاشعری رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہم ہیں۔ حالانکہ مختلف زمانوں کے علماء کا اجماع ہے وہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب ہیں۔ اور اس میں سوائے حسن فرحان مالکی اور اس کے گرو استاد عبدالرحمن الحکمی کے کسی نے اختلاف نہیں کیا۔

جواب سوم:

مالکی کا اس بارے میں کلام واضح ہے کہ اجماع کا معاملہ اہل سنت اور گمراہ فرقوں کے اتفاق کے بغیر تکمیل پذیر نہیں ہوتا۔ جس

کا مقتضی یہ ہے کہ کبھی اجماع ہوا ہی نہیں، کیوں کہ اہل سنت اور اہل بدعت کا کسی امر پر اتفاق محال ہے۔ اور یقیناً جس کا اجماع معتبر ہے وہ اہل سنت ہیں نہ کہ اہل ہوا و اہل بدعت۔ اس حقیقت کو حضور ﷺ نے حدیث افتراق امت میں واضح فرمایا:

على ثلاث وسبعين فرقة ((كلُّها في النار إلاَّ واحدة))، وهم من كان على ما كان رسول الله ﷺ عليه وأصحابُه

کہ اس امت کے تہتر فرقے ہوجائیں گے جن پر ناجی گروہ صرف ایک ہے اور وہ ناجی گروہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کی سنت پر عمل پیرا گروہ ہے۔ لہذا نبی کریم ﷺ اور اصحاب کے دامن سے وابستہ لوگ ہی نجات پانے والے ہیں۔ اس لیے معتبر اجماع بھی انہی کا ہے۔ حیرانگی ہے کہ کوئی گمان پرور شخص گمان کرے کہ کسی مسئلہ پر تہتر فرقوں کے فقہی، کلامی، اور سیاسی مذاہب کے اختلافات کے باوجود اتفاق ضروری ہے۔

مالکی کے اس دعوی کا تقاضہ ہے کہ قرآن کو مخلوق کہنے والوں اور غیر مخلوق قرار دینے والوں کا اتفاق ضروری ہے۔ عذاب آخرت کا اثبات کرنے والے اور انکار کرنے والے۔ آسمانی معراج کے قائلین اور منکرین، ائمہ کو پکارنے اور استغاثہ کرنے والے [غیر شرعی] اور جنوں فرشتوں وغیرہ کو مستغاث [حقیقی] سمجھنے والے، اور دیدار الہی کا عقیدہ رکھنے والے اور اس کا انکار کرنے والے سب متفق ہوجائیں۔ حالانکہ دار آخرت میں دیدار الہی پر صحابہ، تابعین اور متاخرین ائمہ دین کا اتفاق ہے اور اس پر قرآن حکیم اور احادیث متواترہ کی دلالت ہے مگر جہمیہ، معتزلہ، خوارج، روافض، اور باطنی اس کے منکر ہیں۔

جواب چہارم:

مالکی نے کہا کہ اس کے اٹھانے ہوئے سوالات کے جوابات میں قطعی دلائل کی ضرورت ہے جب کہ اس کی بحث جوابات کا احتمال نہیں رکھتی۔

میں کہتا ہوں کہ حسن مالکی خود ہی اپنے سوال کے رد اور جواب کی طرف لپکا۔ جو اس کے کلام سے ظاہر ہے کہ اس کے نزدیک تمام مسلمانوں یعنی امت اجابت کا فقہی، کلامی، اور سیاسی مذاہب کے اختلاف کے باوجود اتفاق کرنا ضروری ہے۔ [مراد یہ ہے کہ اس کی رائے ہے۔]

جواب پنجم:

حسن فرحان مالکی نے التماس کی کہ اس تحقیق و بحث کے لیے انصاف پسند بھائیوں کو دعوت ہے یا کم از کم اس کی کوشش تو کر دیکھیں اور اسے انکساری کے ساتھ اپنی کوتاہ دامنی کا اعتراف بھی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ مالکی کو انصاف، تواضع اور خود شناسی کی زیادہ ضرورت ہے تاکہ تنہا پروازی اور راہ مسلمین سے انحراف کے ارتکاب سے بچ جائے۔

جواب ششم: حسن فرحان مالکی کا اہل سنت پر تبراء کرنا

حسن مالکی کا دعوی کہ اجماع میں تمام امت اجابت کا اتفاق بہ اختلاف مذاہب ضروری ہے اس میں مالکی کی اہل بدعت و اہواء کے ساتھ ان کے اختلاف و تعدد کے باوجود نرم گوشہ اور محبت کا جذبہ کار فرما نظر آتا ہے۔ جب کہ اہل سنت پر کیچڑ اُچھالنا اسے اچھا لگتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کے مطالعہ [سٹڈی] میں اہل بدعت کی تحسین و تعریف پائی جاتی ہے۔ حسن مالکی ص ۷۰ پر رقم طراز ہے۔

اسی لیے اکثر فکری رجحانات بلکہ سارے رجحانات مثلاً جہمیہ، قدریہ، معتزلہ، شیعہ، زیدیہ وغیرہا تحریکات جن پر ہم اہل بدعت کا لیبل لگا دیتے ہیں۔ سب حکم کتاب اور تحقق انصاف کی طرف دعوت دیتی ہیں اور سب نیکی کا حکم دیتی اور برائی سے منع کرتی ہیں۔ الخ

- پھر حسن مالکی اپنی کتاب ص ۷۵ پر لکھتا ہے۔

لیکن معتزلہ دیگر فرقوں کی طرح بعض مسائل میں حق تک پہنچے اور کچھ مسائل میں ٹھوکر کھائی مگر فی الجملہ ان سے بے نیازی اور بے پروائی کا معاملہ نہیں ہو سکتا نہ ہی ان کی علمی وراثت اور علوم سے بیگانگی اختیار کی جا سکتی ہے وہ باطنی اور ظاہری طور پر مسلمان ہیں، دین اسلام سے وابستہ اور اس پر عمل پیرا ہیں۔ الخ

- پھر حسن مالکی ص ۶۷ پر تحریر کرتا ہے۔

قدریہ کے پاس شرعی نصوص ہیں جن سے وہ استدلال اور استشہاد کرتے ہیں جیسے اہل سنت، شیعہ اور معتزلہ کے پاس شرعی نصوص ہیں جن سے استدلال کرتے ہیں اور بطور مذہب اختیار کرتے ہیں۔ الخ

- حسن مالکی ص ۶۹۔۷۰ پر اس کا دعوی ہے۔

جعد بن جہم، اور جہم بن صفوان کا قتل سیاسی تھا، بدعت کی بناء پر نہیں تھا۔

- مالکی ص ۷۱ پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے۔

اس نے جہمیہ اور قدریہ کے ساتھ بغض وعداوت اور لعن طعن میں کئی سال برباد کر دیے، پہلے اسے ان کی برآت اور ان کے ساتھ ظلم پر آگاہی نہ ہوئی۔ آپ ان آخری سالوں میں اس موضوع پر تحقیق کرتے ہوئے اسے تنبہ ہوا۔ الخ

- مالکی ص ۸۰ پر ان کتب عقائد پر مزید لکھتا ہے۔

"ان کتب عقائد نے مسلمانوں کو پارہ پارہ کر دیا"۔ الخ

- دوسری طرف مالکی اپنی کتاب ص ۱۵۴ پر یہ لکھتا ہے۔

"میری نظر میں یہ بات بے معنی ہے کہ آگاہی کے اس سحر آشناء دور میں اشاعرہ، شیعہ اور اباضیہ وغیرہ مسلمانوں کی کتب کو مملکت عرب میں آنے سے روکا جائے"۔ الخ

حقیقت یہ ہے کہ حسن مالکی نے اس بحث میں اہل سنت کی کتب کے بے قدر ہونے اور دوسرے مذاہب کی کتب کے قابل تعریف ہونے کو جمع کردیا۔ اس طرح گھٹیا اور ادنی کو عمدہ اور اعلی سے بدل ڈالا۔

مالکی کی تمام تحریریں اہل سنت کی توہین پر مبنی ہیں اس سلسلہ میں وہ ابتداء صحابہ سے کرتا ہے یہاں تک کہ نیچے اس زمانے عرب اور دیگر ممالک میں صحابہ کرام کے طریقے پر گامزن مسلمانوں پر کیچڑ اچھالتا ہے۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ اپنے آپ کو حنبلی بھی کہتا ہے اور اسی ملک میں پروان چڑھا اور سرزمین پر تعلیم پائی۔

- حسن مالکی ص۱۴۹ پر لکھتا ہے۔

"میں تو پرورش، تعلیم، گھر اور طریق استدلال کے لحاظ سے اپنے آپ کو حنبلی سمجھتا ہوں" ۔الخ

میں کہتا ہوں کہ حسن مالکی کا اپنے آپ کو حنبلی سمجھنا، اور طریق حنابلہ سے استدلال کا دعوی کرنا صحیح نہیں، کیوں کہ اس شخص کا طریقہ ہے کہ جس سے تعلق نہ ہو اس سے ہونے کا دعوی کرتا ہے۔ حنابلہ کا طریقہ تو اہل سنت وجماعت کا ہے جبکہ مالکی کا طریقہ اہل بدعت کا ہے۔ یہ جو اس نے اپنی پرورش پانے اور تعلیم حاصل کرنے کا ذکر کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس نے اس حاصل شدہ علم سے انحراف کیا اور اپنے اساتذہ سے ناطہ توڑ لیا۔ حسن فرحان مالکی خود کو حنبلی کہتا ہے اور اکابرین اہل سنت پر طعن وتشنیع کرتا ہے، اسی طریق پر قاری ظہور احمد فیضی بھی ہے جو کہ خود کو اہل سنت میں شمار کرتا ہے اور اکابرین اہل سنت میں طعن وتشنیع کو اپنا اولین فرض سمجھتا ہے۔ دونوں کا طریقہ کار ایک ہی جیسا ہے۔ بلکہ دونوں کی کتابوں کا تقابلی جائزہ لیں تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ ظہور احمد فیضی کی کتابوں میں حسن فرحان مالکی کے استدلال کو ہی نقل کیا گیا ہے۔

حسن فرحان مالکی کا صحابہ کرام کے نظریہ سے اعتزال

مالکی اپنی کتاب کے ص ۱۲۲ پر رقم طراز ہے۔

"ہمارے ہاں عقائد میں بہت سے الفاظ اور مصطلحات استعمال ہوتے ہیں جن کے معنی میں بہت وسعت ہوتی ہے اور ہم ان کے معنی کے معانی پوری طرح سمجھ نہیں پاتے یا لوگوں ک ان کی تفہیم میں باہم اختلاف ہوتا ہے۔ سو ہم بغیر تحدید ان کا اطلاق کرتے ہیں۔ مثلاً سلف صالح، اہل سنت، اہل اثر، طائفہ منصورہ، بدعت، اجماع ضلالت، امت، علمائے امت، رافضہ، جہمیہ، خوارج، کتاب اور سنت۔ الخ۔ اسی طرح بعض لوگوں کا کہنا کہ علیک بما کان علیہ الصحابہ، تم پر وہ طریقہ لازم ہے جس پر صحابہ کرام تھے۔ یہ ایک فضول اور بے کار نصیحت ہے کیوں کہ اگر آدمی کو علم ہو کہ صحابہ کرام کا عقیدہ فقہ اور امور سیاست میں اختلاف ہے تو بتائیے ہم کس کی پیروی کریں؟

جواب

گذارش ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے عقائد و نظریات اور اعمال کی پیروی کی طرف رہنمائی تو سید المرسلین نے فرمائی آپ ﷺ نے تہتر فرقوں میں سے ایک ناجی گروہ کی نشاندہی کر کے فرمایا:

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الحَفَرِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زِيَادٍ الأَفْرِيقِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ـــك، وَإِنَّ بني إسرائيل تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً، قَالُوا: وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي.

وہ میری سنت اور صحابہ کرام کے طریقے پر چلنے والا گروہ ہے۔ (سنن ترمذی ٤/ ٣٢٣ رقم ٢٦٤١)

ایک اور روایت میں فرمایا: هي الجماعة یعنی وہ جماعت ہے۔

⑥ حدیث عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ میں فرمایا:

حَدَّثَنَا فَارُوقٌ، وَحَبِيبٌ، فِي جَمَاعَةٍ قَالُوا: ثنا أَبُو مُسْلِمٍ الْكَشِّيُّ، ثنا أَبُو عَاصِمٍ النَّبِيلُ، عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الصُّبْحِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ، فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْأَعْيُنُ، وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ، فَقَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ: يَا رَسُولَ اللهِ، كَأَنَّهَا مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَأَوْصِنَا، قَالَ: «أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللهِ، وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ لِلْإِمَامِ، وَإِنْ كَانَ عَبْدًا حَبَشِيًّا، فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ بَعْدِي،

تم میں سے جس نے لمبی عمر پائی وہ عنقریب بہت اختلاف دیکھے گا۔ پس تم پر میری اور میرے بعد خلفاء راشدین مہدیین کی پیروی لازم ہے۔ (حلیۃ الاولیاء ٥/ ٢٢٠)

یہ حقیقت ہے کہ صحابہ کرام کا عقائد میں اختلاف نہ تھا۔ مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا معراج کی شب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رویئت باری تعالیٰ دیدار الٰہی کے مسئلہ میں اختلاف ان کے عقیدے کا اختلاف نہ تھا۔ کثیر آیات واحادیث متواترہ اور اجماع اہل سنت رویئت باری تعالیٰ کے اثبات کی دلیل ہیں، اس کی طرف اشارہ گزرا۔

حسن فرحان مالکی کا علماء کو ناصبی قرار دینا:

حسن مالکی بہت سے علماء کو ناصبی کے نام سے یاد کرتا ہے۔ مالکی اپنی کتاب کے ص ۱۳۵ پر اجمالی اشارہ کے ساتھ لکھتا ہے۔ پھر شامی علماء میں یہ سلسلہ بتواتر چلتا رہا کہ جن کے دلوں میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور آپ کے خاندان کے فضائل کھٹکتے تھے، وہ ان کے فضائل کی صحیح احادیث کو ضعیف قرار دیتے رہے۔ دوسری طرف دوسروں کی تعریف و توصیف میں مبالغہ سے کام لیتے رہے۔

حسن فرحان مالکی صفحہ ۴۸ پر بھی اسی نوع کی تحریر ہے، لکھتا ہے۔

پھر ان کے بعد حران اور دمشق میں ابن تیمیہ کی روحانی اولاد ہوئی۔ ان میں سے حافظ ابن کثیر نے بہت حد تک اور حافظ ذہبی نے ایک حد تک یہ ترکہ پایا۔ جہاں تک ابن تیمیہ کا تعلق ہے، اس کے ناصبی ہونے کا چرچا ہے، اس کی کتابیں اس حقیقت کی گواہی اور اس کے معاصرین میں اس کی جن باتوں پر محاکمہ کیا ان میں ایک بغض علی بھی تھا۔ جب کہ ان کے معاصرین نے دیگر حنبلی علماء کا محاکمہ نہیں کیا۔ حالانکہ ان میں ابن بطہ، ابن حامد اور بربہاری کی چھوڑی ہوئی ناصبیت کی میراث تھی۔ شامی عثمانی تحریک کا اثر ادھر خلیج میں بہت زیادہ ہے اور یہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ یا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مدح وثناء کے متعلق ہماری حساسیت اور بنی امیہ کے لیے شدید میلان کے اسرار میں سے ایک سر ہے، سو اس سے آگاہ اور ہوشیار رہنا چاہیے۔ نواصب کے غالی رافضیوں کی طرح عجیب اقوال ہیں۔ ان میں سے کوئی اشعار پڑھتا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہ ہجو میں کیے گئے۔ کوئی حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کرتا ہے، زیادہ اسی قبیل کے لوگ ہیں۔ کوئی حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی کوشش کا الزام لگاتا ہے۔ کوئی حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی فضیلت والی احادیث میں تحریف کر کے مذمت میں بدل دیتا ہے۔ اس طرح کی دیگر شناعتیں ہیں جن کا ذکر کرنا بھی جائز نہیں۔ ہمارا اس گروہ کے بارے میں سکوت بھی عجیب ہے۔ ان میں بعض ایسے بھی ہیں جو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مذمت میں زبان کر لیتے ہیں۔ الخ

فرحان مالکی اسی طرح حد سے زیادہ زیادتی کرتا اور باطل طریقے سے ان پر اور ان کی کتابوں کے خلاف الزام تراشی کرتا ہے۔ جب کہ اہل بدعات و ہوا کی تعریف وتحسین میں رطب اللسان رہتا ہے۔ اور یہ ہی وطیرہ قاری ظہور احمد فیضی کا بھی ہے جس نے اپنی کتاب میں علماء اہل سنت پر ناصبی یا ناصبی جراثیم سے متاثر ہونا لکھا اور بدمذہب اور گمراہ لوگوں کی تعریف کی۔ حیرانی کی بات ہے کہ جس کی زبان وقلم سے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم محفوظ نہ رہیں تو بعد کے تابعین اس کی ہرزہ سرائی سے کب بچ سکتے ہیں؟ کثیر تعداد میں صحابہ کرام بالخصوص طلقاء کے متعلق اس کی یاوہ گوئی کا ذکر اس کی من گھڑت تعریف صحبت کے ضمن میں گزر چکا۔

ارشاد باری تعالی ہے۔

وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا.

(سورۃ الاحزاب:۵۸)

اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بغیر کچھ کئے ستاتے ہیں تو انہوں نے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اٹھالیا ہے۔

جن علماء پر حسن مالکی، ناصبی ہونے کا الزام لگاتا ہے۔ ان کی کتب روایات اہل بیت رسالت کی تعظیم و توقیر اور محبت اور موالات پر مشتمل ہیں۔ علامہ ذہبی پر ناصبی رجحان رکھنے کا الزام مشہور عرب تفضیلی احمد الغماری نے بھی لگایا۔ جہاں تک امام ذہبی کا تعلق ہے انہوں نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے۔

علي بن أبي طالب أبو الحسن الهاشمي، قاضي الأئمّة وفارس الإسلام وخَتَن المصطفى ﷺ، كان ممّن سبق إلى الإسلام ولم يتلعثم، وجاهد في الله حقَّ جهاده، ونهض بأعباء العلم والعمل، وشهد له النبيّ ﷺ بالجنّة، وقال: (من كنت مولاه فعلي مولاه)، وقال له: (أنت منّي بمنزلة هارون من موسى، إلاّ أنّه لا نبيَّ بعدي)، وقال: (لايحبّك إلاّ مؤمن ولا يُبغضك إلاّ منافق)، ومناقب هذا الإمام جمّة أفردتُها في مجلد، وسمّيتُه بـ(فتح المطالب في مناقب علي بن أبي طالب رضي الله عنه)، وكان إماماً عالماً متحرّياً في الأخذ؛ بحيث إنّه يستحلف مَن يُحدّثه بالحديث.

حضرت علی بن ابی طالب، ابو الحسن ہاشمی، قاضی الائمہ، شہسوار اسلام، داماد مصطفی ﷺ، سابق الاسلام تھے۔ آپ نے اسلام قبول کرنے میں دیر نہ کی۔ راہِ خدا میں جہاد کرنے کا حق ادا کیا۔ علم و عمل کی گرانبار ذمہ داری لے کر اٹھے۔ نبی کریم ﷺ نے آپ کو جنت کی بشارت دی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا: جس کا میں مولی، علی اس کا مولی ہے۔ آپ کی میرے ہاں وہی منزلت ہے جو ہارون علیہ السلام کی موسی علیہ السلام کے ہاں تھی البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ آپ سے محبت نہیں کرے گا مگر مومن اور آپ سے بغض نہیں رکھے گا مگر منافق۔ اس امام کے مناقب بہت ہیں میں نے ایک جلد کتاب جداگانہ لکھی ہے اور اس کا نام رکھا ہے فتح المطالب فی مناقب علی ابن ابی طالب۔ (تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۹)

علامہ ذہبی ذی علم امام تھے اور حصول علم کے شدید خواہش مند، آپ بارگاہ رسالت میں اپنا نمائندہ بھیجے تاکہ آنحضور ﷺ کی حدیث بیان کرے۔

سوال یہ ہے یہ کیا کوئی ناصبی اس جیسا کلام کرتا ہے؟ جیسا کہ مالکی نے الزام لگایا۔ جہاں تک ابن تیمیہ کا تعلق ہے اس کی کتاب کا بڑا حصہ مالکی کی نظر میں ہے اس نے غلط بیان سے کام لیتے ہوئے کہا کہ ابن تیمیہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا تھا۔ حالانکہ ابن تیمیہ کی ایک کتاب ہے فضل أهل البيت وحقوقهم، اور یہ کتاب طبع ہے۔ ابن تیمیہ کا دوسرے معاملات میں اغلاط و گمراہی ہے وہ اپنے مقام پر ثابت مگر ابن تیمیہ پر ناصبی ہونے کا الزام درست ہرگز نہیں۔

❁ ابن تیمیہ نے عقیدہ واسطیہ میں لکھا۔

((ويُحبّون (يعني أهل السُّنّة والجماعة) أهلَ بيت رسول الله ﷺ ويتولّونهم، ويحفظون فيهم وصيّةَ رسول الله ﷺ حيث قال يوم غدير خُمّ: (أُذكّركم الله في أهل بيتي) — ويتبرّؤون من طريقة الروافض الذين يُبغضون الصحابةَ ويسبُّونهم، وطريقةِ النّواصب الذين يُؤذون أهلَ البيت بقول أو عمل۔

اہل سنت، اہل بیت رسول ﷺ سے محبت و مودت رکھتے ہیں اور ان کے بارے رسول اللہ ﷺ کی وصیت کا بہت لحاظ رکھتے ہیں۔ حضور ﷺ نے غدیر خم پر فرمایا: میں تمہیں اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ

تعالیٰ کا خوف دلاتا ہوں۔۔۔۔ اہل سنت، روافض کے اس انداز سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں جو ان کا صحابہ کرام سے بغض و عداوت کا انداز ہے وہ انہیں سب و شتم کرتے ہیں جب کہ اہل سنت نواصب سے بھی اظہار برآت کرتے ہیں جو اپنے اقوال و اعمال سے اہل بیت کو اذیت دیتے ہیں۔ (عقیدہ واسطیہ ص ۲۶)

❁ ابن تیمیہ اپنی دوسری کتاب میں لکھتا ہے۔

وَكَذَلِكَ أَهْلُ بَيْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَجِبُ مَحَبَّتُهُمْ " وَمُوَالَاتُهُمْ وَرِعَايَةُ حَقِّهِمْ.

اسی طرح اہل بیت میں جن کی محبت و مودت ان کی موالات اور ان کے حقوق کی پاسداری واجب ہے۔

(مجموع الفتاوی ۲۸/ ۴۹۱)

❁ ابن تیمیہ اپنی ایک کتاب منہاج السنۃ میں لکھتا ہے۔

وَأَمَّا عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَإِنَّ أَهْلَ السُّنَّةِ يُحِبُّونَهُ وَيَتَوَلَّوْنَهُ، وَيَشْهَدُونَ بِأَنَّهُ مِنَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ وَالْأَئِمَّةِ الْمَهْدِيِّينَ،

جہاں تک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے۔ اہل سنت ان سے محبت کرتے ہیں ان سے موالات کا اظہار کرتے ہیں اور گواہی دیتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلفائے راشدین اور ائمہ مہدیین سے ہیں۔

(منہاج السنۃ ۶/ ۱۸)

حسن فرحان مالکی لکھتا ہے۔ "ہمارا نواصب کے متعلق سکوت کرنا عجیب ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مذمت کرتے ہیں۔"

جواب:

گذارش ہے کہ اہل سنت کی ناصبیت سے بیزاری ثابت شدہ ہے۔ ہم تو علماء اہل سنت کے خلاف معاندانہ زبان درازی پر خاموش نہیں رہتے نہ صحابہ کرام کے خلاف بدزبانی پر چپ رہتے ہیں تو اس شخص کے متعلق کیسے سکوت کر سکتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو یا مذمت کرتا ہے۔

عقیدہ عدالت صحابہ سے انکار اور اس کا رد:

مالکی اپنی کتاب ص ۶۱-۶۳ پر رقم طراز ہے۔

بعض اوقات کوئی معترض کہہ سکتا ہے کہ تم عدالت صحابہ کے مسئلہ میں اتنا مناقشہ کیوں کرتے ہو جب کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے۔ ہم کون ہوتے ہیں، صحابہ کے عادل ہونے یا نہ ہونے کے متعلق آگاہی حاصل کرنے والے؟ تم قرآن حکیم میں تعدیل صحابہ کے متعلق کیا کرو گے، کیا تمہیں اس پر اعتراض ہے۔ میں مالکی کہتا ہوں:

یہ کسی مکابر شخص کے سوالات ہیں۔ حقیقت کے متلاشی شخص کے سوالات نہیں۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ اس قسم کی سوالات اس زمانے میں بہت عام ہیں اور ان علماء کے نزدیک قابل گرفت ہیں جو علمی ابحاث کا احترام کرتے ہیں اور

اس قسم کے اہل مکابرہ کے سوالات کا اسی طرح جواب دیا جاتا ہے۔

ان سوالات کے جواب میں پوچھا جائے گا کہ تم عدالت کو صرف صحابہ کرام کے ساتھ کیوں خاص کرتے ہو؟ جب کہ اس تخصیص کی کوئی دلیل کتاب وسنت میں نہیں آئی۔ یہ اجماع کا مسئلہ ہے پس صحابہ کا اس مسئلہ میں وہی حکم ہے جو گواہی کے معاملہ میں دیگر لوگوں یعنی غیر صحابہ کا ہے۔ اس کی دلیل قرآن حکیم یہ آیت کریمہ ہے۔

وليشهد به ذوا عدل منكم. (سورة المائده: ۹۵) تم میں سے دو معتبر آدمی فیصلہ کریں۔

پس اگر صحابہ کی خصوصیت ہوتی تو ایک عادل شخص کی گواہی ہی کافی ہوتی، اور عدالت میں صحابہ کی تخصیص ہوتی تو ان میں سے ایک گواہ پر زنا اور قذف وغیرہ معاملات میں اکتفاء کیا جاتا۔ اور یہ اجماع کے خلاف ہے کیوں کہ قرآن وحدیث کے نصوص گواہی کے معاملہ میں صحابی اور تابعی کے درمیان فریق نہیں کرتے۔ پس تم صحابی اور غیر صحابی کے درمیان روایت میں کیوں فرق کرتے ہو، تمہارا طریقہ یہ ہے کہ تم صحابی کی عدالت کی تو تحقیق نہیں کرتے مگر تابعی کی عدالت کی کرید کرتے ہو۔ صحابی اور تابعی کے درمیان اس فرق کو شرع یا عقل کی کون سی دلیل مباح رکھتی ہے۔ واضح رہے کہ جب تم سند پیش کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں صحابہ کرام کی مدح فرمائی، تو دراصل یہ عام مدح وثناء عام مذمت کے معارض ہوتی ہے۔ مالکی نے اس کے بعد کئی آیات ذکر کیں جن میں اس کے حسب گمان عام مذمت ہے، اس کے بعد ایک حدیث نقل کی اور اس کی طرف اور بہت سی آیات کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

حدیث حوض کی تحقیق

وہ احادیث جو عام مذمت میں آئی ہیں، ان میں سے ایک حدیث، حدیث حوض ہے۔ جس میں اصحاب رسول اللہ ﷺ کے گروہ در گروہ جہنم میں جانے کا ذکر ہے۔ اس حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں کہ حضور ﷺ فرمائیں گے۔

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَأَبُو كُرَيْبٍ، وَابْنُ نُمَيْرٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " أَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ، وَلَأُنَازِعَنَّ أَقْوَامًا ثُمَّ لَأُغْلَبَنَّ عَلَيْهِمْ، فَأَقُولُ: يَا رَبِّ أَصْحَابِي، أَصْحَابِي، فَيُقَالُ: إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ

میرے اصحاب، میرے اصحاب تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، آپ کو پتہ نہیں کہ آپ کے بعد انہوں نے کیا کیا؟

(صحيح مسلم ۴/۱۷۹۶ رقم ۲۲۹۷ باب اثبات حوض نبينا صل الله عليه وسلم)

یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ صحیح بخاری: ۶۵۸۷ میں کچھ الفاظ اس طرح آئے ہیں۔

فلا أراه يخلص منهم إلا مثل همل النعم

پس عام مدح وثناء کے معارض یہ عام ذم ہے پھر آپ صحابہ کے لیے فضیلت کیوں کر ٹھہراتے ہیں؟ جب کہ نبی کریم

صلى الله عليه وسلم نے فرمایا کہ چند صحابی ہی نجات پائیں گے باقی جہنم میں جائیں گے۔انہوں نے کس طرح اپنے حصے سے فائدہ اٹھایا یسے ان سے پہلے لوگوں نے اپنے حصہ سے نفع پایا،ان کے اعمال اسی طرح حبط ہوجائیں گے جیسے پہلی امتوں کے اعمال اکارت گئے۔ وہ ایسی باتیں کرتے تھے جن پر عمل نہیں کرتے تھے۔اور یہ ایسا طرز عمل ہے جس کا انجام اللہ تعالی کی ناراضی ہے،جب انہیں حضور صلى الله عليه وسلم کی ہم رکابی میں جہاد کے لیے بلایا جاتا ہے تو وہ اسے گراں سمجھ کر بیٹھ رہتے،اور یہ کہ بھی اپنی کثرت پر غرور کرتے تھے اور بھول جاتے تھے کہ فتح وشکست اللہ تعالی کے ہاتھ ہے۔یہ بھی ہے کہ صحابہ باہم تنازع کرکے رسول اللہ صلى الله عليه وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کرتے تھے۔اور ان میں بعض دنیاوی مفاد کے طلب گار تھے۔اللہ تعالی سے طرح طرح کے گمان رکھتے تھے۔ان کی کافروں سے خفیہ دوستی اور محبت تھی اور ان کا یہ طرز عمل اس حکم خداوندی کے خلاف تھا جس میں انہیں اہل ایمان سے دوستی رکھنے اور مشرکوں سے بیزار ہونے کا کہا گیا تھا۔

مالکی نے بعض صحابہ پر جھوٹا ہونے کا الزام عائد کیا اور دوسروں کے متعلق بتایا کہ منکر اور زور کلام کرتے تھے بعض کو رسول خدا کا ادب نہ کرنے اور بارگاہ رسالت میں آواز بلند کرنے پر اعمال کی بربادی کی تہدید ہوئی،یہ تہدید ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کے حق میں آئی،پھر باقی صحابہ کا کیا حال ہے۔حسن مالکی کے نزدیک اللہ تعالی نے کچھ صحابہ پر بے عقل ہونے اور بعض دیگر پر فاسق ہونے کا حکم کیا اور حضور صلى الله عليه وسلم کو ئی امور میں ان کی بات ماننے سے منع کیا۔پس جن کی بات ماننے میں نقصان اور گناہ ہو وہ عادل کیسے ہوسکتے ہیں؟ اللہ تعالی نے بعض کی طرف سے وعدہ خلافی کی خبر دی کہ وہ اللہ تعالی سے وعدہ کرکے پورا نہ کرتے تھے اور منافقوں کی صورت وحالت بنالیتے تھے۔یہ بھی خبر دی کہ بعض حقیقتاً منافق تھے۔جن کے نفاق سے حضور صلى الله عليه وسلم آگاہ نہ تھے جیساکہ حضور صلى الله عليه وسلم نے خبر دی کہ قیامت کے روز صحابہ کرام میں سے نجات پانے والے بہت کم ہوں گے مثل همل النعم جیساکہ صحیح بخاری:۶۵۸۷ کی کتاب الرقاق میں ثابت ہے۔

میں [حسن فرحان مالکی] کہتا ہوں کہ کوئی شخص بھی ان جیسی آیات واحادیث سے عدالت صحابہ کے ابطال پر استدلال کرسکتا ہے اور اس شخص کی دلیل سے کمزور نہیں ہوسکتی جو ہر اس شخص کی عدالت کا قائل ہے جس نے بحالت ایمان حضور صلى الله عليه وسلم کو دیکھا،پھر اس مسئلہ کا حل کیا ہوگا؟ کیا قرانی آیات میں باہم تناقض ہے کہ وہ بعض لوگوں کی تعریف وتوصیف کرتا ہے پھر ان کو مجروح ٹھہرا کر ان کی مذمت کرتا ہے؟ ہرگز نہیں۔اللہ کی پناہ کہ ہم قرآن حکیم کے بعض حصوں کو دوسرے حصوں سے متصادم ٹھہرائیں،ہاں ہم اس کا حل یہ تجویز کرتے ہیں کہ تعریف وتوصیف والی آیات ان پر منطبق ہوتی جو اس کے مستحق ہیں یعنی مہاجرین وانصار اور آیات مذمت دو باتوں کے درمیان دائر ہیں۔

۱۔یا تو یہ آیات ان کے لیے بطور عتاب ہیں جس میں ان شاء اللہ گناہ نہیں جیسے نبی کریم صلى الله عليه وسلم کی آواز بلند کرنے کی ممانعت۔

۲۔یا پھر یہ عام مذمت ہے مگر اس سے مراد خاص مذمت ہے یعنی ان میں سے کوئی خاص گروہ مراد ہے اور وہ گروہ نزول آیات کا سبب ہے یا دوسری آیات میں بیان شدہ صفات سے اس گروہ نزول آیات کا سبب ہے یا دوسری آیات میں بیان

شدہ صفات سے اس گروہ کی معرفت خاص ہو اور ان کا صریح ذکر ہو۔ یا وہ عتاب متاخرین اسلام پر ہے جن سے دور رسالت میں تو ایسی باتیں صادر نہیں ہوئیں اور ان کے صحیح الاسلام ہونے کا اطمینان و یقین ہو گیا مثلاً ان کے جذبہ جہاد اور قوت انفاق سے اس کی معرفت حاصل ہو گئی۔

میں [حسن مالکی] کہتا ہوں جس شخص کو اللہ تعالی نے سنت نبوی ﷺ کی پیروی اور بدعت سے اجتناب کی توفیق دی جب وہ صحابہ کے متعلق ایسا ظلمت مآب کلام دیکھتا یا سنتا ہے تو اس کے دل میں ٹیس اٹھتی ہے، اس کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور وہ ایسی شر انگیز باتوں سے محفوظ رہنے پر اللہ تعالی کا شکر ادا کرتا ہے۔ جن باتوں میں ایسے اعتراضات گھڑنے والا مبتلا ہوا اور اس مصیبت کے بارے شخص کے لیے اللہ تعالی سے ہدایت کی دعا کرتا ہے۔

مالکی کے مفروضہ سوالات کے جوابات:

مالکی کے اعتراضات اور مفروضات کے جوابات کچھ یوں ہیں۔

اول:

جواباً گذارش کرتا ہوں: ایسی علمی تحقیق پر قیود و ضوابط کے بغیر اعتماد کرنا مستشرقین کا طریقہ ہے جو کسی دین سے وابستہ نہیں اور یہ ان کا پسندیدہ طریقہ ہے جہاں تک اسلام میں علمی تحقیق کا معاملہ ہے وہ شرعی نصوص کی حدود میں اور فہم سلف کے مطابق ہوتا ہے۔

دوم:

عدالت صحابہ کے مسئلہ سلف صالحین کے نزدیک اجماعی ہے۔ امام ابن عبد البر اپنی کتاب التمہید میں لکھتے ہیں۔

ولا فرق بَيْنَ أَنْ يُسَمِّيَ التَّابِعُ الصَّاحِبَ الَّذِي حَدَّثَهُ أَوْ لَا يُسَمِّيَهُ فِي وُجُوبِ الْعَمَلِ بِحَدِيثِهِ لِأَنَّ الصَّحَابَةَ كُلَّهُمْ عُدُولٌ مَرْضِيُّونَ ثِقَاتٌ أَثْبَاتٌ وهذا أَمْرٌ مُجْتَمَعٌ عَلَيْهِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ۔

تابعین احادیث بیان کرنے والے صحابہ کے اسماء لیں یا نہ لیں ان کی مرویات کے واجب العمل ہونے پر کچھ فرق نہیں کیونکہ الصحابہ کلھم عدول، تمام صحابہ عادل ہیں، پسندیدہ ہیں، ثقات اور اثبات ہیں اور یہ ایسا امر ہے جس پر ائمہ حدیث کا اتفاق و اجماع ہے۔ (التمہید ابن عبد البر ۲۲/ ۴۷)

❁ امام قرطبی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

فَالصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عُدُولٌ، أَوْلِيَاءُ اللهِ تَعَالَى وَأَصْفِيَاؤُهُ، وَخِيَرَتُهُ مِنْ خَلْقِهِ بَعْدَ أَنْبِيَائِهِ وَرُسُلِهِ. هَذَا مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ، وَالَّذِي عَلَيْهِ الْجَمَاعَةُ مِنْ أَئِمَّةِ هَذِهِ الْأُمَّةِ. وَقَدْ ذَهَبَتْ شِرْذِمَةٌ لَا مُبَالَاةَ بِهِمْ إِلَى أَنَّ حَالَ الصَّحَابَةِ كَحَالِ غَيْرِهِمْ، فَيَلْزَمُ الْبَحْثُ عَنْ عَدَالَتِهِمْ.

تمام صحابہ عادل ہیں، اللہ تعالی کے اولیاء اور اصفیاء ہیں۔ اور انبیاء ورسل کے بعد ساری مخلوق سے افضل ہیں۔ یہ اہل سنت کا مذہب ہے، امت محمدیہ کی جماعت ائمہ کا یہ ہی نظریہ ہے۔ ایک چھوٹا سا گروہ جو کچھ اہمیت نہیں رکھتا۔ اس جانب گیا ہے کہ صحابہ کا وہی حال و مقام ہے جو غیر صحابہ کا ہے، لہذا ان کی عدالت کی تحقیق ضروری ہے۔ (تفسير القرطبي ١٦/ ٢٩٩)

❁ حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب الاصابہ میں لکھتے ہیں۔

واتَّفق أهلُ السنَّة على أنَّ الجميعَ عدولٌ، ولَم يخالف في ذلك إلاَّ شذوذ من المبتدعة۔

اہل سنت کا اجماع ہے کہ تمام صحابہ عادل ہیں اس میں کسی کا خلاف نہیں سوائے ایک چھوٹے سے بدعتی گروہ کے۔ (الاصابه ١/ ١٧)

❁ علامہ سیوطی نے تدریب الراوی میں ان اہل بدعت کی طرف اشارہ فرمایا:

وقالت المعتزلة: عدول إلاَّ من قاتل عليًّا

معتزلہ کہتے ہیں کہ تمام صحابہ عادل ہیں سوائے ان کے جو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے معرکہ آراء ہوئے۔

(تدريب الراوی ص ٤٠٠)

علامہ سیوطی کے قول سے حسن فرحان مالکی کے پرکھوں کا پتہ چل گیا اور نشان دہی ہوگئی۔

❁ حافظ ابو عمر بن صلاح لکھتے ہیں۔

للصحابة بأسرهم خصيصة، وهي أنَّه لا يُسأل عن عدالة أحدٍ منهم، بل ذلك أمر مفروغ منه؛ لكونهم على الإطلاق معدَّلين بنصوص الكتاب والسنَّة وإجماع مَن يُعتدُّ به في الإجماع من الأمَّة ...

عادل ہونا صحابہ کرام کی خصوصیت ہے اور ایسی خصوصیت ہے کی ان میں سے کسی عدالت کے بارے میں سوال نہ کیا جائے گا بلکہ وہ امر طے شدہ ہے کیوں کہ ان کی عدالت کتاب وسنت اور اتباع امت جس کا اجماع لائق اعتبار ہے کے نصوص سے ثابت ہے۔ (علوم الحديث ص ٢٦٤)

❁ ابن صلاح پھر ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

((ثمَّ إنَّ الأمَّةَ مجمعةٌ على تعديلِ جميع الصحابة، ومَن لابس الفتنَ منهم فكذلك بإجماع العلماء الذين يُعتدُّ بهم في الإجماع؛ إحساناً للظَّنِّ بهم، ونظراً إلى ما تمهّد لهم من المآثر، وكأنَّ الله سبحانه وتعالى أتاح الإجماعَ على ذلك لكونهم نقلة الشريعة، والله أعلم)).

پھر امت محمدیہ کا تمام صحابہ کی عدالت پر اجماع ہے اور ان صحابہ کی عدالت یہ بھی جو بعد کی آزمائشوں میں مبتلاء ہوئے اسی طرح ان علماء کا اجماع سے بھی وہ اہل عدالت ہیں جن علماء کا اجماع قابل اعتناء ہے۔ صحابہ کرام سے حسن ظن رکھتے ہوئے کہ انہوں نے جو کارنامے سرانجام دیے ان کو پیش نظر رکھ کر اجماع کیا اللہ تعالی نے اس

عدالت پر اجماع کو مقدر کیا، کیوں کہ ان کے ذریعے شریعت آگے منتقل ہونے والی تھی۔

(علوم الحدیث مقدمہ ابن صلاح ص ۲٦٥)

امام نووی اپنی کتاب شرح علی صحیح مسلم میں فرماتے ہیں۔

ولهذا اتَّفق أهلُ الحقِّ ومن يُعتدُّ به في الإجماع على قبول شهاداتهم ورواياتهم وكمال عدالتهم، رضي الله عنهم أجمعين-

اہل سنت اجماع کے حاملین علماء اور اہل حق نے اتفاق کیا کہ صحابہ کرام کی گواہی، روایت اور کمال عدالت کو قبول کیا جائے۔ (شرح صحیح مسلم ١٥/ ١٤٩)

سوم:

اہل بدر، اہل بیعت رضوان اور مہاجرین وانصاور کی شان میں جو نصوص وارد ہیں، وہ ان کی فضیلت اور عدالت پر دلالت کرتی ہیں اور جو نصوص عام صحابہ کی شان میں آئی ہیں وہ ان کی فضیلت وعدالت کی گواہ ہیں اس طرح جو نصوص اس امت محمدیہ کی فضیلت میں وارد ہوئے ہیں صحابہ کرام ان میں بدرجہ اولی داخل وشامل ہیں۔ یہ اہل سنت وجماعت کا نکتہ نگاہ ہے بخلاف اہل اہواء واہل بدعت کے جن کے دل اور زبانیں بہت سے صحابہ کے متعلق بیماری میں مبتلاء ہیں۔

چہارم:

مالکی نے یہ جو اعتراض کیا ہے کہ اہل سنت نے علی العموم صحابہ کی تعدیل کی جب کہ بحث تو دوسروں کی عدالت سے متعلق ہے، نیز اس نے کہا کہ: اگر سب صحابہ عادل ہوتے تو زنا وغیرہ جرائم میں ایک صحابی کی گواہی کافی ہوتی۔

میں کہتا ہوں: اس کا اس طرح کا دعوی مکابرہ ہے جیسے کہ اس نے خود ہی کہہ دیا کہ یہ مکابرہ ہے۔ اہل سنت تو قائل ہیں کہ قانون شریعت تو صحابہ وغیر صحابہ سب کے لیے عام ہے لیکن صحابہ کرام معدلین کی تعدیل کے محتاج نہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالی اور اس کے رسول اللہ ﷺ نے ان کی تعریف وتوصیف بہت پہلے فرمادی، جب کہ دوسروں کے حق میں ایسی تعریف وتوصیف نہیں۔ قران حکیم میں ان الفاظ کے ساتھ کوئی آیت نہیں جو مالکی نے ذکر کی ہے۔ اس نے لکھا: (ولیشھد بہ ذوا عدل منکم)۔

پنجم:

یہ جو مالکی نے روایات نقل کرنے میں صحابہ وغیر صحابہ کے مابین فرق کے انکار کا ذکر کیا اور اس کے الفاظ ہیں کہ پھر تم روایت میں صحابی اور غیر صحابی کے درمیان کیوں فرق کرتے ہو؟ اس کی بناء پر تم صحابی کی عدالت کی تحقیق نہیں کرتے جب کہ عدالت تابعی کی تحقیق کرتے ہو، دین ودانش کی کون سی دلیل، اس تفریق کو روا رکھتی ہے۔؟

اعتراض کا جواب:

اس کا جواب دو وجہ پر ہے۔

وجہ اول:

صحابہ اور غیر صحابہ کے مابین تفریق کے متعلق کلام ائمہ اس اعتماد پر مبنی ہے کہ یہ ائمہ اہل سنت و جماعت ہیں، کتاب و سنت کی نصوص کی پیروی کرنے والے ہیں ان کا تعلق اہل بدعت اور اہل اہواء سے نہیں۔

خطیب بغدادی اپنی کتاب الکفایہ میں لکھتے ہیں۔

كُلُّ حديثٍ اتَّصل إسنادُه بين من رواه وبين النَّبِيِّ ﷺ لَم يلزم العمل به إلاَّ بعد ثبوت عدالة رجاله، ويجب النظرُ في أحوالهم سوى الصحابي الذي رفعه إلى رسول الله ﷺ؛ لأنَّ عدالَةَ الصحابة ثابتةٌ معلومةٌ بتعديل الله لهم، وإخباره عن طهارتهم، واختياره لهم في نص القرآن۔

ہر وہ حدیث جس کا سلسلہ سند راوی اور نبی کریم ﷺ کے درمیان متصل ہے اس پر عمل تب لازم ہوگا جس اس کے راویوں کی عدالت ثابت ہو۔ ان کے احوال پر نظر کرنا ضروری ہے سوائے صحابی کے جس نے نبی کریم ﷺ تک رفع کیا یعنی مرفوع حدیث بیان کی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عدالت صحابہ اللہ تعالیٰ کی تعدیل سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طہارت اور تزکیہ کی خبر دی اور نصوص قرآنی کی رو سے ان کو چن لیا۔

(الکفایہ ص ٤٦)

اس کے بعد خطیب بغدادی نے بطور ثبوت آیات واحادیث کا ذکر کیا ہے۔ پھر اپنی کتاب میں ایک مقام پر لکھتے ہیں۔

عن أبي بكر الأثرم قال: قلتُ لأبي عبد الله يعني أحمد بن حنبل : إذا قال رجلٌ من التابعين: حدَّثني رجلٌ من أصحاب النَّبِيِّ ﷺ، فالحديثُ صحيحٌ؟ قال: نعم!

ابو بکر الاثرم سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابو عبداللہ احمد بن حنبل سے پوچھا جب کوئی تابعی کہے کہ مجھے اصحاب نبی کریم ﷺ نے حدیث بیان کی تو کیا وہ حدیث صحیح ہے تو امام نے فرمایا: ہاں۔

(الکفایہ ص ٤١٥)

❀ خطیب بغدادی نے یہ ہی نکتہ نگاہ بسند حسین بن ادریس نقل کیا ہے۔

عن الحسين بن إدريس قال: وسألتُه يعني محمد بن عبد الله بن عمار: إذا كان الحديثُ عن رجلٍ من أصحاب النَّبِيِّ ﷺ أيكون ذلك حجَّةً؟ قال: نعم! وإن لَم يسمِّه؛ فإنَّ جميعَ أصحاب النَّبِيِّ ﷺ كلهم حجَّة۔

حسین بن ادریس سے منقول ہے کہ محمد بن عبداللہ بن عمار سے پوچھا کہ جب حدیث کسی صحابی سے مروی ہو تو کیا

وہ حجت ہے اگر وایۃ ہاں۔ گواوہ اس صحابی کانام نہ لے کیوں کہ سارے کے سارے صحابہ حجت ہیں۔

(الکفایہ ص ۴۱۵)

دوم:

کتب حدیث، صحاح، جوامع، سنن، مسانید، معاجیم وغیر ذلک صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایسی روایات پر مشتمل ہے جن میں ابہام بھی ہوتا ہے اور جو روایات سنداً ثابت ہیں وہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک حجت ہیں۔ ان میں اصحاب راویوں کے احوال سے آگاہ نہ ہونا اثرانداز نہیں ہوتا۔ کیوں کہ عوام کو آگاہی والے صحابی کا حال معلوم راوی جیسا ہے۔ اصحاب ستہ کی کتب میں جو روایات ابہام والی ہیں۔ شیخ مزی نے الاشراف میں ان کو جمع کر دیا ہے اور کتاب کے شرع میں فرمایا:

فصل: ومن مسند جماعةٍ من الصحابة روي عنهم فلم يُسمَّوْا، رتَّبنا أحاديثهم على ترتيب أسماء الرواة عنهم۔ (تحفۃ الاشراف ۱۱/ ۱۲۳. ۲۴۰)

ان مبہم صحابہ کرام میں سے کسی کی روایت بخاری میں ہے اور کسی کی صحیح مسلم میں۔ حافظ مزی نے اسی طرح مبہمات صحابیات کا ذکر کیا اور ان کی احادیث کو ان سے نقل کرنے والے راویوں کے ناموں پر ترتیب پر مرتب کیا ہے۔

جواب ششم:

مالکی نے جن آیات کا حوالہ دیا کہ ان میں اس کے فاسد گمان پر عام صحابہ کی مذمت ہے۔ دراصل وہ منافقین کے متعلق نازل ہونے والی آیات ہیں۔ مثلاً آیت کریمہ

كَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ كَانُوا أَشَدَّ مِنكُمْ قُوَّةً ... (سورہ توبہ:۶۹)

جیسے وہ جو تم سے پہلے تھے تم سے زور میں بڑھ کر تھے اور ان کے مال اور اولاد تم سے زیادہ تو وہ اپنا حصہ برت (فائدہ اٹھا) گئے تو تم نے اپنا حصہ برتا۔

جیسا کہ تفسیر شوکانی میں ہے۔ یعنی یہی آیت منافقین کے متعلق نازل ہوئی۔

یا جیسے آیت کریمہ ہے۔

وَمِنْهُم مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ فَلَمَّا اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ (سورۃ توبہ:۷۶.۷۵)

اور ان میں کچھ وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا ہوا ہے کہ اگر اللہ ہمیں اپنے فضل سے دے گا تو ہم ضرور صدقہ دیں گے اور ہم ضرور صالحین میں سے ہو جائیں گے۔ پھر جب اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرمایا تو اس میں بخل کرنے لگے اور منہ پھیر کر پلٹ گئے۔

تفسیر ابن کثیر میں اسی طرح ہے یعنی یہ آیات منافقین کے بارے میں ہیں۔ (۱)

---

(۱)-اس آیت پر تفسیر صراط الجنان میں یوں تحقیق پیش کی گئی ہے۔
وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ عٰهَدَ اللّٰهَ: اور ان میں کچھ وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا ہوا ہے۔} شانِ نزول :ایک شخص ثعلبہ نے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے درخواست کی کہ اس کے لئے مالدار ہونے کی دعا فرمائیں۔ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اے ثعلبہ تھوڑا مال جس کا تو شکر ادا کرے اس بہت سے بہتر ہے جس کا شکر ادا نہ کرسکے۔ دوبارہ پھر ثعلبہ نے حاضر ہو کر یہی درخواست کی اور کہا اسی کی قسم جس نے آپ کو سچا نبی بنا کر بھیجا کہ اگر وہ مجھے مال دے گا تو میں ہر حق والے کا حق ادا کروں گا۔ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے دعا فرمائی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی بکریوں میں برکت فرمائی اور اتنی بڑھیں کہ مدینہ میں ان کی گنجائش نہ ہوئی تو ثعلبہ ان کو لے کر جنگل میں چلا گیا اور جمعہ و جماعت کی حاضری سے بھی محروم ہوگیا۔ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس کا حال دریافت فرمایا تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے عرض کیا کہ اس کا مال بہت کثیر ہوگیا ہے اور اب جنگل میں بھی اس کے مال کی گنجائش نہ رہی۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ ثعلبہ پر افسوس پھر جب حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے زکوٰۃ کے وصول کرنے والے بھیجے تو لوگوں نے انہیں اپنے اپنے صدقات دیئے، جب ثعلبہ سے جا کر انہوں نے صدقہ مانگا اس نے کہا یہ تو ٹیکس ہوگیا، جاؤ میں پہلے سوچ لوں۔ جب یہ لوگ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں واپس آئے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ان کے کچھ عرض کرنے سے قبل دو مرتبہ فرمایا، ثعلبہ پر افسوس۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی پھر ثعلبہ صدقہ لے کر حاضر ہوا تو سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے قبول فرمانے کی ممانعت فرمادی، وہ اپنے سر پر خاک ڈال کر واپس ہوا۔ پھر اس صدقہ کو خلافتِ صدیقی میں حضرت ابو بکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس لایا انہوں نے بھی اسے قبول نہ فرمایا۔ پھر خلافتِ فاروقی میں حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس لایا انہوں نے بھی قبول نہ فرمایا اور خلافتِ عثمانی میں یہ شخص ہلاک ہوگیا۔
(مدارک، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۷۵، ص ۴۴۶، ملتقطاً)

ثعلبہ کی توبہ کیوں قبول نہ ہوئی:

ثعلبہ کی توبہ اس لئے قبول نہیں ہوئی کہ اس کا توبہ کرنا اور رونا دھونا دل سے نہ تھا بلکہ لوگوں کے درمیان اس کے مردود ہونے کی وجہ سے جو ذلت ہو رہی تھی وہ اس سے بچنے کیلئے واویلا کر رہا تھا تو چونکہ توبہ صدقِ دل سے نہ تھی اس لئے مقبول نہ ہوئی۔

ثعلبہ کے نام سے متعلق ایک اہم وضاحت:

یہاں ایک وضاحت کردینا مناسب ہے اور وہ یہ کہ تفسیر حدیث اور سیرت کی عام کتب میں اس شخص کا نام "ثعلبہ بن حاطب" لکھا ہوا ہے، علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ ابنِ اثیر جزری کی تحقیق یہ ہے کہ اس شخص کا نام "ثعلبہ بن حاطب" درست نہیں کیونکہ ثعلبہ بن حاطب بدری صحابی ہیں اور وہ جنگ اُحد میں شہید ہو گئے تھے اور بدری صحابہ کے بارے میں قرآن و حدیث میں جو کچھ فرمایا گیا ہے، اس کی روشنی میں دیکھا جائے تو ثعلبہ بن حاطب اس آیت کا مِصداق نہیں ہوسکتے نیز جب وہ جنگِ احد میں شہید ہو گئے تو وہ اس کے مِصداق ہو ہی نہیں سکتے کہ یہ شخص تو زمانۂ عثمانی میں مرا تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ آیت میں جس شخص کا واقعہ مذکور ہے وہ ثعلبہ بن حاطب کے علاوہ کوئی اور ہے اور تفسیر ابن مردویہ میں

جواب ہفتم:

حسن مالکی نے اپنی دوسری کتاب قرآت کے صفحہ ۶۳ پر لکھا ہے۔

جو احادیث عام مذمت میں آئی ہیں ان میں احادیث حوض، ان میں حضور ﷺ نے جہنم میں جانے والے گروہ کے متعلق فرمایا: أصحابي! أصحابي! فيقال: لا تدري ما أحدثوا بعدك

تو آپ سے کہا جائے گا کہ آپ ﷺ نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا احداث کیے۔

یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ بخاری: ۶۵۸۷ میں ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں۔

فَلاَ أُرَاهُ يَخْلُصُ مِنْهُمْ إِلاَّ مِثْلُ هَمَلِ النَّعَمِ

میں سمجھتا ہوں کہ ان گروہوں میں سے ایک آدمی بھی نہیں بچے گا۔ ان سب کو دوزخ میں لے جائیں گے۔

پس مالکی نے صحابہ کرام کے علم تعریف وثناء کے معارض عام مذمت کو پیش کیا ہے، اس نے کہا: تم صحابہ کے لیے فضیلت ثابت کرتے ہو، جب کہ نبی کریم ﷺ نے خبر دی کہ ان میں سے کم ہی بچیں گے، باقی جہنم میں جائیں گے۔ اس حدیث کے متعلق حسن فرحان مالکی نے صفحہ ۶۴ پر لکھا ہے کہ یہ حدیث بخاری کی کتاب الرقاق میں ثابت ہے۔

جواب:

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے الفظ کتاب الرقاق میں اس طرح ہیں۔

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنِي هِلاَلُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "بَيْنَا أَنَا قَائِمٌ إِذَا زُمْرَةٌ، حَتَّى إِذَا عَرَفْتُهُمْ خَرَجَ رَجُلٌ مِنْ بَيْنِي وَبَيْنِهِمْ، فَقَالَ: هَلُمَّ، فَقُلْتُ: أَيْنَ؟ قَالَ: إِلَى النَّارِ

مذکور حضرت عبد اللہ بن عباس کی روایت کے مطابق وہ شخص "ثعلبہ بن ابو حاطب" تھا۔ علامہ محمد بن یوسف صالحی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے الاستیعاب میں اور علامہ زبیدی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اتحاف میں اس تحقیق سے اتفاق کیا ہے۔ اسی طرح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''یہ شخص جس کے باب میں یہ آیت اتری ثعلبہ ابن ابی حاطب ہے اگرچہ یہ بھی قوم اوس سے تھا اور بعض نے اس کا نام بھی ثعلبہ ابن حاطب کہا۔ مگروہ بدری خود زمانہ اقدس حضور پرنور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ میں جنگِ اُحد میں شہید ہوئے اور یہ منافق زمانۂ خلافت امیر المومنین عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ میں مرا۔ (فتاویٰ رضویہ، فوائد تفسیریہ وعلوم قرآن، ۲۶ / ۴۵۴-۴۵۳)

اور علامہ شریف الحق امجدی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں "صحیح یہ ہے کہ (وہ شخص) ثعلبہ بن ابی حاطب ہے جیسا کہ خازن اور اصابہ میں ہے۔ ثعلبہ بن حاطب بن عمرو صحابیٔ مخلص تھے جو بدر اور اُحد میں شریک ہوئے اور احد میں شہید ہوئے، اور یہ ثعلبہ بن ابی حاطب خلافتِ عثمانی میں مرا۔ (فتاوی شارح بخاری، عقائد متعلقہ صحابہ کرام، ۲ / ۴۳)

وَاللهِ، قُلْتُ: وَمَا شَأْنُهُمْ؟ قَالَ: إِنَّهُمُ ارْتَدُّوا بَعْدَكَ عَلَى أَدْبَارِهِمُ القَهْقَرَى. ثُمَّ إِذَا زُمْرَةٌ، حَتَّى إِذَا عَرَفْتُهُمْ خَرَجَ رَجُلٌ مِنْ بَيْنِي وَبَيْنِهِمْ، فَقَالَ: هَلُمَّ، قُلْتُ أَيْنَ؟ قَالَ: إِلَى النَّارِ وَاللهِ، قُلْتُ: مَا شَأْنُهُمْ؟ قَالَ: إِنَّهُمُ ارْتَدُّوا بَعْدَكَ عَلَى أَدْبَارِهِمُ القَهْقَرَى، فَلاَ أُرَاهُ يَخْلُصُ مِنْهُمْ إِلَّا مِثْلُ هَمَلِ النَّعَمِ"۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایامیں حالت خواب میں تھا کہ ایک گروہ میرے سامنے آیایہاں تک کہ میں نے ان کو پہچان لیاتوایک شخص میرے اور ان کے درمیان سے نکلااور کہنے لگا،ادھر آو۔میں نے کہاکدھر؟کہاجہنم کی طرف اللہ کی قسم،میں نے پوچھاان کامعاملہ کیاہے؟اس نے کہایہ آپ کے بعدالٹے پاوں پھر گئے،پھرایک اور گروہ سامنے آیایہاں تک میں نے انہیں پہچان لیاتوایک شخص میرے اور ان کے درمیان سے نکلے اور بولاادھر آو،میں نے پوچھاکدھر؟اس نے کہابخدا جہنم کی طرف۔میں نے پوچھاکہ ان کاکیامعاملہ ہے؟توکہاانہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعدالٹے پاوں پھر کرارتداد کیا۔میں سمجھتاہوں کہ ان میں سے بہت کم رہ گئے۔ (صحیح بخاری،رقم الحدیث ٦٥٨٧ باب تفاضل اهل ایمان فی الاعمال)

❁ حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

قَوْلُهُ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ كَذَا بِالنُّونِ لِلْأَكْثَرِ وَلِلْكُشْمِيهَنِيِّ قَائِمٌ بِالْقَافِ وَهُوَ أَوْجَهُ وَالْمُرَادُ بِهِ قِيَامُهُ عَلَى الْحَوْضِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَتُوَجَّهُ الْأُولَى بِأَنَّهُ رَأَى فِي الْمَنَامِ فِي الدُّنْيَا مَا سَيَقَعُ لَهُ فِي الْآخِرَةِ

اکثر نسخوں میں بَيْنَا أَنَا قَائِم اکثر نسخوں میں نون کے ساتھ آیاہے البتہ کشمینی کے نسخہ میں قائم قاف کے ساتھ ہے اور یہ ہی اوجہ ہے۔اور اس سے مراد روز قیامت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حوض کوثر پر کھڑاہونا،نون والے لفظ سے معلوم ہوتاہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسابحالت خواب دنیامیں آخرت کے واقعات کودیکھ لیا۔

(فتح الباری ١١/ ٤٧٤ قوله باب فی الحوض)

❁ ابن حجر عسقلانی اس کے بعد لکھتے ہیں۔

قَوْلُهُ فَلَا أُرَاهُ يَخْلُصُ مِنْهُمْ إِلَّا مِثْلُ هَمَلِ النَّعَمِ اس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔(فتح الباری ١١/ ٤٧٤)

❁ ابن حجر آگے لکھتے ہیں۔

وَالْمَعْنَى أَنَّهُ لَا يَرِدُهُ مِنْهُمْ إِلَّا الْقَلِيلُ لِأَنَّ الْهَمَلَ فِي الْإِبِلِ قَلِيلٌ بِالنِّسْبَةِ لِغَيْرِهِ

اس کامطلب یہ ہے کہ وہ حوض کوثر پر آنے والوں میں سے تھوڑے ہوں گے وہ آنے کی کوشش کریں گے مگر انہیں روک دیاجائے گا۔ (فتح الباری ١١/ ٤٧٥)

اس کامطلب یہ ہے کہ وہ حوض کوثر پر آنے والوں میں سے تھوڑے ہوں گے،وہ آنے کی کوشش کریں گے مگر انہیں روک دیاجائے گا۔حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کا یہ مفہوم بھی لکھاہے کہ ان میں سے بہت تھوڑے حوض کوثر پر آئیں

گے، کیوں کہ اونٹوں میں ھمل دوسرے کی بہ نسبت بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔

اور حدیث میں جو الفاظ آئے ہیں۔ فَلاَ أُرَاہُ یَخْلُصُ مِنْھُمْ إِلَّا مِثْلُ ھَمَلِ النَّعَمِ

مراد یہ ہے کہ ان دو گروہوں میں سے بہت تھوڑے جن کا ذکر آیا، اس سے یہ مراد نہیں کہ حضور ﷺ کے سامنے صرف دو گروہ ہی آئیں گے۔ حسن مالکی نے حدیث کا لفظ غلطی سے لکھا کیونکہ حدیث میں یہ لفظ نہیں آیا۔ اس بناء پر صحابہ کے لیے عمومی حکم لگانا غلط ہے، اس نے لکھا۔

وفي بعض ألفاظه في البخاري: (فلا أرى ينجو منكم إلاَّ مثل همل النعم)، فجاء بلفظ)) منكم ((على الخطاب بدل)) منهم

صحیح بخاری کے بعض الفاظ میں ہیں پس میں نہیں دیکھتا کہ تم میں کوئی بچ پائے سوائے مثل عمل النعم کے۔ پھر مالکی نے حدیث میں ڈنڈی مار کر منھم کی جگہ منکم کر دیا اور اسی بنائے فاسد پر نیا مفہوم بنا دیا اور لکھا۔

كيف تجعلون للصحابة ميزة وقد أخبر النَّبِيُّ ﷺ أنَّه لا ينجو منهم إلاَّ القليل، وأمَّا البقية يُؤخذون إلى النار

تم صحابہ کی فضیلت کیوں کر قرار دیتے ہو، جب اللہ تعالی کے رسول اللہ ﷺ نے خبر دی کہ ان میں سے چند ایک ہی نجات پائیں گے باقی جہنم کی طرف پکڑ کر لے جائیں گے۔

حسن فرحان مالکی نے نبی کریم ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کیا۔ حضور ﷺ نے اس کی خبر نہ دی کہ اصحاب رسول ﷺ میں سے چند ایک ہی نجات پائیں گے، ہو سکتا ہے مالکی نے ایسا عمداً نہ کیا ہو، اس سے خطاء ہوگئی ہو۔

جہاں تک اس کا تعلق ہے کہ بعض احادیث میں کچھ لوگوں کو حوض کوثر سے دور رکھا جائے گا اور حضور ﷺ فرمائیں گے کہ میرے اصحابہ ہیں بعض احادیث میں اصحابي بصیغہ تصغیر یعنی اصیحابي آیا ہے۔ اللہ تعالی فرمائے گا، آپ نہیں جانتے انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا؟ یہ صیغہ قلت پر محمول ہے اور ان لوگوں کے متعلق ہے جو نبی کریم ﷺ کے ظاہری پردہ فرمانے کے بعد مرتد ہوئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بھیجے ہوئے فتح یاب لشکروں کی تلوار سے حالت ارتداد میں قتل ہوئے۔

بعض اہل بدعت واہواء ان احادیث کو نبی کریم ﷺ کے ظاہری پردہ کرنے کے بعد صحابہ کرام کے مرتد ہونے پر محمول کرتے ہیں سوائے چند صحابہ کرام کے۔ حسن مالکی کا کلام بھی ان سے مشابہت رکھتا ہے۔ دراصل اصحاب رسول اللہ ﷺ سے عداوت اور کینہ رکھنے والا گمراہ فرقہ رافضہ کا ہے جو حوض کوثر سے دھتکارا جانے کا زیادہ حق دار ہے۔ کیوں کہ ان چہرے اس نورانیت میں سے نہیں ہیں جو بطور نشانی صحیحین کی حدیث میں آئی ہے۔

❀ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث سے فرمایا:

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلاَلٍ، عَنْ نُعَيْمٍ الْمُجْمِرِ، قَالَ: رَقِيتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ عَلَى ظَهْرِ الْمَسْجِدِ، فَتَوَضَّأَ، فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ «إِنَّ أُمَّتِي يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوءِ، فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيلَ غُرَّتَهُ فَلْيَفْعَلْ»

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ بے شک میری امت کے لوگ روز قیامت پکارے جائیں گے، آثار وضو سے روشن چہرے والے۔

(صحیح بخاری:۱۳۶ باب فضل الوضوء الغر المعجلون من آثار)

رافضہ کے حوض کوثر سے راندہ ہونے کی وجہ وہ نشانی بھی ہے جو حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا مروی ہے۔

حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، وَكَانَ يَمُرُّ بِنَا وَالنَّاسُ يَتَوَضَّئُونَ مِنَ المِطْهَرَةِ، قَالَ: أَسْبِغُوا الوُضُوءَ، فَإِنَّ أَبَا القَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ»

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان لوگوں کے لیے آتش جہنم کی بربادی ہے جن کی ایڑیاں خشک رہ جاتی ہیں۔ (صحیح بخاری:۱۶۵ باب فضل الوضوء)

اس حدیث کو امام بخاری نے صحیح بخاری:۱۶۵، اور امام مسلم نے صحیح مسلم:۲۴۲ میں لائے ہیں۔

حسن فرحان مالکی کا زعم ہے کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم گروہ در گروہ جہنم میں جائیں گے۔ مجھے صحیحین میں ایسی کوئی عبارت نہیں ملی۔ اس سے پہلے مالکی ہر اس شخص کو صف صحابہ سے خارج کر چکا جس نے صلح حدیبیہ کے بعد سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری دنیا سے پردہ کرنے تک اسلام قبول کیا اور دیدار مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوا۔ اس کے نزدیک اور اس پیشوا عبدالرحمن الحکمی کے نزدیک صحابہ فقط صلح حدیبیہ سے پہلے کے مہاجرین وانصار ہیں۔ اور اس کے بقول نجات پانے والے صحابہ کی تعداد بہت کم ہے۔ باقی صحابہ کو جہنم کا حکم ہوگا اور مہاجرین وانصار میں سے بھی تھوڑے بچیں گے۔

جواب ہشتم:

اہل سنت وجماعت عدالت صحابہ کا جو دعوی کرتے ہیں تو اس سے مراد ان کے معصوم ہونے کا دعوی نہیں کیونکہ ان کے نزدیک عصمت فقط انبیاء ورسل کے لیے ہے۔ ابن تیمیہ اپنی کتاب عقیدۃ واسطیہ میں لکھتے ہیں۔

وَهُمْ مَعَ ذَلِكَ لَا يَعْتَقِدُونَ أَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ مَعْصُومٌ عَنْ كَبَائِرِ الْإِثْمِ وَصَغَائِرِهِ. بَلْ يَجُوزُ عَلَيْهِمُ الذُّنُوبُ فِي الْجُمْلَةِ.

[من مناقب أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم]:

۲۷۷ - وَلَهُمْ مِنَ السَّوَابِقِ وَالْفَضَائِلِ مَا يُوجِبُ مَغْفِرَةَ مَا يَصْدُرُ مِنْهُمْ إِنْ صَدَرَ.

۲۷۸ - حَتَّى إِنَّهُ يُغْفَرُ لَهُمْ مِنَ السَّيِّئَاتِ مَا لَا يُغْفَرُ لِمَنْ بَعْدَهُمْ، لِأَنَّ لَهُمْ مِنَ الْحَسَنَاتِ الَّتِي تَمْحُو السَّيِّئَاتِ مَا لَيْسَ لِمَنْ بَعْدَهُمْ.

۲۷۹ - وَقَدْ ثَبَتَ بِقَوْلِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّهُمْ خَيْرُ الْقُرُونِ».

۲۸۰ - وَأَنَّ «الْمُدَّ مِنْ أَحَدِهِمْ إِذَا تَصَدَّقَ بِهِ؛ كَانَ أَفْضَلَ مِنْ جَبَلِ أُحُدٍ ذَهَبًا مِمَّنْ بَعْدَهُمْ».

۲۸۱ - ثُمَّ إِذَا كَانَ قَدْ صَدَرَ عَنْ أَحَدِهِمْ ذَنْبٌ؛ فَيَكُونُ قَدْ تَابَ مِنْهُ أَوْ أَتَى بِحَسَنَاتٍ تَمْحُوهُ، أَوْ غُفِرَ لَهُ بِفَضْلِ سَابِقَتِهِ، أَوْ بِشَفَاعَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِينَ هُمْ أَحَقُّ النَّاسِ بِشَفَاعَتِهِ. أَوْ ابْتُلِيَ بِبَلَاءٍ فِي الدُّنْيَا كُفِّرَ بِهِ عَنْهُ.

۲۸۲ - فَإِذَا كَانَ هَذَا فِي الذُّنُوبِ الْمُحَقَّقَةِ؛ فَكَيْفَ بِالْأُمُورِ الَّتِي كَانُوا فِيهَا مُجْتَهِدِينَ: إِنْ أَصَابُوا؛ فَلَهُمْ أَجْرَانِ، وَإِنْ أَخْطَأُوا؛ فَلَهُمْ أَجْرٌ وَاحِدٌ، وَالْخَطَأُ مَغْفُورٌ.

۲۸۳ - ثُمَّ الْقَدْرُ الَّذِي يُنْكَرُ مِنْ فِعْلِ بَعْضِهِمْ قَلِيلٌ نَزْرٌ مَغْمُورٌ فِي جَنْبِ فَضَائِلِ الْقَوْمِ وَمَحَاسِنِهِمْ، مِنْ: الْإِيمَانِ بِاللهِ وَرَسُولِهِ، وَالْجِهَادِ فِي سَبِيلِهِ، وَالْهِجْرَةِ، وَالنُّصْرَةِ، وَالْعِلْمِ النَّافِعِ، وَالْعَمَلِ الصَّالِحِ.

۲۸۴ - وَمَنْ نَظَرَ فِي سِيرَةِ الْقَوْمِ بِعِلْمٍ وَبَصِيرَةٍ، وَمَا مَنَّ اللهُ بِهِ عَلَيْهِمْ مِنَ الْفَضَائِلِ؛ عَلِمَ يَقِينًا أَنَّهُمْ خَيْرُ الْخَلْقِ بَعْدَ الْأَنْبِيَاءِ.

۲۸۵ - لَا كَانَ وَلَا يَكُونُ مِثْلُهُمْ.

۲۸۶ - وَأَنَّهُمْ هُمْ صَفْوَةُ الصَّفْوَةِ مِنْ قُرُونِ هَذِهِ الْأُمَّةِ، الَّتِي هِيَ خَيْرُ الْأُمَمِ وَأَكْرَمُهَا عَلَى اللهِ.

اہل سنت یہ عقیدہ نہیں رکھتے کہ صحابہ میں سے کوئی شخص صغیرہ یا کبیرہ گناہ سے معصوم ہے بلکہ ان سے ہر طرح کے گناہ صادر ہونے کا امکان تھا۔ان کے ایسے فضائل اور سابقہ کارنامے تھے جو ان سے صادر ہونے کا امکان تھاان کے لیے ایسے فضائل اور سابقہ کارنامے تھے جو ان سے صادر ہونے والے گناہوں کی بخشش کا موجب ہیں ۔ یہاں تک کہ ان کے ایسے گناہ بھی قابل عفو تھے جو بعد کے لوگوں کے لیے قابل معافی نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام کا تعلق بہترین زمانے سے ہے۔اگر کوئی ان میں سے ایک مد "جو" راہ خدا میں خرچ کرے تو بعد کے لوگوں کی طرف سے احد پہاڑ سونا صدقہ کرنا برابر نہیں۔ پھر جب کسی صحابی سے خطا صادر ہو جائے تو وہ توبہ کر لے یا اس خطاء کے بعد نیکی کر لے تو اس کی خطاء مٹ جاتی ہے یا اس کی سابقہ فضیلت یا نبی کریم ﷺ کی شفاعت کے باعث اس کا کی بخشش ہو جاتی ہے اور یہی لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے زیادہ حق دار ہیں یا وہ دنیا میں سخت آزمائش سے گذرے تو اس کے سبب ان کا کفارہ

ہو جائے۔ پھر جب ثابت شدہ گناہوں میں بخشش کا یہ عالم ہے تو ان امور میں وہ قابل گرفت کیسے ٹھہریں گے جن میں وہ مجتہد تھے، اگر ان میں صحیح فیصلوں تک پہنچے تو ان کے لیے دوہرا اجر ہے ہے اور اگر انہوں نے خطا کی تو ان کی لیے ایک اجر ہے اور خطاء معاف ہے۔ پھر وہ مقدار جس پر کسی صحابی کی نکیر کی گئی وہ اتنی تھوڑی ہے کہ ان کے ایمان باللہ، ایمان بالرسول اور جہاد فی سبیل اللہ، ہجرت، نصرت، علم نافع اور عمل صالح کے مقابلے میں کچھ حیثیت نہیں رکھتی۔ جو شخص صحابہ کرام علیھم الرضوان کی سیرت میں اور ان کے فضائل میں علم و بصیرت کے ساتھ غور کرے گا جو اللہ تعالی نے انہیں اپنے فضل و کرم سے عطا کیے تو وہ یقینی طور پر جان لے گا کہ صحابہ کرام انبیاء کرام علیھم السلام کے بعد اللہ تعالی کی بہترین مخلوق ہیں کہ ان جیسا کوئی ہوا اور نہ کبھی ہو گا اور یہ کہ وہ امت محمدیہ، جو کہ تمام امتوں میں افضل اور اللہ تعالی کے نزدیک زیادہ عزت والی ہے، کے بہترین زمانوں کا انتخاب اور خلاصہ ہیں۔ (عقیدہ واسطیہ ص ۱۲۰)

جواب نہم:

اہل سنت کا قول تعدیل صحابہ ہی ہے جیسا کہ کتاب وسنت کے مستند نصوص میں ہے، اور یہ صحابہ کرام کے ساتھ حسن ظن پر مبنی ہے، اور جو ان کے ساتھ اچھا ظن رکھے گا، اجر پائے گا۔ اور اس کے برخلاف قول ان کے ساتھ بدظنی پر مبنی ہے اور بدظنی گناہ ہے۔

❁ حضرت بکر بن عبد اللہ المزنی کا قول حافظ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں نقل کیا ہے۔

إيَّاكَ من الكلام ما إن أصبتَ فيه لَمْ تُؤجَر، وإن أخطأت فيه أثمتَ، وهو سوء الظنِّ بأخيك

تو ایسے کلام سے بچ کہ صحیح بھی ہو مگر اجر و ثواب کا موجب نہ ہو اور اس میں غلطی کرے تو گناہ گار ٹھہرے۔ یہ تیری اپنے بھائی کے ساتھ بدگمانی ہے۔ (تهذيب التهذيب ۱/ ٤٢٥ رقم ۸۸۹)

پھر جب یہ عام لوگوں کے حق میں ہے تو اصحاب رسول ﷺ کے حق میں ایسی بدگمانی کس قدر شدید و عظیم ہے۔

توقیر اصحاب رسول ﷺ کے آثار و اخبار اور کسی صحابہ کی شان میں گستاخی کا پر خطر پہلو

حسن مالکی نے پاکباز صحابہ کے متعلق جو ظلمت بھرے غم آگین اور وحشت انگیز کلمات تحریر کیے ان کو بامر مجبوری و ناگواری نقل کرنے کے بعد صحابہ کرام کی شان میں اہل علم کے پر نور، مسرت آمیز، انس آگیں کلمات پیش خدمت ہیں۔

امام مالک بن انس (۱۷۹ھ) کا ارشاد:

امام بغوی اپنی کتاب شرح السنۃ میں فرماتے ہیں۔

قال مالك: مَنْ يبغض أحداً من أصحاب رسول الله - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وكان في قلبه

عليه غِلٌّ فليس له حقٌّ في فَيْءِ المسلمين، ثم قرأ قوله سبحانه وتعالى: {مَا أَفَاءَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى} إلى قوله: {وَالَّذِينَ جَاؤُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ} الآية، وذُكِر بين يديه رجلٌ يتنقص أصحابَ رسول الله - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فقرأ مالكٌ هذه الآية {مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ} إلى قوله: {لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ}، ثم قال: مَن أصبح من الناس في قلبه غِلٌّ على أحدٍ من أصحاب النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فقد أصابته هذه الآية.

امام مالک نے فرمایا: جو شخص اصحاب رسول میں سے کسی کے ساتھ بغض رکھے اور اس کے دل میں کینہ ہو تو اس کا مسلمانوں کے مال فے میں کچھ حق نہیں۔ اس کے بعد ذیل کی چار آیات کریمہ تلاوت فرمائی۔

مَا أَفَاءَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى -(سورہ الحشر :۷)

اللہ نے اپنے رسول کو شہر والوں سے جو غنیمت دلائی تو وہ اللہ اور رسول کے لیے ہے

وَالَّذِينَ جَاؤُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ.

(سورہ الحشر :۱۰)

اور ان کے بعد آنے والے عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَى عَلَى سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ- (سورۃ الفتح:۲۹)

محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت، آپس میں نرم دل ہیں۔ تو انہیں رکوع کرتے ہوئے، سجدے کرتے ہوئے دیکھے گا، اللہ کا فضل و رضا چاہتے ہیں، ان کی علامت ان کے چہروں میں سجدوں کے نشان سے ہے۔ یہ ان کی صفت تورات میں (مذکور) ہے اور ان کی صفت انجیل میں (مذکور) ہے۔ (ان کی صفت ایسے ہے) جیسے ایک کھیتی ہو جس نے اپنی باریک سی کونپل نکالی پھر اسے طاقت دی پھر وہ موٹی ہو گئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی، کسانوں کو اچھی لگتی ہے (اللہ نے مسلمانوں کی یہ شان اس لئے بڑھائی) تاکہ ان سے کافروں کے دل جلائے۔ پھر فرمایا کہ جس شخص کے دل میں کسی صحابی کی عداوت ہو تو اس پر اس آیت کریمہ کا حکم لگے گا۔ (شرح السنۃ ۱/ ۲۲۹)

امام احمد بن حنبل (۲۴۱ھ) کا ارشاد:

امام احمد بن حنبل اپنی کتاب السنۃ میں فرماتے ہیں۔

ومن السنَّة ذكرُ محاسن أصحاب رسول الله -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -كلِّهم أجمعين، والكفّ عن الذي جرى بينهم، فمَن سبَّ أصحابَ رسول الله -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -أو واحداً منهم فهو مبتدعٌ رافضيٌّ، حبُّهم سنَّةٌ والدعاءُ لهم قربةٌ والاقتداءُ بهم وسيلةٌ والأخذُ بآثارهم فضيلةٌ۔

تمام اصحاب رسول اللہ ﷺ کے محاسن بیان کرنا اور ان کے باہمی نزاعات سے زبان روکنا سنت ہے۔ لہذا جو شخص تمام صحابہ کرام کو یا ان میں سے کسی کو گالی دے تو وہ بدعتی رافضی ہے۔ صحابہ کرام کی محبت سنت ہے ان کے لیے دعا کرنا قربت ہے اور ان کی اقتداء وسیلہ ہے۔ اور ان کے آثار سے وابستگی فضیلت ہے۔

(طبقات الحنابلہ ۱/ ۳۰، العقیدہ الامام احمد بن حنبل ص ۸۰)

❁ امام احمد بن حنبل نے مزید فرمایا:

لا يجوز لأحدٍ أن يذكر شيئاً من مساوئهم ولا يطعن على أحدٍ منهم فمَن فعل ذلك فقد وجب على السلطان تأديبُه وعقوبتُه ليس له أن يعفوَ عنه بل يعاقبُه ثمَّ يستتيبُه فإن تاب قَبِلَ منه وإن لم يتب أعاد عليه العقوبة وخلَّده في الحبس حتى يتوب ويراجع۔

کسی کے لیے جائز نہیں کہ صحابہ کرام کی بعض کوتاہوں کا ذکر کرے اور کسی پر طعن کرے جو شخص کسی صحابہ پر طعن کرے تو سلطان وقت یعنی سربراہ حکومت پر واجب ہے کہ اس کے خلاف تادیبی کارروائی کرے اور اسے سزا دے۔ اسے روا نہیں کہ اس سنگین معاملہ میں رو و رعایت سے کام لے بلکہ لازماً سزا دے، ہاں اگر مجرم توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول کرلی جائے۔ اگر توبہ نہ کرے تو اسے سزا دے کر دائمی حبس میں رکھے تاآنکہ وہ توبہ کر کے اپنے طرز عمل سے توبہ کرے۔ (طبقات الحنابلہ ۱/۳۰، العقیدہ الامام احمد بن حنبل ص ۸۰)

امام ابوزرعہ الرازی (۲۶۴ھ) کا ارشاد:

خطیب بغدادی اپنی سند کے ساتھ کتاب الکفایہ میں لکھتے ہیں کہ

أخبرنا أبو منصور محمد بن عيسى الهمذاني ثنا صالح بن احمد الحافظ قال سمعت أبا جعفر أحمد بن عبدل يقول سمعت احمد بن محمد بن سليمان التستري يقول سمعت أبا زرعة يقول إذا رأيت الرجل ينتقص أحدا من أصحاب رسول الله صلى الله عليه و سلم فاعلم انه زنديق وذلك أن الرسول صلى الله عليه و سلم عندنا حق والقرآن حق وانما أدى إلينا هذا القرآن

والسنن أصحاب رسول الله صلى الله عليه و سلم وانما يريدون ان يجرحوا شهودنا ليبطلوا الكتاب والسنة والجرح بهم أولى وهم زنادقة۔

امام ابوزرعہ رازی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تو دیکھے کہ کوئی شخص صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے کسی کی تنقیص، تنقید کررہا ہے تو جان لے کہ وہ زندیق ہے اس کی دلیل وتوجیہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نزدیک برحق رسول ونبی ہیں، قرآن حق ہے اور صحابہ کرام نے قرآن حکیم کے ذریعے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کردار اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم تک پہنچائی اور یہ تنقیص کرنے والے کتاب وسنت کے گواہوں کو مجروح قرار دے کر ان کا ابطال کرنا چاہتے ہیں، حالانکہ خود ان کو مجروح قرار دینا مناسب ہے کہ یہ زندیق لوگ ہیں۔ (الکفایہ ص ۴۹)

۴۔امام ابوجعفر طحاوی (۳۲۲ھ) کا ارشاد:

امام ابوجعفر طحاوی عقیدہ اہل سنت وجماعت میں فرماتے ہیں۔

ونحبُّ أصحابَ رسول الله ﷺ ولا نفرط في حبِّ أحدٍ منهم، ولا نتبرّأ من أحدٍ منهم، ونبغض من يبغضهم وبغير الخير يذكرهم، ولا نذكرهم إلاَّ بخيرٍ، وحبُّهم دينٌ وإيمانٌ وإحسانٌ، وبغضُهم كفرٌ ونفاقٌ وطغيانٌ۔

ہم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے ہیں مگر کسی کی محبت میں میں افراط وغلو سے کام نہیں لیتے۔نہ کسی سے بیزاری وبرآت کا اظہار واعلان کرتے ہیں۔ہم ان لوگوں سے نفرت وعداوت رکھتے ہیں جو صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بغض رکھتے ہیں اور جو ان کا ذکر اچھے الفاظ سے نہیں کرتے، جب کہ ہم صحابہ کرام کا ذکر بھلائی اور اچھائی سے کرتے ہیں کیوں کہ ان کی محبت دین، ایمان اور احسان ہے اور ان سے بغض وعداوت، کفر، نفاق اور طغیان ہے۔ (العقیدہ الطحاویہ ص ۵۷)

امام عبدالرحمن بن ابی حاتم الرازی (۳۲۷ھ) کا ارشاد:

امام ابن الامام عبدالرحمن بن ابی حاتم اپنی کتاب الجرح والتعدیل میں رقم طراز ہیں۔

فأمّا أصحابُ رسول الله ﷺ فهم الذين شهدوا الوحيَ والتنزيلَ، وعرفوا التفسيرَ والتأويلَ، وهم الذين اختارهم الله عزَّ وجلَّ لصحبة نبيِّه ﷺ ونصرتِه وإقامةِ دينه وإظهارِ حقِّه، فرضيهم له صحابةً، وجعلهم لنا أعلاماً وقدوةً، فحفظوا عنه ﷺ ما بلَّغهم عن الله عزَّ وجلَّ، وما سنَّ وشرع وحكم وقضى وندب وأمر ونهى وحظر وأدّب، ووعَوْه وأتقنوه، ففقهوا في الدين، وعلموا أمرَ الله ونهيه ومراده بمعاينة رسول الله ﷺ ومشاهدتهم منه تفسيرَ الكتاب وتأويله، وتلقّفهم منه واستنباطهم عنه، فشرَّفهم الله عزَّ وجلَّ بما مَنَّ عليهم وأكرمهم به من وضعه

إياهم موضع القدوة))، إلى أن قال: ((فكانوا عدولَ الأمّة وأئمّة الهدى وحججَ الدّين ونقلة الكتاب والسنة.وندب الله عزَّ وجلَّ إلى التمسُّك بهديهم والجري على منهاجهم والسلوك لسبيلهم والاقتداء بهم، فقال: ﴿وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى﴾ الآية. ووجدنا النَّبيَّ ﷺ قد حضَّ على التبليغ عنه في أخبار كثيرة، ووجدناه يخاطبُ أصحابَه فيها، منها أن دعا لهم فقال: (نضَّر الله امرءاً سمع مقالتي فحفظها ووعاها حتى يبلّغها غيرَه)، وقال ﷺ في خطبته: (فليبلِّغ الشّاهدُ منكم الغائبَ)، وقال: (بلّغوا عنّي ولو آيةً، وحدِّثوا عن بني إسرائيل ولا حرج). ثمَّ تفرَّقت الصحابةُ رضي الله عنهم في النَّواحي والأمصار والثغور، وفي فتوح البلدان والمغازي والإمارة والقضاء والأحكام، فبثَّ كلُّ واحدٍ منهم في ناحيته وبالبلد الذي هو به ما وعاه وحفظه عن رسول الله ﷺ، وحكموا بحكم الله عزَّ وجلَّ وأمضوا الأمور على ما سنَّ رسول الله ﷺ، وأفتوا فيما سُئلوا عنه مِمَّا حضرهم من جواب رسول الله ﷺ عن نظائرها من المسائل، وجرّدوا أنفسهم مع تقدمة حسن النيَّة والقربة إلى الله تقدّس اسمُه، لتعليم الناس الفرائض والأحكام والسنن والحلال والحرام، حتّى قبضهم الله عزَّ وجلَّ رضوانُ الله ومغفرته ورحمته عليهم أجمعين)).

جہاں تک اصحاب رسول اللہ ﷺ کا تعلق ہے وہ وحی و تنزیل کے گواہ ہیں۔ تفسیر و تاویل قرآن کے عالم ہیں ان کو اللہ تعالی نے اپنے نبی کریم ﷺ کی صحبت، نصرت، اقامت دین اور اظہار حق کے لیے چنا اور ان کے لیے صحبت رسالت کو پسند فرمایا ان و ہمارے لیے دین کا نشان اور پیشوا و مقتدا بنایا پس انہوں نے کلام رسول ﷺ ہم تک پہنچایا اور جو کچھ حضور ﷺ نے سنت ٹھہرا کر مشروع کیا۔ آپ نے حکم دیا، فیصلے کیے، جو مستحب ٹھہرایا، امرونہی کیا۔ جس چیز سے ڈرایا اور جو کچھ سکھایا، وہ سب کچھ صحابہ کرام نے ہم تک پہنچایا۔ انہوں نے ذہن نشین کیا، دین کو کو سمجھا، احکام امرونہی کو سیکھا اور کتاب اللہ کی تفسیر و تاویل معائنہ و مشاہدہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رسول ﷺ سے حاصل کی۔ پس اللہ تعالی نے اپنے خاص فضل و کرم سے مشرف فرما کر انہیں مقام امامت و پیشوائیت پر فائز کیا۔ امام ابن ابی حاتم نے مزید فرمایا کہ وہ سب امت محمدیہ کے اہل عدالت ،ہدایت کے امام، دین کے دلائل اور کتاب و سنت کے راوی و ناقل تھے۔ اللہ تعالی نے حکم دیا کہ صحابہ کرام کی ہدایت سے وابستہ رہو، ان کی راہ پر چلنے والے اور ان کی اقتداء کرنے والے بن جاو۔ اس کا ارشاد گرامی ہے۔

﴿وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى﴾(سورہ النساء: ۱۱۵)

اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے

اس کے حال پر چھوڑ دیں گے۔

بہت سی روایات میں آیا کہ نبی کریم ﷺ نے تلقین و ترغیب فرمائی کہ دین حق لے کر دوسروں تک پہنچائیں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو مخاطب فرمایا اور ان کے حق میں دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کا چہرہ تروتازہ اور شاداب رکھے جو میرا کلام سن کر یاد رکھے اور دوسروں تک پہنچائے۔ ایک اور ارشاد گرامی ہے: مجھ سے لے کر پہنچاؤ خواہ ایک آیت ہو۔ چنانچہ صحابہ کرام علیہم الرضوان اس فرمان رسالت کو بجالاتے ہوئے دنیا کے مختلف گوشوں، شہروں اور دور دراز علاقوں میں پھیل گئے۔ فتوح البلدان، مغازی، امارت، قضا اور احکام کی کتب میں ہے کہ صحابہ کرام میں سے ہر ایک نے اپنے علاقے اور ملک میں پیغام رسالت پھیلایا جو اس نے زبان رسالت سے سن کر یاد رکھا تھا۔ بعض صحابہ کرام نے حکم خداوندی کے مطابق فیصلے کیے سنت رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں اپنے امور سرانجام دیے، اور شرعی مسائل کے فتوی دیے، حسن نیت اور قربت الی اللہ کے ارادے سے اپنے آپ کو دینی فرائض، احکام، سنن اور حلال و حرام سکھانے کے لیے وقف کر دیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا سے پردہ کرایا۔ اللہ تعالیٰ سب کو اپنی رضا، مغفرت اور رحمت سے نوازے۔

(الجرح و التعدیل ۱/ ۸۷)

۶۔ امام ابن زید قیروانی (۳۸۶ھ) کا ارشاد:

امام ابن زید قیروانی اپنے رسالہ کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

وأنَّ خيرَ القرون القرنُ الذين رأوا رسولَ الله ﷺ وآمنوا به، ثمَّ الذين يلونهم، ثمَّ الذين يلونهم، وأفضل الصحابة الخلفاءُ الراشدون المهديّون: أبو بكر، ثم عمر، ثم عثمان، ثم علي رضي الله عنهم أجمعين، وأن لا يُذكر أحدٌ من صحابة الرسول ﷺ إلاَّ بأحسن ذكرٍ، والإمساكُ عمّا شجر بينهم، وأنّهم أحقُّ الناس أن يُلتمس لهم أحسن المخارج، ويُظنَّ بهم أحسنَ المذاهب۔

بے شک بہترین زمانہ ان لوگوں کا ہے جنہوں نے نبی کریم ﷺ کا دیدار کیا۔ آپ ﷺ پر ایمان لائے پھر ان لوگوں کا زمانہ ہے جو ان سے ملحق ہوئے پھر ان کا زمانہ ہے جو ان سے متصل ہوئے۔ خلفائے راشدین مہدیین میں سب سے افضل ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پھر حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ ہیں۔ کسی صحابہ کا ذکر سوائے بھلائی کے نہ کیا جائے اور ان کے درمیان پیدا ہونے والے اختلافات و مشاجرات پر زبان نہ کھولی جائے۔ وہ سب سے زیادہ اس کے مستحق ہیں کہ ان کے متعلق بہترین محامل اور مخارج تلاش کیے جائیں یعنی ان کے اختلافات کے اچھے پہلو تلاش کیے جائیں اور ان کے ساتھ عمدہ عقیدہ کا گمان رکھا جائے۔ (قطف الجنی الدانی شرح مقدمہ رسالہ ابن ابی الزید القیروانی ص ۱۵۴)

۷۔امام ابو عثمان صابونی (۴۴۹ھ) کا ارشاد:

امام ابو عثمان صابونی اپنی کتاب عقیدہ السلف واصحاب الحدیث میں لکھتے ہیں۔
ويرون الكفّ عمّا شجر بين أصحاب رسول الله - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وتطهير الألسنة عن ذكر ما يتضمّن عيباً لهم أو نقصاً فيهم ويرون الترحُّم على جميعهم والموالاة لكافّتهم
اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے درمیان ہونے والے مشاجرات جھگڑوں پر زبان بند رکھی جائے اور ایسی باتوں سے زبانوں کو آلودہ نہ کیا جائے جن میں صحابہ کرام کی بدگوئی اور تنقیص ہو۔اہل سنت کا نظریہ ہے کہ سب صحابہ کے حق میں دعائے رحمت کی جائے اور سب سے محبت رکھی جائے۔
(عقيده السلف و اصحاب الحديث ص ۱۳۰)

۸۔امام ابوالمظفر سمعانی (۴۸۹ھ) کا ارشاد:

حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری ۴/۳۶۵ میں نقل کرتے ہیں کہ امام ابوالمظفر سمعانی نے فرمایا:
التعرُّض إلى جانب الصحابة علامةٌ على خذلان فاعله، بل هو بدعةٌ وضلالةٌ۔
شان صحابہ میں تعرض یعنی ان پر تنقید اس شخص کی رسوائی کی دلیل ہے جو ایسی حرکت کرتا ہے بلکہ ایسی تنقید و تعرض بدعت و گمراہی ہے۔ (فتح الباری ٤/ ٣٦٥)

۹۔ابن تیمیہ کا موقف:

ابن تیمیہ کا موقف بطور آں جواب غزل کے طور پیش خدمت ہے۔اپنی کتاب العقیدہ الواسطیہ میں لکھا ہے۔
وَمِنْ أُصُولِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ:
٢٥٠ - سَلَامَةُ قُلُوبِهِمْ وَأَلْسِنَتِهِمْ لِأَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.
٢٥١ - كَمَا وَصَفَهُمُ اللهُ بِهِ فِي قَوْلِهِ: وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ [الحشر: ١٠].
٢٥٢ - وَطَاعَةً لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَوْلِهِ: «لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي؛ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ؛ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا؛ مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ».
اصحاب رسول اللہ ﷺ کے لیے دلوں اور زبانوں کی سلامتی اور حفاظت اہل سنت کے اصولوں میں سے ہے۔جیسا کہ اللہ تعالی نے ان کی شان بیان کی، فرمایا:

اوران کے بعد آنے والے عرض کرتے ہیں : اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کیلئے کوئی کینہ نہ رکھ، اے ہمارے رب! بیشک تو نہایت مہربان، بہت رحمت والا ہے۔

صحابی کرام کی شان میں زبان طعن سے باز رہنا۔ نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد پر عمل ہے کہ میرے اصحاب کو گالی نہ دو۔ (العقیدہ واسطیہ ص ۱۱۹)

ابن تیمیہ نے آگے چل کر لکھا۔

-وَيَتَبَرَّؤُونَ مِنْ: -طَرِيقَةِ «الرَّوَافِضِ» الَّذِينَ يُبْغِضُونَ الصَّحَابَةَ وَيَسُبُّونَهُمْ.

-وَطَرِيقَةِ «النَّوَاصِبِ»، الَّذِينَ يُؤْذُونَ «أَهْلَ الْبَيْتِ»، بِقَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ.

-وَيُمْسِكُونَ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَ الصَّحَابَةِ.

-وَيَقُولُونَ: إِنَّ هَذِهِ الْآثَارَ الْمَرْوِيَّةَ فِي مَسَاوِيهِمْ:

مِنْهَا: مَا هُوَ كَذِبٌ. وَمِنْهَا: مَا قَدْ زِيدَ فِيهِ وَنُقِصَ، وَغُيِّرَ عَنْ وَجْهِهِ.

وَالصَّحِيحُ مِنْهُ: هُمْ فِيهِ مَعْذُورُونَ: -إِمَّا مُجْتَهِدُونَ مُصِيبُونَ. -وَإِمَّا مُجْتَهِدُونَ مُخْطِئُونَ.

روافض کے اس گستاخانہ طریقے سے اہل سنت بیزاری کا اظہار کرتے ہیں جس میں وہ صحابہ کرام سے بغض رکھتے اور انہیں گالیاں بکتے ہیں ۔ہم نواصب کے اس طریقہ سے بھی برآت کا اعلان کرتے ہیں جس میں وہ قول و عمل سے اہل بیت نبوت کو اذیت دیتے ہیں۔ اہل سنت و جماعت صحابہ کرام علیھم الرضوان کے درمیان وقوع پذیر ہونے والے اختلافی اور نزاعی امور سے اپنی زبانوں کو روکتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ان کی طرف منسوب کوتاہیوں کی روایات ایسی ہیں جن میں اکثر صریح جھوٹ پر مبنی ہیں۔ کچھ میں کمی بیشی کی گئی، کچھ کی شکل بدل دی گئی اور جو صحیح منقول ہیں، اس میں وہ معذور تھے کیونکہ مجتہدین کے فیصلے صحیح بھی ہوتے ہیں اور خطاء پر مبنی بھی۔

(العقیدہ واسطیہ ص ۱۱۹)

۱۰۔ حافظ ابن کثیر (۷۷۴ھ) کا عقیدہ:

حافظ ابن کثیر آیت زیر کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قول الله عزَّ وجلَّ: {وَالسَّابِقُونَ الأَوَّلُونَ مِنَ المُهَاجِرِينَ وَالأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ} الآية– فقد أخبر الله العظيم أنَّه قد رضي عن السابقين الأوَّلين من المهاجرين والأنصار والذين اتَّبعوهم بإحسان، فيا ويل مَن أبغضهم أو سبَّهم أو أبغض أو سبَّ بعضهم ولا سِيَّما سيِّدُ الصحابة بعد الرَّسول ﷺ

وخيرُهم وأفضلُهم أعني الصِّديقَ الأكبرَ والخليفةَ الأعظم أبا بكر بن أبي قحافة رضي الله عنه، فإنَّ الطائفة المخذولة من الرافضة يعادون أفضلَ الصحابة، ويبغضونهم ويسبُّونهم عياذاً بالله من ذلك، وهذا يدلُّ على أنَّ عقولَهم معكوسةٌ وقلوبَهم منكوسةٌ، فأين هؤلاء من الإيمان بالقرآن إذ يسبون مَن رضي الله عنهم، وأمّا أهلُ السنة فإنّهم يترضَّون عمَّن رضي الله عنه ويسبون من سبَّه الله ورسولُه ويوالون من يوالي الله ويعادون من يعادي الله، وهم متَّبعون لا مبتدعون ويقتدون ولا يبتدون، ولهذا هم حزبُ الله المفلحون وعبادُه المؤمنون.

(۶) حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ. (سورة توبه: ۱۰۰)

اور بیشک مہاجرین اور انصار میں سے سابقین اولین اور دوسرے وہ جو بھلائی کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے ہیں ان سب سے اللہ راضی ہوا اور یہ اللہ سے راضی ہیں اور اس نے ان کیلئے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے، یہی بڑی کامیابی ہے۔

خدائے بزرگ و برتر نے بہت بڑی خبر دی کہ سب سے سبقت لے جانے والے مہاجرین و انصاور سے خوش ہو گیا اور ان لوگوں سے بھی جو بھلائی کے ساتھ مہاجرین و انصاور کے پیچھے چلے، ہائے بربادی اس شخص کی جو صحابہ و تابعین سے بغض رکھے انہیں گالیاں دے یا بعض کے ساتھ دشمنی رکھے اور سب و شتم کرے۔ خصوصا سید الصحابہ، افضل الصحابہ، خلیفہ اعظم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں بے ہودہ گوئی کرے، رافضہ کا ذلیل گروہ افضل الصحابہ نائب مصطفی رضی اللہ عنہ سے دشمنی اور کدورت رکھتا ہے اور گالیاں دیتا ہے۔ اللہ اس فعل بد سے محفوظ رکھے۔ رافضہ کی یہ حرکت دلالت کرتی ہے کہ ان کی عقلیں الٹی اور دل اندھے ہیں۔ صحابہ کرام کے ان تبرابازوں کا قرآن حکیم پر ایمان کب ہے؟

جہاں تک اہل سنت و جماعت کا تعلق ہے وہ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے راضی اور خوش ہیں۔ صرف ان لوگوں کا برائی سے ذکر کرتے ہیں جن کو اللہ تعالی نے برائی سے یاد فرمایا۔ اہل سنت ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جن اللہ تعالی کو محبوب ہیں اور ان سے عداوت رکھتے ہیں جو اللہ تعالی کے نزدیک مبغوض ہیں۔ اہل سنت پیروی والے ہیں، اہل بدعت نہیں۔ اقتداء والے ہیں نئی راہ والے نہیں۔ لہذا وہ اللہ تعالی کا فلاح یافتہ گروہ ہے اور ایمان سے مزین جماعت۔

۱۱۔ حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) کا ارشاد:

حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب فتح الباری میں لکھتے ہیں۔

واتّفق أهلُ السنة على وجوب منع الطعن على أحد من الصحابة بسبب ما وقع لهم من حروبٍ ولو عُرف المحقّ منهم؛ لأنّهم لَم يقاتلوا في تلك الحروب إلاّ عن اجتهادٍ وقد عفا الله تعالى عن المخطئ في الاجتهاد بل ثبت أنّه يؤجر أجراً واحداً وأنّ المصيبَ يؤجر أجرين

اہل سنت و جماعت کا اجماع و اتفاق ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے درمیان ہونے والی جنگوں کے سبب کسی صحابی پر طعن نہ کیا جائے اور لازماً زبان بند رکھی جائے خواہ ان میں سے محق یعنی برحق کا علم ہو کیوں کہ ان کی لڑائی اجتہاد کی بنا پر تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اجتہاد میں مخطی کو معاف فرمایا ہے۔ بلکہ اس کے لیے اجر ثابت ہے اور مصیب یعنی صحیح فیصلہ پر پہنچنے والے کو دوہرا اجر ملے گا۔ (فتح الباری ۱۳/ ۳٤)

۱۲۔ شیخ یحیی بن ابی ابکر عامری (۸۹۳ھ) کے فرمودات:

امام عامری اپنی کتاب الریاض المستطابہ فی من لہ روایہ فی الصحیحین من الصحابہ میں فرماتے ہیں۔

وينبغي لكلّ صينٍ متديّنٍ مسامحة الصحابة فيما صدر بينهم من التشاجر والاعتذار عن مخطئهم وطلب المخارج الحسنة لهم وتسلِيم صحة إجماع ما أجمعوا عليه على ما علموه، فهم أعلم بالحال، والحاضرُ يرى ما لا يرى الغائبُ، وطريقةُ العارفين الاعتذارُ عن المعائب، وطريقةُ المنافقين تتبُّعُ المثالب، وإذا كان اللاَّزمُ من طريقة الدين سترُ عورات المسلمين فكيف الظنُّ بصحابة خاتم النبيّين مع اعتبار قوله ﷺ: (لا تسبُّوا أحداً من أصحابي)، وقوله: (من حُسْن إسلام المرء تركُه ما لا يعنيه) هذه طريقةُ صلحاء السلف وما سواها مهاوٍ وتلف)).

بدعقیدگی سے محفوظ ہر متدین شخص کو چاہیے کہ صحابہ کرام کے درمیان رونما ہونے والے جھگڑوں سے صرف نظر کرے اور مخطی خطاء کار کی طرف سے عذر پیش کرے، ان کے اختلافات کے بہترین محامل تلاش کرے اور جن باتوں پر انہوں نے بروجہ علم اجماع کیا، ان کا صحیح ہونا تسلیم کرے اس لیے کہ وہ اصل حالات سے آگاہ تھے۔ کسی واقعہ میں موجود شخص جو کچھ دیکھتا ہے وہ اس شخص کو نظر نہیں آتا جو وقوعہ میں موجود نہ ہو۔ اہل معرفت کا طریقہ ہے کہ وہ عیبوں کے سلسلہ میں عذر پیش کرتے ہیں۔ جب کہ منافقوں کا طریقہ ہے کہ وہ مثالب اور نقائص ڈھونڈتے رہتے ہیں۔ دوسری طرف جب دینی طرف سے یہ ضروری ہے کہ اہل اسلام کی پردہ پوشی کی جائے تو حضور خاتم النبیین ﷺ کے اصحاب کے متعلق برا گمان کرنا کتنا خطرناک ہے۔ جب کہ حضور ﷺ کا یہ ارشاد واجب الحافظ ہے کہ تم میرے اصحاب میں سے کسی کو گالی نہ دو۔ حضور ﷺ کا ایک اور ارشاد ہے۔ کہ

ایک شخص کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی باتوں سے اجتناب کرے۔ سلف صالحین کا یہ ہی شیوہ رہا ہے، اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ ہلاک اور برباد کرنے والا ہے۔

(الریاض المستطابہ فی من لہ روایہ فی الصحیحین من الصحابہ ص ۳۱۱)

صحیح بخاری میں ایک روایت ہے۔

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ كَرَامَةَ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلاَلٍ، حَدَّثَنِي شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِنَّ اللَّهَ قَالَ: مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالحَرْبِ،۔۔۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالی کا ارشاد ہے جس نے میرے ولی سے عداوت کی اسے میری طرف سے اعلان جنگ ہے۔

(صحیح بخاری، رقم الحدیث ۶۵۰۲)

اور جب ایک ولی کے متعلق ایسی وعید آئی ہے تو کثیر تعداد میں اصحاب رسول ﷺ جو اولیاء کرام کے سردار اور اللہ تعالی کے پسندیدہ افراد ہیں ان سے عداوت کتنی بڑی وعید کی موجب ہے؟

تکمیل رسالہ

یہ کتاب میرے لیے اللہ تعالی کی ہاں زیادہ امید اور رجاء کا ذریعہ ہے کیوں کہ اس میں رسول ﷺ کے پاک باز صحابہ کا دفاع و حمایت ہے۔ اللہ تعالی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ خادم رسول ﷺ سے راضی ہو، جن سے یہ حدیث مروی ہے "المرء مع من أحبّ" آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اس کی محبت ہے۔

اس حدیث سے صحابہ کرام کو بہت خوشی ہوئی، اس حدیث کی روایت کے بعد صحابہ کرام نے کہا جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ السَّاعَةِ، فَقَالَ: مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ: «وَمَاذَا أَعْدَدْتَ لَهَا». قَالَ: لاَ شَيْءَ، إِلَّا أَنِّي أُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ». قَالَ أَنَسٌ: فَمَا فَرِحْنَا بِشَيْءٍ، فَرَحَنَا بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ» قَالَ أَنَسٌ: «فَأَنَا أُحِبُّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ مَعَهُمْ بِحُبِّي إِيَّاهُمْ، وَإِنْ لَمْ أَعْمَلْ بِمِثْلِ أَعْمَالِهِمْ»

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں کسی چیز سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی حضور ﷺ کے اس ارشاد سے ہوئی أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ۔ اس خبر جانفزا پر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے رسول

صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے محبت ہے اور امید ہے کہ میں اس محبت کے ثمرہ میں ان کے ساتھ ہوں گا۔ خواہ میرے اعمال ان جیسے نہ ہوسکے۔

(صحیح بخاری: ٣٦٨٨ باب مناقب عمر بن الخطاب)

یہ حدیث متواتر ہے، اس کو حافظ ابن کثیر نے سورہ شوریٰ کی تفسیر میں {وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيبٌ} ذکر کیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ٤/ ١١٥)

میں راقم السطور کہتا ہوں: مجھے بھی رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ ان کی والدہ مکرمہ سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا اور ازواج نبی امہات المومنین رضی اللہ عنہم سے محبت ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی یہ ہی کہتے تھے۔ مجھے امید ہے کہ اس محبت کے باعث مجھے ان کی معیت نصیب ہوگی، خواہ میرے اعمال ان جیسے نہ ہوں۔

الحمد للہ، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کتاب سے فراغت بروز جمعۃ المبارک ۷ ربیع الاول شریف ۱۴۴۰ھ بمطابق ۱۹ نومبر ۲۰۱۸ء ہوئی۔ اس کتاب کی تالیف پیشہ ورانہ مشاغل، اور عوائق و علائق کے باوجود بعجلت صفحہ قرطاس پر منتقل ہوا، جس کی تحریک و ترغیب مشہور واٹس ایپ اسکالر گروپ کے ایک فاضل جوان اسکالر جناب فیصل رضوی سلمہ تعالیٰ نے دی تھی اور آج مورخہ ۱۲ دسمبر ۲۰۱۸ء بروز بدھ بمطابق ۴ ربیع الثانی بوقت نماز ظہر مبیضہ کی صورت میں تکمیل پذیر ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس ۱۴۴۰ھ کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبولیت کا درجہ عطا فرمائے اور تمام دعائیں بھی قبول فرمائے۔ آمین و صلی اللہ علیہ وسلم۔

علامہ پروفیسر محمد اعجاز جنجوعہ مدظلہ العالی

الحمد للہ، پروف ریڈنگ نظر ثانی کا مرحلہ آج بتاریخ ۳۱ دسمبر ۲۰۲۲ بروز ہفتہ بمطابق ۷ جمادی الثانی ۱۴۴۴ھ کو مکمل ہوا۔ اللہ کریم اس کتاب کا نفع و فیض عام فرمائے اور اس زمانہ کے اندھیروں میں اسے روشنی اور ہدایت کا ذریعہ بنائے۔

پروفیسر محمد اعجاز جنجوعہ

۳۱۔ ۱۲۔ ۲۰۲۲

الکلمات الحقانیۃ فی تعریف الصحابۃ والرد علی التفتازانیۃ

تعریف صحابی پر صاحب تفتازانیہ کے اعتراضات کا علمی محاسبہ

محدثین، اصولیین اور فقہاء کے نزدیک

صحابی کون؟

تصنیف علامہ اسد الرحمٰن چشتی

ناشر دار التحقیق فاؤنڈیشن

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت و جلالت کو آشکار کرنے اور آپ سے متعلق شکوک و شبہات کو کافور کرنے والا اقتباسات پر مشتمل صحابہ و تابعین اور ائمہ و محدثین کے اقوال و آثار کا دلآویز مرقع

فضیلت و مقامِ سیدنا امیر مُعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۵۰۰ اکابر اہلِ سُنت کی نظر میں

جلد 1

مساعی جمیلہ

علامہ ابوالحسن حسن علی نقشبندی سیفی

ترتیب و تقدیم

علامہ محمد افروز قادری چریاکوٹی

ناشر: دار التحقیق پاکستان

الانوار الجلیۃ فی نقض کتاب الخلافۃ الباطنیۃ

شیخین کریمین کی خلافت باطنی بلا فصل اور اعلمیت

تالیف

فیصل نعمان رضوی

عاطف سلیم نقشبندی

دار التحقیق پبلشرز

زبدۃ التحقیق کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

انبیائے کرام کے بعد

افضل کون؟

مصنف

مفتی مطیع الرحمٰن رضوی

ناشر

دار التحقیق فاؤنڈیشن



دار التحقیق فاؤنڈیشن پاکستان
اقبال مارکیٹ، اقبال روڈ، مری روڈ، راولپنڈی
Ph: 0335-5989777